

تاریخ گاہ



تعارف

داستان کوئی اور داستانیں سننا ہر تہذیب کا خاصہ رہا ہے اور انہی داستانوں کے ذریعے سامعین نیم شعوری طور پر اپنی تاریخ کے اکابرین کے کارناموں سے متعارف ہو کر اپنی روایات پر فخر و انبساط کے جذبات کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ داستانیں نہ ہوتیں تو قوموں میں اپنے جداگانہ تشخص کا احساس باقی نہ رہتا اور نہ ہی ان میں دیگر اقوام سے مسابقت اور مقابلے کا رجحان پیدا ہوتا۔ جن قوموں نے اپنے تاریخی ورثہ کی حفاظت کی اور اپنے ادب میں اُسے اعلیٰ مقام دیا وہی کارزار حیات میں فتح مندی کے پھر پرے بلند کرتی رہیں اور جنہوں نے اس طرف توجہ نہ دی وہ اپنے ماضی سے محروم ہو کر حال میں بھی پست و زبوں اور مستقبل سے مایوس رہیں۔

اگر ازمنہ وسطیٰ میں داستانیں کسی قوم کے اجتماعی شعور کی پرورش و پرداخت کے لیے اہم تھیں تو دورِ حاضر میں ان کی جگہ ناول نے لے لی ہے۔ اب سامعین کی جگہ تعلیم یافتہ تارین ہوتے ہیں جو اپنے فرصت کے لمحات میں کسی ناول کو اپنی تنہائی کا رفیق بنا کر عہد پارینہ میں اپنی عظمتوں کے نشانات پا کر مسرت و شادمانی محسوس کرتے ہیں۔ وہ تاریخی ناولوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہیرو کے مقام پر پراتے ہیں اور رزم حق و باطل میں تمام معرکوں میں ہیرو کے شانہ بشانہ لڑتے ہیں۔ نصرت و فتح ان کے قدم چومتی ہیں اور جب کبھی انہیں عارضی شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو وہ صبر و شکر سے اُسے بھی گوارا کرتے ہیں۔ کیونکہ نتیجہ ان کے اپنے ہاتھ میں نہیں بلکہ منشاء الہی پر اسرار طریقہ سے شکست و ریخت کے عمل کو بھی بالآخر تعمیر کبھج پر لے آتی ہے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ دنیا کی اسٹیج پر انہوں نے اپنا

مخصوص مثبت کردار سرانجام دینا ہے اور ان کی زندگی کی اصل کامیابی کا انحصار یہ ہے کہ وہ کس حد تک حق کے لیے سرگرم عمل رہے۔ ان کی نظر میں شہادت کسی عمل خیر کے ختم ہونے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس سے ابدی سچائی خون کی جلی تحریر سے اور واضح اور تابناک ہو کر آئندہ آنے والوں کے لیے شعل راہ بن جاتی ہے۔ وہ اپنا تاریخی رول ادا کر کے رخصت تو ہو جاتے ہیں مگر ان کے پیچھے ان کثرت کارواں انہی کے نقوش پا پر گامزن ہو کر اسی منزل حق کی طرف رواں دواں بڑھتے چلے جاتے ہیں جس کی طلب میں انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہوتا ہے۔

اسلامی تاریخی ناولوں کے پیچھے بھی دراصل یہی ایک بنیادی فلسفہ کار فرما ہے کہ یہ نہ صرف مسلمانوں کو اپنے مشترکہ ملی ورثہ سے روشناس کراتے ہیں بلکہ انہیں رزم حق و باطل میں ان کے اصل فریضے سے آگاہ کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حق کی آواز بڑے تاج سے بے پرواہ ہو کر ہمیشہ لبیک گنا ہے اور عملی طور پر اپنی لبا ط اور اہلیت کے مطابق اپنا کردار سرانجام دینا ہے۔ جب تمام تاریخی نیم شعوری طور پر اس حقیقت کی آگاہی حاصل کرتے ہیں تو اپنی عملی زندگی میں شعوری سطح پر ان مقاصد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو وقف کر سکتے ہیں جو کسی قوم یا ملت کی حیات کیلئے اہم ہیں۔

اسلم راہی ایم اے صاحب مبارک باد کے متحق ہیں کہ انہوں نے اپنے قلم کو اسلامی تاریخی ناول نگاری کے لیے وقف کر دیا ہے۔ یکے بعد دیگرے ان کے کئی ناول ادب کے شائقین سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں لیکن زیر نظر ناول فتنی طور پر پچھلے ناولوں کی نسبت ایک جست آگے ہے۔ پلاٹ میں ایک بامعنی ربط ہے۔ حالانکہ اس میں بھی حسن و عشق اور فرض اور ایمان کی گڈنڈیاں متوازی چلتی ہیں۔ لیکن کوئی واقعہ یا سانحہ فالتویا اضافی محسوس نہیں ہوتا۔ ہر شے اپنے صحیح مقام پر ہے اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ ناول میں محض بیانیہ حصے کم سے کم حد تک ہیں۔

اکثر ناول نگار تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے یا پس منظر کی تشریح کرتے

ہوئے۔ یہ انداز اپنانے پر غور ہوتے ہیں لیکن اسلم راہی صاحب نے اکثر واقعات ڈرامائی انداز تحریر اختیار کیا ہے جس سے تمام واقعات ایک منطقی تسلسل کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست نظر آتے ہیں۔

اس ناول میں انہوں نے تاریخ کے ایک گم شدہ باب پر تحقیق کی ہے۔ عام طور پر یہی تاثر دیا جاتا رہا ہے کہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے زوال کی وجوہات ان کی اپنی نا عاقبت اندیشی، داخلی خلیتشار، اغیار پر تکیہ و انحصار اور دین اسلام سے پرستگئی تھیں لیکن اسلم راہی صاحب نے اس تاریک اور المانک دور میں بھی ان چند شمعوں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے روشن مثالیں چھوڑی ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب اسلامی سلطنت کی حدود سمٹ رہی تھیں۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے سسلی (صقلیہ) نکل چکا تھا۔ فلسطین میں یروشلم کا مقدس شہر عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ فرانس اور یورپ کی غیر اسلامی حکومتیں نور الدین زنگی سے برسر پیکار تھیں اور ہسپانیہ طوائف الملوکی کا شکار ہو چکا تھا۔ امت مسلمہ نہ صرف اپنے مرکز سے کٹ چکی تھی بلکہ نسلی تعصبات کے عفریت کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی۔ عرب نسلی برتری کے جنون میں مبتلا تھے تو بربر قبائل اپنے زمینی تعلق کے زعم میں عربوں کو غیر ملکی گردانتے ہوئے ان سے عدم تعاون کی پالیسی اختیار کیے ہوئے تھے۔ ان حالات میں ایک نام نہاد بحری قزاق کو تاریخ کے دھارے نے ملکی سیاست کی سطح پر اچھال کھڑا کیا اور اس نے ملت کی شیرازہ بندی کا وہ کارنامہ سرانجام دیا جو عام حالات میں ہسپانیہ کی منقسم شدہ ریاستوں کے کسی اور عرب حکمران کے تصور سے بھی بعید تھا۔ اس نے فرولندہ کے لشکر کو کھلے میدانوں اور تاریک رزم گاہوں میں پے پے شکستیں دیں اور اس کی حکمت عملی اور شجاعت سے متاثر ہو کر اشبیلیہ کے حکمران معتمد نے اسی کی طرف نگاہ اُمید ڈالی اور غرناطہ، قرطبہ اور مالقہ کی ریاستیں متحد ہو کر دشمن کی یانار کو کافی دیر تک روکنے میں کامیاب رہیں۔

شکست و ریخت کا جو عمل ہسپانیہ میں شروع ہو چکا تھا اس کو روکنا غالباً کسی فرد واحد کے بس کی بات نہ تھی اور اس ناول کا ہیرو ولید بھی اپنے اعلیٰ اور ارفع مقاصد کے حصول میں تاریخی طور پر با مراث ثابت نہ ہوا لیکن اس نے عزم و شجاعت کی جو داستانیں حاوی اور غون میں رقم لیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ اسلم لاسی صاحب نے تاریخ کے گمنام گوشوں سے انہیں گردید کہ منظر عام پر لانے کی ایک باہمت کوشش کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ انتہائی مایوس کن حالات میں بھی ایک مرد مومن اپنے فرائض کو کس طرح بجا لاتا ہے اور قدرت کس طرح اہل حق کی پشت پناہی کرتی ہے۔ ان کے ناول کے مطالعہ سے جہاں ایک طرف قاری کے ادبی ذوق کی تسکین کا سامان ملتا ہے۔ وہیں ایک پائندہ و تابندہ تاریخی روایت کا اور اک بھی ہوتا ہے کہ اُمت مسلمہ کسی دور میں بھی سرفروشن مجاہدوں سے تہی نہیں رہی۔ یہ انہی مجاہدوں کے کارنامے ہیں کہ آج بھی اقوام عالم میں مسلمان اپنے شخص کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ وقت کے ساتھ ساتھ اپنے تاریخی حریفوں پر غلبہ حاصل کرتے رہیں گے۔

پروفیسر عبدالرؤف نجم

جامعۃ الملک عبدالعزیز
مدینہ منورہ

۱۲ اگست ۱۹۸۱ء



کائنات سنگین اور وحشت ناک رات کی کالی چادر میں لپٹ چکی تھی۔ درندوں کی طرح دھاڑتی تیز طوفانی ہواؤں نے بحیرہ روم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ سمندر کی سرپٹتی تندہیں پہاڑوں کی طرح بلند ہوتی ہوئی سخت و اتفاقات کا کھیل کھیلنے لگی تھیں۔ طوفانی آندھی اور تیز بارش نے سمندر کی حالت ایسی کر دی تھی گویا ہزاروں ہوالا کھئی کے دھانے پھٹ پڑے ہوں اور ڈھیروں لاد اُگل پڑا ہو۔ موجوں کی زور دار گرج اور ہوا و بارش کی تیز مار میں ایک کشتی اور اس کے پیچھے دو بادبانی جہاز آندھی بارش اور سمندر سے برسرِ پیکار تھے۔ کشتی اور جہازوں کے بادبان تہہ کیے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود تیز آندھی اور سمندری موجیں ان تینوں کو بڑی تیزی سے مغرب کی طرف اُڑائے لیے جا رہی تھیں۔ ان کا رخ جزائر سارڈینیا اور کارسیکا سے اندلس کی طرف تھا۔

ہواؤں کی سننا ہٹ بڑھتی رہی۔ سمندر کا تالطم تیز ہوتا رہا۔ سنگدل اور سیاہ رات میں اندھیرے کی بکل کے اندر قمر بھرے جھگڑے سمندریں اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بڑھا بحیرہ روم بڑی طرح کراہ اُٹھا تھا۔ دونوں جہازوں میں مسلح جوان سوار تھے۔ وہ بحری قزاق عرب تھے اور کسی ناکام مہم سے لوٹ رہے تھے۔ ان سب کے بارش ہرنے کے باوجود کپڑے خون آلود تھے۔ ان کے چہرے فق، بازو شل اور جسم بڑی طرح زخمی تھے

سنو بیٹے! اس صدی کا بوجھ میرے کندھوں پر تھا آنے والی صدی کا بوجھ تیرے کندھوں پر ہوگا۔ اللہ کرے آنے والی یہ صدی تمہارے لیے ایک درخشاں صدی ہو۔ میری ریت کی نشاۃ ثانیہ کی صدی ہو۔ آزادی، نجات اور غیر العقول معجزات کی صدی ہو۔ اے فرزند! اپنے دشمنوں کے سامنے آگ اور تلوار کا طوفان بن کر جم جانا۔ یہ تیری فضیلت کا باعث ہوگا۔ میرے ساتھی میرے بعد تجھے اپنا امیر بنا کر تیرا احترام کریں گے۔ سن میرے ساتھیوں کے ہونے والے امیر! ایک مجاہد اور جنگجو کی زندگی میں ایک آفت کے بعد دوسری آفت! ایک الم کے بعد دوسرا الم، ایک عذاب کے بعد دوسرا عذاب اور ایک سراب کے بعد دوسرا سراب آتا ہے۔ ان میں کامران اور فوز مند وہی ہوتا ہے جس کے ذہن کی فکر اور عمل کا آپس میں اتحاد و تعاون ہو۔ میرے بعد اس لنگڑے ملاح کا اسی طرح خیال رکھنا جس طرح میں اس کا خیال رکھتا تھا۔ اس سے کبھی یہ مت پوچھنا کہ وہ کون ہے۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنا آپ تم پر ظاہر نہ کر دے۔ جو کچھ وہ کہے گا سچ ہوگا۔ اس کا احترام اسی طرح کرنا جس طرح تم میرا احترام کرتے ہو۔ وہ ایک ایسے کام کے تعاقب میں ہے جس میں تیری ہی بہتری ہوگی۔

اس لنگڑے ملاح سے بھی بڑھ کر اس بوڑھی عورت کی خدمت کرنا جو بہت کمزور و بیمار کے جنوب میں سمندر کے کنارے ایک چھوٹی سی بستی کے اندر رہتی ہے۔ ان دونوں کے اشتراکات پورے کرنا۔ بوڑھے امیر نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے معمر ملاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ لنگڑے ملاح اور اس بوڑھی عورت کے راز سے واقف ہے یہ جانتا ہے کہ وہ کون ہیں اور ان سے ہمارا کیا رشتہ ہے۔ وقت آنے پر یہ خود بخود تمہیں بتا دے گا میرے بعد تم کا احترام کرنا۔ اس کے مشوروں پر عمل کرنا اور اس کا کہا ماننا۔ سنو فرزند! میں ورثے میں تجھے تلوار کے سوا کچھ نہیں دے کر جا رہا ہوں۔ آزادی کی مشعل جان کو بند رکھنا اور اپنے ساتھیوں کے اندر انصاف کا قاصد بن کر رہنا۔ بوڑھا امیر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ پردہ تاریکی میں ملفوف ہواؤں کی منشا میں سمندر کا تلاطم بڑھتا رہا۔ مہیب موجوں کی آتش مزاجی اور برہم ہونے لگی۔

شبائے ہول نے اپنے کسی دشمن سے بُری طرح شکست اٹھائی تھی کسل اور ماندگی کے باوجود وہ ان خود بڑی تیزی سے اپنے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ کچھ جوان بڑی تندہی سے چپو چلا کر جہازوں کا رخ صحیح سمت رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور کچھ جہازوں کے اندر سے سمندری سرکش موجوں اور بارش کا پانی نکال رہے تھے۔ ہر جوان مصروف تھا جیسے زخمی ہونے کے باوجود انہوں نے بیکار نہ بیٹھنے کی قسم کھا لی ہو۔

دونوں بادبانی جہازوں سے آگے آگے جانے والی کشتی میں نو آدمی سوار تھے۔ چار چپو چلا رہے تھے اور دو کشتی کے اندر جمع ہو جانے والا پانی نکال رہے تھے۔ یہ ان کے امیر کی کشتی تھی جو بُری طرح سے زخمی تھا اور کشتی کے درمیان لیٹا ہوا مرگ وحیات کی کشمکش سے گزر رہا تھا۔ اس کے قریب ہی اس کا نو عمر بیٹا بیٹھا ہوا تھا جس نے اپنے باپ کا نمرا اپنی گیلی گود میں لے رکھا تھا اور ان دونوں باپ بیٹے کے قریب ہی ایک بوڑھا ملاح بیٹھا ہوا تھا جو پریشانی کی حالت میں کبھی اپنے امیر اور کبھی اس کے بیٹے کو حیرت و استعجاب کی حالت میں دیکھنے لگتا تھا۔ امیر کا بیٹا کم عمر ہونے کے باوجود بلوط و چنار کی طرح دراز قد اور بھرے ہوئے جسم کا تھا۔ وہ چٹان کی طرح سخت جان اور اس کے جسمانی اعضاء فولاد کی طرح کڑے اور مضبوط تھے۔

امیر نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا۔ اے فرزند! میری اجل میرے سامنے کھڑی ہے۔ دیکھ میں تجھ سے جدا ہو رہا ہوں لوگ ہمیں فراق کہتے ہیں۔ لیکن میں اور میرے ساتھیوں نے زندگی بھر کوئی ایسا فعل نہیں کیا جس سے میرے مذہب پر کوئی حرف آئے۔ میں ان عیسائی قزاقوں کا مقابلہ کرتا رہا جو سمندر میں مسلمان جہازوں کو لوٹتے تھے۔ سن میرے فرزند! فرانس کی طرف سے اندھا دھند مسلح عیسائی اندلس کے شمالی حصوں میں جمع ہو رہے ہیں اس امید کے ساتھ کہ وہ اندلس کو مسلمانوں سے چھین لیں۔ اگر رب کبھی تمہیں قدرت دے تو ان ملاح و دشمنوں کی لہ روک دینا کہ وہ میری قوم پر بوجھ نہ بنیں۔

تھا۔ وہ کورنٹیم گورن کی سی بی سی کے عالم میں اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تھا جو سر چکا تھا۔ ان کے پیچھے آنے والے دونوں جہازوں کے سالار چلا چلا کر پوچھ رہے تھے۔ یا امیر! یا امیر! کیا ہم صحیح سمت جا رہے ہیں۔ کہیں ہم بھٹک تو نہیں چکے۔ یا امیر! آپ کیسے ہیں۔ آپ بولے، ہم آپ کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ سرما کی سنسناقی تخی بستہ ہوا دل کا شور بڑھ گیا تھا۔ سمندر اور زور سے کراہنے لگا تھا۔ موت لہو کے آنچل میں چہرہ چھپائے بھٹکتی پھرتی تھی۔ آسمان دور کھڑا دیکھتا رہا اور خبیث عناصر سے پر سر پیکار زمین لہوروتی رہی۔ سمندریوں متعصب اور جنوبی ہو گیا۔ گویا اس پر کسی آسیبک شہنشاہ نازل ہوا۔ پناہ کی خاطر لیٹے بادبانوں سے چمٹی ابا بلیں اور زیادہ پریشان ہو گئی ہیں۔

امیر کی لاش کے قریب بیٹھا ہوا وہ معمر ملاح کچھ سوچ کر اٹھا ناشر الصوت منہ سے لگایا اور اپنا رخ دونوں جہازوں کی طرف کر کے اس نے اپنی پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔ ساتھیو! میں مسلم بن تمام بول رہا ہوں۔ امیر ہشام دم توڑ چکے ہیں۔ سنو! اب ان کے بیٹے ولید بن ہشام ہمارے امیر ہیں۔ پھر مسلم بن تمام نے ناشر الصوت اپنے باپ کی لاش کے پاس بیٹھے ہوئے اس فولادی صفت جوان کو دیتے ہوئے کہا۔ ولید! ولید! اپنے ساتھیوں سے کچھ کہو۔ گو اس کی روح شکستہ تھی پھر بھی وہ ایسے انداز میں اٹھا گویا اپنے دامن میں قیامت لیے ہوئے ہو۔ اس نے ناشر الصوت بے کمرہ سے اٹکایا اور پوری فضا پر محیط ہو جانے والی اپنی کڑکٹی اور سمندر کی طرح چنگاڑتی آواز میں کہا۔

میرے باجبروت بھائیو! میں تمہارا امیر نہیں صلاح کار ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو میری پیروی کرنا اور اگر میں بدی کا مرتکب ہوں تم تمہیں اختیار ہو گا۔ میرا اگر یہاں کوئی کرم میرا مواخذہ و احتساب کرو۔ اگر تم مجھے اپنا امیر تسلیم کرو تو میرے لیے سعادت ہوگی۔ ورنہ تمہیں اجازت ہے کہ مجھ سے بہتر کسی اور کا انتخاب کر لو۔ خدا کی قسم! میں تم میں سے ہر ایک کے ماتحت ایک گمنام سپاہی کی حیثیت سے اپنی ہلت کی خاطر جنگ کرے گا۔ کوئی تمہیں۔ دونوں جہازوں کے لشکریوں نے بیک زبانی چلا کر کہا۔ آپ ہمارے امیر ہیں آپ کی راہنمائی میں ہم کفر کے خلاف اور تیزی اور جاں نثاری سے جنگ کریں گے۔

رہا خوف پھیلتا رہا جیسے خالق خیر و نور اور فاعل شر و ظلمت کے خشکین عناصر بے کراں آرزوؤں کے سرسام میں مبتلا ہو کر سمندر کے سینے پر موجزن لہروں میں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے ہوں۔ بوڑھے امیر کی لرزتی آواز جہنم کی کثیف سانس جیسے طوفان میں پھر بلند ہوئی۔ میرے فرزند! تو ایک بہادر عرب کا اعلیٰ ترین معیار ہے۔ ہماری اس شکست میں ہمارے ان گنت ساتھی کام آچکے ہیں۔ اپنے مقصد میں آگے بڑھنے کے لیے تمہیں اور جنگجو ساتھیوں کی ضرورت ہوگی۔ سنو! ہمارے ٹھکانے سے پانچ میل نیچے حبشی ماہی گیروں کی بستیاں ہیں۔ ان کے پاس جاناوہ تیری مدد کریں گے۔ جل طلبیلہ اور شہر طرطور کے درمیان مرا بطین آباد ہیں۔ ان کے پاس جاناوہ تیری مدد کریں گے۔ ان سے آگے سمندر کے کنارے کنارے عرب کے کئی قبائل آباد ہیں۔ وہ سب تیری حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ میں ان سب کی مالی امداد کرتا رہا ہوں۔ میرے نام کے تعلق سے وہ تیری عزت کریں گے۔ آہ فرزند! میرے بعد کون تجھ سے ہمدردی کرے گا۔ کون تیری جھوک پر فکر مند ہوگا۔ بوڑھا امیر ایک دم ہچکی لے کر خاموش ہو گیا۔

قریب بیٹھے ہوئے معمر اور سخت چہرے والے ملاح نے گھبرا کر امیر کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس کے بیٹے کی طرف دیکھتے ہی اس نے کھوئے ہوئے لہجے اور کانپتی آواز میں کہا۔ یا ابن انخی داے ہمارے بھائی کے بیٹے! امیر دم توڑ چکے ہیں۔ چٹانوں کی طرح سخت اور مضبوط وہ نوجوان نفس کی دیوانی کی طرح اور اس اور زندان کی تاریکی کی طرح افسردہ ہو گیا۔

یہ افریقہ کے صحرائے عظیم کے رہنے والے بربر تھے۔ ان کا علاقہ دریائے سنہگال سے شروع ہو کر البحر اتر تک پھیلا ہوا تھا اور ان کے کچھ گروہ افریقہ سے اٹھ کر اندلس میں آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ صحرا کے یہ بدو سخت جفاکش، بہادر، راست گو اور مذہب پسند تھے۔ ان کے لڑنے کا انداز عرب صحرائیوں جیسا تھا۔ بعد کے دور میں انہی مرا بطین میں اسلام کا بطل عظیم اور رحل حبیل یوسف بن تاشقین طوفان کی مانند اسلام کے دشمنوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

نضاؤں میں خاموشی چھا گئی، مسلمان اور ولید دوبارہ کشتی کے اندر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد سمندری لہروں کے دوشن پر ایک مسحور کن آواز سنائی دی۔ وہ لشکر کے قاری کی آواز تھی۔ اعدو و لہم اللہ کے بعد اس نے تلاوت شروع کی تھی۔

وَاللَّزِجَةُ غَرَقًا ① وَاللَّيْلُ نَشْطًا ② وَالسَّيْفُ سَبْحًا ③
قسم ہے اُن فرشتوں کی جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اور مسلمانوں کی آسانی سے نکالتے ہیں
فَالْمَدِ بَرَّتْ أَمْرًا ④

گویا ران کا بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کیا تھ دوتے ہیں پھر ہرام کی تدبیر کرتے ہیں۔
یہاں تک قاری نے آہستہ آہستہ دھیمی آواز میں پڑھا۔ اس کے بعد اس کی سحر خیز آواز بند ہوئی اور شکستہ روجوں کو جوڑ دینے والی اس کی آواز نے سمندر میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ لگتا تھا اس کی ادائیگی میں موتیوں کی طرح فضا میں پکھرتے الفاظ ظلمت و شر کے عناصر کی قنوطیت و منکمریت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ⑤ تَتْبَعُهَا السَّوَادِقَةُ ⑥ قُلُوبٌ
ان سب کی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں کہ قیامت ضرور آئیگی جس روز بلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی جس کے ایک بچے
يَوْمَ مِيزٍ ⑧ وَجِيفَتُمْ ⑨ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةً ⑩ يَقُولُونَ ءَإِنَّا
آنے والی چیز آئے گی۔ ہر ت سے دل میں روز دھڑکن رہے ہونگے ان کی آنکھیں باز کلامت کے جھک رہی ہونگی
سَمَرْدُودٌ وَدُونَ فِي الْحَافِرَةِ ⑪ ءَإِذَا كُتِبَ عَظْمًا مَّا تَخِرَّةَ ⑫

کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہونگے کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ بھروسہ ہو گئے۔
قَالُوا تِلْكَ إِذْ أَكْرَجْنَاكَ خَاسِرَةً ⑬ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ⑭
ایسی صورت میں یہ فالسی ہمارے لیے بڑے خسارے کی ہوگی۔ پس وہ ایک سخت آواز ہوگی جس سے سب
فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ⑮
لوگ فوراً میدان میں آجمع ہوں گے۔

یہاں قاری سانس لینے کو رکھا۔ اس کی آواز ایک فصول ساز بازگشت کے ساتھ آگے
تک فضا میں گونج رہی تھی۔ ولید بن ہشام اور مسلم بن تمام کی گروہیں جھکی ہوئی تھیں ان

رقت میں ان کی آنکھیں نمناک ہو چکی تھیں۔ قاری کی سحر ساز آواز اس بار محب بند ہو کر سنائی دی اور کسی کو یہی تبدی کی روانی کے ساتھ سمندری موجوں، طوفانی جھکڑوں اور وحشت انگیز آوازوں کا سینہ چیرتی چلی گئی تھی۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ⑮ إِذْ نَادَى رَبَّهُ بِالْوَادِ

کیا آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے۔ جب انہیں ان کے رب نے میدان طوی سے

الْمُقَدَّسِ طَوًى ⑯ إِذْ هَبَّ رِيحٌ فَذُرْعُونَ رِثًا طَخَى ⑰

پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ۔ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے۔

فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَهٌ إِلَّا أَن تَزْكَى ⑱ وَأَهْدِيكَ إِلَى رَبِّكَ فَانْخَشِي

سو اس سے کہو کہ کیا تیری خواہش ہے کہ تُو درست ہو جائے اور میں تیرے رب کی طرف تیری

⑲ فَأَرَادَ الْأَيْمَ الْكُبْرَى ⑳ فَكَذَّبَ وَعَصَى ㉑ ثُمَّ

راہنمائی کروں تو تُو ڈرنے لگے۔ تو اس کو بڑی نشانی نبوت کی دکھائی گئی تو اس نے جھٹلایا اور کہا نہ مانا پھر

أَذْبَرَ كَيْسَعِي ㉒ فَخَشَرَ فَنَادَى ㉓ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ㉔

موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو کر لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ سو اس کو اللہ تعالیٰ نے

فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى ㉕ إِنَّ ذَلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّمَن

آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا۔ بے شک اس میں ایسے لوگوں کے لیے عبرت ہے جو

يُخْشَى ㉖

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

قاری خاموش ہو گیا۔ ہر ایک پر سکوت طاری تھا۔ ہر چیز چپ تھی گویا اپنے

رب کے پیغام کی گہرائیوں میں ڈوب گئی ہو۔ کائنات کی ہر چیز پر ایک نشہ سا طاری ہو گیا

تھا۔ دونوں بادبانی جہاز اپنے امیر کی راہنمائی میں آگے بڑھتے رہے اور رات آہستہ آہستہ

میں اُترتی کسی عفریت کی طرح اپنا آپ سمیٹنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ وہ شمالی اندلس کے کوہ تانی

سلسلے جبل البرانس کے قریب جا پہنچے۔ ولید اپنی کشتی میں ایک بار پھر کھڑا ہوا اور دونوں

جبل البرانس شرعاً پھیلے ہوئے ایک طویل سلسلے کا پہاڑ ہے جو فرانس اور اندلس کی سرحد پر

ملے

جبل البرانس شرعاً پھیلے ہوئے ایک طویل سلسلے کا پہاڑ ہے جو فرانس اور اندلس کی سرحد پر

ملے

اندلس میں ان دنوں مسلمانوں کی کوئی مضبوط حکومت نہ تھی جو ان عربوں کی مدد کر سکتی اور قشالیہ اور لیون کی ریاستوں کے حکمران نے عربوں کی داوی ارغون پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اندلس میں ان دنوں مسلمان اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہے تھے۔ ملک کا بڑا حصہ ہو چکا تھا اور اس پر کسی چھوٹے چھوٹے حکمران قابض ہو چکے تھے جو شرابی اور نااہل تھے۔ اشبیلیہ پر ایک عرب معتضد حکمران تھا۔ قرطبہ پر ابن جہور کی حکومت تھی۔ غرناطہ پر ایک بربر ابن بادیس اور مالقہ پر بھی اور لیس نام کے بربر کی حکومت تھی۔ ان دونوں کا تعلق بربر کے بنی حمود سے تھا۔ بطیوس پر ابن افطش، المریہ پر زبیر طلیطلہ پر ابو الحسن یحییٰ المامون اور سرقسطہ پر ایک اور مسلمان کی حکومت تھی۔ یہ سب حکمران کمزور اور نااہل تھے اور مرکزی قوت کی افادیت سے قطعاً بے خبر تھے۔

شمال مشرق کی ریاستوں قشالیہ اور لیون پر ایک عیسائی۔ فردلندہ حکومت کرتا تھا۔ یہ ایک آتش مزاج اور جری حکمران تھا۔ فرانس سے بڑی تیزی کے ساتھ جنگجو اور لڑاکا جو ان اپنے پاس جمع کر کے اپنی قوت مضبوط کر رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی قوت نا قابلِ تسخیر کر کے مسلمانوں کو اندلس سے نکل جانے پر مجبور کر دے۔ دوسری طرف سب چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمران فردلندہ کی اس کارروائی سے بے خبر اور غافل تھے اور فردلندہ اندر ہی اندر ان کے لیے موت اور تباہی کا جال بنتا جا رہا تھا۔



یہ بنو عباد سے تھا اور اس کے آباؤ اجداد صوبہ حمص کے شہر عریش سے ہجرت کر کے اندلس میں داخل ہوئے تھے۔ یہ اشبیلیہ کے سابق حکمران قاضی ابوالقاسم کا بیٹا تھا۔ قاضی ابوالقاسم جس قدر نیک و زاہد اور عقل و ذہانت میں کیٹا تھے یہ اسی قدر بدکردار شرابی اور غیر پسندیدہ اخلاق کا مالک تھا۔ عیش و عشرت پسند اور شراب کا رسیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس بد سخت و بد نصیب حکمران نے اپنے حرم میں آٹھ سو کنواری لڑکیوں کو جمع کر رکھا تھا۔ قرطبہ کا حکمران بادیس بھی اخلاق و کردار میں اسی جیسا عیاش اور فحش و فحور سے بھرپور تھا۔

جہازوں کی طرف منہ کر کے اس نے اپنی توانا آواز میں چلا کر کہا۔ حواریو! غم نہ کھاؤ۔ اپنی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ ہمارا مستقر آگیا ہے۔ جہازوں کو ساحل کی ریت پر چڑھ جانے دو انہیں سمندر میں کھڑا مت کرنا کہ طوفانی موجیں انہیں بہا کر لے جائیں گی۔ تھوڑی دیر بعد کشتی اور دونوں جہاز ساحل کی ریت پر چڑھ گئے تھے اور لشکر اپنے امیر کی راہنمائی میں جہازوں سے اتر کر جبل البرانس کی ان غاروں میں داخل ہونے لگا تھا جو ان کا ٹھکانا تھیں۔



یہ بحری قزاق اصل میں اندلس کے شمال مشرقی حصے وادی ارغون کے رہنے والے عرب تھے۔ یہاں تک کہ اندلس کی شمال مشرقی ریاستوں قشالیہ اور لیون کے عیسائی حکمران نے ان پر حملہ کر کے ان میں سے اکثر کو تباہ و برباد کر دیا۔ کچھ جوان اپنی عورتوں اور چھوٹی بچیوں کو لے کر بحری جہازوں کے ذریعے جان بچا کر شمال کے کوہستانی سلسلے البرانس کی طرف بھاگ گئے لیکن ان کی بد قسمتی کہ ابھی وہ سمندر کے اندر سفر کر رہے تھے کہ عیسائی بحری قزاقوں نے ان پر حملہ کر کے ان کا مزید قتل عام کیا اور ان سے ان کی عورتیں، بچیاں اور ان کا مال و اسباب چھین کر لے گئے۔ ان عربوں نے سمندر کے اندر کشتی میں مرنے والے عرب ہشام کو اپنا امیر بنا کر جبل البرانس کی غاروں کو اپنا مسکن بنایا اور قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اب وہ مصر و افریقیہ اور اندلس و صقلیہ کے درمیان چلنے والے مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے علاوہ عیسائی قزاقوں کے خلاف انتقامی کارروائی بھی کرنے لگے تھے۔

رقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۱ واقع ہے۔ اس طویل سلسلے کو چار بڑے پہاڑوں کا نام دیا گیا ہے۔ جبل برکات، جبل ابواب، جبل فاصل اور جبل الحاجر۔ جبل البرانس میں چار ہی درے ہیں جن کے نام برت الشمر، برت حافہ، برت شاذر اور برت یونہ ہیں۔ انہی چاروں دروں کے ذریعے فرانس اور اندلس کے درمیان آمد و رفت ہوتی ہے۔

سمندر اسی طرح گمراہ رہا تھا۔ تیز ہوائیں برف سے لدے کوہستان البرانس سے
ٹھکرا کر سسک رہی تھیں۔ بحری قزاقوں نے اپنے امیر کو سمندر کے کنارے ایک پہاڑ
کی چوٹی پر دفن کر دیا تھا اور اب وہ سردی اور تیز بارش سے بچنے کے لیے اپنی
غاروں میں گھس گئے تھے۔ غاروں کے اندر پہلے سے موجود ان کے ساتھیوں نے زخمیوں
کی مرہم پٹی کر کے ان کے لباس تبدیل کرنے کے بعد انہیں کھانا کھلا دیا تھا۔

نبیا امیر ولید بن ہشام ایک غار کے اندر ایک اونچے پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور
اس کے سامنے آگ کا ایک بہت بڑا آلاؤ روشن تھا جس کے گرد ان گنت اس کے ساتھی
بیٹھے ہوئے تھے۔ معمر ملاح مسلم بن تمام بھی ولید کے پیلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہر کوئی خاموش
تھا جیسے اپنی شکست پر شرمندہ اور غمگین ہو۔ ولید کی گردن جھکی ہوئی تھی اور آگ کے
سامنے وہ اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جیسے وہ پرانی یادوں کے جھنور میں کھو چکا ہو۔ اس کی
گمہ دن اور شانے زخمی تھے۔ آگ کے گرد بیٹھے ہوئے سب جوان بڑی گہری نگاہوں سے
اپنے نئے امیر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہر ایک کی نگاہ میں ایک سوال اور ایک حسرت تھا۔ مسلم
بن تمام بھی پریشانی کی حالت میں ولید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ سب اپنے امیر کے منہ سے
کچھ سنتے کے منتظر تھے۔ شاید وہ اس انتظار میں تھے کہ ان کا امیر ان سے مخاطب ہو کر کچھ
کہے۔

چنانک الاؤ کے پاس بیٹھا ہوا لشکر کا مغنی اوتاری ابو زید اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ غار کے دائیں
طرف بڑھا اور ایک کونے سے مربوط اٹھالایا۔ دوبارہ وہ آگ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ چند
لمحوں تک اس نے بڑے غور سے ولید کی طرف دیکھا۔ پھر اس کی انگلیاں مربوط کے تاروں پر
حرکت کرنے لگی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ ایک مسودہ کھنکھناتار رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں
نے حرکت کی اور وہ عربی میں ایک پرسوز گیت گانے لگا۔ جس کا مفہوم کچھ یوں بنتا تھا۔
ہم سے ہماری زمین چھیننے والو! ہمارے منہ سے ہمارا نالہ اچکنے والو! تم
نے ہمیں ہماری سرزمین وادی ارغون سے محروم کیا ہے۔ تم نے میری قوم
کی تاریخ کو زنجیر پینائی ہے اور ہمارے گھروں کے سامنے دیواریں کھینچ

دی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ہمارا کوئی نام نہیں۔ ہمارا کوئی وطن اور ہماری کوئی
قوم نہیں۔

سنو اور لکھو! ہاں اپنی تقدیر کے قرطاس پر سب سے اوپر لکھو کہ عنقریب
ہم تاریخ کا قرض چکا دیں گے۔ عنقریب ہم دہر کی تقدیر کے مالک ہوں
گے۔ کائنات کی تقلیدس ہمارے ایک ہاتھ میں اور ہمارا دوسرا ہاتھ اس
انام کی نبض پر ہوگا۔ پھر ————— پھر ظلم کی رات کٹ جائے گی۔ جلد
سحر ہو جائے گی اور ہم اندھیروں کے جگمگ چہرے کو وادی ارغون سے صلیب
کی پھیلی بانہوں کا لہو پونچھ دیں گے۔ پھر ہم اپنے دشمن کی آنکھوں کے
سامنے وادی ارغون کے دروازوں پر اور اس کے مکانوں کی دہلیزوں
پر امن، خوشحالی اور آزادی کا گیت لکھیں گے۔

مغنی نے دم بپا پھر وہ اپنی سحر آشناء آواز میں مربوط بجاتا اور گاتا چلا گیا۔
’ساتھیو! آؤ، آؤ اس سحرنا آشناء اپنی منزل کا آخری نوحہ گائیں
اور اندھیروں کا شور کم کر دیں۔ آؤ بل کر تکبیر بلند کریں اور
اپنے عدو کو بتائیں کہ ہماری نسل نوطوفانوں میں پل کر جوان ہوگی۔
میری قوم کے مجاہدو! آؤ، شبانے سے شانہ ملا کر آگے بڑھیں اور ایک
نئے انقلاب کی طرف، ایک نئی روشنی کی طرف اپنے گھوڑوں کو
ایڑ لگا دیں۔‘

باہر اسی طرح طوفان اور جھکڑ چل رہے تھے اور غار کے اندر مغنی کی آواز اور اس
کے گانے کے بول اور مربوط کی تاروں کا سوز قزاقوں کے دل میں ایک انقلاب برپا کر رہا تھا۔
اپنے ساتھیوں کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مغنی نے پھر گانا شروع کیا۔
اے وادی ارغون! تو ہمیں احسان فراموش نہ جان، نہ جھجھک کہ ہم تیرے
آسمان کے ستارے ہیں اور ایک روز پھر تجھ پر چمکیں گے۔ صدیوں کا سفر
مختصر ہوگا اور ————— اور ہم تجھ پر جان دینے اور قربان ہونے کو

تمہاری طرف بڑھیں گے۔ اپنے مرجانے والے ساتھیوں کی شرافت کی قسم! ہم اپنا حق لے کر رہیں گے۔ اگر ہمیں ارغون کے بدلے ساری دنیا کے ملک دے دیئے جائیں تو بھی ہم قبول نہ کریں۔

عزت کی موت ہمارے ضمیر کو تسکین دیتی ہے۔ طبل ہمیں مسرت کی نوید دیتے ہیں اور جنگ کی دَف کی ہنگامہ خیز آوازیں ہماری رُوح کی غذا اور ہمارے ضمیر کی خورش ہیں۔ اے ہمارے امیر! ہم جانتے ہیں رُج و سفر نے تجھے ہلکان کر رکھا ہے۔ الم و غم نے تیرے اندر گھر کر لیا ہے، موتوٹھ

اور گھڑی بھر کو دم لے۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا خون گرم اور جوان ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تو اوقیانوس اور روم کی لہروں کے ساتھ مل کر دھاڑے گا اور اس روز ہم تیرے ماتحت پہاڑوں جیسا عظیم انتقام بن کر ایک بار پھر وادی ارغون سے گزریں گے۔ فتح مندی کی شان کے ساتھ چلیں گے۔ ہمارے کنوٹوں پر کمائیں ٹٹک رہی ہوں گی۔ پھر ہم وہاں سے کبھی نہ لوٹیں گے اور وہیں انسانی عظمت کے گریٹ گائیں گے۔

آہ! اپنے آباد کی قبروں اور اپنے اُبڑے ہوئے باغوں اور خاک بسر تاکتالوں کے نقوش ابھی تک ہمارے سینوں میں تازہ ہیں۔ نعرہ مارو دوستو! کہ ہمیں اپنے دشمنوں سے نفرت ہے۔ وادی ارغون کا دل دکھی ہے۔ ہمارے عمل کا امتحان قریب ہے کہ ہم اپنی سرزمین سے منحوس سایوں کی غلامت اور کیچڑ و صودیں گے۔ ایک روز اندلس متحد ہوگا اور خون خون سے ملے گا۔ اس روز ہم اپنی دلدلوں اور اپنے تالابوں کو اللہ اکبر کی صداؤں سے معطر کر دیں گے۔

نہ جانے کب تک مغنی کا تار بٹا اور بربط کے ساز نوحہ کرتے رہتے کہ ولید بڑی خوشحال میں یوں اٹھ کھڑا ہوا جیسے اس نے کوئی بھیا ناک خواب دیکھا ہو اور وہ اس کی تعبیر جاننے کو اٹھا ہو۔ ایک گہری نگاہ اس نے مغنی پر ڈالی اور بڑی ممنونیت سے کہا۔

ابوزید! تمہارے الفاظ نے میرے فکر کو ایک نئی جلا بخشی ہے تم دیکھو۔ عنقریب میں بحری قزاقی چھوڑ کر اپنے اصل دشمنوں کی زندگی کے خلاف سپرہو باؤں گا اور ایک روز ضرور اُسے گا کہ میں اپنے دشمن فرولندہ کے تو اُسے سلطنت میں ناقابل علاج امراض پیدا کر دوں گا۔

ولید کا پھر آگ کے گرد بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ تم سب آرام کرو۔ اب میرے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ پہلے ہم سوتے تھے اور میرا باپ جاگ کر ہماری حفاظت کرتا تھا۔ اب میں تمہاری خاطر جاگ کر تمہاری حفاظت اور قوت کا سامان فراہم کروں گا۔ دیکھو میں یہاں سے پانچ میل نیچے جنوب کی طرف حبشی ماہی گیروں کی طرف جاتا ہوں اور ان سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ وہ میرے باپ کے جاننے والے ہیں۔ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بہت جلد میں اپنی جماعت کو ایک نئی شکل دینا چاہتا ہوں۔ صرف مُسلم بن تمام میرے ساتھ جائے گا۔

سب جوان الاؤ کی آگ کیے ارد گرد پتھری زمین پر لیٹ کر آرام کرنے لگے تھے ولید اور مسلم غار سے باہر نکلے بارش اب ٹھم چکی تھی۔ طوفان کا زور ماند پڑ چکا تھا۔ ولید اور مسلم ایک دوسری غار میں داخل ہوئے جو بہت بڑی تھی اور جس کے اندر دُور دور تک عربی نسل کے توانا اور جوان گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ غار کے چاروں کونوں میں ایک ایک مشعل روشن تھی جن کے دم سے غار کی ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ولید جب غار میں داخل ہوا تو سفید رنگ کا ایک عمدہ خوب لمبا اور بلند قامت گھوڑا اسے دیکھتے ہی آہستہ آہستہ ہنہانے لگا تھا۔ یہ ولید کا اپنا گھوڑا تھا۔

ولید آگے بڑھا پہلے گھوڑے کے سر اور پیٹھ پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ اس پر زین کسے لگا تھا۔ دوسری طرف مسلم بھی اپنے گھوڑے پر زین ڈال رہا تھا۔ غار سے باہر نکل کر دونوں سوار ہو کر سمندر کے کنارے آئے پھر جنوب کی طرف انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی تھی۔ بھی وہ حبشی ماہی گیروں کی سبتیوں سے دُور ہی تھے کہ انہیں فجر کی اذان آئی دی۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔ سمندر کے کنارے انہوں نے پتھروں کے

ساتھ اپنے گھوڑوں کو باندھ دیا سمندر کے کنارے بیٹھ کر انہوں نے وضو کیا۔ پھر وہ ساحل کی ریت پر قبلہ رو ہو کر فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔



حبشی مسلمان ماہی گیر اپنے جال اپنے بھالے اور ترسول اٹھائے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر سمندر کے کنارے کھڑی اپنی کشتیوں کی طرف جا رہے تھے کہ سمندر کے کنارے ایک چٹان پر مسلم کے ساتھ کھڑے ولید نے انہیں مخاطب کر کے زور زور سے پکارنا شروع کیا۔

”دلاور ماہی گیرو! میرے عزیزو! میرے رفیقو!“ — ماہی گیر اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھتے بیٹھتے رُک گئے اور بڑے انہماک اور غور سے ولید اور مسلم کی طرف دیکھنے لگے جو اپنے گھوڑوں پر سوار ایک بلند چٹان پر کھڑے تھے۔ وہ کچھ پوچھنا چاہتے تھے کہ ولید نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پھر پکارا

”ولید ماہی گیرو! اندس کے چاہنے والو! اے میری ملت کے لوگو! مجھے سنو! میں تمہیں پکارنے آیا ہوں۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔“ کشتی سے نکل کر ایک خوب قد اور کڑے جسم کا جوان اس چٹان کی طرف بڑھا جس پر مسلم کے ساتھ ولید اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ چٹان کی طرف بڑھنے والا حبشی جوان جو اپنے چہرے اور جسمانی ساخت کے لحاظ سے ایک خوشخوار جوان تھا۔ ان ماہی گیروں کا کوئی سرگرد نہ لگتا تھا کیونکہ جب وہ چٹان کی طرف بڑھا تو چند ماہی گیر اپنے بھالے اور تلواریں لیے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے تھے۔

چٹان کے نزدیک آکر اس حبشی جوان نے نگاہیں اُپر اٹھاتے ہوئے ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ ”میں ان ماہی گیر بستیوں کا سردار ناطور بن بدر ہوں۔ تباؤ تم کون ہو اور ہم سے کیسی مدد لینے آئے ہو۔“ ولید نے پھر اونچی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہا۔ ”سنو! میں ولید بن ہشام ہوں اور میرے ساتھ مسلم

بن تمام ہے۔ میرا باپ اور کوہستان ابرانس کے مسلم چھاپہ ماروں کا امیر ہشام عیسائی بڑی قزاقوں کے ساتھ ایک جنگ میں زخمی ہو کر مر گیا ہے۔ اب دشمنوں سے انتقام لینے کی خاطر مجھے تمہاری استمداد اور حمایت کی ضرورت ہے۔ ہمارے کافی ساتھی اس بحری جنگ میں مارے گئے ہیں اور میرے ساتھ اپنے رفیقوں کی ایک مختصر سی جماعت رہ گئی ہے۔

ماہی گیروں کے سردار ناطور بن بدر نے گہرے غم میں دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”آہ! کیا امیر ہشام مارے گئے؟ وہ ہمارے سرپرست، خبرگیر، محافظ اور نگہبان تھے۔“ اے ہمارے مرنے والے حامی کے بیٹے! نیچے آؤ کہ میں تم سے ہلوں۔ ولید نے اپنے گھوڑے کو موڑ کر ایڑ لگائی۔ مسلم کے ساتھ وہ چٹان سے نیچے آیا اور ناطور بن بدر کے پاس آکر وہ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ناطور آگے بڑھا اور بڑے پرجوش وادہانہ انداز میں ولید کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ”ہشام کے بیٹے! تم ہمارے بھائی ہو جس طرح تم ہمارے چھاپہ مار بھائیوں کے امیر ہو اسی طرح ہم بھی تمہیں اپنا امیر سمجھتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں، اپنی مکت کے لیے، مادر وطن کی خاطر۔ ہم تمہاری خاطر نئی شمشیریں برہنہ کریں گے۔ آزادی کی اس جنگ میں ہم تمہارے ساتھ ہیں کہ آزادی ہی انسان کی مسرت ہے۔“

ناطور بن بدر کہتے کہتے رُک گیا کیونکہ ایک ماہی گیر بھاگتا ہوا آیا اور اسے مخاطب کر کے سمندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”سردار! دھر سمندر کے اندر دیکھو۔ وہ چار بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز کیسے ہیں۔ کہیں یہ دشمن تو نہیں ہیں اور یہیں نقصان نہ پہنچانا چاہتے ہوں۔ ولید نے چونک کر ان جہازوں کی طرف دیکھا جو ساحل کے قریب ہی اپنا رخ بدل کر جزائر سارڈینیا اور کارسیکا کی طرف روانہ ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ ولید نے چلا کر کہا۔

”واللہ! یہ ان چار جہازوں میں سے دو ہمارے دشمن عیسائی قزاقوں کے ہیں۔ ان کے پرچم میں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں اور دوسرے دو جہازوں کے

پرچم بتاتے ہیں کہ وہ تجارتی جہاز ہیں۔ ان میں ایک کا تعلق یونان سے اور دوسرے کا وئیس سے ہے۔ شاید یہ کچھلی شب کے طوفان میں گھر کر ادھر آ گئے ہیں۔ چونکہ یہ تجارتی جہاز بھی عیسائیوں کے ہیں۔ اس لیے یہ بحری قزاق انہیں اپنی حفاظت میں لے کر ان کی منزل تک پہنچائیں گے۔ لیکن اب میں انہیں جانے نہ دوں گا۔ میں ان سے انتقام لوں گا کچھلی شب کی شکست کا بھیاں تک انتقام۔

ولیدؓ کا پھر ناطور کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا اس جنگ میں تم ہماری مدد کر سکو گے۔ ناطور نے اپنی چھاتی تلنتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! میں اپنی ساری کشتیوں اور جوانوں کے ساتھ آپ کے ساتھ ہوں۔ بتائیے میرے لیے کیا حکم ہے۔ چند قدم بھاگ کر ولیدؓ نے ایک زہریلی حببت لی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔ تم اپنے جوانوں کو مسلح کر کے کشتیوں میں بٹھاؤ۔ میں اپنے جوانوں اور جہازوں کو لے کر آتا ہوں۔ مسلم بن تمام بھی فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور طوفان کی طرح وہ واپس اپنے مسکن کی طرف جارہے تھے۔ مسکن کے جوان صبح کے کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ولیدؓ اور مسلم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کو غار کے اندر باندھا پھر بھاگتے ہوئے باہر آ گئے اور ولیدؓ اپنی اونچی آواز میں اپنے ساتھیوں کو پکارنے لگا۔

”میرے ساتھیو! ہتھیار اٹھاؤ، جلدی کرو، جلدی کرو! مسلح ہو جاؤ جن عیسائی قزاقوں سے ہم نے کچھلی شب ہزیمت اٹھائی تھی۔ ان کے جہاز یہاں ساحل کے قریب ہی مشرق کا رخ کر رہے ہیں۔ وہ طوفان میں بھٹک کر ادھر آ گئے ہیں۔ آؤ ان سے اپنی کچھلی شب کا انتقام لے لیں۔“

ولیدؓ اور مسلم بھاگتے ہوئے غار میں داخل ہو گئے اور اپنے آپ کو مسلح کرنے لگے۔ چھاپہ ماروں میں ہر طرف شور مچ گیا تھا۔ انتقام! انتقام! کچھلی شب کا بھیاں تک انتقام۔۔۔۔۔ ولیدؓ نے فوراً اپنا جنگی لباس پہن لیا۔ سر پر خود اور جسم پر آہنی زرہ کے علاوہ اس نے باندوؤں اور شانوں پر فولادی خول پہنھا لیے تھے۔ پھر اس نے

مسلم کو مخاطب کر کے کہا۔

”مسلم! مسلم! تم ساتھیوں کو لے کر آؤ، میں جہازوں کی طرف جاتا ہوں۔“ ولیدؓ نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالی اور باہر بھاگ گیا اور اپنی پوری رفتار سے دوڑتا ہوا وہ ساحل پر آیا۔ ریت پر کھڑے وہ ایک جہاز میں داخل ہوا اور لنگور کی سی تیزی کے ساتھ وہ لکڑی کے بلند مستول پر چڑھنے لگا تھا۔ اتنی دیر تک مسلم کے ساتھ سارے مسلح جوان بھی ساحل پر آ گئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کا امیر جہاز کے مستول پر چڑھنے کے بعد جہاز کے بادبان کھول رہا ہے تو ان کے جسموں میں اس سے عقیدت و محبت کی آگ سی لگ گئی۔ مستول پر چڑھتے ہوئے ولیدؓ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”ساتھیو! دوسرے جہاز کے بادبان کھول دو اور جہازوں کو سمندر میں دھکیل دو۔“ دو جوان دوسرے جہاز کے مستول پر چڑھ کر بادبان کھولنے لگے۔ جب کہ باقی سب جوانوں نے بل کر فوراً دونوں جہازوں کو سمندر کے اندر دھکیل دیا تھا۔ بادبان کھلتے ہی دونوں جہاز جنوب کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور جب سب جوانوں نے بل کر چپو چلانے شروع کیے تو جہازوں کی رفتار خوب تیز ہو گئی تھی۔

جب وہ ماہی گیروں کی سبتیوں کی سیدھ میں آئے تو انہوں نے دیکھا، وہاں ماہی گیروں کی آن گنت کشتیاں تیار کھڑی تھیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے رنگ رنگ کے بادبان چمک رہے تھے اور ان میں مسلح ماہی گیر سوار تیار کھڑے تھے۔ اپنے جہاز میں کھڑے ولیدؓ نے جب انہیں ہاتھ کے اشارے سے اپنے پیچھے آنے کو کہا تو ماہی گیروں نے ناطور بن بدر کے حکم پر چپو سنبھالے اور اپنی کشتیوں کو ولیدؓ کے جہازوں کے پیچھے لگا دیا تھا۔ اب وہ بڑی تیزی سے ان چاروں جہازوں کا تعاقب کرنے لگے تھے، جو کھلے سمندر میں مشرق کی طرف جارہے تھے۔ وہ کشتی جس پر امیر سوار ہوا کرتا تھا ساحل پر ہی چھوڑ دی گئی تھی۔

ولیدؓ جس جہاز پر سوار تھا اس کے چپو ایک جوان سے لے کر وہ خود چلانے لگا تھا۔ دوسرے جوانوں نے جب دیکھا کہ ان کے امیر ان کے ساتھ خود چپو چلا رہے

ولید کے ساتھیوں نے اپنے بھالے تان کر دشمن کے جہازوں سے بھائے ٹکرا کر اپنے زور کو روک دیا۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے ولید اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال دشمن کے جہاز میں کودا تھا اور دشمن کے جہاز میں داخل ہوتے وقت اس نے اپنے ساتھیوں کا کہہ کر کہا تھا "لَا تَخَفُوا اللّٰہَ مَعَنَا" (مت ڈرو کہ خدا ہمارے ساتھ ہے) کے پیچھے پیچھے سب چھاپہ مار لَاتَخَفُوا کے نعرے مارتے ہوئے دشمنوں کے زور کے اندر گھس کر جنگ کرنے لگے۔ دشمنوں کے جہازوں کے ارد گرد نا طور نے اپنی بال روادیں اور وہ اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے زور میں گھس کر جنگ کرنے لگا تھا۔

ولید پھر کمر طوفانوں کی طرح لڑ رہا تھا جو بھی دشمن اس کے سامنے آتا خون اٹھا جاتا تھا اور اس کی راہنمائی میں اس کے ساتھی بھی آزادی اور موت کے نعروں کو جنم دے رہے تھے۔ ولید ایک لڑزہ خیز ترنگ میں اپنی تلوار سے عیسائی بحری قزاقوں کے مول کے چھترے اڑا رہا تھا۔ اس کے لڑنے کا انداز بالکل اس وحشی جیسا تھا جو کئی زکا جھوکا ہوا اور اپنی خورش حاصل کرنے کی آخری اور انتہائی کوشش کر رہا ہو۔ مسلمانوں کے دلوں سے اب رحم ناکل مہچکا تھا اور وہ بحر میں آواز مچھپ کی طرح ان کے جہازوں میں ادھر ادھر بھاگ کر حملہ کرتے ہوئے اپنے انتقام میں زمر زموں دھک پیدا کر رہے تھے۔ عیسائی قزاق یوں محسوس کر رہے تھے گویا کسی نے انہیں ٹی کی راتوں کی دکھ کی مار اور طوفانوں میں گھری ہوئی کسی وادی میں سے گزرا نا شروع دیا ہو۔ ولید ایک جہاز میں دشمن کو ختم کرنے کے بعد دوسرے جہاز میں جا کودا تھا مسلم بن تمام کی سرکردگی میں اس کے ساتھیوں نے پہلے ہی ایک طوفان کھڑا کر رکھا تھا۔ ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جہاز میں داخل ہوا تو قصہ جلد ہی مختصر ہو گیا اور مچھے قزاقوں کی آخری ٹولی کا بھی صفایا کر دیا گیا۔ اس وقت تک نا طور بن بدر اپنے قیدیوں کے ساتھ دونوں تجارتی جہازوں کے محافظوں کو ختم کرنے کے بعد ان پر قبضہ کیا تھا۔

یہیں۔ تو ان میں ایسا جوش و جذبہ پیدا ہو گیا کہ انہوں نے تکبیریں بلند کرتے ہوئے اس قوت سے چڑھ چلانے شروع کیے کہ جہازوں کی رفتار پہلے سے دوگنی ہو گئی۔ اس کے علاوہ یہ پہلا موقع تھا کہ ان کا امیر اپنی کشتی کے بجائے ان کے ساتھ جہاز میں سوار تھا اور یہ ان کے لیے خوش کن فصل تھا۔ دوسرے جہاز کے ملاخوں نے بھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے جہاز کی رفتار تیز کر لی تھی اور ان کے پیچھے ماہی گیر بھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے تیزی سے بڑھے آ رہے تھے۔

کھلے سمندر کے اندر انہوں نے چاروں جہازوں کو جالیا۔ ولید کا اندازہ درست ہوا ان میں سے دو جہاز ان کے دشمن عیسائی قزاقوں کے تھے اور دوسرے دو تجارتی جہازوں کا تعلق یونان اور دینیس سے تھا۔ ان قزاقوں نے جب ولید کے جہازوں اور ان کے پیچھے آن گئے کشتیوں کو دیکھا تو انہوں نے فوراً اپنے جہازوں کو روک لیا۔ کیونکہ وہ ولید کے جہازوں پر لہراتے پرچموں سے انہیں پہچان گئے تھے۔ لہذا جہازوں کو روک کر وہ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ جب دشمن کے جہاز قریب آ گئے تو ولید جہاز کے اندر ایک بلند جگہ کھڑا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے اپنی بجلیوں کی طرح کڑکھتی آوازیں کہا۔ "رسول عربی کے رسول! مسلمان قوم کے حبیب فرزندو! آؤ آج کے دن اس موت کو زیر کر لیں۔ اس جہنم کو ٹھنڈا کر دیں۔ اپنی تلواریں سونت لو اور بھالے تان لو، کہ آج صدیوں کے الفاظ کے معنی بدل دیں اور صلیب و گرجوں کی علامتوں کے تہ و تہ اندھیروں کو مٹا دیں۔ آؤ آج کے دن کو اپنی زندگی کا آخری دن جان کر کوشش کریں اور اپنے گھروں کے بچھتے دیوں کو روشنی بخش دیں۔ آؤ! آؤ! میرے رفیقو! اپنی قوم کی لمبی سیاہ راتوں کو روشن و تابناک کر دیں۔ ولید جب خاموش ہوا تو نا طور بن بدر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ جشیو! دیکھنا آج کی جنگ میں اپنے ان بھائیوں کے پہلو بہ پہلو رہ کر جنگ کرنا۔ دیکھنا آج اپنے ان خون آلود مصطفیٰ اور مٹی پر اپنے رب کے حضور سر بسجود ہونے والے ساتھیوں پر ثبات کر دینا کہ ہم ان کے لیے اپنے جسموں کا سارا خون بہا دینے کو تیار ہیں۔

ایک مکمل فتح تھی جو ولید کو ایک امیر کی حیثیت سے اپنی پہلی جنگ میں حاصل ہوئی تھی۔ پہلے دشمنوں کی لاشوں کو جہازوں سے باہر پھینکا گیا۔ پھر ولید نے کہا۔ ساتھیو! خدا کا شکر ادا کرو کہ ہمیں فتح ہوئی ہے۔ جہازوں کے رخ موڑ کر کہا۔ ولید! ولید! ادھر دیکھو۔ وہی لنگڑا ملاح آگیا ہے جس کا احترام کرنے کی تمہارا مسکن کی طرف لے چلو۔ ملاحوں نے آن کی آن میں جہازوں کے رخ موڑ دیے۔ جہازوں کے مسکن کے ساحل پر لاکھڑا کیا گیا۔ ناطور بھی اپنے ساتھیوں اور شہریوں کے ہمراہ ان کے ساتھ تھا۔ ولید اور مسلم جب ساحل پر آئے تو ناطور بن بدر بھی اپنی کشتی سے نکل ان کے پاس آیا اور ولید کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ خدا کی قسم میں نے اپنی زندگی میں ایک آپ جیسا جنگجو، تیز دست اور تلوار کا ماہر نہیں دیکھا۔ میں نے دشمنوں کو لڑتے دیکھا تھا۔ لڑنے کا یہ انداز میرے لیے نیا اور انوکھا تھا۔ ولید نے فوراً بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ ناطور! پہلے دشمن کے چاروں جہازوں سے قیمتی سامان اتار کر غاروں میں رکھا جائے گا۔ تم نے دیکھا ہے بعد اس نے ولید کو مخاطب کر کے کہا۔

دونوں تجارتی جہاز خوراک کے سامان سے اس قدر لدے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے کئی ماد تک کافی ہے۔ جہازوں کے سامان کو غاروں میں منتقل کرنے کے بعد میں مسلم دونوں جبل طابطلہ اور طروشہ شہر کے درمیان آباد مرا بطین کی طرف روانہ ہو گا۔ گارون جھک گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ مسلم بن تمام نے اس لنگڑے ملاح کے سوال اپنے باپ کی وصیت کے مطابق میں ان سے امداد طلب کروں گا۔ میں داوی ارغوان میرے بعد تم میرے لیے بہت جلد ایک فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہتا ہوں۔ میرے بعد تم میرے لنگڑے ملاح کی گردن جھک گئی، اس کی نگاہیں نمناک ہو گئیں۔ کچھ دیر تک ساتھیوں کے امیر ہو گئے۔

آن کی آن میں دشمن کے جہازوں سے سامان نکال کر غاروں میں منتقل کر کے دھک اور تکلیف کی حالت میں وہ اپنے ہونٹ کاٹتا رہا پھر اس نے تردد اور اندوہ کیا۔ ولید اور مسلم نے اپنے گھوڑے نکالے اور روانگی سے پہلے انہوں نے اپنے ساتھیوں کو مارا گیا، ولید کی طرف دیکھتے ہی اس نے اور زیادہ کرب میں کہا۔ پروانجہ کر دیا کہ ان کے بعد ناطور بن بدر ان کا امیر ہو گا۔ ولید اور مسلم اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہونے والے تھے کہ ساحل پر ایک چھوٹی کشتی آئی جس میں پانچ آدمی سوار تھے۔ ان میں سے چار کشتی ہی میں بیٹھے رہے اور پانچواں آواز اٹھانے کے لیے چپو تھا۔ جسے وہ زمین پر ٹیک کر لنگڑا تھا اس طرف بڑھا

کے علاوہ کوئی ایسا کام بھی کر سکو جس میں مسلم قوم کی بہتری اور بھلائی ہو تو تاریخ میں نام ایک سعادت مند اور باجبروت بیٹے کی حیثیت سے لکھا جائے گا۔ اگر قدرت قوت دے تو اندلس کے لیے کوئی ایسا کام انجام دینا جس سے موجودہ طوائف الملک تکلیف دہ دور ختم ہو اور قشتالیہ و لیون کا حکمران جو دن بدن بھڑیے سے وزندہ جا رہا ہے اس کی راہیں سُرک جائیں۔

ولید نے اپنا سرا و پر اٹھایا اور گہری گھمبیر آواز میں کہا۔ عیساٰ بنی بصری تم پر میں اپنی پہلی ضرب لگا چکا ہوں۔ انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا کہ میں فرولہ کے وہ ہاتھ بھی قلم کر دوں گا جو مسلم علاقوں کی طرف دراز ہوتے جا رہے ہیں لنگڑے ملاح نے چونکتے ہوئے کہا۔ تم نے دشمن قزاقوں پر کیسی ضرب لگائی ولید نے ساحل پر کھڑے ہو کر دیکھنے لگے کہ چاروں جہازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ان جہازوں کی طرف دیکھیے۔ یہ دشمن کے جہاز ہیں۔ ان کے دو تجارتی جہاز بھی ہیں۔ یہ طوفان میں گھر کر ادھر آکھلے تھے۔ میں نے ان پر کر دیا اور سب دشمنوں کو تہ تیغ کر کے ان جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنگڑے ملاح نے آگے بڑھ کر ولید کو پھر گلے لگاتے ہوئے کہا۔ اپنے باپ موت کے دوسرے روز ہی تم نے دشمن پر جو ضرب لگائی ہے تائش ناک ہے۔ سب تمہارا اس سے بڑھ کر توفیق اور قدرت دے۔ میں اب جاتا ہوں۔ میرے پاس کوئی نئی خبر نہیں تم سے کہوں۔ میں تمہاری شکست کا سن کر ادھر چلا آیا۔ میں اب جاتا ہوں میری بھینسار ڈونیا کا جنوبی ساحل ہے۔ ولید لنگڑے ملاح کو روک کر رہا پر وہ چپو ٹیکتا اور اپنی اٹانگ زمین پر گھسینا ہوا چلا گیا اور اپنی نشی میں بیٹھ کر کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ نے ناطور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ناطور! میرے بعد تم ان جہازوں سے جو سامان اتارو گے تم اپنی مرضی کے مطابق اپنے ماہی گیروں کی بستیوں میں تقسیم کر سکتے ہو۔ اس کے ساتھ ہی نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور تھوڑی دیر بعد وہ مسلم کے ساتھ جبل طلیطلہ کے رخسار پر گھوڑے کو سر پٹ دوڑا رہا تھا۔



میں پچیس سوارجن کے سینے پر صلیبیں لٹک رہی تھیں اور جو عیساٰ بنی بصری کو ہتھکڑیاں لگا کر ایک سلسلے جبل فاصل کی ایک چوٹی سے ایک تدریجی نشیب کی طرف اترے تھے۔ ان کے ساتھ کچھ مرد اور عورتیں ایسے بھی تھے جو رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور پیل چل رہے تھے۔ ان میں صرف ایک عرب تھا باقی سب مقامی اور اندلسی باشندے تھے۔ عرب ادھیڑ عمر کا تھا اس کی داڑھی کے بال زیادہ تر سفید ہو چکے تھے اور وہ سفید قبا جو اس نے پہن رکھی تھی قدرے میلی ہو گئی تھی۔ وہ سب قیدی تھے جنہیں وہ عیساٰ بنی سوار گرفتار کر کے لارہے تھے۔ ان اندلسی مرد و عورتوں کا جرم یہ تھا کہ وہ اس عرب کے ہاتھوں جو ایک مسلم مبلغ تھا اسلام قبول کر چکے تھے۔

تدریجی نشیب اترنے کے بعد ان سواروں نے قیدیوں کے ساتھ ایک خشک کوہستانی نالہ عبور کیا، پہاڑوں کی ایک اور چوٹی کو سر کیا اور دوبارہ وہ ڈھلوان کی طرف اترنے لگے تھے۔ ان کے سامنے پہاڑوں کے ایک بلند سلسلے کے اندر آئے سامنے دو قلعے دکھائی دے رہے تھے اور ان دونوں قلعوں کے چاروں طرف جہاں تک نگاہ کام کرتی، گھنی آبادیاں، باغات اور چشموں کا ایک وسیع سلسلہ تھا۔ ان دونوں قلعوں کا نام الانخوب (بھائی) تھا۔ دونوں قلعے ایک دوسرے کے سامنے آباد تھے اور دونوں کے اندر بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ یہ ان تدریجی وسیع و عریض تھے کہ ان کے اندر شہر کے علاوہ فوجی مستقر

حکومت قائم کر لی ہے اور چھوٹی چھوٹی مسلم حکومتیں پرانگندہ اور منتشر ہیں۔ اگر مسلمان متحد ہوتے، بیدار ہوتے تو ہمارے ان قلعہ نامہ شہروں کا حکمران جیولوس ماریانا غاصبت اندیش اور اندھا ہو کر مسلمانوں کو گرفتار کر کے ان پر ظلم نہ کرتا۔ میرے خیال میں اب تک ہمارے ان دونوں قلعوں کا قید خانہ ان لوگوں سے بھر چکا ہوگا۔ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان میں سے اکثر کو قتل کیا جا چکا ہوگا۔ کاش! میں اس حالت میں ہوتا کہ کسی طاقتور مسلمان حکمران سے جیولوس ماریا کے مظالم کی شکایت کر کے کسی مسلم حکومت کو جیولوس ماریہ کے ان دونوں قلعوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا۔

وہ بوڑھا نو مسلم اندسی کہتے کہتے رک گیا کیونکہ اس کے گھر پر کسی نے دستک دی تھی۔ بوڑھے نے لمحہ بھر کے لیے اپنے بیٹوں، اپنی بیوی اور بیٹیوں کی طرف دیکھا پھر اس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ اس وقت ہمارے گھر کے دروازے پر کون دستک دے سکتا ہے۔ کسی کے کچھ بولنے سے قبل ہی دروازے پر زور وار دستک ہوئی پھر کسی نے اس بوڑھے کا نام لے کر پکارتے ہوئے کہا۔ نائق! نائق! دروازہ کھولو۔ میں اور یاہ ہوں۔

بوڑھا نائق اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھت سے اتر کر صحن میں آ گیا۔ پھر جب اس نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو سامنے اس کا ہمسایہ اور یاہ کھڑا تھا جس کی داڑھی کے بال میلی چاندی کی مانند سفید ہو رہے تھے اور اس کے پیچھے اس کی لڑکی تھی جو عمر کی اس حد میں تھی جہاں جوانی اور کم سنئی گلے ملتے ہیں۔ نائق نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اندر آ جاؤ اور یاہ باہر کیوں کھڑے ہو۔ دروازے کو زنجیر تو نہ لگی ہوئی تھی تم باہر کیوں رک گئے۔ اور یاہ اندر داخل ہوا پھر مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے اس نے اپنی بیٹی سے کہا۔ عمو نہ! عمو نہ! آ جاؤ بیٹی! عمو نہ بھی جھجکتی شرماتی اندر چلی گئی۔

وہ ایک حسین ترین لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں اندھیری رات کے ستاروں کی مانند روشن اور سمندر کی طرح حسین نیلی تھیں۔ اس کے چہرے پر گلابی و نارنجی لہروں کی سی چمک اور خوب صورتی و کشش کی سرسبزی و ثمر ریزی تھی اور اس کے بال تاریک

باغات اور ان گنت کھلے میدان تھے۔ دونوں قلعوں کے درمیان ایک کوہستانی ندی بہتی تھی جس پر لکڑی کا پل باندھ کر قلعوں کو آپس میں ملا دیا گیا تھا۔

وہ سوار جب قیدیوں کو لے کر قلعے میں داخل ہوئے تو شہر کے لوگ اپنے گھر کی چھتوں پر چڑھ کر ان قیدیوں کو دیکھنے لگے تھے۔ ایک دو منزلہ مکان کی چھت کے اوپر ایک بوڑھا، چند عورتیں، لڑکیاں اور دونوں جوان بڑی حیرت اور پریشانی کے عالم میں ان قیدیوں کو دیکھ رہے تھے۔ رستیوں میں جکڑے ہوئے بوڑھے عرب کی طرف دیکھتے ہوئے مکان کی چھت پر کھڑے اس ادھیڑ عمر کے مرد کے حواس باختہ سے ہو گئے اور اس نے اپنے قریب کھڑے دونوں جوانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آہ! آج کا دن کیسا منحوس اور قہر مان ہے۔ ادھر دیکھو وہ بوڑھا عرب مبلغ طلحہ بن حباب گرفتار ہو کر جا رہا ہے اور رستیوں میں جکڑا ہوا ہے۔

وہ بوڑھا رنگا پھر بھر پور غم اور اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ آہ! میرے بچو! غور سے دیکھو، کہیں ایسا تو نہیں کہ میری بیٹی دھوکا کھا رہی ہے۔ کیا میری بصیرت میں زنگ آلود تو نہیں ہو گئیں، کیا وہ وہی عرب مبلغ طلحہ بن حباب نہیں ہے جس کے ہاتھوں ہم نے یہاں کے لوگوں سے چوری چوری اسلام قبول کیا تھا۔ ان دونوں جوانوں میں سے ایک نے فکر زدہ لہجے میں کہا۔ اے ہمارے باپ! آپ کی نگاہیں دھوکہ نہیں کھا رہی ہیں۔ رستیوں میں جکڑا ہوا عرب مبلغ طلحہ بن حباب ہی ہے اور اس کے ساتھ جو دوسرے قیدی ہیں یقیناً انہوں نے ہمارے اس بزرگ و محترم کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہوگا۔

اس بوڑھے نے دھک کا ایک لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔ آہ! یہ کیسا ستم ہے یہ کیسی تعدی اور ظلم ہے کہ اندلس کی اس سرزمین میں جہاں کبھی شمال مشرق میں برسلوئے جنوب مغرب میں انحضراتک اور شمال مغرب میں خلیج بسکے کے ساحل سے لے کر جنوب مشرق میں المریہ کی بندرگاہ تک مسلمانوں کی ایک مضبوط حکومت تھی۔ اب یہ حالت ہے کہ اندلس کے شمال میں سرکش عیسائی فرولندہ نے زبردستی اور قوت کے ساتھ ایک مضبوط

رات کے پھیلاؤ کی طرح لمبے اور سیاہ تھے۔ وہ کسی صحرا کا رقصاں تھمبہ، کسی کوہی ندی کی دل پسندگی اور کسی حسین شمع کی خیر کن تابندگی محسوس ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا وہ فقرہ ناب کا کوئی ٹکڑا جو جسے قدرت نے بڑی محنت سے تراشا ہو۔ وہ روشنی کی رنگین لہر بے قرار اُننگ اور موج ساحل گر کی طرح اندرائی اور اپنے باپ کے قریب کھڑی ہو گئی۔

ناتن اور اس کے گھروالے ابھی چپ کھڑے تھے کہ بوڑھے اوریہ نے ناتن سے کہا۔ ناتن! ناتن! تمہارے پاس کئی گھوڑے ہیں۔ اپنے اصطل سے ایک گھوڑا مجھے قہراً دے دو۔ جس قدر تم رقم مانگو گے میں ابھی تمہیں ادا کر دوں گا۔ ناتن نے تشویش ناک لہجے میں پوچھا۔ تم تو گھر کے دو ہی فرو ہو باپ اور بیٹی، تمہیں گھوڑے کی کیا ضرورت پیش آئی کیا تم کوئی سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔

اوریہ نے اندوہناک آوازیں کہا۔ سنو ناتن! ہمارا حاکم جیولوس ماریا ہاتھ دھو کر میری بیٹی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اگر وہ اس سے باقاعدہ شادی کی خواہش کرتا تو میں بخوشی اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے دیتا لیکن وہ زندہ صرف اپنی ہوس پوری کرنا چاہتا ہے اور مجھ پر زور دے رہا ہے کہ میں اپنی بیٹی عمو نے کو اس کے محل میں بھیج دوں۔ آج صبح بھی اس کے آدمی آئے تھے اور وہ مجھے دھمکی دے گئے ہیں کہ اگر میں نے کل تک اپنی بیٹی کو جیولوس ماریا کے قصر میں نہ بھیجا تو میرا سر قلم کر دیا جائے گا۔ میں اپنی بیٹی کو یہاں سے نکال کر کلیسا طریش کے لیے وقف کر کے خود کسی مسلمان حاکم کے پاس جا کر اسے غریب دوں گا کہ وہ جیولوس ماریا پر حملہ کر کے اس سے اس کے دونوں قلعے اور ان سے ملحقہ وسیع علاقہ چھین لے۔ اُمید ہے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گا۔

سنو ناتن! اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ مسلمان ہو چکے ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا رہا ہوں وہ مسلم مبلغ جسے آج گرفتار کر کے قلعے کے اندر لایا گیا ہے اکثر تمہارے ہاں آتا رہا ہے اور وہ ایسا سحر بیان اور فسوں اثر انسان ہے کہ دوسروں پر اپنا اخلاقی اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتا۔ پر تم فکر مند نہ ہو۔ میں جیولوس ماریا کیلئے

ہوں۔ اس لیے تمہارا راز ہی رہے گا۔
ناتن پہلے تو فکر و اندوہ میں غمناک ہو گیا پھر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور اوریہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اُمید ہے ساتھ اصطل میں اور اپنے لیے گھوڑا پسند کر لو۔ اوریہ اور عمو نے دونوں ناتن کے ساتھ ہریے۔ اصطل میں کئی گھوڑے ایک قطار میں کھڑے تھے۔ اوریہ نے ایک کی طرف اشارہ کر کے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور ناتن نے اس پر زین ڈالنے اور دھان پر بٹھانے کے بعد گھوڑے کی باگ اور یاہ کو تھمائے ہوئے کہا۔ آپ اسے لے جاسکتے ہیں۔ اوریہ نے تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ پر اس کی قیمت تو طے کر لو۔

ناتن نے عاجزی سے کہا۔ دیکھو اوریہ! اب جب کہ تم جانتے ہی ہو کہ میں مسلمان ہوں، تو سنو، ہمارے مذہب میں ہمسایوں کے اس قدر حقوق ہیں جن کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس گھوڑے کی قیمت مجھ پر حرام ہے اور پھر تم اپنی بیٹی کی عزت بچانے کی خاطر جدوجہد کر رہے ہو۔ عمو نے جیسی تمہاری بیٹی ویسی میری بھی ہے۔ جاؤ گھوڑا لے جاؤ اور جو رقم تم مجھے ادا کرنا چاہتے تھے اسے اپنی بیٹی کو دے دینا کہ وہ کلیسا میں آسائش و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔

اوریہ گھوڑے کی باگ پکڑے اپنی بیٹی کے ساتھ جب جانے لگا تو ناتن ایک دم بول اٹھا جیسے کوئی بھولی ہوئی بات اسے یاد آگئی ہو۔ اوریہ! اوریہ! سنو، تم کہہ رہے تھے کہ تم کسی مسلمان حاکم کو تو غریب دو گے کہ وہ جیولوس کے قلعوں پر حملہ کر دے۔ اس کے لیے تم نے کس حاکم کا انتخاب کیا ہے۔ اوریہ نے سوچتے ہوئے کہا۔ میں اپنے ذہن میں دو قوتوں کا تعین کر چکا ہوں۔ میرا پہلا چناؤ طلبیلہ کا مسلم حکمران ابوالحسن یحییٰ المامون ہے۔ اگر اس نے پس و پیش سے کام لیا یا وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو میں جبل البرانس کی ان غاروں کا رخ کروں گا جن کے اندر ایک مسلم قزاق ہشام رہتا ہے۔ وہ وادی ارغون پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس قوت بھی کافی ہے اُمید ہے وہ جیولوس کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ناتن خاموش رہا، اور

اور یاہ گھوڑ لے کر عموز کے ساتھ اس کے گھر سے باہر نکل گیا تھا۔



مسیح سپاہیوں نے بوڑھے عرب مبلغ طلیم بن حباب اور اس کے ہاتھوں مسلمان ہونے والے مرد و عورتوں کو جیولوس ماریا کے سامنے پیش کیا۔ جیولوس ایک اونچی مسند کے اوپر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے دو قطاروں میں اس کے مشیر اور راہب بیٹھے ہوئے تھے۔ جیولوس ماریا چند لمحوں تک بڑے غصے سے قیدیوں کو دیکھتا رہا پھر اس نے طلیمہ کو مخاطب کر کے کہا۔ میں نے سنا ہے تم مسلم مبلغ ہو اور ہماری سرزمین میں اسلام کا پرچار کرتے ہو۔ جانتے ہو، ایسا کرنا جرم ہے۔

بوڑھے طلیمہ نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ کسی جھکے ہوئے انسان کو راقم تقیم پر لانا جرم نہیں تو اب ہے۔ جیولوس کے بولنے سے قبل ہی اس کا بشپ کھڑا ہوا اور کڑکتی آواز میں کہا۔ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس سے پوچھا جائے یسوع مسیح کے متعلق اس کے کیا خیالات ہیں۔ بوڑھے طلیمہ نے بشپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے بشپ! عیسیٰ صرف خدا کے نبی تھے اس کے علاوہ کچھ نہ تھے۔ بشپ زور سے گرجا۔ تو جھوٹا ہے۔ وہ خدا کے بیٹے تھے، اس لیے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ طلیمہ نے بھی گرجتے لہجے میں کہا۔ اے بشپ! تو جھوٹ بولتا ہے۔ نہ خدا کسی سے جنا گیا اور نہ اس سے کوئی جنا گیا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو کیا ہوا۔ خدائے قدوس کا کون کہہ دینا ہی کافی ہے اور اس سے ہر نوع کی تخلیق ہو سکتی ہے۔ اے بشپ عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہوئے اور تم انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ لیکن یہ تو سوچو آدم و حوا دونوں ہی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تو پھر تم ان دونوں کا خدا سے کیا تعلق قائم کر دگے۔ اگر باپ کے بغیر پیدا ہونے والا خدا کا بیٹا کہا سکتا ہے تو جو ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے انہیں تمہارے عقیدہ کے مطابق خدا ہونا چاہیے۔

بشپ اور اس کے پاس بیٹھے راہبوں کے علاوہ جیولوس بھی خاموش تھا۔ طلیمہ نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا۔ اے بشپ! میں جانتا ہوں تیرے

پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے۔ میری ایک اور بات سنو! اگر میں تم سے کہوں کہ آج میں نے جبل البرانس پر عزرائیل کو مرا ہوا دیکھا ہے تو کیا تم اسے حقیقت بنان لو گے۔ بشپ نے برہم ہو کر کہا۔ تو کیسی جاہلیت کی باتیں کرتا ہے۔ خدا اور اس کے ملائک غیر فانی ہیں۔ طلیمہ نے جھٹ کہا۔ اے بشپ! کیا تمہارا عقیدہ نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے پھر تیسرے روز اپنی قبر سے جی اُٹھے۔ بشپ نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ ہاں، ہمارا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح ایک بار مر گئے پھر تیسرے روز اپنی قبر سے جی اُٹھے اور باپ کے پاس آسمان پر چلے گئے۔ بوڑھا مسلم مبلغ گرج پڑا۔ سنو بشپ! گو ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کسی نے قتل کیا نہ چھانسی دی بلکہ وہ شبہ میں ڈال دیئے گئے۔ اس کے باوجود تمہارے عقیدہ کے مطابق میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوتے تو وہ ہرگز نہ مرتے بلکہ اپنے باپ خدا کی مانند غیر فانی ہوتے لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اس کے علاوہ کچھ نہ تھے۔

بشپ نے نجات اور غصے کی حالت میں کہا۔ تو ایسی باتیں کرتا ہے جن میں کجی ہے لہذا تو واجب القتل ہے۔ بوڑھے مبلغ نے اپنی چھاتی تانے ہوئے کہا۔ اگر تم لوگوں نے مجھے قتل کیا تو یا د رکھو ایک نہ ایک روز کوئی مسلمان ضرور اس محل میں داخل ہوگا۔ جو تجھ جیسے بشپ کو قتل کرے گا۔ بشپ نے کڑک کر کہا۔ اس کی گردن کاٹ دو۔ پھرے دار آگے بڑھے اور انہوں نے طلیمہ کی گردن کاٹ دی اس کے بعد بشپ کے ہی اشارے پر پیریدار دوسرے قیدیوں کو بھی قتل کر چکے تھے۔ کمرے میں سناٹا تھا اور جیولوس ماریا بھی بیٹھا ہوا تھا۔



اسی روز کچھلے پھر بوڑھا اور یاہ الانوین کے قلعوں سے تین میل دور پہاڑوں سے گھبری ہوئی ایک وسیع وادی کے اندر کلیسا طریش کے سامنے کھڑا تھا۔ کلیسا کے ارد گرد دور دور تک ان گنت بستیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ترش ام کی بستی چونکہ سب سے بڑی

اور کلیسا کے قریب تھی لہذا اسی سببی کے نام پر کلیسا کا نام رکھا گیا تھا۔

بڑھا اور یاہ عموٰنہ کے سامنے اپنے گھوڑے سے اترتا پھر سہارا دے کر عموٰنہ کو نیچے اتارنے کے بعد اس نے گھوڑے کو کلیسا کے سامنے ایک درخت سے باندھا اور عموٰنہ کو لے کر کلیسا کی طرف بڑھا۔ جب وہ دونوں باپ بیٹی کلیسا میں داخل ہوئے تو اندر عبادت شروع ہو چکی تھی۔ وہ دونوں بھی عبادت میں شامل ہو گئے۔ کلیسا کے بڑے اور وسیع دعریش کمرے میں سامنے شیشین پر کلیسا کا راہب مرقس کھڑا تھا۔ اس کے سامنے ان گنت لوگ لکڑی کی نشستوں پر بیٹھے تھے جن کے پیچھے چند راہبائیں کھڑی تھیں اور ان کے پیچھے ساز بجانے والے تھے۔ ہلکی ہلکی سُرود اور پرکشش دھنوں میں ساز بجاتے رہے جن کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر راہبائیں خدا کی حمد گارہی تھیں۔ حمد ختم ہونے کے بعد عبادت شروع ہو گئی تھی۔

جب سب لوگ عبادت سے فارغ ہو کر چلے گئے اور کلیسا کے اندر راہب مرقس، اور یاہ عموٰنہ اور راہباؤں کے سوا اور کوئی نہ تھا تو اور یاہ عموٰنہ کو لے کر راہب مرقس کے پاس آیا اور مودب ہو کر کہا۔ اے مقدس باپ کے امین! یہ میری بیٹی عموٰنہ ہے اسے میں کلیسا کے لیے وقف کرنے آیا ہوں۔ راہب مرقس نے چند لمحوں تک غور سے حسین عموٰنہ کی طرف دیکھا پھر اس نے ایک راہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے پاک صاف کر کے اس کا لباس بدل کر لاؤ۔ وہ راہبہ عموٰنہ کا ہاتھ پکڑ کر کلیسا کے بڑے کمرے سے باہر لے گئی تھی۔

مختصر ڈی ویر بعد وہ راہبہ عموٰنہ کو واپس لائی۔ اب عموٰنہ نے بھی راہباؤں جیسا سفید لباس پہن رکھا تھا اور وہ بے حد حسین دکھائی دے رہی تھی۔ راہب مرقس نے سب سے پہلے انجیل پر ہاتھ رکھوا کر عموٰنہ سے کلیسا کی خدمت کا عہد لیا۔ پھر وہ شیشین کے ایک طرف بڑھا جہاں کلیسا کی دیوار کے ساتھ ایک سفید ریشمی ڈوری لٹک رہی تھی۔ جس پر کئی گانٹھیں لگی ہوئی تھیں۔ پھر راہب مرقس نے عموٰنہ سے کہا آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے ۲۱ ریشمی ڈوسے پر ایک گانٹھ لگا دو اور یہ گانٹھ تمہیں اس عہد کی یاد دہانی

کراتی رہے گی کہ تم اپنے آپ کو کلیسا کی خدمت کے لیے وقف کر چکی ہو۔ اب کلیسا ہی محمد اور کلیسا ہی تمہاری لحد ہوگا۔ اپنے دل سے ساری دنیا کی بدورتیں نکال کر گانٹھ لگا دو کہ تم مطمئن ہو کہ ایک راہب کی حیثیت سے کلیسا اور عیساائیت کی خدمت کر سکو۔ عموٰنہ آگے بڑھی اور اس ریشمی ڈوری پر اس نے سب سے نیچے ایک گانٹھ لگا دی تھی۔

جب ساری رسوم ادا ہو چکیں تو اور یاہ نے راہب سے کہا۔ مقدس باپ! میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ کیا میری بیٹی مجھے الوداع کہنے کے لیے کلیسا سے باہر اس جگہ تک جاسکتی ہے۔ جہاں میرا گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ راہب مرقس نے اجازت دے دی۔ اور یاہ اور عموٰنہ کلیسا سے باہر نکل گئے تھے۔

اور یاہ جب درخت سے بندھے ہوئے اپنے گھوڑے کی لگام کھول رہا تھا تو عموٰنہ نے پوچھا۔ اے میرے باپ! اب تم کہاں جاؤ گے۔ گھر لوٹ کر نہ جانا۔ ورنہ جیولوس کے آدمی تمہیں قتل کر دیں گے۔ اے میرے باپ! اب جب کہ تم مجھے راہب بنا کر محفوظ کر چکے ہو میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری منزل کون سی ہے۔ اور یاہ نے لگام کھول کر گھوڑے کی پیٹھ پر چھپتے ہوئے کہا۔ میری بیٹی! میری منزل طلبیلہ ہے۔ میں وہاں کے سمان حاکم کی بیٹی الما مولن کو ترغیب دوں گا کہ وہ جیولوس پر حملہ کر دے۔ میں اس کلیسا کے سامنے کھڑے ہو کر مقدس مریم کے نام کی قسم کھاتا ہوں کہ میں جیولوس سے اپنی امانت کا انتقام ضرور لوں گا۔

عموٰنہ چند لمحوں تک آنسو بھری آنکھوں سے اپنے باپ کو دیکھتی رہی پھر اس نے اپنی چھاتی پر شہادت کی انگلی سے صلیب بناتے ہوئے کہا۔
”خدا اور اس کا بیٹا تمہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے گا۔ اے پدر محترم! مجھے بھول نہ جانا۔ یہاں آتے رہنا۔ میں تمہارے متعلق فکر مند رہوں گی۔ اور یاہ نے پار بھری لگا ہوں سے عموٰنہ کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے اتر لگا دی کلیسا کی حدود سے نکل کر وہ اپنے گھوڑے کو طلبیلہ کے رنج پر سر پٹ دوسرا ہاتھ جبکہ عموٰنہ سر جھکائے واپس کلیسا کی طرف جا رہی تھی۔“

بڑھا ملاج آپ کو سب کچھ بتا چکا ہے۔ اس بوڑھی عورت کی آنکھیں تار ہی تھیں کہ تھوڑی دیر قبل تک وہ روتی رہی ہے کہ اس کی آنکھیں ابھی تک سوچی ہوئی تھیں۔

وہ بوڑھی عورت چند لمحوں تک خاموش رہی اور ولید کی طرف ایسے انداز میں دیکھتی رہی جس طرح ایک ماں کی آنکھیں اپنے کھوئے ہوئے بچے کو تلاش کرتی پھرتی ہیں۔ پھر اس نے ایسی آواز میں مسلم سے پوچھا گویا کوئی اداس لہجے میں کہانی سنا رہا ہو۔ مسلم! یہ تیرے ساتھ نوجوان کون ہے۔ مسلم نے اس بار چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ یہ ہمارے مرحوم امیر ہشام کا بیٹا ولید ہے۔ اب یہی ہمارے گروہ کا امیر ہے۔ وہ بوڑھی عورت بڑی شفقت و محبت سے ولید کی طرف دیکھتی رہی کہ ولید نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اے خاتون! تو کون ہے اور تیرا ہمارے ساتھ کیا تعلق کیا رشتہ ہے۔

اس بوڑھی عورت نے کہا۔ میرا نام عزلاں ہے۔ پھر وہ چند لمحوں کے لیے رُک گئی کیوں کہ اس کی آنکھوں کی نمناک چٹاپیں درد کی پھیل کے کئی کنول کھل اُٹھے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی انتہائی کوشش کی اس کے باوجود اس کی پلکوں پر ناچتے آنسو زین پر گر گئے جنہیں اس نے پونچھتے ہوئے کہا۔ ہشام کے بیٹے! تو اس وقت ایک ننھا بچہ تھا جب عربوں کی وادی ارغون اُبھری۔ سن! میرا تعلق بھی اسی وادی ارغون سے ہے جس کی تو نے کبھی گھاس نہیں سونکھی۔ اس کے درختوں کی بوٹیں اور شاخیں نہیں سونکھی۔ خدا وہ وقت جلد لائے کہ کسی دن کسی رات اور کسی لمحہ میں تمہیں یہ بتا سکوں کہ میں کون ہوں۔

ولید خاموش رہا۔ بڑھیا نے غمزدہ لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔ میں تیرے لیے دعا کرتی ہوں کہ تو اپنے ساتھیوں کی امید و آدرش کا منظر بن کر رہے۔ تو وادی ارغون میں غمزدہ کے انگاروں کو ٹھنڈا کرے۔ غم کی اندھی رات کے لیے ایک تازہ سحر اور راہوں کے آشوب کو دُور کرنے والا ثابت ہو۔ تیری نسل ریت کے ذروں کی مانند بڑھے اور سیاہ رات کے پھیلاؤ کی طرح پھیلتی جائے۔ خدا کرے تو ہر فصل کے لیے ابراہیم رحمت کے لیے دعا اور ہر تار ایک راہ کا روشن چراغ بن کر رہے۔ تیری شام میں کوئی غبار اور تیری زندگی کا شہر، میں کوئی جنس نہ ہو اور تیرے دشمن تیرے سامنے کیرا لکے عیبت کی مانند ایک ایک



آنکھوں میں سمٹتا ہوا سورج شفق کے حسین و سرخ لبوں کو آخری اور خستہ بوسے دیتا ہوا اپنی مغربی آرام گاہوں کی طرف تیزی سے اترتا جا رہا تھا۔ ولید اور مسلم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے برشلونہ کی بندرگاہ کے جنوب میں سمندر کے کنارے ایک آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہی سنگڑا ملاج جو انہیں ان کے مستقر میں بلا تھا ایک مکان کے اندر سے نکلنا اور چپو کے سہارے اپنی ایک ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا سمندر کی طرف چلا گیا۔

ولید اور مسلم چند لمحوں تک ایک جگہ کھڑے ہو کر اس سنگڑے ملاج کو دیکھتے رہے۔ جب وہ اپنی کشتی میں سوار ہو کر سمندر کی نیلی خلافت کے اندر مشرق کی سمت واپس ہو گیا تو مسلم ولید کو لے کر اسی مکان میں داخل ہوا جس کے اندر سے وہ سنگڑا ملاج نکلنا تھا۔

مکان کے اندر ایک بوڑھی عورت تھی جو ولید اور مسلم کو دیکھتے ہی ایک کمرے سے نکل کر ان کی طرف صحن میں بڑھی۔ مسلم گھوڑے سے اتر کر اس بوڑھی عورت سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بڑھیا نے غمگین لہجے میں کہا۔ شاید تم مجھے یہ خبر سنائے گے ہو گے نہ تھا را امیر ایک بحری جنگ میں زخمی ہو کر مر گیا ہے۔ مسلم نے اپنا سر جھکاتے ہوئے کہا۔ آہ! میں آپ سے یہی خبر کہنے آیا ہوں۔ شاید میرے یہاں آنے سے قبل وہ

کر کے گونے لگیں۔ پھر بڑھی عزراں یوں خاموش ہو گئی۔ جیسے وہ پرانی یادوں کے اندھیروں میں گھو گئی ہو۔ مسکمل نے آگے بڑھ کر عزرا کی طرف سے ایک تھیلی دی۔ پھر وہ دونوں مکان سے باہر نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور رات کی ہر لمحہ گری ہوتی ہوئی تاریکی میں وہ اپنے گھوڑوں کو سمندر کے کنارے سے لمحہ بہ لمحہ دیکھتے ہوئے اس شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے جو برشلونہ کی بندرگاہ سے نکل کر وادی طلیطلہ کی طرف جاتی تھی۔

○

ولید اور مسلم پوری رات بھر اپنے گھوڑے دوڑاتے رہے۔ صبح کی نماز انہوں نے حطوشہ شہر اور کوہستان طلیطلہ کے درمیان پڑنے والی ایک صحرائی سرانے میں پڑھی اور وہیں دونوں نے صبح کا کھانا کھا کر دوبارہ اپنا سفر شروع کر دیا تھا۔ سرانے سے ایک میل جنوب کی طرف جانے کے بعد وہ ایک چوراہے پر ٹک گئے۔ وہاں سے ایک شاہراہ میڑی آگے وادی شمر، جبل مورینہ اور قرطبہ سے ہوتی ہوئی اشبیلیہ کی طرف چلی گئی تھی۔ بائیں ہاتھ جانے والا راستہ سیدھا مرسیہ کی بندرگاہ کی طرف چلا گیا تھا اور جو شاہراہ دائیں طرف جاتی تھی۔ وہ کوہستان طلیطلہ کے دامن سے ہوتی ہوئی دریائے تاجہ اور وادی آنہ کے بیچ بیچ گزرنے کے بعد دورانیس کے مغربی ساحل کے شہر قصر ابی وانس تک نکل گئی تھی۔

ولید نے مسلم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مسلم تم سیدھے آگے چلے جاؤ اور عرب قبائل۔ بنو کلب۔ بنو معریہ۔ بنی قیس۔ بنو نخم و جذام اور بنی محارب سے رضا کا جمع کر کے لاؤ۔ وہ سب عرب قبائل تمہارے جاننے والے ہیں جن قدر رضا کا رتم جمع کر سکو انہیں لے کر سیدھے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں دائیں طرف کوہستان طلیطلہ کے دامن میں آباد مراہطین کی طرف جاتا ہوں ان کا سردار عمرو بن جندل مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لو وہ میرے مخلص و جاں نثار دوستوں میں سے ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی مجھے یایوں نہ کرے گا۔ تمہاری منزل مجھ سے نزدیک ہے شاید تم عرب قبائل سے رضا کا رتم لے کر مجھ سے پہلے مستقر پہنچ جاؤ۔ اب یہیں بی

اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنی اپنی منزل کی طرف اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ سہ پہر کے قریب ولید خمیوں کے ایک شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ کوہستان طلیطلہ کے دامن میں جہاں تک انسانی نگاہ کام کرتی تھی خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے خمیوں کا یہ شہر مراہطین کا تھا جو نسل کے برابر تھے اور کوہستان طلیطلہ میں بکریاں۔ اونٹ اور گھوڑے پال کر اپنی گزربسر کرتے تھے۔ وہ عربوں کی طرح صحرائی قسم کے سخت لڑاکا اور جنگجو تھے۔ کچھ برابر ولید کو پہچان گئے تھے اور وہ شور کرنے لگے تھے۔ ہشام کا بیٹا آگیا ہمارا دوست، ہمارا مربی ولید آگیا۔ کچھ زندہ دل جوانوں نے ولید کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اسے اپنے سردار کے خیمے کی طرف لے جانے لگے۔ لوگوں کا شور سن کر سرج بنات کے ایک خیمے کے اندر سے ایک جوان نکلا۔ وہ بائیں چوبیس برس کا ہوکا۔ اس کا قد خوب لمبا، جسم بھرا ہوا اور کڑا اور چہرے پر صحرائی عقاب جیسا جلال و قہر تھا۔ وہ مراہطین کا سردار عمرو بن جندل تھا۔

ولید بربروں کے درمیان گھرا ہوا جب عمروں کے سامنے آیا تو عمروں سے دیکھتے ہی اس کی طرف بھاگا۔ ولید بھی فوراً اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ عمروں ولید کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا اور اپنے ساتھ خیمے کے اندر بھی ہوئی چٹائی پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔ آج ایک عرصہ بعد میرے بھائی نے ہمارے ہاں آنے کی کیسے تکلیف کی۔ ولید نے غمزہ سے لہجے میں کہا۔ عیسائی قزاقوں کے ساتھ ایک بحری جنگ میں میرا باپ مارا گیا ہے۔ عمروں نے دھکے کے اظہار میں کہا۔ آہ ہشام! ہمارا مربی اور ہمارا مددگار ختم ہو گیا۔ ولید پھر بولا۔ میں تم سے امداد طلب کرنے آیا ہوں۔ عمروں نے شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیسی امداد؟ میں وادی ارغون عیسائی حکمران فروئندہ سے واپس لینے کا عزم کر چکا ہوں اس کے لیے مجھے اعانت کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ میں بحری قزاقوں سے بھی انتقام لوں گا ان کا مستقر جزیرہ سارڈینیا میں ہے۔

عمروس نے پھر بکارتے ہوئے اپنے قبیلے والوں کو مخاطب کیا۔ یا معشر مرابطین! ہمارے پڑانے مرنے اور مددگار امیر شہام بحری قزاقوں کے ساتھ ایک جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ یہ ان کے بیٹے ولید ہیں۔ اب یہ اپنے گروہ کے علاوہ ہمارے امیر بھی ہیں آنے والی شب کے کچھلے پہر اپنے خیموں کو اکٹھا کر کے کرینا کہ فجر کی نماز کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ ہماری منزل امیر ولید کا مستقر ہے۔ اب ہم ان کے شانہ بشانہ ان کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ جاؤ اپنے اپنے خیموں کو چلے جاؤ اور اپنی تیاری کر کے علاوہ اپنا اپنا زارہ بھی بناؤ۔ جاؤ میرے ساتھیو! میں اس وادی کی طرف کوچ کرنے کا غم کر چکا ہوں جہاں ہماری ملت کی زندگی ہی زندگی اور مذہب کی روشنی ہی روشنی ہوگی۔ سب لوگ منتشر ہو کر واپس چلے گئے۔ عمروس دوبارہ ولید کو اپنے خیمے کے اندر لے جا رہا تھا۔



بوڑھا اور یاہ کئی روز کے لگاتار سفر کے بعد ایک روز طلیطلہ کے حکمران ابولحسن یحییٰ المامون کے سامنے کھڑا تھا۔ المامون نے اپنے ترجمان کو مخاطب کر کے کہا۔ اس عیسائی بوڑھے سے پوچھو یہ کس غرض سے ہمارے پاس آیا ہے۔ کیا یہ کسی کے خلاف نالاش لے کر آیا ہے۔ بوڑھا اور یاہ عربی پر کھل عبور رکھتا تھا لہذا وہ ترجمان کے پوچھنے سے قبل ہی بول پڑا۔ میں طلیطلہ کے حاکم کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ الانخون کے عیسائی حکمران کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ وہ عیاش اور ادباش ہے۔ اس کے ہاں ہر کسی کی عزت معرض خطر میں ہے۔

المامون نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کے لیے تم فروندہ کے پاس کیوں نہیں گئے وہ ایک طاقتور عیسائی حکمران ہے۔ اور یاہ نے آخری ضرب لگاتے ہوئے کہا۔ فروندہ اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا کہ الانخون کا حکمران جیولوس ماریا اور فروندہ گروے دوست ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ اور ہے جو میں آپ کے پاس اس کی نالاش لے کر آیا ہوں۔ المامون نے گہری ٹکا ہوں سے اور یاہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ وہ وجہ کون سی ہے جو تمہیں

عمروس نے بڑی عقیدتمندی سے کہا۔ امیر شہام کے بعد آپ ہی ہم سب کے امیر ہوں گے۔ برت کعبہ ہم آپ کی خاطر اپنی تلواروں کے میان آگ میں ڈال دیں گے میں جانتا ہوں آپ دشمن کے لیے جو روغنقوبت اور اپنوں کے لیے چشمہ دانش اور منبع فراست ہیں۔ اے میرے آقا! میرے بھائی! میرے دوست! میں جانتا ہوں۔ آپ شجاعت کے جوہر آب دار ہیں۔ ہمارا آپ کا رشتہ فاصلوں سے ماورا ہوگا۔ آپ کی نڈر پر، آپ کی رضا پر ہم زمین کی بڑوں سے آسمان کی رفعتوں تک دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ آپ میرے پورے قبیلے کو اپنا مطیع و فرمانبردار پائیں گے۔ آپ جب اور جہاں چاہیں میرا پورا قبیلہ آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر کوچ و قربان ہو جائے گا۔

ولید نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ تو پھر میری خواہش ہے کہ آپ اپنے پورے قبیلے کے ساتھ میرے ساتھ کوچ کریں۔ عمروس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ والد! میرے لیے یہ سب سے بڑی سعادت ہوگی کہ میں آپ کے مستقر میں رہ کر آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروں۔ اب آپ حکم دیجئے کہ ہم کب تک یہاں سے کوچ کریں۔ ولید نے بڑے خلوص سے عمروس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ عمروس! عمروس! اس کے لیے میری اجازت کی ضرورت نہیں۔ کوچ کا فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ جو مناسب چاہو کرو۔ عمروس نے ولید کا بازو پکڑتے ہوئے کہا تو پھر میرے ساتھ خیمے سے باہر آئیے۔

عمروس ولید کو لے کر اپنے خیمے سے باہر آیا پھر وہ باری باری چاروں سمتوں کی طرف منہ کر کے پکارنے لگا۔ یا معشر مرابطین! یا معشر مرابطین! (اے گروہ مرابطین) چاروں طرف سے کیا جوان، کیا بوڑھے مرد بلکہ کمسن بچے بھی اپنی تلواریں میانوں سے نکالتے ہوئے بسک بسک پکاتے ہوئے عمروس کے خیمے کے چاروں طرف جمع ہونے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں خیمے کے چاروں طرف دور دور تک مسلح مردوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا تھا۔ عورتیں بھی اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل کر یہ منظر دیکھنے لگی تھیں۔

ہمارے پاس کھینچ لائی ہے۔ اور یاہ نے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب ٹٹولتے ہوئے کہا۔ جیولوس ماریا مسلمانوں پر مظالم و ستم ڈھا رہا ہے۔ ابھی پچھلے چند روز میں اس نے ایک مبلغ طلحہ بن حباب اور اس کے ہاتھوں مسلمان نہوجانے والے عیسائیوں کو گرفتار کیا اور انہیں اپنے قصر میں بلا کر قتل کر دیا تھا۔

ایک روز مسلم مختلف عرب قبائل سے رضا کار لے کر اپنے مستقر میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ نبوقیس کا سردار جابر بن وہب بھی تھا۔ مستقر میں آکر کوہستانی غاروں کے اندر قیام کرنے کے بجائے عرب کوہستان کے دامن میں اپنے خیمے نصب کرنے لگے تھے جب کہ ناطور بن بدر جو حبشی ماہی گیروں کا سردار تھا اور جسے ولید اپنے شکر کا امیر مقرر کر کے گیا تھا۔ مسلم کی راہنمائی میں اپنے ملاحوں کے ساتھ مل کر نئے آنے والے عربوں کے لیے کھانے کا انتظام و انصرام کرنے لگا تھا۔ عربوں کے ساتھ آنے والی ان کی عورتوں اور بچوں کے کھانے کا انتظام ماہی گیروں کی عورتیں آکر کرنے لگی تھیں۔

دوپہر کے بعد جب نئے آنے والے عرب اور ان کے اہل خانہ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے خیموں کے اندر آرام کر رہے تھے۔ ایک گھوڑ سوار اپنا گھوڑا سرپٹ ڈرتا ہوا مستقر میں داخل ہوا۔ گوہستانی غاروں کے پاس آکر اس سوار نے گھوڑے کو روکا اور جب وہ گھوڑے سے اترنے لگا تو چکر آکر اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زخمی ہو۔ مسلم، ناطور بن بدر اور نئے آنے والے عربوں کا سردار جابر بن وہب ایک خیمے کے اندر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انہوں نے اس زخمی سوار کو دیکھ لیا تھا اس لیے وہ خیمے سے نکل کر اس کی طرف بھاگے۔ جب وہ نزدیک گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بڑھا اور یاہ تھا جو گھوڑے سے گر کر بے بسی کی حالت میں پتھر لی زمین پر پڑا تھا۔ اس کا پورا لباس خون میں جھگا ہوا تھا حتیٰ کہ اس کے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب بھی خون آلود ہو چکی تھی۔ مسلم نے زمین پر بیٹھ کر جب اپنی گود میں پلٹے ہوئے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی تو اور یاہ جو ہوش میں تھا چلانے لگا۔ مجھے امیر ہشام کے پاس لے چلو۔ تمہیں تمہا رے خدا اور تمہا رے رسول کا واسطہ مجھے اپنے امیر ہشام کے پاس لے چلو۔ عرب سردار جابر بن

المامون بھڑک اٹھا۔ میں طلحہ بن حباب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایک پارسا اور باعمل مبلغ تھا۔ کیا جیولوس ماریا نے واقعی اسے قتل کر دیا ہے۔ اور یاہ نے بڑی عاجز سے کہا۔ میں بوڑھا آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ جیولوس ماریا نے طلحہ کو قتل کر دیا ہے۔ آپ اس کی تصدیق کرالیں اگر میں جھوٹا نکلتا تو آپ کو اختیار ہوگا کہ آپ میرا سرفرم کر دیں۔ امامون نے بے حد جذباتی بنتے ہوئے کہا۔ اگر جیولوس نے طلحہ بن حباب جیسے مسلم مبلغ اور اس کے ساتھ نو مسلموں کو بھی قتل کر دیا ہے تو میں جیولوس ماریا کے خلاف ضرور لشکر کشی کروں گا۔ تم اپنا نام کہو، تمہارا نام کیا ہے۔ میرا نام اور یاہ ہے۔ امامون نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ سنو بوڑھے اور یاہ! آج کی شب تم ہمارے ہاں ایک مہمان کی حیثیت گزارو۔ کل تم ہمارے ساتھ روانہ ہو گے۔ جیولوس ماریا پر حملہ کرنے کے لیے میں کل اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔

طلحہ کے حاکم پچلی امامون کی طبیعت میں توازن اور اعتدال نہ تھا۔ بغیر کسی تیار کے اس نے جیولوس ماریا پر لشکر کشی کر دی۔ جیولوس کے جاسوس ایک روز قبل ہی اسے امامون کے حملے کی خبر دے چکے تھے۔ لہذا جیولوس نے بروقت تیاری کر کے اپنے قلعوں سے پانچ میل جنوب میں پہاڑوں سے گھرے ہوئے ایک وسیع میدان کے اندر امامون کا استقبال کیا۔ امامون کے پاس مختصر سا ایک لشکر تھا جب کہ جیولوس کے پاس اس سے دس گنا زیادہ سپاہ تھی۔ امامون نے جیولوس کی فوجی قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ پہلے انفرادی جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ اس کے بعد دونوں لشکروں میں عام جنگ شروع ہو گئی۔ امامون زیادہ دیر تک جیولوس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنے لشکر کے ساتھ شکست کھا کر طلحہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

اس کام کی تکمیل منظور نہیں ہے جس کے لیے میں یہاں تک آیا ہوں۔
مسلم نے اوریاہ کے سر کو اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا۔ تم کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ اور کس نے تمہیں زخمی کیا ہے۔ اوریاہ نے دھیمی دھیمی آواز میں کہا۔ سنو! میری ایک جوان اور حسین بیٹی ہے۔ میں الانوین کے قلعوں کا رہنے والا ہوں۔ وہاں کا حاکم جیولوس میری بیٹی پر نظر بد رکھتا تھا۔ اپنی بیٹی کی عزت اس بھڑیے کے ہاتھ سے بچانے کے لیے میں نے اپنی بیٹی کو کلیسا کے لیے وقف کر دیا۔ جس روز میں نے اپنی بیٹی کو کلیسا کے حوالے کیا اسی روز جیولوس ماریا نے ایک مسلم مبلغ طلحہ بن جباب اور اس کے ساتھ چند نو مسلموں کو قتل کر دیا۔ طلحہ کا قصور یہ تھا کہ وہ اسلام کی تبلیغ کرتا تھا اور نو مسلموں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دی تھی۔

میں چاہتا تھا کہ جیولوس ماریا سے اس کے مظالم کا انتقام لوں۔ اس غرض کے لیے میں طلحہ کے مسلمان حکمران المامون کے پاس گیا اور اس سے جیولوس کی نالشی کی جس کے جواب میں المامون نے جیولوس پر حملہ کر دیا لیکن اس نے شکست کھائی اس لیے کہ اس نے جیولوس کی فوجی قوت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ میں اسی غرض سے تم لوگوں کی طرف آ رہا تھا۔ کہ جیولوس کے کچھ سپاہیوں نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ ان پر حملہ کرنے کے لیے المامون کو میں نے ترغیب دی تھی۔ انہوں نے مجھے بری طرح زخمی کر دیا۔ تاہم میں اپنی جان بچا کر یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب تم مجھے اپنے نئے امیر ولید کے پاس لے چلو۔ میں اپنی نالشی اب اس سے کروں گا۔

مسلم نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ امیر ولید اس وقت ایک مہم پر گئے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آج ہی یا کل آجائیں۔ اوریاہ نے پُراثر اور مایوسانہ لہجے میں پوچھا۔ کیا تمہارا نیا امیر ولید اپنے باپ کی طرح بہادر اور بہرہ خلوں ہے۔ مسلم نے فخریہ انداز میں کہا۔ وہ ایک بہترین شنار، عمدہ ہمسوار ہے۔ وہ تبت کی ماؤں کا سورما سپوت، بہنوں کا محافظ اور لشکر کو راہ دکھانے والا ہے۔ وہ ہماری آنکھ کا تارا، امیدوں کا سہارا۔ ہمارے خواہشوں کی تعبیر اور صدیوں کا حساب چکانے والا ہے۔ وہ اپنے باپ سے کہیں زیادہ شجاع

دہیب نے چند لمحوں تک غور سے اوریاہ کی طرف دیکھا پھر اپنے خیموں کی طرف بھاگتے ہوئے اس نے مسلم سے کہا۔ مسلم چچا! میں اپنے طبیب کو بلا کر لاتا ہوں۔ وہ ایک لاجواب اورا مثل جراح ہے۔ وہ اس کے زخموں کی دیکھ بھال کرے گا۔ یوں لگتا ہے اس بوڑھے فیر کے پاس ہمارے لیے کوئی اچھی خبر ہے۔ جلد ہی جا کر اپنے طبیب کو لے آیا۔ اس نے اوریاہ کے زخم دیکھے اور اپنے سردار جابر کی طرف دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا جس کا مطلب تھا کہ وہ بوڑھے اوریاہ کی زندگی سے مایوس ہے۔ تاہم وہ وقتی طور پر اس کے زخموں کو مرہم پٹی کرنے لگا تھا۔

عرب طبیب جن کا نام سالم بن علقمہ تھا۔ جب اوریاہ کے زخموں کی مرہم سے فارغ ہوا اوریاہ پھر شور کرنے لگا مجھے اپنے امیر ہشام کے پاس لے چلو۔ مسلم نے پوچھا کیا تم امیر ہشام کو جانتے ہو۔ بوڑھے اوریاہ نے غور سے مسلم کی طرف دیکھا۔ اس کے مونڈ پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔ شاید میں تمہیں بھی جانتا ہوں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام مسلم بن تمام ہے۔ شاید تم مجھے پہچانیں سکے ہو۔

آج سے پانچ برس قبل اس شام کو یاد کرو جب کہ مسلمانوں کے پانچ تجارتی جہاز افریقہ کے شہر طنجہ سے اندلس کی طرف آرہے تھے اور عیسائی بحری قزاقوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ امیر ہشام نے مسلمانوں کے ان تجارتی جہازوں کو عیسائی قزاقوں سے بچایا اور عیسائی قزاق جزیرہ سارڈینیا کی طرف بھاگ گئے تھے۔ مسلمانوں کے ان تجارتی جہاز میں میں بھی افریقہ سے اندلس کا سفر کر رہا تھا اور ان جہازوں کے اندر میرا بھی تجارتی سامان تھا اس شام امیر ہشام کے ساتھ میں نے تمہیں بھی دیکھا تھا۔ مسلم نے سوچتے ہوئے کہا۔ تمہارا نام اوریاہ نہیں ہے۔ ہاں، میرا نام اوریاہ ہے۔

مسلم نے غمزہ آواز میں کہا۔ سنو اوریاہ! امیر ہشام عیسائی بحری قزاقوں کے ساتھ ایک بحری جنگ میں مارا جا چکا ہے۔ اب اس کا بیٹا ولید ہمارا امیر ہے۔ بوڑھے اوریاہ نے دوبارہ اور زنی آواز میں کہا۔ آہ امیر ہشام! تو ایک نیک دل انسان تھا شاید قدرت

اور سرگرم ہے اس کے دور میں ہمارا خاموش اور ساکن دور ختم ہو گا۔ وہ ہمارے ورثے کی مقدس شعل ہے اور اس کی لہنتائی میں ہم اپنے آپ کو نئی صفوں کے درمیان اور نئی قطاروں کے اندر کھڑا پائیں گے۔

مسلم نے ذرا دم لے کر کہا۔ اے بوڑھے اور یاہ! وہ اپنی لگت کے ہونٹوں کا لگت اور ہمارے لیے سفید بچوں کا خواب ہے۔ ان پرندوں کا خواب جو لیموں کے درختوں پر اپنے دل کا سوگ کم کر لیتے ہیں۔ اس کی محبت کی بڑی ہمارے دلوں کے اندر پوت ہیں۔ انہوں نے لیے وہ موم سے زیادہ نرم اور شبنم کے لیے عوج کے عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھی زیادہ کمرش اور طاغی طبع ہے۔ تقدیریں کعبہ کی قسم وہ ابتلا کی ساعتوں میں ثابت قدم رہنے والا ایسا نوجوان ہے جو آپ پیا سارہ کر اوروں کی پیاس بجھاتا ہے۔ ہمارے لیے وہ آدمیت کی اوج اور انسانیت کی لامنتہی بلندی ہے۔ وہ ایک ایسا اکبر ہے جو ہمارے بحرین پر رہتا ہے بریں برستار ہے گا۔ اس کی رہبری میں ہم فتح و خوش حالی کے ترانے گائیں گے۔ اس کے پیچھے ہم جگنوؤں کی مشعلیں لے کر آسمان کی رفعتوں کی طرف پرواز کریں گے۔

بوڑھے اور یاہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میں جانتا ہوں تم جھوٹ نہیں کہتے۔ تمہارا ولید اگر ایسا ہے تو وہی وہ نوجوان ہے جو جیولوس کے خلاف کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ کاش وہ اس وقت یہاں ہوتا اور میں اس سے گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کر سکتا۔ اچانک بوڑھا نہ جانے کیوں کسی درویش کی لکٹیا کے اندر جلنے والے اس دیسے کی مانند اس ہو گیا جیسے ہرگز اور ہر لمحہ شب کے تیر طوفانوں میں کچھ جانے کا خطرہ درپیش ہو۔ پھر اس نے ٹوٹی آس اور منتشر ہوتی ہوئی امیدیں کہا۔ کاش میں طلبہ کے مسلم حکمران کے پاس نہ گیا ہوتا۔ میں نے اس کی قوت کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی۔ میری اصل منزل تو ولید بن ہشام تھا۔ میرا دل کہتا ہے یہی وہ نوجوان ہے جس کا انتخاب یسوع مسیح کا خلیفہ اور کسی بہت بڑے انقلاب کے لیے کر چکا ہے۔

بوڑھا اور یاہ جب خاموش ہوا تو طبیب سالم بن علقمہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اے اٹھا کر خیمے میں لے چلیں ایسا نہ ہو۔ بوڑھے اور یاہ کی دل شکنی کا

خیال کرتے ہوئے سالم بن علقمہ خاموش ہو گیا۔ حبشی سردار نا طور بن بدر نے اور یاہ کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ پھر وہ اسے اسی خیمے کی طرف لے جا رہے تھے جہاں تھوڑی دیر قبل بیٹھ کر وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔



سہ پہر کے وقت جب کہ مسلم، نا طور بن بدر، جابر بن وہب اور طبیب سالم بن علقمہ خیمے کے اندر زخمی اور یاہ کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ایک دم وہ چونک پڑا اور بھاگ کر خیمے سے باہر آئے کیونکہ انہوں نے ایک ساتھ کئی نقارے بجنے کی آوازیں سنی تھیں۔ جب وہ خیمے سے باہر آئے تو انہوں نے دیکھا۔ ولید امیر مرابطین کے ساتھ مستقر میں داخل ہو رہا تھا۔ سب سے آگے آگے ولید تھا۔ اس کے پیچھے مرابطین کا سردار عمرو بن جندل تھا۔ جس کے پیچھے ہزاروں مسلح سوار صفیں باندھے آ رہے تھے۔ درمیان میں اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ خیمے اور گھریلو سامان لدا ہوا تھا۔ سب کے پیچھے بکریوں اور ناتوں گھوڑوں کے ربوڑ تھے جنہیں آن گزیت سوار ہانکتے چلے آ رہے تھے۔

مرابطین کو دیکھتے ہی مسلم نے تکبیر بلند کی جس کے جواب میں مستقر میں پہلے سے موجود عربوں اور حبشیوں نے اپنی کھولتی ہوئی آوازوں میں اللہ اکبر بکرا اور اس کے بعد مرابطین کی طرف سے ایسے جذبے اور ایسی آوازوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ گویا زمین کا وہ حصہ کسی آتش ذہن کے باعث لرز اٹھا ہو۔

پہلے مسلم نے جابر بن وہب کو ولید سے متعارف کرایا۔ پھر ولید نے عمرو بن جندل کے متعلق بتایا۔ ولید سے اجازت لے کر عمروں نے ایک کھلے میدان کے اندر اپنے قبیلے کو خیمے نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ مستقر میں پہلے سے موجود عرب حبشی مرد اور عورتیں بھاگ بھاگ کر مرابطین کے کھانے کا انتظام کرنے لگے تھے۔

مسلم کو اچانک بوڑھے اور یاہ کا خیال آ گیا اور اس نے ولید سے کہا۔ ایک بوڑھا عیسائی جو زخمی ہے آپ کا منتظر ہے۔ میرے ساتھ آئے ہوئے ایک عرب طبیب کا کہنا ہے کہ وہ صرف چند ساعتیں زندہ رہ سکے گا۔ میرا مشورہ ہے آپ اس سے مل لیں۔ اس کی

باتوں میں ہمارے لیے بہتری اور خلوص ہے۔

چکا ہے۔ ہم نے طوفانوں کا استقبال کریں گے۔ عقل حیوانی کے بندے حیوانوں کے عشرت کمندوں کو ہم اپنے اصطبل میں بدل دیں گے اور آج تک جو چھ اس نے بویا ہے وہ ہماری موجودگی میں اسے کاٹنا ہوگا۔ اور یاہ نے اٹھرتی سانس میں کراہتے ہوئے کہا۔ کیا مجھے کاغذ قلم مل سکتا ہے۔

ولید نے مسلم کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر یاہر نکل گیا۔ اور یاہ نے پھر ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ اے ہشام کے شیر دل فرزند! میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اپنی بیٹی جس کا نام عمونہ ہے اسے کلیسا طرش کے حوالے کر چکا ہوں۔ میرے زخم ایسے ہیں کہ میں کسی طور زندہ نہ رہ سکوں گا۔ میرا ایسا کوئی رشتہ دار نہیں ہے جو میری لڑکی کی حفاظت کرے۔ اے ابن ہشام! میں اپنی بیٹی کو تیری حفاظت اور کفالت میں دیتا ہوں۔ اپنے رب کے مقدس اور رسول کے متبرک نام کے واسطے سے میں تم سے اس دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد میری بیٹی کی حفاظت کرنا۔ اس کا کوئی غلغلہ کوئی چارہ ساز نہیں ہے۔

گوئیں اسے کلیسا کے لیے وقف کر چکا ہوں۔ پر یہ سب ایک مجبوری کے تحت ہوا ہے۔ کاش میں اس کی شادی کر سکتا۔ اب وہ ایک راہب کی زندگی بسر کر رہی ہے لیکن میں جانتا ہوں اس کی خوشی اس میں نہیں۔ وہ اپنی مرضی سے راہبہ نہیں بنی۔ میں جانتا ہوں آج بھی اگر کوئی اس کا ہاتھ تھامنے والا ہو تو اس کی خاطر وہ کلیسا کو خیر باد کہہ دے گی میری بیٹی کلیسا کے لیے نہیں کسی کا گھر آباد کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ کاش اپنی بیٹی کے معاملے میں اس قدر میں مجبور و مقہور نہ ہوتا۔ اے ابن ہشام! کیا آپ — بڑھا اور یاہ کہتے کہتے رک گیا کیونکہ مسلم خیمے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ عمرو بن جندل، ناطور بن بدر، جابر بن وہب اور طبیب سالم بن علقمہ بھی تھے۔ مسلم کے ہاتھ میں کاغذ اور قلم دوات تھے جو اس نے اور یاہ کے سامنے رکھ دیئے۔ اور یاہ نے لیٹے ہی لیٹے قلم سنبھالا اور کاغذ پر لکھتے ہوئے اپنی ضخیف اور ڈوٹی آواز میں ولید سے کہا اے ابن ہشام! یہ خط میں اپنی بیٹی کے نام لکھنے لگا ہوں۔ مجھ پر احسان ہوگا اگر آپ یہ خط اسے کلیسا طرش میں پہنچا دیں۔ بڑھا اور یاہ آہستہ آہستہ اپنی بیٹی عمونہ کے نام خط لکھنا

ولید فوراً مسلم کے ساتھ ہو گیا۔ دونوں خیمے میں آئے۔ بڑھا اور یاہ آنکھیں بند کیے کرب کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ مسلم نے اسے پکارتے ہوئے کہا۔ اور یاہ! اور یاہ! آنکھیں کھولو اور دیکھو ہمارے امیر ولید بن ہشام تمہارے سامنے بیٹھے ہیں۔ اور یاہ نے آنکھیں کھولیں اور بڑے انہماک سے وہ ولید کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ولید نے بھی اس کی طرف ایسے انداز میں دیکھا جیسے چڑیوں کا شور سن کر کوئی شاہین جاگ اٹھا ہو۔ پھر اور یاہ اسے اپنی پوری داستان سنا رہا تھا۔ ولید نے دیکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مجھے افسوس ہے سچائی الماموں کو حیوانوں ماریا کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ اور یاہ نے پُر امید ہو کر پوچھا کیا آپ حیوانوں ماریا کی سرکشی کو دبانے کا عہد کرتے ہیں۔

ولید نے کسی دیر آسا محافظ کی مانند ایک آہنی عزم میں کہا۔ میرے بزرگ! حیوانوں ماریا کے بٹہ عرب مبلغ اور اس کے ہاتھوں مسلمان ہونے والوں کو قتل کیا ہے۔ اب حیوانوں کے تعلقوں پر شکریں مجھ پر فرض ہو چکی ہے۔ میں ارادہ کر چکا تھا کہ چند یوم تک داوی ارغون پر حملہ آور ہوں گا۔ اور اسے فتح کرنے کے بعد جزیرہ سارڈینیا کے عیسائی بحری قزاقوں کا قلع قمع کروں گا۔ پر اب میں اپنا ارادہ بدلتا ہوں۔ میں حیوانوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔

اور یاہ نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ اے بشر دلیر! تیری آواز کا سحر۔ تیری تیر کی سی تیز نگاہوں کا فصول اس بات کے گواہ ہیں کہ تیرا انتخاب کسی اہم ترین مقصد کے لیے ہو چکا ہے۔ تیرے عزم میں آندھی کے گبولوں جیسا تناؤ اور تیرے فیصلوں میں زخمی شیر کی درندگی جیسی سنگینی ہے۔ یسوع مسیح کی قسم میں اس وقت کو اپنے سامنے پھیلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ جب حیوانوں ماریا تمہارے آگے بغیر چوپان کے کسی ریوڑ کی مانند بھاگ رہا ہوگا۔ ولید نے پھر ایک وارفتگی میں کہا۔

میرے بزرگ! جن غذاؤں سے ہم گزر رہے ہیں اس نے ہماری نئی نسل کو طوفانی بنا دیا ہے۔ گو اس وقت تک ہمارے طفل خاموش رہے ہیں۔ پر اب سماں گزرا۔

رہا اور ایسا ہوا کہ جب وہ ایک صفحہ لکھنے کے بعد دوسرا صفحہ ابھی آدھے کے قریب لکھ پایا تھا کہ اس کے ہاتھ سے قلم گر گیا، اس کے بازو پھیل گئے اور گردن ٹھٹھک گئی۔ طبیب سلم نے آگے بڑھ کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ پھر اس نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یا امیر! یہ دم توڑ چکا ہے۔ سب کی گردنیں جھک گئی تھیں۔

ولید سنبھلا، آگے بڑھ کر اس نے پہلے اوریہ کا اپنی بیٹی کے نام لکھا ہوا خط تہ کوہ کے سنبھال لیا پھر اس نے اوریہ کے گلے سے صلیب اتارتے ہوئے پیر عمروں بن جندل سے کہا۔ عمروں! میں ابھی ایک مہم پر روانہ ہوں گا۔ ناطور بن بدر میرے ساتھ جائے گا۔ میری غیر موجودگی میں ہمیشہ مستقر کے امیر تم ہوا کرو گے۔ اپنے لشکر سے کہو آنے والی رات اور کل کا دن آرام کر لیں۔ میں کل رات کی تاریکی میں الانخوین کی طرف کوچ کروں گا میں چاہتا ہوں پہلے ان دونوں قلعہ نمائندوں پر قبضہ کر کے اپنی حالت مضبوط کر لی جائے۔ اس کے بعد فرولندہ کے خلاف قدم اٹھایا جائے۔ میری غیر موجودگی میں اوریہ کی تکفین کر دینا عمروں نے اپنی گردن کو قدرے خم دیتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! ہم آپ کے ہر حکم کا اتباع کریں گے۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے حرف بعرف ایسا ہی ہو گا۔ ولید ناطور بن بدر کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں مستقر سے کوچ کر رہے تھے۔



ولید کے مستقر سے کلیسا طرش پانچ میل اور الانخوین کے قلعے دس میل کے فاصلے پر تھے۔ یہ زمین کی وہی بٹی ہے جو بحرہ روم اور خلیج بسکے کے درمیان اندلس اور فرانس کو ملاتی ہے۔ ولید اور ناطور دونوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے کلیسا طرش سے ذرا بہت کر درختوں کے ایک جھنڈ کے اندر رُک گئے۔ دونوں بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھے۔ سورج مغرب میں غروب ہونے کی تیاری میں تھا۔ ولید نے اپنے گلے میں اوریہ کی صلیب ڈال لی اور اپنے گھوڑے کی باگ ناطور کو تھماتے ہوئے اس نے کہا۔ ناطور! تم دونوں گھوڑوں کے ساتھ یہیں رکو۔ میں کلیسا جا کر اوریہ کا خط اس کی بیٹی کو پہنچاتا ہوں۔ یہیں محتاط رہنا ہو گا کہ یہ سرزمین دشمن کی ہے۔

ناطور نے بڑی عقیدت اور احترام میں کہا۔ میرے آقا! اگر خطرے کی کوئی بات ہو تو میں آپ کے ساتھ جانا پسند کر دوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ تنہا خطرے کا سامنا کریں۔ ولید نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دی۔ تم فکر مند نہ ہو۔ میں بہت جلد لوٹ آؤں گا۔ ولید کلیسا کی طرف بڑھ گیا۔ اور ناطور وہیں رُک کر انتظار کرنے لگا تھا۔ ولید سفید سرخ۔ گلابی اور عنابی پھولوں کے پتوں کے درمیان سے گزرتا ہوا کلیسا کے دروازے پر آیا۔ وہاں کلیسا کا ایک محافظ بیٹھا ہوا تھا۔ ولید نے گلے میں لٹکتی صلیب پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس محافظ سے کہا۔ مجھے عموذ سے ملنا ہے۔ چند روز ہی ہوئے وہ اس کلیسا میں آئی

کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ عمو نے کو بڑا سادہ، معصوم، خوب صورت، دلکش اور باعرب لگا۔ پھر اس نے اپنے ہونٹوں کی پوری نغمگی میں کہا۔ کیا آپ امیر ہشام کے بیٹے ولید ہیں۔

ولید نے چونک کر سر اُپر اٹھایا اور عمو نے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جانتی ہو۔ عمو نے دلکش آواز میں کہا۔ آپ خود ہی تو کلیسا کے محافظ کو کہہ چکے ہیں کہ آپ میرے رشتے دار ہیں اور پھر میرے باپ نے خط میں آپ کے متعلق بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ میں پہلے سمجھی تھی کہ آپ جیولوس کے آدمی ہیں اور مجھے یہاں سے زبردستی لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ پھر عمو نے اپنے لباس کے اندر سے ایک خنجر نکالا اور ولید کو دکھاتے ہوئے کہا۔ اگر آپ جیولوس کے آدمی ہوتے تو میں اس خنجر سے اپنے آپ کو ختم کر لیتی، کاش آپ —

ولید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ تم نے صرف ایک بھیڑیا دیکھا ہے۔ میرے سامنے ایسے ان گنت بھیڑے ہیں جن سے مجھے نبرد آزما ہونا ہے۔ عمو نے دُعا کے انداز میں کہا۔ مقدس باپ آپ کو ہر کام میں کامیاب کرے گا۔ ولید نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم کوئی فکر نہ کرنا۔ اب جب کہ تمہارا باپ مجھے تمہارا محافظ و مکافل بنا چکا ہے میں ہر طرح سے تمہاری حفاظت و کفالت کروں گا۔ پھر ولید نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور عمو نے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ تھوڑی سی نقدی ہے لکھ لو تمہارے کام آئے گی۔ میں اس کے علاوہ بھی تمہیں بہت کچھ دیتا رہوں گا۔

عمو نے کالوں پر خوشگوار حرارت سراپت کر گئی تھی۔ وہ ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے شرار رہی تھی۔ ولید نے تھیلی زبردستی اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارا مجھے پر حق ہے کہ میں تمہارے باپ سے اس کا عہد کر چکا ہوں۔ عمو نے تھیلی لے لی اور آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ میں جو ایک ستم رسیدہ لڑکی ہوں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے علاوہ آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تاہم اگر کبھی آپ کو میری ضرورت محسوس ہوئی تو میں آپ کے یقین دلاتی ہوں کہ میں آپ کی خاطر اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک بہا

ہے۔ محافظ نے تیز نگاہوں سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا اس کے ساتھ آپ کا کوئی رشتہ ہے۔ ولید نے جھٹ کہہ دیا۔ ہاں، میں اس کا رشتہ دار ہوں۔

محافظ کھڑا ہوتا ہوا بولا، میرے ساتھ آؤ۔ ولید اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ محافظ اسے کلیسا کے مہان خانے میں لایا اور ایک نشست کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ تم یہاں بیٹھو، میں عمو کو یہیں بھیجتا ہوں۔ محافظ باہر نکل گیا۔ ولید نشست پر بیٹھ جانے کے بجائے کمرے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹٹلتے لگا تھا۔ پھر وہ اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی اس صلیب کا جائزہ لینے لگا جو بڑھے اور یاہ کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد عمو نے اس کمرے میں داخل ہوئی اور صلح ولید کو دیکھ کر دروازے پر ہی ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اسے شک ہوا تھا کہ شاید جیولوس ماریا کا کوئی آدمی اسے لے جانے کو آگیا تھا۔ ولید نے آگے آگے کر عمو نے کی طرف دیکھا۔ وہ اسے فتح و نصرت کے گیت کی طرح دلکش اور سحر کی طرح تروتازہ دکھائی دینی۔ اس کا جسم دکھتا گلاب، اس کے ہونٹوں پر سنسنی گیت چل رہے تھے اور اس کے چہرے پر معصومیت کا گہرا رنگ تھا۔ ولید کو یوں لگا گویا انگہٹ و سیمسم کی کوئی لہر۔ خوشبو کی تہنگ، رنگوں کا طوفان اور نغموں کی کوئی موج دروازے پر آکر ٹک گئی ہو۔ عمو نے کاسیلاب کی طرح بہتا ہوا حسن ولید کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکیا۔ جلد ہی ولید سنبھل گیا اور اپنی آنکھیں جھکاتے ہوئے اس نے عمو نے کا حوصلہ بڑھا دیا۔

ہوئے کہا۔ آپ مجھ سے خوفزدہ نہ ہوں، میں جیولوس ماریا کا آدمی نہیں ہوں، میں مسلمان ہوں اور آپ کے باپ اور یاہ کی طرف سے آپ کے نام ایک خط لے کر آیا ہوں۔ عمو نے فوراً کمرے کے اندر آگئی اور ولید کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ولید نے پھر کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کا باپ مر چکا ہے۔ عمو نے چونک پڑی۔ کیا کہا؟ میرا باپ مر گیا ہے؟ ولید نے اپنے لباس کے اندر سے اور یاہ کا خط نکال کر عمو نے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تمہارا باپ تمہارے نام یہ خط لکھتے لکھتے دم توڑ گیا تھا۔ عمو نے خط لے لیا اور پڑھنے لگی۔

خط پڑھ کر عمو نے زار و قطار رونے لگی تھی اس کی ہچکیاں اور سسکیاں بندھ گئی تھیں اس کی آنکھوں سے آنسو پوں بہتے رہے جیسے ہوا اور دھوپ میں برف پگھلنے لگتی ہے تھوڑی جلد عمو نے سنبھلی اور ولید کی طرف دیکھا۔ وہ سامنے دیکھنے کی بجائے نیچے کمرے کے فرش

دیتے کوتاہ ہو جاؤں گی۔ گوئیں ایک عیسائی لڑکی ہوں لیکن جس روز جیولوس ماریا کے انہوں
 طلیطلہ کے مسلم حکمران کیجی المامون کو شکست ہوئی تھی تو مجھے اس کا ایسا دکھ اور صدمہ
 ہوا تھا کہ میں رات بھر روتی رہی تھی۔ مجھے معلوم نہیں ایسا کیوں ہے تاہم میں آپ کو
 یقین دلاتی ہوں ایک عیسائی کی حیثیت سے میں آپ کے لیے کام کرنے کو تیار ہوں۔

کیا کیجی المامون کی طرح ان طوفانوں میں آپ کے قدم بھی اکھڑ تو نہ جائیں گے۔ میرے
 باپ نے اپنے خط میں لکھا ہے آپ جیولوس ماریا سے ٹکرانے کا عہد کر چکے ہیں۔
 ولید نے گہرے تصورات میں ڈوبتے ہوئے کہا۔ تمہارے باپ نے ٹھیک
 لکھا ہے۔ سنو! عمو نہ! گوئیں! ایک ایسا مسافر ہوں جس کا سفر ابھی شروع نہیں
 ہوا۔ اس کے باوجود مجھے اُمید ہے میں ان لوگوں کو مایوس نہ کروں گا جو مجھ سے یہ
 امید رکھتے ہیں کہ میں آنے والے طوفانوں میں سرخرو ہو کر نکلوں گا۔ اب میں جاتا ہوں۔ میرا
 ایک ساتھی کلیسا سے باہر دستوں کے جھنڈ میں میرا گھوڑا لیے میرا منتظر کھڑا ہے۔ اب
 میں تم سے ہٹا رہا ہوں گا۔ ولید جب پیچھے ہٹنے لگا تو عمو نے کہا تھمریے! ولید رک گیا۔
 عمو نے کہا۔ آپ نے میرے باپ کو کہاں دفن کیا ہے۔ ولید نے افسردہ
 لہجے میں کہا۔ میرے ساتھی اسے میرے مقبرے میں اب تک دفن کر چکے ہوں گے۔ عمو نے
 نے دیگر لہجے میں کہا۔ کیا کسی روز میں اپنے باپ کی قبر دیکھ سکوں گی۔ ولید نے سوچ کر کہا
 اس کے لیے تم چند دن انتظار کرو۔ پھر میں تمہیں اپنے ساتھ تمہارے باپ کی قبر پر
 لے جاؤں گا۔

ولید مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمو نے دروازے پر کھڑی ہو کر اسے جاتا ہوا
 دیکھنے لگی۔ اتنے میں ایک شوخ سی راہبہ بھاگتی ہوئی آئی اور عمو کا شانہ پکڑ کر ہلاتے
 ہوئے کہا۔ کہاں کھو گئی ہوں۔ اس جانے والے سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔ عمو نے
 ڈوبتی آواز میں کہا۔ وہ میرا عم زاد ہے۔ وہ راہبہ عمو نے سے کچھ زیادہ ہی بے تکلف لگتی
 تھی۔ اس کے علاوہ وہ عمو کی طرح ہی خوبصورت تھی۔ اس نے عمو کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا
 لگتا ہے اس کلیسا میں آنے سے قبل تم اسے پسند کرتی رہی ہو تبھی اسے جانا دیکھ کر یوں

اداس ہو گئی ہو۔ کلیسا میں عبادت کی گھنٹیاں بجنے لگی تھیں۔ اس دوسری راہبہ نے جس کا نام
 طویا تھا عمو نے کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ دو چلیں مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ ولید اب
 نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ دونوں کلیسا کے اندر چلی گئی تھیں۔
 ولید اور نا طود دونوں اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے اب الانوں کے
 قلعوں کی طرف جا رہے تھے۔ پہلے انہوں نے دونوں قلعوں کے گرد ایک چکر لگا کر جنگی
 نقطہ نگاہ سے ان کا جائزہ لیا۔ پھر وہ ایک قلعے میں داخل ہوئے۔ اندر ایک بہت بڑا
 شہر تھا، کھلے میدان اور باغات تھے۔ بازار میں آکر ولید نے چند صلیبیں خریدیں پھر وہ قلعے
 سے نکلے اور واپس اپنے مستقر کی طرف گھوڑے دوڑا رہے تھے۔

دوسرے روز آدھی رات کے بعد جب کہ کائنات کی ہر چیز گہری اور پرسکون نیند
 میں ڈوبی ہوئی تھی، ولید اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مستقر سے نکلا۔ اس کی صفوں میں عرب
 مرابطین اور حبشی شامل تھے۔ مسلم کو مستقر کی حفاظت کے لیے چھوڑا گیا تھا۔ جب کہ
 عمرو بن جندل، نا طود بن بدر اور جابر بن وہب انہوں کی حیثیت میں اس کے ہمراہ
 تھے۔ رات کے اس وقت جب کہ سرد ہوا انہیں یہ پیغام دے رہی تھیں "سو جاؤ میں صبح کی
 امید ہوں" لشکر کروٹیں لیتی رات میں بڑی برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا۔
 الانوں کے قلعوں سے ایک میل دور ولید نے لشکر کو روک دیا۔ یہاں اس نے
 لشکر کے چار حصے کیے۔ ہر اول کا سردار عمروں کو بنایا گیا۔ قلب ولید نے اپنے پاس رکھا۔
 سیرہ پر نا طود بن بدر اور مینہ پر جابر بن وہب کو سالار مقرر کیا گیا۔ نا طود اور جابر کو دونوں
 قلعوں سے ہٹ کر جھاڑیوں اور خود رو بیلوں کے اندر گھات میں بٹھا دیا گیا جب کہ
 ولید اور عمروں دونوں قلعوں کے قریب ایک کھلے میدان میں اپنے لشکر کے ساتھ فروکش
 ہو کر صبح کا انتظار کرنے لگے تھے۔ یہ وہی میدان تھا جس کے اندر ایک بار طلیطلہ کے حکمران
 کیجی المامون کو جیولوس ماریا نے شکست دے دی تھی۔
 صبح ہوئی اور دن کی روشنی میں جیولوس ماریا کو یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا

بچہ ولید اور عمروں بھی مار دھاڑ کرتے ہوئے اس قلعے میں داخل ہو گئے تھے۔ شہر کے لوگوں نے جب جیولوس کو قلعے کے اندر دیکھا تو کیا مرد کیا عورتیں سب مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہ صورت حال ایک طرح سے ولید کے لیے خطرناک تھی۔ ولید نے فوراً کچھ سوچا، اپنے گھوڑے کو وہ ایک اونچی جگہ لے گیا اور اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کڑکتی آواز میں کہا۔

”اسلام کے کوہ شکن فرزندو! نور عین فاطمہ کا لازوال دل بن کر خالد کی تلوار، طارق کا عزم، ثنئی کی اولوالعزمی، ابن قاسم کی جانبازی اور قتیبہ کی حوصلہ مندی بن کر دشمن کا مقابلہ کرو۔ آؤ! آؤ! اہل کر عہد کریں کہ بحر و بر میں نیلمی ندی نالوں میں، اگھا ٹیلوں، نشیبوں اور پہاڑوں پر اپنے رب کی کبریائی رقم کریں گے۔ آؤ! اہل کر عہد کریں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے غزوہ کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی سخت کو مٹی میں بدلا دیا تھا اس طرح آج ہم بھی لشکر طاغوت کو کاٹ کر رکھ دیں۔“

غازیو! دیرو! کہاں ہو میرے پاسانوں! آؤ! آؤ! دیکھو آج رب کریم کے جلال کا دن ہے۔ آج دشمن کے ظلم کے تنوروں کو ٹھنڈا کر دیں۔ میرے سنگ صفت سا خنجر! میرے آہن ساخت رفیقو! ہماری آواز ایک پوری ملت کی صدا ہے۔ سنو! آج اندلس لہو لہو ہے جس طرح دشمن نے ہمیں ایک تحقیر بنا دیا تھا آؤ اسی طرح دشمن کو آج بے عزتی کے بازار میں ذلیل و رسوا کریں۔ دشمن کی ٹمر اور قوتوں کو مفلوج کر دو۔ ان کے قصر شتم سمار کر دو۔ آنے والی نسلیں تمہاری سرفروشی کے قصائد گائیں گی۔“

ولید کے الفاظ نے ایسا جوش اور جذبہ پیدا کیا کہ پورا لشکر فاعل و خشت کی علامت بن کر رہ گیا تھا۔ ہر طرف لا الہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگی تھیں اور

ایک لشکر اس سے جنگ کرنے کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ پہلے اس نے قلعہ کے برج پر چڑھ کر ولید اور عمروں کے لشکر کا جائزہ لیا۔ پھر ان کی تعداد سے مطمئن ہو کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور کسی قسم کے توقف کے بغیر ولید اور عمروں پر حملہ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اچانک مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان پر بھلا ہٹ طاری کر دے گا اور وہ اس کے سامنے بھاگ جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس سے قبل یہی طریقہ کار وہ کئی بار استعمال کر چکا تھا اور اس میں اسے کامیابی ہوئی تھی لیکن یہاں معاملہ الٹ تھا۔ ولید اور عمروں اس کے حملے کے منتظر تھے اور انہوں نے جیولوس ماریا کے حملوں کا جواب بڑی سختی سے دیا تھا۔ جب جیولوس ماریا اپنے قلعے سے نکل کر ولید اور عمروں سے جنگ کرنے لگا۔ ولید کی ہدایت کے مطابق ناطور اور جابر حرکت میں آئے۔ وہ گھات سے نکلے اور مار دھاڑ کرتے ہوئے ایک قلعے میں ناطور اور دوسرے میں جابر داخل ہو گیا۔ انہوں نے قلعوں کے محافظوں کو تہ تیغ کر کے فیصل کے سارے برجوں پر قبضہ کر کے اپنی حالت مضبوط کر لی تھی۔

عین اس وقت جب کہ ولید اور عمروں اپنے لشکر کے ساتھ جیولوس ماریا کے مقابلہ میں امیدوں کے منظر اور دلوں کی دھڑکن بن کر ایک نئے جذبے ایک نئے آدرش میں ڈرے ڈرے کو سورج کی تابانی اور قطرے قطرے کو دریا کی روانی بخش رہے تھے قلعے سے بچ کر بھاگ نکلنے والے محافظوں نے جیولوس کو خبر دی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر دواول قلعوں میں داخل ہو گیا ہے۔ جیولوس ماریا کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ جنگ سے منہ موڑ کر اپنے قلعوں کی طرف بھاگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ قلعوں میں بند ہو کر شہروں پر قبضہ کرنے والے لشکر کے خاتمے کے بعد پھر اس دشمن سے نبرد آزما ہوگا۔ لیکن یہاں اس کی سب تدبیریں ناکام ثابت ہو رہی تھیں۔ ولید اور عمروں اس کے غائب ہونے اور دونوں غبارِ شام اور جس شب بن کر جیولوس کے لشکر کو دھلے ہوئے کپڑے کی طرح بچوڑ کر اس کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

جیولوس جب اپنے لشکر کے ساتھ ایک قلعے میں داخل ہوا تو اس کے پیچھے

جب ولید اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر دشمن کے اندر گھس کر لڑنے لگا تو مسلمان سپاہی اپنی ہمت و تواروں اور پیکار نیزوں کے ساتھ موت کے گرداب اور قفس کرتے ہوئے گبولوں کی شاخوں میں رہز پڑھتے ہوئے غضب کی خوشخواری میں ہست و نیست کا کھیل کھیلنے لگے تھے۔ انہوں نے وہ سب مل کر وہ داستانیں رقم کر رہے تھے جن کی سرخیاں بدر جنین کا دیر موک اور خندق و اجنادین کے معرکوں سے مشابہہ تھیں۔ منہ بھارے درندوں کی طر ان کی طرف بڑھنے والے دشمن موت سے ہم آغوش ہو رہے تھے۔

شہر کے اندر جنگ یوں بھڑک اٹھی تھی گویا آن گزشت آتش فشانوں کے دھارا کھول اٹھے ہوں اور جلتا کھوتا لاوا سیلاب کی صورت میں بہہ نکلا ہو۔ زمین کی ان جگہیں پر اور شہر کی جیولوس ماریا کے سپاہیوں کے خون سے بھنے لگی تھی اور کمزور سے کمزور مسلمان سپاہی بھی اپنے عزم آہن میں دشمنوں کے جسموں کو تارتا کرتے ہوئے ایسی داستانیں لکھ رہے تھے جن میں سرخروئی و کامرانی کے پریشان نشان تھے۔ ہر طرف وار و رس کی داستانیں بکھر گئی تھیں۔ جیولوس ماریا کا شکر ولید، عمروں اور ناطور کے سامنے اس طرح پسے لگا تھا جیسے چمکی کے پاؤں میں اناج پتا ہے۔

زمین خون سے سرخ ہو گئی تھی۔ جیولوس ماریا کے لشکر میں شکست کے آثار پھیل چکے تھے۔ مختلف کونوں سے اس کے سپاہی ادھر ادھر ٹھسکتے ہوئے بھاگنے لگے تھے۔ جب کہ مسلمانوں میں بے پے، دم بہ دم اور گام بہ گام ایک نیا جذبہ ابھر رہا تھا۔ وہ بجلیوں کی بارش اور تیروں کا طوفان بن کر اس طرح حملہ آور ہو رہے تھے جیسے دم لینا ان کی عادت اور پٹنا ان کی فطرت نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد جیولوس کے نچکے لشکر میں واضح طور پر ہتھری اور شکست کے آثار ظاہر ہو گئے تو جیولوس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے اپنی شکست تسلیم کر لی۔ دوسرے قلعے پر جابر بن وہب اپنا مکمل قبضہ کیے ہوئے تھا۔ جب جنگ رک گئی تو ولید نے ناطور کو اس کے لشکر کے ساتھ جابر کی مدد کے لیے دوسرے قلعے کی طرف بھیج دیا تھا۔

جنگ کے خاتمہ پر ولید اور عمروں جیولوس کے قصر میں داخل ہوئے۔ ولید

اسی نشست پر بیٹھ گیا جس پر بیٹھ کر جیولوس ظلم کے احکامات جاری کیا کرتا تھا۔ جیولوس اپنے سب شیروں کے ہمراہ ولید کے سامنے قیدیوں کی حیثیت میں کھڑا تھا۔ ولید کے بائیں ہاتھ عمروں بیٹھا ہوا تھا۔ قصر کو مسلح مسلمان سپاہیوں نے چاروں طرف سے اپنے گھر میں لے رکھا تھا۔ ولید نے جیولوس کو مخاطب کر کے کہا۔

جیولوس اپنے اس بٹپ کو پیش کر دیا جس نے ایک مسلم مبلغ طلحہ بن حباب کو قتل کرنے کے احکام جاری کیے تھے۔ جیولوس نے اپنے اس بٹپ کی طرف اشارہ کر دیا۔ بٹپ بڑے تفاخر و گھمنڈ کے ساتھ اپنی جگہ کھڑا رہا۔

بٹپ کا غور و دیکھ عمروں کی حالت غصے میں وحشتناک ہو گئی تھی بغضبناک حالت میں وہ اٹھا اور اپنی خون آلود تلوار بے نیام کرتے ہوئے اس نے گرج کر کہا۔ اے بٹپ! تو گستاخ اور سرکش ہے۔ تو اپنی جگہ پرستون بنا کھڑا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا ہمارے امیر نے تمہیں طلب کیا ہے۔ واللہ! اگر امیر یہاں نہ ہوتے تو میں تیری گستاخی اور سرکشی کے باعث تیری گردن کاٹ کر رکھ دیتا۔ یاد رکھو ہم سرکشی کو اپنی جگہ رکھ کر اس کی عبرتناک سزا دیتے ہیں۔ اے بٹپ! کیا تو نہیں جانتا ہمارے امیر ایک فاتح کی حیثیت میں جیولوس کی اسی نشست پر بیٹھے ہیں جس کی آڑ میں تم ظلم کے نور گوم کرتے رہے ہو۔ آگے بڑھو اور جیولوس کے بالمقابل کھڑے ہو کہ ہمارے امیر تم سے مخاطب ہونا چاہتے ہیں۔

بٹپ آگے بڑھا اور جیولوس ماریا کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ ولید نے غرائی آواز میں کہا۔ تو نے کس بنا پر طلحہ بن حباب اور اس کے ساتھی نو مسلموں کو قتل کیا تھا۔ کیا تو سمجھتا تھا ان کا کوئی پڑساں حال، کوئی پاسبان نہیں۔ اگر تو نے ایسا سمجھا تو میری بھول اور خطا تھی۔ سن! آسمان پر خدا ان کا نگران اور زمین پر ایک پوری ملت ان کی محافظ ہے۔ ان کے قتل کا حکم جاری کرتے وقت کیا تیرے ذہن میں یہ بات نہ آئی تھی کہ ان کی مسلمان حکومتوں میں ان گنت عیسائی رہتے ہیں اور وہاں تبلیغ کی خاطر تمہارے راہب کثیر تعداد میں جاتے ہیں کیا کسی مسلمان حکمران کے ہاں آج تک کسی راہب کو قتل کیا گیا ہے۔ یقیناً تمہارا جواب نہیں میں ہوگا۔

کو دیکھتے ہی ناطور اور جابر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان دونوں کی طرف بڑھے۔ جب وہ نزدیک آئے تو ولید نے جابر سے کہا۔ جابر تم ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ، سیدھے مستقر جاؤ اور مسلم کے ساتھ مل کر مستقر کے سب افراد کو یہاں لے آؤ اور سنو مسلم سے کہنا کہ وہ سب جہازوں، کشتیوں اور ان جانوروں کے ساتھ وہیں رہے جو ہمارے ساتھ قرأتی کا پیشہ کرتے تھے۔ ناطور نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔

”یا امیر! کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میرے وہ حبشی جوان جو جنگ میں حصہ لے رہے ہیں وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہیں قیام کریں اور میرے قبیلے کے باقی لوگ وہیں رہیں۔ وہ وہاں رہ کر پہلے کی طرح مچھلیاں پکڑ کر شکر کے لیے خوراک مٹیا کرنے کا ایک ذریعہ بن سکتے ہیں۔ ولید نے ناطور کے مشورہ کو سراہتے ہوئے کہا۔ تمہارا خیال عمدہ اور نفع بخش ہے۔ جابر کی جگہ تم چلے جاؤ اور جس طرح بہتر سمجھو کہو۔ ناطور وہاں سے ہٹا۔ چند جانوروں کو اس نے ساتھ لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ شہر سے باہر نکل گیا تھا۔

ناطور جب چلا گیا تو ولید نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمروں! تم کم از کم دو ہزار مسلح جانوروں کو ساتھ لو اور جیولوس ماریا کے خزانے اور غلے کے گوداموں پر قبضہ کر لو۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی چیز باہر نہ جانے پائے۔ عمروں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دوسرے قلعے کی طرف چلا گیا تھا۔



شام سے کافی دیر پہلے ہی دونوں شہروں کے اندر سے اور ان کے اطراف میں تیس میل کے علاقے سے ساری عیسائی آبادی جیولوس ماریا کی مہل ہی میں کوچ کر گئی تھی۔ شام تک ولید، عمروں، ناطور اور جابر نے لڑ کر دونوں شہروں کے اندر عربوں، مرابطین اور حبشیوں کو آباد کر دیا۔ جیولوس کے قصر کو سرکاری مہمان خانے میں بدل دیا گیا تھا۔ شکر کے لیے مغربی شہر میں جو رہائشی مکان بنے ہوئے تھے ان میں سے ایک مکان میں ولید اور عمروں اکٹھے رہنے لگے تھے۔

ولید اور عمروں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے مشرقی شہر کا نام سوچا اور

قصر میں چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر ولید نے اور زیادہ غصے کی حالت میں شہر کو مخاطب کر کے کہا۔ تمہاری خاموشی اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ تم مجرم اور گنہگار ہو جاؤ جگہ کھڑے ہو جاؤ جہاں تمہارے حکم سے اس قصر کے فرش پر بے گناہ مسلمانوں کا خون گرا تھا۔ بشپ اس حکم پر اپنی جگہ حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ولید نے ذومعنی انداز میں عمروں کی طرف دیکر عمروں زخمی سانپ کی سی خوفناکی کے ساتھ کھڑا ہوا اور جلادی انداز میں اپنی تلوار بے نیام کر ہوئے وہ بشپ کے پاس آیا اور اپنی تلوار کی نوک اس کی گردن پر رکھ کر اس پر دباؤ ڈال ہوئے پوچھا۔ کیا تم نے نہیں سنا۔ میرے آتلے تمہیں کیا حکم دیا ہے۔ بشپ تلوار کی نوک پر فوراً حرکت میں آیا اور چند قدم دائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ عمروں کی تلوار فضا بلند ہوئی اور بشپ کو خون میں نہلاتی ہوئی اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ گئی تھی۔ اس کے اندر کھڑے جیولوس اور اس کے مشیروں پر موت کا سناٹا چھا گیا تھا۔

ولید پھر جیولوس ماریا سے مخاطب ہوا۔ جیولوس! میں تمہاری ساری خطاؤں معاف کرتا ہوں۔ گو تم واجب القتل تھے پر تمہیں آزاد کیا جاتا ہے۔ سنو! ان دونوں قلعوں کی اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ آج شام تک یہاں سے نکل جاؤ۔ شام کے بعد دونوں قلعوں کے اندر جو بھی عیسائی نظر آیا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور سنو! ان قلعوں کے چاروں طرف تیس میل کے اندر اندر تم لوگ کہیں آباد نہیں ہو سکتے ہو۔ تیس میل کی اس پٹی میں جو بھی عیسائی رہتے ہیں انہیں کہہ دو کہ آج شام تک وہ بھی سارا علاقہ خالی کر دیں۔ ان قلعوں کے چاروں طرف تیس میل تک کا علاقہ ہماری ملکیت ہوگا۔ اب تم جاؤ اور

یہاں سے کوچ کا انتظام کر دو۔ جیولوس باہر نکل گیا اور پھر اس کے اشارے پر تھوڑی دیر بعد چند عیسائی جوان دونوں شہروں کے گلی کوچوں میں بھاگ بھاگ کر اعلان کر رہے تھے کہ عیسائی رعایا شام سے پہلے پہلے کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

ولید اور عمروں بھی اٹھ کر قصر سے باہر آئے۔ قلعے میں چاروں طرف مسلمان آدے بکھرے ہوئے پہرہ دے رہے تھے۔ ولید اور عمروں تیزی سے چلتے ہوئے دوسرے قلعے میں آئے جہاں ناطور اور جابر اپنے لشکروں کے ساتھ قبضہ کیے ہوئے تھے۔ ولید اور عمروں

مغربی شہر کا نام سرائیکھ دیا تھا۔ دونوں شہروں میں لشکر کے لیے مکانات بنے ہوئے تھے۔ کچھ کم ہوتا تھا۔ تاہم جبل ابرانس اور جنوبی فرانس کا پہاڑی سلسلہ کوہستان پیرانیز جو وہاں اور لشکر کو دونوں شہروں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ ولید اور عمروں نے اپنا قیام اس علاقے میں کیا تھا۔ ناطور اور جابر کو سویڈا میں رکھا گیا تھا۔ ناطور شادی شدہ تھا لہذا اسے ایک مکان دیا گیا تھا جہاں وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہنے لگا۔ جابر اکیلا تھا۔ تاہم اسے لشکر کے اندر ایک کھلا اور وسیع مکان مہیا کیا گیا تھا۔ عربوں، مراہطین اور حبشیوں آپس میں بلا جلا کر رکھا گیا تھا۔

ولید - عمروں جابر اور ناطور لگاتار ایک ماہ تک مصروف رہے۔ دونوں کے اندر تربیت کا ہوں کے علاوہ جو کھلے میدان خالی پڑے تھے انہیں بھیڑوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے باروں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ دونوں شہروں کے ارد گرد پھیلی ہوئی وادی میں اناج کاشت کرنے کا بندوبست کیا گیا تھا اور پوری سرحد کے ساتھ ساتھ پھروں بنی ہوئی مضبوط چوکیاں تعمیر کر کے وہاں محافظوں کے دستے متعین کر دیئے گئے تھے تاکہ بروقت دشمن کے حملوں کی اطلاع کر سکیں۔ چند گھرانوں کے ذمہ صرف زمین کاشت کا کام سونپا گیا تھا جس کی بنا پر جو زمین بیکار پڑتی تھی وہ بھی زیر کاشت آگئی تھی۔ ہر طرف سے یہ کوشش کی گئی تھی کہ لوگ خوشحال اور پرامن زندگی بسر کر سکیں۔

دوسری طرف جیولوس ماریا اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ عیسائی ریاستوں، قشتالہ اور لیون کے حکمران فرولندہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ فرولندہ نے سرحد پر اپنے امرا کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ساری عیسائی رعایا کو سرحد کے ساتھ ساتھ آباد کر دیا گیا اور جیولوس ماریا کو فرولندہ نے اپنی افواج کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا تھا اور اس طرح وہ دونوں مل کر ولید کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ ولید بھی پوری طرح اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف تھا اور اس کی نظر اب وادی ارغون پر تھی۔ جہاں سے عربوں کو زبردستی نکال کر موجودہ عیسائی حکمران فرولندہ کے باپ نے قبضہ کر لیا تھا۔

ولید نے چونکہ عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تم نے اس کلیسا والوں کو بتا دیا ہے کہ میں ہی وہ ولید بن ہشام ہوں جس نے جیولوس ماریا کو شکست دی ہے۔ عمروں ایک دم کسی لٹے ہوئے نگر کی آواز سی کی طرح ماند پڑ گئی۔ چند لمحوں تک سرود آتش اور ساکت لہر کی طرح خاموش کھڑی ولید کو گھورتی رہی اور تیز ہوا میں اس کی حسین کالی زلفوں کا نمول فضا کے اندر بکھرتا رہا۔ پھر اس نے ڈبڈباتی آنکھوں اور ڈوبتی آوازیں کہا۔ کیا آپ مجھے اس قدر سبک اور ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ میں یہ راز کیونکر کسی پر فاش کر سکتی ہوں

سورج ابھی ابھی طلوع ہوا تھا۔ دھوپ کی تازت کے باعث سردی کا زور

کہ آپ ہی ولید بن ہشام ہیں جنہوں نے جیولوس ماریا کو شکست دی۔ قسم ہے مجھے ہتھیار کی میں دن رات آپ کی فتح کے لیے دعاؤں کیا کرتی تھی اور جس روز اس کلیسا میں آپ نے بھی آتی ہوں۔ طوبیا کو بھی لے آتی ہوں وہ بھی میرے ساتھ جائے گی۔ عموذ کسی جنگلی فتح کی خبر پہنچی تو اس کلیسا کے صرف دو مکینوں کے علاوہ ہر فرد نے سوگ اور ماتم کر لیا۔

ولید نے چونکہ کر پوچھا تھا کہ علاوہ دوسری مہتی کون ہے جسے ہماری فتح پر خوش ہو۔ عموذ نے اپنے شعوری بوجھ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ وہ میری ایک سہیلی ہے۔ اس قریب آکر عموذ نے ولید سے کہا۔ یہ طوبیا ہے، مرقس نے ہم دونوں کو آپ کے ساتھ جاکر نام طوبیا ہے وہ میری ہم خیال اور راز داں ہے۔ میری طرح وہ بھی کلیسا سے بیزار کی اجازت دے دی ہے۔ چلے چلیں۔ عموذ اور طوبیا دونوں ڈالتو لٹوڑے پر بیٹھ گئیں۔ نالال ہے۔ جب آپ پہلی بار مجھ سے مل کر گئے تھے تو راب مرقس نے آپ کے متعلق ولید بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو حذر کر ایڑ لگا دی سے پوچھا تھا۔ میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا تھا کہ آپ میرے عم زاد ہیں۔ اگر راز تھی۔ درختوں کے جھنڈ میں آکر عموذ نے پریشان اور فکر مند لہجے میں کہا۔ آپ کا یوں سے کبھی آپ کی ملاقات ہو اور وہ آپ سے پوچھے تو آپ اسے یہی رشتہ بتائیں۔ میں کلیسا میں تنہا آنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ آپ اپنے ساتھ اپنے محافظ لایا کریں۔ اگر سے ایک اور راز کی بات بھی کہوں۔

ولید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ وہ کیا؟ حسین عموذ نے ایک بار اپنے چار خطرناک ہوگا۔ طرف دیکھا۔ پھر اس نے راز داری سے کہا۔ فروندہ اور جیولوس ماریا دونوں مل کر آپ کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہے ہیں اور وہ آپ کے خلاف سارے کلیساؤں کو ہار کے طور پر استعمال کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔ راب مرقس سے بھی بات ہو چکی ہے۔ عموذ نے جیولوس کا ایک نمائندہ یہاں آیا تھا اور وہ راب کو اس کام پر آمادہ کر کے چلا گیا ہے۔ امید ہے یہ کلیسا بھی عنقریب آپ کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ اگر آپ کوئی مناسب بندوبست کریں تو میں ہر اطلاع آپ کو پہنچاتی رہوں گی۔ ولید نے سوچتے ہوئے کہا۔ میں چند ایسے جوان مقرر کر دوں گا جو اس کلیسا میں تمہاری اور طوبیا کی حفاظت کے علاوہ تم دونوں سے رابطہ بھی قائم رکھیں گے۔ ان کے ذریعے تم ہر خبر مجھ تک پہنچا سکتے ہو۔ عموذ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ ولید نے اس بار بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ جب میں پہلی بار آیا تھا تو تم نے اپنے باپ کی تم پر جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ میں تمہارے لیے گھوڑا بھی لے کر آیا ہوں، کیا تم میرے ساتھ اپنے باپ کی قبر پر چلو گی۔ عموذ واپس مڑتی ہوئی بولی۔ میں راب مرقس سے اجازت

دوپہر سے پہلے ہی ولید دونوں کو لے کر اپنے ساحلی مستقر میں داخل ہوا تھا۔ مسلم نے ان کا استقبال کیا تھا۔ اور ولید کے اشارے پر وہ انہیں اور یاہ کی قبر پر لے گیا تھا جو ایک بلند چٹان کے اوپر تھی۔ عموذ بھی اپنے سواروں کے ساتھ مستقر میں داخل ہو گیا۔ عموذ نے اپنے باپ کی قبر پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگی تھی جب کہ طوبیا اس کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی و تشفی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

کافی دیر بعد عموذ سنبھلی۔ اس کے بعد ان دونوں کا تعارف عموذ اور مسلم سے ہو گیا۔ بعد میں مسلم سب کو ایک خیمے کے اندر لے گیا جہاں سب نے مل کر دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر ولید عموذ اور طوبیا کو لے کر واپس لوٹ گیا تھا۔ عموذ اسی طرح اپنے

سواروں کے ساتھ ان کی حفاظت پر ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ کلیسا میں آکر جب دیر دونوں سے جدا کر واپس جا رہا تھا تو عمو نہ طوبیا کے ساتھ کلیسا سے باہر کھڑی ہو کر دیر کو دیکھتی رہی۔ جب وہ درختوں کے جھنڈ میں نظروں سے اوجھل ہو گیا تو عمو نہ بچارا کسی آبرے ہوئے کنویں کی طرح اداس اور غمگین ہو گئی تھی۔ ولید کے نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ سرحدی خوالوں میں کھو گئی تھی۔ طوبیا اس کی حالت دیکھ کر خود بھی غمگین ہو گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے عمو نہ کا ہاتھ منھام لیا اور وہ اسے کلیسا کی طرف لے جا رہی تھی شاید — شاید عمو نہ اپنے دل میں ولید کے لیے محبت کا پہلا گھروندہ تعمیر کر چکی تھی۔



فضاؤں میں ایک طویل ساٹا چھایا ہوا تھا۔ ولید کی جنوبی سرحدوں کی ایک چوکی کے قریب کچھ سوار نمودار ہوئے۔ ان کی تعداد تینوں کے قریب ہو گئی اور ان کا رخ ولید کے قلعوں کی طرف تھا۔ یوں لگتا تھا ان سواروں کے اندر کوئی نہایت معزز اور اہم شخصیت بھی ہو۔ کیونکہ ایک شخص جس نے اپنے چہرے پر اپنے خود کا آہنی نقاب گرا رکھا تھا اس کے گرد سواروں نے ایک حلقہ سا بنا رکھا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ سرحدی چوکی کے بلند برجوں پر گہرے سکوت اور لامتناہا تفکرات کی گہری چھاپ لگی تھی۔ بلند و سیاہ چٹانیں یوں لگ رہی تھیں جیسے ہزاروں ابوالہول اداس اور متفکر کھڑے ہوں۔

وہ تین سوار جب اس سرحدی چوکی کے قریب سے گزرنے لگے تو چوکی کے ایک برج سے سنسناتا ہوا ایک تیر نکلا اور ان سواروں کے قریب آکر پیچھے ٹہری زمین کے اندر پیوست ہو گیا۔ وہ معزز شخص جو ان سواروں کا سالار لگتا تھا اپنا کھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور آکر اس نے زمین کے اندر سے تیر کھینچ لیا تیر کی پشت پر دھاگے کے ساتھ تہ کیا ہوا ایک کاغذ بندھا تھا۔ وہ اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ سرحدی چوکی کے سالار کی طرف وہ ایک تنبیہ تھی جن کے فقرات یوں تھے۔

”یہاں سے آگے ہماری سرحد شروع ہوتی ہے۔ ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے قبل یہ سوچنا کہ تم اس جنگی اور صحرائی عقاب کی وادی میں



داخل ہو رہے ہوں جس کا نام ولید بن ہشام ہے۔ اگر تم کسی لشکر کا ہرول یا ہمارے لیے کسی مصیبت کا پیش خیمہ بن کر آئے ہو تو یاد رکھو۔ گونبات صرف اللہ کی ذات کو ہے لیکن ہم وہ عزم اور مشیت ہیں جس کو فنا نہیں ہوتی۔ یہیں سے واپس لوٹ جاؤ۔ اگر نہیں تو پھر رک کر اپنے انجام اور یوم حساب کا انتظار کرو۔

اس سالار نے وہ کاغذ لے کر کے سنبھال لیا پھر اس کے اشارے پر ایک سپاہی نے اپنے نیزے پر سفید علم بلند کیا اور اس حالت میں وہ سرحدی چوکی کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ جب وہ نزدیک گئے تو ایک برج کے اندر سے چوکی کا سالار نکلا اور بلند آوازیں ان نواداروں کو مخاطب کر کے کہا۔ تم لوگ کون ہو؟ اور کس غرض سے امن و سلامتی کا علم بلند کر کے ہماری سرزمین میں داخل ہونا چاہتے ہو۔

ان نواداروں کے سالار نے بڑی انکساری سے کہا۔ میں طلیطلہ کا حکمران یحییٰ المامون ہوں۔ ہم دشمن نہیں دوست ہیں۔ میرے ساتھ میرا بیٹا ہزار کا ایک لشکر بھی ہے جسے میں نے اس سرحدی چوکی سے دور روک دیا ہے۔ یہ سو سالار میرے محافظ دستے کا ایک حصہ ہیں اور ان کے ساتھ میں تمہارے امیر ولید بن ہشام سے ملنا چاہتا ہوں یا درکھو میری اس ملاقات کی غرض وفایت ایسی ہے جس میں ملت کی بہتری اور مسلم قوم کی منفعت ہے۔

چوکی کا سالار خاموش رہا۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اپنے کسی نائب سے سرگوشی میں کچھ کہا۔ پھر وہ یحییٰ المامون کو مخاطب کر کے بولا۔ ہم طلیطلہ کے حکمران کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے امیر کو اس مقصد کے تحت بلنا چاہتے ہیں جس میں مسلم قوم کی بہتری کا حصول اور یافت ہے تو آپ اپنے پورے لشکر کے ساتھ امیر کی طرف روانہ ہو سکتے ہیں۔ یحییٰ المامون جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ چوکی کی قلعہ نما عمارت سے دو سوارد نمودار ہوئے۔ ایک ساتھ انہوں نے گھوڑوں کو ایڑھ لگائی۔ پھر وہ اپنے گھوڑوں کو اپنے قلعہ کی طرف سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ شاید وہ ولید کو یحییٰ المامون کے آنے کی

اطلاع دینے روانہ ہوئے تھے۔ یحییٰ المامون نے سرحدی چوکی کے سالار سے کہا۔ میرا بیٹا ہزار کا لشکر ہمیں رہے گا تاہم میں اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ تمہارے امیر کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ یحییٰ المامون نے اپنا رخ موڑا۔ پھر وہ اپنے سواروں کے ساتھ بڑی تیزی سے ولید کے قلعوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔



طلیطلہ کا حکمران یحییٰ المامون جب ولید کے شہر حرہ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا شہر کا جنوبی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے قریب ہی ولید، عمروں، ناطور اور جابر کھڑے تھے۔ یحییٰ المامون جب اپنے گھوڑے سے اترتا تو ولید آگے بڑھا اور مصافحہ کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں ولید بن ہشام ہوں۔ یحییٰ المامون نے بڑے تکلف کے ساتھ ولید کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پوچھتے ہوئے کہا۔ میں آپ جیسے مجاہد کو سلام کرتا ہوں۔ ولید نے عمروں، ناطور اور جابر سے تعارف کراتے ہوئے کہا یہ میرے وہ جرنیل ہیں جن کی اعانت سے میں جیولوس ماریا کو شکست دینے میں کامیاب ہوا ہوں۔ یحییٰ المامون نے باری باری سب سے مصافحہ کیا اور پھر ولید انہیں لے کر وہاں خانے کی طرف جا رہا تھا۔

یحییٰ المامون کے سواروں کو وہاں سے واپس دالان میں ٹھہرایا گیا تھا۔ وہیں ان کی تواضع و مدارت کی گئی تھی۔ یحییٰ المامون عمروں، ناطور اور جابر نے بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا۔ پھر وہ پانچوں آٹھ کر اس کمرے میں جا بیٹھے تھے جس کمرے میں بیٹھ کر کبھی جیولوس ماریا سرہ و سویلا دونوں شہروں پر حکومت کرتا تھا۔ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد یحییٰ المامون چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ میں ایک اہم معاہدہ کی خاطر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ ولید نے استفسار و تحقیق کے سے انداز میں المامون کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ کا اشارہ کس معاہدہ کی طرف ہے۔

المامون نے بڑی عاجزی سے کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم ہر خطرے کو مشترکہ

ساتھ مل کر خیرات و حوصلہ مندی کے اس چراغ کو بجھانے کی کوشش کرے۔ ہم اس کی حفاظت اور سلامتی کا انتظام کر لیں۔ میں نے ان سے التجا کی تھی کہ ہم سب اپنی افواج کے ساتھ اگر ولید بھی ہشام کے گرد جمع ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت اندلس کے اندر ہمیں اپنا پہلا سا وقار بجالانے سے روک نہیں سکتی۔

المامون دکھ داندوہ سے ملی جلی آوازیں کہتا رہا۔ مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے اور میرا ذہن پہلی بار اندلس کے اندر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق سے مایوس ہوا ہے۔ المریہ بطلیوس اور مرقسطہ کے حکمرانوں سے مجھے امید ہے کہ وہ ہم سے تعاون کریں گے لیکن وہ ایسا صرف اپنی بقا کی خاطر کرنے پر تیار ہیں۔ اس لیے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی مستحکم فوجی قوت نہیں ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی حکمران ایسا نہیں ہے جس کے پاس دس ہزار سے زائد کا لشکر ہوتا اہم پھر بھی میں ان کے تعاونی جذبے کا احترام کرتا ہوں۔ اس لیے کہ ولید نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا۔ غرناطہ۔ اشبیلیہ، قرطبہ اور مالقہ کے حکمرانوں نے آپ کو کیا جواب دیا کیونکہ یہی وہ مسلمان حکمران ہیں جن کی قوت اور فوجی طاقت اندلس کے اندر مضبوط اور استوار ہے۔ المامون نے مایوس لہجے میں کہا۔ ان سب کا ایک ہی جواب تھا اور وہ میں آپ سے کہنا نہیں چاہتا۔ اس میں آپ کی اہانت ہی نہیں میری بھی بے عزتی ہے۔ ولید نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ میں ان کا جواب ضرور سنوں گا۔ اس لیے کہ میں خود بھی ارادہ کر چکا ہوں کہ اپنے کچھ آدمیوں کو سیفر بنا کر اندلس کے حکمرانوں کے پاس روانہ کر کے ان سے استدعا کروں گا کہ ہمیں اندلس کے اندر اٹھنے والے صلیب کے طوفانوں کے سامنے متحد ہو جانا چاہیے۔

المامون کی ایسی آواز بلند ہوئی جس میں شکستگی اور انتشار تھا۔ ان کے پاس کسی کو سیفر بنا کر بھیجنا عبت اور لا حاصل ہے۔ میں نے جب غرناطہ، اشبیلیہ، قرطبہ اور مالقہ کے حکمرانوں کے سامنے آپ سے اتحاد کی پیشکش کی تو ان چاروں کا ایک ہی جواب تھا انہوں نے کہا تھا۔ ”کیا ہم ایسے شخص کو اپنا نجات دہندہ اور خیم اسحر تسلیم کر لیں جو چند ماہ قبل صرف ایک معمولی قزاق تھا۔ ولید نے سخت مایوس کن آوازیں کہا۔ کاش وہ دور اندیش

جانبیں اور اپنی پوری استعداد و مہارت اور گنجائش و وسعت کے ساتھ ایک دوسرے کی استعانت و معاونت کریں۔ میری آرزو ہے کہ ہم اسلام کے دشمنوں کے مقابل متحد، مشمول، مخلوط اور پیوستہ رہ کر دامن و سلامتی اور آزادی، خودداری کی خاطر جنگ کریں۔ ولید نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ کاش! آپ کی طرح اندلس کے دوسرے حکمران بھی اپنے اندر ایسی ہی بیداری اور شعوری ضو پیدا کر سکیں۔ مجھے آپ کے ساتھ ایسا معاہدہ منظور ہے۔

المامون نے ایک آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ان سب سے ایسی امید عبت بے فائدہ اور لا حاصل ہے۔ میں نے جیولوس ماریس سے شکست کھا کر اپنی زندگی کا سب سے بڑا اور غربت خیز سبق سیکھا تھا۔ اس روز مجھے احساس ہوا تھا کہ میں اپنے عوام سمیت شمال مغرب کی طرف سے اٹھتی ہوئی صلیب کی آگ کے سامنے غیر محفوظ ہوں اس روز میں نے دل سے دعا کی تھی۔ کاش! ہم اندلس میں ایک عادل حکمران کے ماتحت متحد و مضبوط ہوتے۔ جب آپ نے جیولوس ماریا کو شکست دے کر اس کے شہروں پر قبضہ کر لیا تو مجھے آپ کی صورت میں اندھیری رات کے اندر جگنو کی طرح ٹمٹمی آمید کی ایک روشنی دکھائی دی تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنی پوری وسعت و توانائی سے کام لے کر میں اس روشنی کی حفاظت کروں گا۔

المامون اپنی بھیلی پکوں میں کہہ رہا تھا۔ اسی جذبے کے تحت میں نے اندلس کے اندر ایک طوفانی دورہ کیا۔ میں غرناطہ کے حکمران باولس، مالقہ کے حاکم اور بن قرطبہ کے ابن جہور اور اشبیلیہ کے حکمران المعتضد سے ملا۔ اس کے بعد میں نے بطلیوس کے محمد، المریہ کے عبدالعزیز اور مرقسطہ کے حاکموں سے ملاقات کی۔ غرض میں اندلس کے ہر مسلمان حکمران کے پاس گیا لیکن چند ایک کے سوا مجھے ہر ایک سے مایوسی ہوئی۔ میں نے ان سے استدعا کی تھی کہ اندلس میں ایک نئی صبح کا آغاز ہوا ہے۔ مشرق کی طرف سے اسید کا ایک ستارہ نمودار ہوا ہے۔ اس کا نام ولید بن ہشام ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس کے ہاتھ مضبوط کریں اور قبل اس کے جیولوس ماریا اندلس کے عیسائی حکمرانوں کے

بن کر اس طوفان کی قوت اور ان آندھیوں کے زور کا اندازہ لگا سکتے جو اندلس کی شمال مغربی سرحدوں پر فرو زندہ کی صورت میں اُٹھ رہی ہے۔ کاش وہ یہ جان سکتے کہ فرانس کی حکومت فرو زندہ کی پشت پر ہے اور فرانس سے دن رات جنگجو عیسائی فرو زندہ کے پاس جمع ہو کر اس کی قوت میں اضافہ کر رہے ہیں۔

ولید جب خاموش ہو گیا تو اماموں نے کہنا کہ ابھی میں کہا۔ میں ان سب کو آپ سے بہتر جانتا ہوں۔ وہ بُرے اور ناقص مسلمان ہی نہیں ایسے فاسق و فاجر ہیں جنہیں اپنے گناہوں پر اصرار اور احکامِ خدا کی پابندی سے گریز ہے۔ انہیں مذہب سے بہرہ نہیں اور ہر وقت لہو و لعبے مخلوط رہتے ہیں۔ انہوں نے بدی کے شیش محل میں بیٹھ کر اپنے گرد طرح طرح کے مفرط اور حد سے گزرے عقائد کا حلقہ بنا رکھا ہے۔ وہ جاہل و جاہلست، جنسِ وہ اور مذہب سے خرابی کی راہیں تلاش کرنے والے ہیں اور ایسے حکمران اپنے رب کی راہنمائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ولید نے غوطہ کھائی آواز میں کہا۔ کاش وہ یہ جانتے کہ طوفانوں کے آگے چھوٹے بڑے، وسیع و مختصر کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ کاش کوئی معلم و اخوند، کوئی وانا و پنا کوئی حکیم و مصلح انہیں یہ بتا کہ ہم ایک ہی قوم کی اکائیاں ہیں جو ایک ہی جڑ سے پھوٹیں اور ایک جیسے خواب دیکھے۔ ہمارا ایک ہی منہج اور ایک ہی منتہا ہے۔ دشمن ان کی آپس کی غلط فہمیوں اور بد اعتقادیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے پورے تجربے اور تلخیوں کے ساتھ جب ان کی طرف بڑھے گا تو ان کی حالت اُمیدوں کی اس چادر جیسی ہوگی جو قدرت کی اُتتی گرد و پل تار تار ہو کر رہ گئی ہو۔ دشمن جب ان کے رمانوں کو جھنجھوڑے گا تو ان کی حالت اس سینے سے مختلف نہ ہوگی جو اپنے ریوڑ سے پھڑک رہے یا رومدگار رہ گیا ہو۔

ولید چند لمحوں کے لیے رکا پھر وہ گھاسل و مجروح آواز میں کہہ رہا تھا۔ ہم تلخ حقیقتوں کے گہرے زخم کھا کر وقت کے ماتھے پر خطرناک تیور دیکھ رہے ہیں۔ وادی غون میں اپنے گھروں سے نکل کر ہم نے گھپ اندھیروں کے وہ جھونکے اور بھیڑیوں کی ہانکوں کی وہ وحشت دیکھی ہے جس کی تلخی فنا و جہنم کی کڑی داب سے کم نہیں۔ کاش وہ

نادان حکمران جانتے کہ اسلام ایک لایعذب اور فوق العادت قوت ہے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اتحاد نہیں کرنا چاہتے تو کوئی اُنہیں مجبور نہیں کر سکتا۔ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتل برج کی حفاظت کروں گا۔ جو اس سرزمین میں ہمارے آبانے اپنے خون سے لکھی۔ اب ہماری قوت ایسی نہیں کہ دشمن کے جنگی ترانے اُگلنے والے تقاروں کے جواب میں ہمارے بل آہن و سنگ کے نغمے بلند نہ کر سکیں۔ ہم نے وہ دہلیز پار کر لی ہے جو نفس کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ ہم نے وہ راہیں بدل لی ہیں جو خشک صحراؤں، زہریلے گولوں اور طوفانی گرد و اوز میں گم ہو جاتی ہے وقت آنے پر ہم میں اس قدر استطاعت ضرور ہوگی کہ ہم دشمن کے سامنے اپنے لہو سے اپنے خوابوں کی تعبیر لکھ سکیں۔

ولید کے خاموش ہونے پر ماحول پر ایک کاٹ کھانے والا سا ٹپچا گیا تھا عمرو نا طور اور جابر کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے اماموں نے چوٹ کھائی ہوئی آواز میں کہا۔ میں نہیں جانتا اندلس کے اندر مسلم قوم کا مستقبل کیا ہے۔ تاہم جو قوم آپ جیسے فرزندوں کو جنم دے سکتی ہے۔ کوئی آندھی کوئی طوفان کوئی قوت، کوئی عدد اسے زیر نہیں کر سکتا۔ میں اب آپ سے یہ جاننا چاہوں گا کہ جنگ کی صورت میں آپ کی یہ کیسے اور کس طرح مدد کر سکیں گے۔

ولید نے گہری سوچوں میں ایک عمت غوطہ لگایا پھر اُس نے اماموں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر فرو زندہ اور جیولوس ماریا مجھ پر حملہ آور ہوئے تو میں محصور ہو کر اپنا دفاع کروں گا۔ اس مقصد کے لیے میں نے اپنے دونوں قلعوں کی فصیلوں پر منجنیقیں نصب کر دی ہیں اور ان منجنیقوں کے لیے دونوں شہروں کے اندر اس قدر پتھروں کا ذخیرہ کر دیا گیا ہے جو کئی ماہ تک کام آ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دونوں قلعوں کا شمالی حصہ درجی نشیب کی صورت ایک گہری کھائی میں اترتا ہے جو برسات کے رنوں میں بارش کے پانی سے بھر جاتی ہے۔ اس طرف سے دشمن شہروں کا محاصرہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں لشکر کے پڑاؤ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

اس طرف دونوں شہروں کی فصیلوں کے اندر میں نے ایک ایک نیا دروازہ بنوا



عیسائی حکمران فرولندہ اپنے درالحکومت لیون کے شاہی قصر میں جیولوس ماریا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دونوں ولید پر حملہ آور ہونے کے لائحہ عمل سے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اتنے میں قصہ کا محافظ اندر آیا اور اپنے سر کو جھکا کر دوہرا کرتے ہوئے اس نے نہایت احترام کے ساتھ فرولندہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ مالک! ساؤل آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ فرولندہ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں جیسے کوئی بہت بڑی خوش خبری اسے ملنے کی توقع ہو۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرولندہ نے بڑے بے تکلف سے لہجے میں محافظ سے کہا۔ ساؤل کو اندر آنے دو۔ اس کے علاوہ جلعاد اور جوزین کو بھی میرے پاس بھیج دو۔

محافظ باہر نکل گیا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک کٹریل اور خوب لمبے قد کا جوان اندر داخل ہوا۔ عمر کے لحاظ سے وہ ابھی نو عمر تھا۔ وہ ساؤل تھا، فرولندہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد، تجربہ کار اور سانپ کی طرح زہریلا جاسوس تھا۔ فرولندہ نے ایک نشست کی طرف اشارہ کیا اور ساؤل خاموشی سے وہاں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھا اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک نو عمر اور حسین ترین لڑکی بھی تھی۔ فرولندہ کے اشارے پر وہ بھی دونوں ساؤل کے قریب بیٹھ گئے۔ فرولندہ نے اس بوڑھے کو مخاطب کر کے کہا۔ بوڑھے جلعاد! تمہاری اور جوزین کی روانگی کس لیے ہے مجھے اپنے جس جاسوس کا انتظار

دیا ہے۔ محاصرے کی صورت میں ان دونوں دروازوں کے ذریعے ہمیں باہر سے کمک اور مدد مل سکتی ہے۔ میرا ایک فوجی مستقر یہاں سے دس میل مشرق میں سمندر کے کنارے بھی ہے وہاں میری سبھی قوت ہے اور میرے صفت شکن ملاح وہاں اپنے جہازوں اور شتیوں کی حفاظت کے علاوہ مشرقی ساحل کی حفاظت پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ ان کا سالار میرا ایک برنیل مسلم ہے تمام ہے۔ جنگ کی صورت میں آپ اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ اس کے ذریعے آپ میرے لیے کمک اور رسد فراہم کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ہمارے خطرات مشترک ہوں گے۔ اگر کسی نے آپ پر حملہ کیا تو وہ میری ذات پر ضرب ہوگی اور میں اپنی پوری قوت سے آپ کی حفاظت کر دوں گا۔

المامون کھڑا ہو گیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔ میں خوش ہوں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہوں۔ اب مجھے اجازت دیجئے، میں رخصت ہوتا ہوں۔ ولید نے المامون کا بازو تھامتے ہوئے کہا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ آپ چند روز ہمارے ہاں قیام کریں المامون نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ میرا پانچ ہزار کا ایک لشکر بھی ہے جس نے آپ کی جنوبی سرحدی چوکی سے باہر قیام کر رکھا ہے۔ وہ بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اس لیے میرا یہاں سے کوچ کرنا لازمی ہے۔

ولید نے کچھ سوچا پھر وہ المامون کو لے کر مہمان خانے سے باہر آیا۔ عروس، ناطور اور جابر بھی ان کے ساتھ تھے۔ اپنے شہر کے جنوبی دروازے پر ولید نے المامون کو اودھار کیا اور تھوڑی دیر بعد المامون اور اس کے ساتھی جنوب کی طرف اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑا رہے تھے۔



تھا وہ پہنچ گیا ہے۔

نہیں کیا جاسکتا۔ ناطور اور مسلم کے نام بھی خارج کر دیجئے۔ ناطور تو شادی شدہ ہے۔ اس کے بچے بھی ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں کو بھی ولید کے خلاف اُکسایا اور ابھارا نہیں جاسکتا ہے۔ یہ دونوں بھی ولید کے لیے گہری شفقت اور محبت رکھتے ہیں۔ اب ہمارے لیے صرف جابر باقی رہتا ہے جو بہادر اور شجاع ہونے کے علاوہ سخت جذبہ باقی عرب ہے۔ اگر گوشش کی جائے تو اسے اپنے مقصد کے لیے ہم استعمال کر سکتے ہیں۔ جوزفین اگر اس پر قیام پالے تو شاید ولید کے خلاف بغاوت کھڑی ہو سکے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ ہماری خوش نجاتی ہو گی۔ اس لیے کہ جابر کے ساتھ عربوں کی ایک قوت ہے۔ اگر وہ ولید کے خلاف بغاوت کر دے تو عربوں کی آدھے سے زیادہ قوت ولید سے کٹ جائے گی اور اگر وہ آپس میں خانہ جنگی شروع کر دیں تو اس موقع پر ہمارا حملہ ان کے لیے ان کی تباہی کی آخری اور فیصلہ کن ضرب ثابت ہوگا۔

جلعاد اور جوزفین دونوں کی آنکھیں چمک اٹھیں اور وہ بڑے انہماک سے سارے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے پوچھ رہے ہوں تو وہ لیے کیسی خوشخبری لے کر آیا ہے۔ اتنے میں ایوان کے اندر فروندہ کی آواز بلند ہوئی وہ سارے سے مخاطب ہوا تھا۔ ساؤل! تم ولید اور اس کے جرنیلوں کے متعلق کیا خبر لائے ہو۔ ساؤل نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ مالک! میں اپنے دشمن کے متعلق پوری تفصیل لے کر آیا ہوں۔ ولید بن ہشام بذات خود تو عمر ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک ایسا طوفانِ وجود ہے کہ اپنی آمد کا مژدہ دیتا ہے اور آفاق پر اپنے گہرے نشانات چھوڑتا ہے۔ وہ دن رات جنگی تیاریوں میں مصروف ہے۔

اس کے چار ایسے جرنیل ہیں جنہیں وہ اپنے بازوؤں کے طور پر استعمال کرتا ہے اس کا سب سے قریبی، قیمتی اور شیر دل جرنیل عمروں ہے۔ دوسرا ناطور، تیسرا جابر اور چوتھا مسلم ہے۔ عمروں اس کے ساتھ مغربی قلعے میں رہتا ہے۔ ناطور اور جابر مشرقی قلعے میں ہیں۔ مغربی شہر کا نام انہوں نے حرہ اور مشرقی کا سویدارکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں قلعوں سے دس میل مشرق میں اس کی بحری قوت بھی ہے جس کا جرنیل مسلم ہے اور ایک بوڑھا جرنیل ہے جو بحری جنگوں کا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور جنگی مارست میں نابالغ روزگار ہے۔

فروندہ نے خلاؤں میں گھومتے ہوئے پوچھا۔ اس کے ان چاروں جرنیلوں میں سے کسے ہم اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں اور ان چاروں میں سے کون ایسا ہے جس پر جوزفین کا حسن اور جلعاد کی شعلہ بیانی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ ساؤل نے چند لمحوں کے

مصرحہ کائے رکھا پھر اس نے فروندہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان میں سے عمروں کا نام نکالنا ہی دیکھئے۔ اس پر جوزفین کا حسن اور جلعاد کی شعلہ بیانی کوئی اثر نہیں کر سکتی۔ وہ ولید بن ہشام کے اندر جھٹکتے قدرت کے گماشتوں پر بے بضاعتی و گوشہ گیری کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اسے اندھی عقیدت رکھتا ہے۔ جہاں ولید اپنا پاؤں رکھتا ہے۔ عمروں وہاں اپنا سر رکھتا ہے۔ پھر عمروں کی سنناٹ میں ایسی آوازیں بلند ہو رہی تھیں گویا ہوا کے پھیرے ہر چیز سے بھی اپنے لیے باعثِ سعادت خیال کرتا ہے۔ اسے کبھی صورت ولید کے خلاف بغاوت پر مجبور نہ کر سکتے تھے۔ پکارتے کہہ رہے ہوں۔ آؤ! آؤ! اس غروب ہوتے ہوئے سورج کا نام مکمل کریں۔

سورج کی سُرُخ لاش آفاق کے مغربی کناروں کے اس پار آہستہ آہستہ دفن ہو رہی تھی۔ فضاؤں میں دھواں، دھند اور تاریکی کی ستیرہ کاری شروع ہو چکی تھی۔ بے نور فضاؤں سے اندھی عقیدت رکھتا ہے۔ جہاں ولید اپنا پاؤں رکھتا ہے۔ عمروں وہاں اپنا سر رکھتا ہے۔ پھر عمروں کی سنناٹ میں ایسی آوازیں بلند ہو رہی تھیں گویا ہوا کے پھیرے ہر چیز سے بھی اپنے لیے باعثِ سعادت خیال کرتا ہے۔ اسے کبھی صورت ولید کے خلاف بغاوت پر مجبور نہ کر سکتے تھے۔ پکارتے کہہ رہے ہوں۔ آؤ! آؤ! اس غروب ہوتے ہوئے سورج کا نام مکمل کریں۔

ولید اپنے ان گنت جوانوں کے ساتھ دونوں شہروں کو ملانے والے چوٹی پر کوگرار کے بعد اسے بڑے بڑے پتھروں سے مضبوط اور محفوظ کر کے بنارہا تھا۔ عمروں، ناطور اور جابر بھی اس کے ساتھ کام میں لگے ہوئے تھے۔ دونوں شہروں کو ملانے والا پہلا چوٹی پر غیر محفوظ تھا۔ اس لیے کہ وہ دونوں طرف سے نہ لگا تھا اور حملہ آور لشکر ایک شہر کے لوگوں کو دوسرے شہر کی مدد پر جانے سے روک سکتا تھا۔ اب اس کو ہستانی نالے کے پتھر کے نئے اور مضبوط ستون کھڑے کیے گئے تھے جن کے اوپر پتل تعمیر ہو رہا تھا۔

پہلے کے دونوں طرف پتھر کی ایسی مضبوط دیواریں کھڑی کی جا رہی تھیں جس سے شہر سے دوسرے شہر کی طرف جانے والا گھوڑا سوار محفوظ رہ سکے۔ جہاں پہلے دونوں شہر کے دروازوں سے آکر ملتا تھا وہاں شمال کی طرف پہل کی دیوار کے اندر دو بڑے ڈبرے بچھا بنائے گئے تھے تاکہ باہر سے پہنچنے والی لٹاک اور سامان رسد دونوں شہروں میں بے دخل داخل ہو سکے۔

لوگ انتہائی جوش اور ولولے کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ اس لیے کہ خود وہ بھی ان کے ساتھ بھاری بھاری پتھر چٹانوں سے اٹھا کر پل تک پہنچا رہا تھا۔ ایک بھان اور وزنی پتھر پل پر رکھنے کے بعد ولید نے کمر سیدھی کی ہتھی کی کہ ایک گھوڑا سوار اپنا گھوڑا بھگتا ہوا وہاں آیا۔ وہ ان جوانوں میں سے ایک تھا جنہیں ولید نے عمونہ کی حفاظت کے علاوہ جاسوسی کے لیے اس سے رابطہ قائم کرنے پر مقرر کر رکھا تھا۔ وہ سوار گھوڑے سے اتر کر تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ولید سے نزدیک ہوا اور کھوٹے کھوٹے سے انداز میں کہا یا امیر! میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔

ولید نے اس سوار کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے لمبا سانس لے کر کہا۔ تم کیسی لائے ہو؟ اس سوار نے اور قریب ہو کر سرگوشی کی۔ یا امیر! فرولندہ اور جیولوس ایک عظیم لشکر کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ولید نے اثر لیے بغیر کہا۔ کیا یہ خبر تجھے عمونہ سے ملی ہے۔ سوار نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا میرے آقا! یہ خبر عمونہ نے مجھے دے کر روانہ کیا ہے۔ عمونہ نے مجھے کہا تھا کہ اپنے آقا

آپ کی سرحدوں کے اندر اور باہر سب کلیسا حرکت میں آچکے ہیں اور راہب و راہبائیں عبادت میں مصروف رہنے کے بجائے فرولندہ کے لشکر کی خاطر خوراک اور رسد کا سامان جمع کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔

اس سوار نے ذرا رک کر کہا۔ عمونہ کہہ رہی تھی۔ فرولندہ کے دارالحکومت لیون کے بشپ کی طرف سے یہاں کے ہر کلیسا کو یہ خفیہ حکم جاری کیا گیا ہے کہ کلیساؤں کو اناج سے بھر دو تاکہ اگر ہم پر حملہ کی صورت میں فرولندہ کو زیادہ عرصہ تک محاصرہ جاری رکھنا پڑے تو اسے اناج و خوراک کی قلت کا سامنا نہ ہو۔ سوار نے اس بات کا رخ قدرے بدلتے ہوئے کہا۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک اچھی خبر بھی ہے۔ ولید نے چونکتے ہوئے پوچھا وہ خبر کیسی ہے؟

سوار نے قدرے مسکرا کر کہا۔ عمونہ اور طوبیا دونوں میرے ماتحتوں اسلام قبول کر چکی ہیں اور وہ چوری چھپے عبادت بھی کرتی ہیں۔ وہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرتی ہیں ان کی درخواست پر ہمیں انہیں کچھ نہ کچھ اسلام کے متعلق بتانا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس آپ کے نام عمونہ کا خط بھی ہے۔ ولید نے ہاتھ بڑھا کر بے تابی سے کہا۔ لاؤ وہ خط کہاں ہے۔ اپنے لباس کے اندر سے اس سوار نے تہ کیا ہوا ایک کاغذ نکالا اور ولید کو تھما دیا۔ ولید نے عمونہ کا خط پڑھا۔ پھر اس نے سوار سے کہا۔

اب تم واپس لوٹ جاؤ اور سنو! گو میرے جاسوس پہلے ہی مجھے فرولندہ اور جیولوس ماریا کی روانگی سے آگاہ کر چکے ہیں اس کے باوجود تم میری طرف سے عمونہ کا شکریہ ادا کرنا۔ اپنی کمر سے لشکر کی زینتوں کی رنگت کی تھیلی سے ولید نے چند شہری سکے نکال کر اس سوار کو تھماتے ہوئے کہا۔ یہ بھی عمونہ کو دے دینا۔ سوار واپس مڑ گیا اور ولید پہلے کی طرح عمروں، ناطور اور جابر کے ساتھ پتھر لانے کے لیے بائیں ہاتھ کی کوہستانی چوٹی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

وہ سوار وہاں سے نکلا اور جنوب مشرق کے رخ پر اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑانے لگا تھا۔ راستے میں پتھر لی چٹانوں کے اندر اس نے مغرب کی نماز ادا کی اور دوبارہ

اپنے سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔ غشاء کے قریب کلیسا طرش کے سامنے درختوں کے ایک جھنڈ کے اندر کھڑا تھا۔ اپنے گھوڑے کی خرچین سے اس نے رامہوں جیسا لباس نکال کر پہن لیا۔ گھوڑے کو ایک درخت سے باندھ دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ کلیسا کی طرف چل پڑا۔ کلیسا کی عمارت میں آکر اس نے اس کمرے کے دروازے پر آکر اپنے ہاتھ دباؤ ڈالا جس کے اندر عمونہ اور طوبیا رہتی تھیں۔ دروازہ اندر سے بند تھا لہذا وہ کھل نہ سکا۔ اس سوار نے اپنی پہلی انگلی کی نوک بنا کر دروازے پر ہلکی اور زوردار نہسی دھک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور طوبیا سامنے کھڑی تھی۔ اس سوار کو رامہنگ لباس میں دیکھ کر طوبیا پریشان نہ ہوئی۔ شاید وہ اسی لباس میں ان سے اکثر ملتا رہتا تھا۔ دیکھتے ہی وہ ایک طرف ہٹ گئی اور رامہب اندر داخل ہو گیا۔

سامنے ایک مہری پر حسین عمونہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سوار کو دیکھتے ہی وہ کھڑی ہو گئی اور بے تابی سے پوچھا۔ تم لوٹ آئے ہو؟ کیا تم اپنے آقا سے ملے ہو؟ ہاں میں اپنے آقا سے مل کر آ رہا ہوں۔ کیا تم نے انہیں میرا خط دیا تھا۔ ہاں میں نے آپ کا خط انہیں پہنچا دیا ہے۔ پھر انہوں نے کیا کہا۔ سوار نے اپنی کمر آواز میں کہا۔ انہوں نے آپ کا شکریہ ادا کیا ہے اور آپ کے لیے کچھ نقدی بھی بھیجی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ اپنے لباس کے اندر ڈالا اور حلیہ کے دیئے ہوئے سنہری سکے عمونہ کو تقصدا دیئے۔

عمونہ چند لمحوں تک ہلکے پیار اور چاہت میں ولید کے دیئے ہوئے ان ہنر سکوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے سوار سے پوچھا۔ کیا تمہارے آقا جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس سوار نے ایک عجیبے جذباتی انداز میں کہا جس طرح شاہین کا بچہ کسی کے سکا بغیر نیلی فضاؤں کو چیرنا جان لیتا ہے اسی طرح ولید کو بھی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی جنگی تیاریوں کے عروج پر ہے۔ عمونہ کے پرکشش سرخ لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی وہ سوار مڑا اور کمرے سے باہر نکل کر رات کی تاریکی میں کھو گیا تھا۔

فرولندہ اور جیولوس ماریا اپنی پوری تیاری اور مکاری سے لیس ہو کر اپنے دارالحکومت لیون سے نکلے تھے۔ جب وہ مشرق کی طرف سفر کرتے ہوئے اپنی حکومت کے سرے بڑے صوبے کے مرکزی شہر قسالتیہ کے پاس آئے تو وہاں کا حاکم ایسی جو فرولندہ کا چھوٹا بھائی تھا اپنے پچاس ہزار بہترین جنگی مہارت رکھنے والے جوانوں کے ساتھ فرولندہ اور جیولوس سے آگیا تھا۔ اس سے فرولندہ کے لشکر کو اور تقویت ملی اور ان کی ان گنت تعداد سے یوں لگنے لگا گویا اس کائنات پر بھر ہو سکے کوئی طوفان اٹھ کھڑا ہو۔

راستے میں پڑنے والی مسلم بستیوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک روز صبح ہی صبح ولید کے شہر حمرہ اور سویدا کے سامنے نمودار ہوا۔ ولید کو پہلے ہی اس کوچ کی خبر ہو چکی تھی لہذا وہ اپنی پوری تیاری کے ساتھ حمرہ شہر کے ایک برج میں کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ اس کے حکم پر دونوں شہروں کی فصیلوں پر اس کے جنگجو ساتھی اپنے امیر کے ایک اشارے پر طوفان کھڑا کر دینے کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ فرولندہ نے سویدا کو نظر انداز کرتے ہوئے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ شاید وہ ایک شہر کو فتح کرنے کے بعد دوسرے کو اپنے سامنے مفلوج کر کے جھکنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔

حمرہ شہر کے تین اطراف میں اس نے اپنے لشکر کو بھیل دیا تھا۔ مشرق کی جانب جہاں شہر کا صدر دروازہ تھا۔ وہاں فرولندہ خود تھا۔ جنوب کی طرف اس کا بھائی ایسی اور مغرب کی جانب جیولوس ماریا لشکر کی کمانداری کر رہے تھے۔

ولید نے جب دیکھا کہ فرولندہ صرف حمرہ کا محاصرہ کر رہا ہے تو اس نے سویدا سے ناطور کو اس کے جھٹکے کے لشکر سمیت حمرہ میں بلا لیا تھا۔ کوہی ندی کے اوپر دونوں شہروں کو ملانے والے پل کے اطراف کی دیواریں ایسی بلند تھیں کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی کہ لشکر کا کوئی حصہ سویدا سے حمرہ میں منتقل ہو چکا ہے۔ ولید خود فرولندہ کے سامنے مشرقی برج پر رہا۔ ایسی کے لیے اس نے عمروں اور جیولوس ماریا کے لیے ناطور کو متعین کر دیا گیا تھا۔ جنگ شروع ہونے سے قبل ہی طلیطلہ کا حکمران سچی الامون اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ اور ولید کا بحری سرنیل مسلم بن تمام اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہنچ گیا تھا۔

دونوں کو سرہ میں ایک کھلے میدان کے اندر ٹھہرایا گیا تھا تاکہ انہیں کمک کے طور پر استعمال کیا جاسکے اس کے علاوہ امانوں نے پانچ ہزار جوانوں پر مشتمل ایک ایسا لشکر بھی تیار کر دیا تھا جو محاصرہ طویل ہونے کی صورت میں طلبہ سے خوراک و رسد کا سامان پہنچاتا رہے۔

فروندہ کے حکم پر اس کا لشکر تین اطراف سے سرہ پر حملہ آور ہوا۔ لکڑی کے مضبوط اور پھیلے والے تیز رفتار برج فروندہ اپنے ساتھ لایا تھا جنہیں دو گھوڑے پھینچتے تھے اور ان برجوں کی اوٹ میں فروندہ کا لشکر شہر کے فصیل سے قریب ہونے لگا تھا۔ برجوں کے آگے جتے ہوئے گھوڑوں کو تیروں سے محفوظ کرنے کے لیے ان کے اوپر مضبوط لکڑی کی آڑ بنادی گئی تھی۔ فروندہ کے لشکر کا انکلا حصہ فصیل کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ اپنے چوبی برجوں کی اوٹ سے نکلے اور کمندوں کے علاوہ رسول کی بیڑیاں پھینک کر فصیل کے اوپر چڑھنے لگے تھے۔ سرہ کے تین اطراف میں فروندہ کے لاتعداد لشکر اس انداز میں فصیل کے اوپر پڑھ رہے تھے جس طرح سیلاب آنے کے باعث ہزاروں لاکھوں کوڑے جان بچانے کی خاطر درختوں پر چڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

ولید اپنے برج میں چپ اور خاموش کھڑا تھا۔ وہ بڑی گہری اور غصیلی نظروں سے فصیل پر چڑھنے والے اور برجوں کی اوٹ میں فصیل کی طرف بڑھنے والے دشمنوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فصیل کے اوپر پھیلا ہوا اس کا سارا لشکر بھی خاموش اور پرسکوت تھا ایسے انداز میں گویا وہ کسی خاص لمحے کا انتظار کر رہے ہوں یا انہیں کسی کا انتظار ہو جس کی آمد پر وہ طوفان کھڑا کر دیں۔

جب دشمن کے لشکر کا کافی حصہ فصیل کے اوپر چڑھنے لگا اور دیگر لشکر بھی فصیل کے قریب آگیا تو ولید ہر حرکت میں آیا اس غفریت کی مانند جو صدیوں کی خمار آلود بیند کے بعد بیدار ہوئی ہو۔ اس خوش بخت مسافر کی طرح جو برسوں تک سربوں کا طویل سلسلہ طے کرنے کے بعد اپنی منزل کے سامنے آن کھڑا ہوا ہو۔ ولید نے لکڑی کا موٹا ماسد ستہ اٹھایا اور اس سے قریب پڑی ہوئی نوبت پر خوب زور سے ضرب لگائی۔ نوبت کی آواز پوری فصیل پر گونج گئی تھی اور اس کے جواب میں فصیل کے اوپر ایک ساتھ

کئی نقاروں پر چوٹ پڑی تھی اور ایک طوفانی شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

نوبت پر چوٹ ولید کی طرف سے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا۔ اور یوں ہی ہوا۔ نقاروں کے بجتے شور میں فصیل پر محمود کی مانند کھڑے ولید کے سپاہیوں نے جوابی حملہ کر دیا تھا۔ فصیل کے اوپر نصب کی ہوئی منجیقیں لکڑی کے برجوں کی اوٹ میں بڑھنے والے دشمنوں پر دھکتے انکارے پھینکنے لگی تھیں اور فصیل کے اوپر بڑھنے والے دشمنوں پر ولید کے لشکر کی مٹی کی بانڈیوں میں کھولتا ہوا پانی بھر کر پھینکنے لگے تھے۔ رست خیزی کا ایک عالم تھا جو ہر سو اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ولید اپنے لشکر کے ساتھ دشمن پر اس تیزی اور سرعت کے ساتھ انکارے اور کھولتا پانی پھینکنے لگا تھا جیسے اس نے اپنے دشمن کے لیے جہنم کے کڑے غذا کے دفینوں کے منہ کھول دیئے ہوں۔ فصیل کے اوپر پڑھتے ہوئے فروندہ کے جوانوں پر جب کھولتا ہوا پانی گرا تو وہ اس طرح نیچے گرنے لگے جس طرح برسات کے موسم میں پروں والے کیڑوں کا حشر جلتی شمع کے قریب آنے پر ہوتا ہے۔ ان کے چہرے اور جسمانی اعضا مسخ ہونے لگے تھے اور وہ درد کے بوجھ تلے چیخ پکار کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف جب برجوں کی اوٹ میں بڑھنے والے جوانوں پر دھکتے انکارے گرنے شروع ہوئے تو برجوں کے آگے جتے ہوئے گھوڑے ایسے پد کے کہ وہ جلدھر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ برج ٹوٹ پھوٹ گئے اور ان کی اوٹ میں دیکے ہوئے جوان انکاروں کی تیز مار میں ان جوانوں کے ساتھ چیخ و پکار کرتے ہوئے جن پر کھولتا ہوا پانی پھینکا گیا تھا بڑی تیزی سے واپس بھاگنے لگے تھے۔

انکاروں اور کھولتے پانی سے اپنے جسموں کو مسخ کرانے والے فروندہ کے جوان اپنے ان محفوظ دستوں کے پاس جا پہنچے تھے جنہیں ابھی تک جنگ میں نہ جھوٹا گیا تھا۔ فروندہ خود دور کھڑا جنگی احکام دینے کے علاوہ اپنے جوانوں کی کارکردگی کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے جب اپنے جوانوں کو مسخ شدہ چہرے لیے واپس بھاگتے دیکھا تو اس کا رنگ مہدی ہو گیا تھا۔ اپنے جوانوں کو فصیل کے اوپر چڑھنے دیکھ کر اس نے یہ

اندازہ لگا لیا تھا۔ کہ اب یہ دونوں شہر اس کے ہیں لیکن یہاں ساری نوعیت اس کی اُمیدوں کے خلاف ثابت ہو رہی تھی۔

کھولتے پانی اور انگاروں کی برسات نے فرولندہ کے پورے لشکر میں دُشہٹ پھیلا دی تھی۔ جنوب اور مغرب کی طرف سے اس کا بھائی لیسوی اور جیولوس مارا بھی اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر اس جگہ آ گئے تھے جہاں فرولندہ کھڑا تھا۔ چند لمحوں تک وہ تینوں ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے اور ان کے سامنے ان کے زخمی اور سلگتے ہوئے سپاہی لشکر کے طبیعوں سے اپنا علاج کرا رہے تھے۔ فرولندہ نے ایک پتھر پڑھتے ہوئے جیولوس کو مخاطب کر کے کہا۔ جیولوس! ان دونوں شہروں کو فتح کرنے کے جوارادے ہم نے باندھے تھے حالات اور حقیقت بالکل اس کا اُلٹ ثابت ہوئے ہیں۔ تم کہتے تھے ان کا سالار ولید بن ہشام ایک معمولی بدو اور ملاح ہے۔

فرولندہ ذرا خاموش رہ کر پھر بولا۔ یاد رکھو جیولوس جسے تم ایک معمولی بدو اور ملاح سمجھتے ہو وہ ایک رست خیز اور طوفانی بریل ثابت ہوا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہمارے لشکر کا ایک حصہ رستوں اور میڑھبوں کی مدد سے فزیل پر پڑھتا رہا اور وہ اپنی بل میں دیکھے ہوئے سانپ کی مانند خاموشی سے جائزہ لیتا رہا اور جب اس نے دیکھا کہ ہم اس کے حدف کی حدود میں ہیں تو اس نے کسی خونخواری اثر سے کی طرح اپنا منہ کھول کر ہم پر آگ کی بارش کر دی۔ جیولوس! تم کہتے تھے ولید ہمارے سامنے چند ساعتوں سے زیادہ نہ ٹھہر سکے گا لیکن اس نے ہم پر ایسی خیمہ حالی طاری کی ہے کہ ہم اس کے سامنے اپنا ہج دے بس دکھائی دے رہے ہیں۔

بکھرے بکھرے سے جیولوس ماریا نے اپنے آپ کو مجتمع کرتے ہوئے کہا۔ اس نے دونوں قلعوں میں خاصی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ دونوں فصیلوں پر اس نے ایسی عجیبی نصب کرا دی ہیں جو بوقتِ ضرورت آگ اور پتھر پھینک سکتی ہیں۔ فرولندہ کے بھائی لیسوی نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ کیا ہمیں دوسرے شہر پر قوت آزمائی نہ کرنی چاہیے۔ اگر ہم اس شہر پر قابض ہو گئے تو دوسرا شہر خود بخود ہمیں مل جانے کی توقع ہے جیولوس نے

دیکھا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ وہاں بھی یہی کچھ ہوگا۔ جب میں ان دونوں شہروں کا حاکم تھا تو دونوں قلعوں کو ایک چوٹی پر ملا تھا۔ کیوں کہ درمیان میں ایک ندی پڑتی ہے لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ آپ اپنے سامنے دیکھیے۔ اس نے وہ چوٹی پل کر کر کے پتھروں کا ایک مضبوط پل کھڑا کر دیا ہے اور اس پل پر بھی اس نے برج تعمیر کر دیئے ہیں۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر کسی وقت کے بغیر حرکت کر سکتا ہے۔ اسی طرح حملہ ہم نے اگر دوسرے شہر پر کیا تو ہمیں مزید نقصان اٹھانا پڑے گا۔ تینوں خاموش ہو گئے اور ان کے ارد گرد کھڑے ان کے دوسرے بریل بڑی بے بسی سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے جیولوس نے فرولندہ کو مخاطب کر کے پھر کہا۔

کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم اس کا محاصرہ کیے لکھیں۔ ایک روز ایسا ضرور آئے گا کہ یہ مجبور ہو کر کھلے میدان میں ہمارے ساتھ جنگ کرے گا یا شہر ہمارے حوالے کر دے گا۔ اس کی حیثیت ہمارے سامنے اس جنگلی چوہے کی سی ہے جو اپنی بل سے باہر نکل کر کبھی بھی ہمارا سامنا نہ کرے گا۔ اس کے پاس ایسی قوت نہیں کہ وہ کھلے میدان میں ہم سے جنگ کرے لہذا طویل محاصرہ اس پر قابو پانے کا بہترین طریقہ ہے۔

فرولندہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ جیولوس تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ اس کا محاصرہ جاری رکھا جائے۔ پھر فرولندہ کھڑا ہو گیا۔ جیولوس اور لیسوی اٹھ گئے اور وہ تینوں اپنے زخمی جوانوں کی تیمارداری کرنے والے عملے کی نگرانی کرنے لگے تھے۔

فرولندہ نے تین ماہ تک ولید کا محاصرہ کیے رکھا۔ لیکن اسے کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ ولید کو بچی الماموں کی طرف سے خفیہ راستوں کے ذریعے کمک ملتی رہی اور وہ اپنے لشکر کو مطمئن رکھ کر محصور رہا۔ جب موسم بدلا اور برف باری شروع ہو گئی تو فرولندہ محاصرہ اٹھا کر پرمبور ہو گیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہ جنوب کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ بچی الماموں اور مسلم بھائی اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹ گئے تھے۔



کیونکہ جواب دینے والی وہ آواز نسوانی تھی۔ آواز کے آثار چڑھاؤ اور ٹھنکتے لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ کوئی حسین ترین لڑکی ہے۔

پہریدار نے کچھ سوچتے ہوئے پھر پوچھا۔ تم دونوں کس سلسلے میں ان سے ملنا چاہتے ہو۔ لڑکی نے اس بار کا پتہ 'لرزقی آواز میں کہا۔ ہمارے پاس ان کے لیے ایک ایسی خیر ہے جس میں مسلمانوں کی بہتری اور منفعت ہے۔ پہریدار نے ہلکا سا احتجاج کرتے ہوئے کہا لیکن ہمارے امیر تو ولید بن ہشام ہیں۔ اگر تمہارے پاس کوئی اہم خبر ہے تو تم دونوں ان سے ملاقات کرو۔ لڑکی نے اس بار اور زیادہ کپکپاتی آواز میں کہا۔ تم ہمیں باتوں میں الجھا کر وقت ضائع کر رہے۔ یاد رکھو ہمارے پاس ایسی اطلاعات ہیں جن کی تاخیر پر تم سے سختی اور جبر کے ساتھ باز پرس ہو سکتی ہے۔ فرولندہ نے یہاں سے محاصرہ اٹھانے کے بعد مسلم علاقوں میں تباہی مچادی ہے اور ہم اس سے متعلق اطلاع کرنے آئے ہیں۔

اس پہریدار نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اس کے ساتھیوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ لڑکی نے اس بار نرم و ملائم اور دلوں کو گما دینے والی گداز آواز میں پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی امیر جابر بن دہب کی رہائش تک ہماری راہنمائی کر سکتا ہے۔ اسی پہریدار کے اشارے پر اس کا ایک ساتھی ان دونوں سواروں کی طرف بڑھا۔ لڑکی نے ہاتھ کے اشارے سے اس پہریدار کو اپنے ساتھی کے پیچھے بیٹھنے کو کہا۔ اور پہریدار رکاب میں پاؤں جمائے بغیر اچھل کر اس سوار کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اب دونوں سوار پہریدار کی راہنمائی میں آگے بڑھنے لگے تھے۔

ایک کھلی اور کشادہ حویلی کے سامنے اس پہریدار نے دونوں سواروں کو روک جانے کا اشارہ کیا اور حویلی کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا یہ امیر جابر بن دہب کی رہائش گاہ ہے۔ لڑکی نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پہریدار واپس چلا گیا۔ وہ دونوں بھی اپنے گھوڑوں سے اترے اور لڑکی نے آگے بڑھ کر حویلی کے دروازے پر دستک دی چند لمحوں بعد خود جابر بن دہب کی حویلی کا دروازہ کھولا اور ان دونوں سواروں سے پوچھا کہ تم کس سے ملنا چاہتے ہو۔ لڑکی نے کہا۔ ہمیں جابر بن دہب سے ملنا ہے۔ مسکراتے ہوئے اور



ہوا بالکل بند تھی۔ برف باری تیزی سے ہو رہی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیاں۔ درخت میدان اور نشیب سب برف سے ڈھک کر سفید ہو چکے تھے۔ فضا علیگین، اُداس اور چپ تھی۔ کائنات کی ہر چیز اپنی کھوہ اور اپنے ٹھکانے میں دب چکی تھی۔ سردی اور برف باری کے باعث ایک مہو کا عالم تھا جو چاروں طرف طاری ہو گیا تھا۔ اس تیز برف باری میں دو گھوڑے۔ سوار بڑی تیزی۔ اور بے رحمی سے اپنے گھوڑوں کو مارتے دوڑاتے چلے جاتے تھے۔ دونوں گھوڑے پہلو پہلو بھاگ رہے تھے۔ برف باری سے بچنے کی خاطر دونوں سواروں نے اپنے جسموں کو کچھ ایسے انداز میں ڈھانک رکھا تھا کہ انہیں پہچاننا جا سکتا تھا کہ وہ کون ہیں۔ اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے وہ ولید کے سید اشہر کے دروازے پر آکر رُکے۔ شہر کے صدر دروازے کے پہریداروں کے سرخیل نے جب انہیں دروازے کی طرف آتے دیکھا تو وہ دروازے سے باہر آکر کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے ان دونوں سواروں کو روک جانے کا اشارہ کیا۔

دونوں سواروں نے اپنے گھوڑوں کو عین دروازے کے وسطی حصے کے سامنے آکر روک لیا۔ پھر تیز برف باری میں پہریدار کی آواز بلند ہوئی۔ "تم دونوں کون ہو؟" دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر کسی فیصلے پر پہنچنے کے بعد ان میں سے ایک نے جواب دیا۔ ہم امیر جابر بن دہب سے ملنا چاہتے ہیں۔ پہریدار چونک سا پڑا

احمد! احمد! حویلی کے اندر سے درمیانی عمر کا ایک عرب بھاگتا ہوا آیا اور جابر کے پاس آ رہا۔ جابر نے پھر اسے کہا۔ احمد! تم فوراً نا طور بن بدر کے پاس جاؤ اور اسے کہو خطرے کی نوبت بجاؤ۔ فرولندہ مسلم بستیوں پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ احمد جب بھاگتا ہوا چلا گیا، تو جوزفین نے اپنے حسین لبوں پر ہلکی سی مگر جان لیوا مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ ہمیں اندر آنے کو نہ کہیں گے۔ ہم سردی اور برف باری میں طویل سفر کے بعد تھک چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس دنیا میں اب ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ہم نے قشالیہ سے ہجرت کرنے کے بعد اپنا ایک گھر بنایا تھا جسے فرولندہ کے سپاہیوں نے جلا کر خاک کر دیا ہے۔ اب ہم دونوں باپ بیٹی کھلے آسمان تلے دھکے کھانے پر مجبور ہیں۔

دروازے سے ایک طرف ہٹتے ہوئے جابر نے بڑی ہمدردی سے کہا۔ تم دونوں بخوشی اندر آ جاؤ۔ تم دونوں تنہا نہیں پوری مسلم قوم تمہارے ساتھ ہے اور پھر اس گھر کو تم اپنا ہی سمجھو۔ جوزفین اور جلعاد اپنے اپنے کھوڑے کے ساتھ حویلی میں داخل ہو گئے۔ جابر نے ان دونوں کے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ دیا پھر وہ ان دونوں کو ساتھ لے کر ایک ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کے اندر آتش دان میں آگ جل رہی تھی جابر نے ان دونوں کو آتش دان کے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ تم دونوں بیٹھو میں ابھی آ یاؤ تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔ جوزفین نے آنکھوں کا ایک ٹیڑھا زاویہ بناتے ہوئے جلعاد کی طرف دیکھا جیسے وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں کہہ رہی ہو۔ ہم اپنی عیاری اور غداری میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔ پھر دونوں چپ چاپ آتش دان کے سامنے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلا کر اپنے آپ کو گرم کرنے کے علاوہ اپنے بھیکے ہوئے کپڑے بھی خشک کرنے لگے تھے۔

جابر اندر داخل ہوا وہ اس وقت اپنا بہترین جنگی لباس پہنے ہوئے تھا۔ جوزفین نے چونکنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ اپنے شکر کے ساتھ رزم گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم سمجھیں گے آپ نے — جابر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، تم غلط سمجھی ہو۔ میں اپنے امیر کو اس حادثے کی اطلاع کرنے

جوئی کا دروازہ پوری طرح کھولتے ہوئے جابر نے کہا۔ میں ہی جابر بن وہب ہوں۔ کیئے آپ دونوں کیا کہنا چاہتے ہیں۔ لڑکی اور اس کے ساتھی سوار دونوں نے اپنے ہیرول سے نقاب ہٹا دیئے تھے۔ لڑکی کا چمکتا دکتا اور آب دار سن صاعقہ آسمانی کی طرح جابر پر گرا تھا اور وہ طوفان، برف باری اور سردی میں ایسی حسین لڑکی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر چونک پڑا تھا۔

لڑکی جوزفین تھی اور اس کا ساتھی جلعاد تھا۔ وہی دونوں جنہیں عیسائی حکمران فرولندہ نے جابر کو ولید سے علیحدہ کر کے مسلمانوں کے اندر انتشار پھیلانے کے کام پر مامور کیا تھا اور فرولندہ کے ناکام محاصرہ کے بعد اب وہ دونوں اپنی پوری عیاریوں اور بد اعمالیوں کے ساتھ حرکت میں آچکے تھے۔ جابر نے جوزفین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ تم دونوں کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہو۔ جوزفین نے اپنی تمام حشرکاریوں اور قہر سامانیوں کو حرکت میں لاتے ہوئے کہا۔ میرا نام جوزفین ہے اور یہ میرے باپ جلعاد ہیں۔ ہم دونوں کبھی عیسائی تھے لیکن ایک مسلم مبلغ کے ہاتھوں ہم نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے آبائی شہر قشالیہ سے اٹھ کر ہم جبل اشارات اور کوہستان طلیطلہ کے درمیانی حصے میں آباد ہو گئے۔ کیونکہ اس حصے میں سب مسلمان رہتے تھے جب کہ قشالیہ کے اندر کسی مسلمان کا رہنا خود اپنی موت کے نوشتے پر دستخط کرنے کے مترادف تھا۔

جوزفین نے ذرا رک کر اپنی گہری، افسوسناک آواز اور روتے لہجے میں کہا لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ جبل اشارات اور جبل طلیطلہ کی وسطی آبادی کے اندر بھی ہمیں چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا اور پچھلے روز فرولندہ نے اس علاقے پر حملہ کر کے تباہی مچادی ہے۔ اب تک اس نے ہزاروں مردوں کو قتل کر کے ان کے عورتوں کو بے گھر کر دیا ہے۔ وہ جس طرف بھی بڑھ رہا ہے مسلمان بستیوں کو آگ لگاتا جا رہا ہے۔ ہم دونوں باپ بیٹی یہی خبر آپ تک پہنچانے آئے ہیں۔ ہماری آپ سے استدعا ہے کہ آپ مسلمانوں کو مزید تباہی اور خرابی سے بچائیے۔

جابر کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ اس نے زور سے اپنے غلام کو پکارا۔

میدان میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

عمروس جب چلا گیا تو جابر نے پوچھا۔ یا امیر! جو بوڑھا اور اس کی لڑکی یہ خبر لاتے ہیں ان کی بستی اُجڑ گئی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اب ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ میں نے انہیں اپنے گھر میں ٹھہرایا ہے۔ کیا میں نے ایسا کرتے ہوئے۔۔۔ ولید نے اس کی بات کاٹ کر خوش گوار لہجے میں کہا۔ تم انہیں اپنے ہاں ٹھہرا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور سنو! میری اور عمروس کی یہاں سے روانگی کے بعد سویلا کی حفاظت تمہارے ذمہ اور حرمہ میں 'ناطور' رہیگا۔ میرے بعد بیدار اور چوکنے رہنا۔ ہو سکتا فرولندہ کھلے میدان میں مجھے مصروف دیکھ کر اپنے لشکر کا کچھ حصہ تم دونوں کی طرف روانہ کر کے ہمارے شہروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔ لشکر کے جوانوں سے اچھا سلوک کرنا کسی کا دل نہ دکھانا اور جب کوئی شہری تمہارے پاس کوئی معاملہ لائے تو غیر جانبدارانہ بن کر انصاف کرنا۔ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا اور جو تم دونوں سے توقع رکھو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھانا۔ جابر اور ناطور کے قریب سے ہٹ کر ولید ان کھلے میدانوں کی طرف چلا گیا تھا۔ جس کے اندر اس کا فوجی مستقر تھا۔



ولید اور عمروس پندرہ ہزار جوانوں پر مشتمل لشکر کے ساتھ اپنے شہر حرمہ سے نکلے۔ اور جنوب کی طرف بڑھے۔ وہ کہیں رکے بغیر بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ جبل اشارات کے اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو گئے جو شرقاً غراً ایک طویل مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کوہستانی سلسلے کے مغرب میں فرولندہ کا مشہور شہر قشتالیہ تھا جس پر اس کا بھائی یسی حکمران تھا اور مشرقی حصے میں بحیرہ روم تک خشک اور لقی و دق صحرا پھیلا ہوا تھا۔

کوہستان اشارات کے مشرقی کناروں کے پاس ولید نے قیام کیا۔ یہیں طلیطلہ کا حکمران یحییٰ المامون اور ولید کا اپنا بحری جرنیل بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ولید سے ملے تھے۔ جاسوسوں کے ذریعے فرولندہ کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے بعد ولید

لہجے میں کہا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ سازش ہو۔ فرولندہ کی طرف سے ایک دھوکہ مار چال ہو کہ وہ یہیں ہمارے قلعوں سے باہر نکل کر زیر کرنا چاہتا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو چاروں طرف پھیلے ہوئے ہمارے سینکڑوں جاسوس میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہمیں یہ خبر پہنچا۔ چلو میرے ساتھ میں خود اس بوڑھے اور لڑکی سے بات کرتا ہوں۔ اپنا پورا اطمینان کر کے بعد میں کوئی فیصلہ کروں گا۔

ولید، عمروس، ناطور اور جابر اس دروازے کے ذریعے باہر نکلنے ہی والے تھے جو پل کے ذریعے حرمہ کو سویلا سے ملاتا تھا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا ہوا آیا اور ولید سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ رک جائیے میرے آقا! رک جائیے لڑکی پکار پر ولید فوراً رک گیا کیونکہ وہ اس کا جاسوس تھا۔ وہ سوار قریب آیا اور زندہ لڑکی آواز میں کہا۔ میرے آقا! میں انتہائی مہلک اور بُری خبر لایا ہوں۔ یہاں سے جانے کے بعد فرولندہ نے کوہستان طلیطلہ اور اشارات کے درمیانی حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ مسلم آبادیوں کو بُری طرح دیران کر رہا ہے۔ میں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میرے آقا! گو وہ علاقہ طلیطلہ کے حکمران یحییٰ المامون کی حکومت میں ہے اس کے باوجود وہاں کے لوگ یحییٰ المامون کی نسبت آپسے مدد ملنے کی زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ اردگرد کی آبادیاں جو ابھی تک فرولندہ کی قہرمانیت سے بچی ہوئی ہیں انہیں اُمید ہے کہ یحییٰ المامون کی نسبت حرمہ اور سویلا کا حکمران ولید بن ہشام بہتر اور مؤثر طور پر فرولندہ کی راہ روک کر ان کی مدد کو آئے گا۔

ولید نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ اب اس بوڑھے اور اس کی لڑکی سے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عمروس! تم لشکر کو کوچ کا حکم دو۔ جابر اور ناطور دونوں یہیں رہیں گے اور سنو! عمروس! مسکرم اور یحییٰ المامون کو بھی پیغامات بھیج دو۔ اس پر آشوب گھڑی میں اپنے مسلمان بھائیوں کو ہم بے بسی کی حالت میں کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ گو فرولندہ کا لشکر تعداد میں اس لشکر کے مقابلے میں جو ہم لے کر روانہ ہو رہے ہیں میں گنا زیادہ ہے پھر بھی میں یہ ارادہ کر چکا ہوں کہ قلعے سے باہر نکل کر ہم فرولندہ کا یہ زعم بھی توڑ دیں کہ ہم کھلے

اس کی طرف بڑھا۔ فرولندہ نے ایسی تباہی مچائی تھی کہ راستے میں پڑنے والی مسلم آبادیوں سے خاک اور راکھ اڑ رہی تھی۔ ولید بڑی تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔

دوسری طرف فرولندہ کو بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر ہو گئی تھی کہ ولید اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ فرولندہ نے ولید کی اس آمد پر خوشی کا اظہار کیا کیونکہ عہد اور سویداکے کام محاصرہ کے بعد وہ اس بات کی شدت کے ساتھ خوش ہو کر رہا ہے کہ کبھی ولید سے اس کا ٹکراؤ کھلے میدان میں ہو اور اب اس کی یہ آرزو پوری ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے مسلم علاقوں میں مزید پیش قدمی روک دی اور اپنے بڑی دل لشکر کو سمیٹ کر وہ بڑی برق رفتاری سے شمال کی طرف بڑھا تھا۔

کوہستان طلیطلہ اور جبل اشارات کے درمیان وادی انبیر میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور کسی قسم کی روائتی صف بندی کیے بغیر جھگڑنے لگے۔ ایک طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ فرولندہ نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں بانٹ دیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا۔ دوسرا جیولوس ماریا اور تمیرا اپنے چھوٹے بھائی لیسے کے حوالے کر دیا تھا۔ ولید پر سامنے کی طرف سے فرولندہ دائیں طرف طرف سے جیولوس اور بائیں طرف سے لیسے حملہ آور ہوئے تھے۔ فرولندہ کی تجویز یہ تھی کہ ولید پر تین اطراف سے حملہ کر کے اسے بوکھلا دیا جائے اور جب وہ شکست کھا کر واپس بھاگے تو اس کا تعاقب کیا جائے۔ یہاں تک کہ عہد اور سویدا تک پہنچتے پہنچتے اس کے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے۔

یہ ایک بہترین تجویز تھی جس پر فرولندہ کا ر بند تھا۔

گوئیچی المامون اور مسلم کے مل جلنے سے ولید کے لشکر کو کچھ تعقیر ملی تھی۔ پھر بھی اس کے لشکر کی تعداد فرولندہ کے بڑی دل لشکر کا عشر عشر تک نہ تھی۔ وادی انبیر میں گھسان کا رن پڑا تھا۔ فرولندہ جیولوس ماریا اور لیسے بھوکے گدھوں اور منتقم مزاج درندوں کی مانند ولید پر ٹوٹ پڑے تھے۔ ولید، عمروں، یوچی المامون اور مسلم نے پہلے حملے کے سخت ریلے کو بڑی جرات مندی سے روک دیا تھا لیکن وہ ایک معمولی لشکر کے ساتھ تھیلی جیسے سپاٹ اور کھلے میدان کے اندر زیادہ دیر جم کر لڑ نہ سکے۔ ان کے

ایک ایک سپاہی پر فرولندہ دس دس پندرہ پندرہ لڑاکے نوئی بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ نتیجتاً ولید کو شکست ہوئی اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کو لے کر پسا ہونے لگا تھا۔

ہزیمت اٹھانے کے بعد ولید نے ایک دانشمندانہ قدم اٹھایا۔ سیدھا شمال کی طرف پسا ہونے کے بجائے وہ اپنے دائیں ہاتھ مڑا اور لیسے کے لشکر کو کاٹتا ہوا اندھیرے کی اوٹ میں مغربی پہاڑیوں کے اندر روپوش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ شمال میں اس کے پیچھے دور دور تک کھلا میدان پھیلا ہوا ہے اور شکست اٹھانے کے بعد دشمن جب اس کا تعاقب کرے گا تو اپنے ٹھکانے تک اسے کہیں بھی سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی اور اس وقت تک دشمن اس کے پورے لشکر کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ پہاڑی سلسلے کے اندر فرولندہ نے ولید کا تعاقب کیا۔ وہ جانتا تھا کہ چٹانوں کی اوٹ اور تاریکی کی آڑ میں اس بدو نے اگر اس کے ساتھ شب خون کا کھیل شروع کر دیا تو وہ اس کے لیے زخمی ساپ سے زیادہ خطرناک اور طاعون جیسی دہائی مرض سے کہیں مہلک ثابت ہوگا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی فتح شکست میں بدل جائے۔ لہذا اس نے اسی کھلے میدان کے اندر لشکر کو پھانسیوں پر لٹکا کر حکم دیا اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے علاوہ وہ اپنے مرنے والے سپاہیوں کی تدفین کا بندوبست بھی کرنے لگا تھا۔



رات تیزی سے گزرتی جا رہی تھی۔ چاند طلوع ہوا تھا اور دور دراز تک پھیلے ہوئے رات کے سیاہ آنچل پر چاروں طرف چاندنی بکھ گئی تھی۔ سہرا کی تیز ہوائیں اب ایک ٹھہراؤ سا آگیا تھا۔ جیسے وہ رات کے سرد سپنے پر سر رکھ کر اگکھ گئی ہوں۔ فرولندہ سے شکست کھانے کے بعد ولید فرولندہ کے شہر قشتالیہ اور کوہستان سلسلے اشارات کے درمیان بننے والی ندی اللب کے کنارے آ کر کھتا۔ یہ ندی جبل اشارات سے نکل کر وادی اللب سے گزرتے ہوئے مشرق کی جانب ایک دائرہ مائل کھاتی ہوئی دریائے تاجہ میں اُگرکتی تھی۔

اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے ولید رُک گیا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا پورا لشکر بھی ندی کنارے کے ساتھ ساتھ رُک چکا تھا۔ ولید نے اپنے پہلو میں عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمروں! ٹھہرو، یہ ہماری انتہا نہیں ہے۔ میں واپس اپنے قلعوں کی طرف نہیں جاؤں گا۔ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر گئے۔ ولید کے ہاتھ میں پرچم تھا جو خون آلود تھا۔ ندی کنارے ولید نے وہ پرچم ریت میں گاڑ دیا اور کنارے پر بیٹھ کر وہ ندی کا شفاف پانی چلو میں بھر کر پینے لگا تھا۔ اس کے ہاتھ، بازو، چہرہ اور کپڑے سب خون آلود تھے۔ ہوا اب پھر تیز ہو گئی تھی اور کنارے کے ساتھ کہیں کہیں آگے ہوئے بول اور کلک سے ٹکرا کر سائیں سائیں کرنے لگی تھی۔

پانی پی کر ولید نے پھر علم تھام لیا اور اپنے گھوڑے کے پاس آکھڑا ہوا۔ عمروں اس کی ایک ایک حرکت کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا ولید اس تھا اس چروا کی طرح جو اپنی کپڑیاں گنوا بیٹھا ہو، وہ افسردہ اور چپ تھا جیسے جیسے مفلس کی جوانی جیسے بیوہ کا شباب۔ ولید چند لمحوں تک اپنے گھوڑے کی زین پر ستر کائے سوچا رہا اور وہ علم جو اس نے اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ تیز ہواؤں میں پھر پھڑپھڑا رہا۔ چند لمحوں بعد اس نے عمروں کی طرف دیکھا اور گہری ٹھہیر آواز میں کہا۔ عمروں! میں ایک ارادہ کر چکا ہوں، اگر تم میرا ساتھ دو تو میں اس شکست کو ایک عظیم فتح میں بدل سکتا ہوں۔ عمروں درمیان میں بول پڑا اور سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

یا امیر! آپ نے یہ کیوں کہا کہ اگر تم میرا ساتھ دو تو۔ خدا کی قسم عمروں آپ کی خدمت کرنے کو پیدا ہوا ہے۔ جہاں آپ اپنا پاؤں رکھیں، وہاں میں اپنا سر رکھنا بھی سعادت سمجھوں گا۔

عمروں چند لمحے رکا پھر وہ درد بھرے لہجے اور بھرائی آواز میں کہہ رہا تھا میرے آقا! آپ کا ایک ادنیٰ اشارہ میرے لیے آخری اور فیصلہ کن حکم ہے۔ خدا کے لیے بتائیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ اگر میرے جسم کے سارے خون کے بدلے بھی آپ کی طمانیت کا پہلو نکلتا ہے تو آپ حکم دے کر دیکھیں عمروں دریغ نہ کرے گا۔

ولید آگے بڑھا اور عمروں کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ تم غلط سمجھ رہے ہو عمروں! مجھے تمہاری عقیدت مندی کا احساس ہے۔ میں تم سے یہ کہنے والا تھا کہ واپس اپنے قلعوں کی طرف جانے کے بجائے میں ارادہ کر چکا ہوں کہ فرولندہ کے شہر فشتاہیہ اور اس کے گرد و نواح کے قصبوں اور بستیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ اس کے ہمیں دو فوائد ہوں گے۔ ایک تو ہمارے ہاتھ خوراک اور سامان حرب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ آجائے گا۔ دوسرے ہم فرولندہ کی طاقت کو دو محاذوں پر بانٹ کر اس کی قوت کو کمزور کر دیں گے۔

ولید جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ سنو عمروں! فرولندہ اب بیکار نہیں بیٹھے گا۔ یقیناً وہ ہمارے قلعوں پر پھر حملہ کرے گا۔ اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس شکست ہوئی ہے اور ہماری قوت کمزور پڑنے کے علاوہ ہمارے جوانوں کے حوصلے پست ہو چکے ہوں گے۔ میں دشمن کے اسی خیال سے ناامید اٹھانا چاہتا ہوں۔ فرولندہ کو جب خبر پہنچے گی کہ میں نے اس کے شہروں اور بستیوں کو دیران کرنا شروع کر دیا ہے تو وہ فوراً حرکت میں آئے گا۔ اس موقع پر وہ اپنے لشکر کو یقیناً دو حصوں میں تقسیم کرے گا۔ ایک حصے کو وہ ہمارے قلعوں پر حملہ کرنے کو بھیجے گا اور دوسرا حصہ ہماری سرکوبی کے لیے روانہ کرے گا اور جب وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دے گا تو میں اس کی وہ حالت بناؤں گا جو بھیڑیوں کے ہاتھوں کسی تباہ شدہ ریوڑ کی ہوتی ہے۔

عمروں ولید کے اس منصوبے پر مسکرا رہا تھا۔ ولید نے فوراً کوئی فیصلہ کیا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا خون آلود پرچم اس نے عمروں کو تھما دیا۔ ایک زہریلی جبریت کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔

میرے بھائیو! سنو، یہ ایک پریشان کن حقیقت ہے کہ ہمیں شکست ہوئی ہے۔ لیکن اگر تم میرا ساتھ دو تو میں موت و مصیبت کے اس وقت کو ایک خوش خبری اور خوشی کی ان گھڑیوں کو ایک عظیم فتح میں بدل دوں گا۔ یاد رکھو اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا اور میں تنہا، اکیلا اور نہتا

رہ گیا تو قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا میں اپنے
ناخنوں اور دانتوں تک سے دشمن کے ساتھ جنگ کروں گا۔

ولید کو رک جانا پڑا کیونکہ لشکر کے اندر ایک شور اور طوفان اٹھ کھڑا ہوا
تھا۔ اُن گنت جوان زور زور سے چلانے لگے تھے۔ ”ہم آپ کے ساتھ ہیں“ ”ہم
آزادی اور فتح چاہتے ہیں“ ”ہم آپ کے ایک اشارے پر کٹ مریں گے“ ”ہم اپنے خون
کا ہر قطرہ بہا دیں گے“ طرح طرح کی آوازیں لشکر کے اندر سے شب کے گہرے اور طویل
سائے میں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ ولید کی آواز بھر بند ہوئی۔

سنو عزیزو! آزادی بچوں کے اس مستقبل جیسی ہے جس میں ایک پوری
قوم ان سے بہتر اور خوش کن توقعات رکھتی ہے۔ میرے ساتھیو! ہم
بھی اس کمرِ ارض کی اُمید ہیں۔ ہم ————— ہم اپنی ملت کا سہاگ
ہیں۔ آؤ سینہِ ظلم میں اپنے خدا کی رحمت کا علم کھا دیں۔ آؤ، آؤ!
میرے ساتھیو! اس عذاب کو ٹال دیں جو شیطنیت کی تاریکی بن کر
ہم پر چھانے لگا ہے۔ آؤ، اپنی آئندہ نسلوں کی رُحوں سے مخاطب
ہو کر عہد کریں کہ ہم دشمن کے سامنے آگ اور خون کا آشوب کھڑا کر
دیں گے۔ آؤ! دشمن کے لیے موت کی زنجیریں کھول دیں اور ان پر
ثابت کر دیں کہ گیلی لکڑی بھی سلگنے سلگنے شعلہ بن سکتی ہے۔

ولید کے الفاظ سے پورے لشکر کا ہوتما اٹھا تھا۔ چاروں طرف سے اللہ اکبر
کی غضب ناک آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ ہر جوان مثلِ ضرغام و اسد تند خو ہو گیا تھا۔
تیز ہواؤں کی سنسنابٹ کے دوش پر ایک طوفان بلند ہو گیا تھا۔ ولید کی شرراکود اور
زہرناک آواز پھر لشکر کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔ اس موقع پر عمروں نے جیب غور سے
ولید کو دیکھا تو اس کے چہرے پر عجیب سی سنگینی اور اس کی آوازیں ایک جرات
آميز خروش تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

اپنی ملت کے حقوق کی آگہی رکھنے والو! سنو! اگر آج ہم نے کچھ نہ

رکھا تو یہ غفلت ہمارے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ ہماری تاریخ گنگ
ہو جائے گی اور ہماری زیست کی میزانیں ان ہاتھوں میں ہوں گی جو
ہماری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دیں گے۔ اور ہمارے سروں کو خون میں
ڈبو کر ہمارے دروازوں پر تالے لگا دیں گے۔ یاد رکھو موت صرف جسم
کی ہوتی ہے۔ شہادت، رُوح، جذبہ اور ایمان کا اطمینان ہے۔
میرے ساتھیو! آؤ ان جنگلوں میں کھوٹی اپنے آباد کی رُحوں کو تلاش
کریں اور انہیں کہیں، ہم بے حمیت و بزدل نہیں ہیں۔ میں نے فیصلہ
کیا ہے کہ قشتالیہ اور اس کے گرد و نواح کو لوٹ کر ویران کر دیں۔
جس طرح فرولندہ نے اُن گنت مسلم آبادیوں کو اجاڑ کر رکھ دیا ہے آؤ
ہم بھی اس کے شہروں کو عریاں، قصبوں کو ویران اور استیوں کو برباد کر
دیں۔ یاد رکھو اسی میں ہماری بہتری ہے۔ میں تم سب کو یقین دلاتا
ہوں کہ صبح کا سورج طلوع ہونے کے بعد حالات ہمارے حق میں کروٹ
لینا شروع کر دیں گے۔ آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں ایک بڑی فتح کی
خوشخبری کے لیے پیش گوئی کرتا ہوں۔

ولید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر مغرب کی طرف سرپٹ دوڑاتے ہوئے کہا۔
میرے ساتھ آؤ۔ اس شب کی سیاہی میں دشمن کی ان کے بُت توڑ کر ہم بھی اپنے مظالم
کی داستانیں رقم کریں گے۔ ولید اور عمروں کے پیچھے پیچھے پورا لشکر کبیریں بلند کرتا اور
رہز پڑھتا ہوا اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا چکا تھا۔ جیسے کوئی ایسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا
ہو جو ہندی نالوں کو لال گوں کر دے۔

ولید پہلے قشتالیہ شہر پر حملہ آور ہوا۔ ایک مسافرین کہ اس نے شہر کا مشرقی دروازہ
کھلوا یا۔ پھر وہ طوفان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ پورے شہر کی اس
لے اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی تھی۔ یہاں اس نے اپنی شکست کا سارا کرب کال
دیا تھا۔ شہر کے داخلہ لشکر کو اس نے چند ساعتوں میں ہی تہ تیغ کر دیا۔ شہر کو اس

بے کس مسافر کے بھیس میں شہر پناہ کا دروازہ کھلویا۔ طوفان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور لمحوں کے اندر شہر کے محافظ دستوں کو ختم کرنے کے بعد اس نے شہر میں آگ اور خون کا کھیل شروع کر دیا۔ اس نے ہر گھر کو لوٹا۔ شاہی تہاڑ اور اسلحہ تک نکال لیا اور جاتے جاتے شہر کے ایک حصے کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس نے قشتالیہ کے ہزاروں مکینوں کو مٹی اور پلے میں دفن کر کے رکھ دیا ہے۔

فروندہ یہ خبر سن کر فکر کے اچھا میں ڈوب گیا تھا اور اس پر ایک سنسنی خیز کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ دانت کچکچاتے ہوئے اس نے کہا۔ اس کی یہ قوت اور جبارت کہ وہ ہم سے شکست کھانے کے باوجود ہمارے شہر قشتالیہ پر حملہ کر دے۔ میں نے غلطی کی کہ اس کا تعاقب نہ کیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اس پر بھرپور ضرب لگا کر اس وقت تک اس کا تعاقب کر دوں گا جب تک وہ ہمارے لیے بے ضرر نہیں ہو جاتا۔ اس نے ہمیں ایک عبرت اور سبق دیا ہے۔ ایسا سبق جسے ہم کبھی بھول نہ سکیں گے۔

اس سوار نے پھر بولتے ہوئے کہا۔ کیا آپ فوراً اس کی سرکوبی نہ کریں گے۔ فروندہ نے بڑے فخر کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میں اسی کی طرف جا رہا ہوں سوار کی فکر گیر آواز پھر بلند ہوئی۔ لیکن اس نے تو ابھی تک قشتالیہ کے گرد و نواح میں تباہی مچا رکھی ہے۔ ایک قشتالیہ شہر ہی نہیں اس نے ارد گرد کی ان گنت بستیوں کو دیوانہ کر دیا ہے اور ابھی تک اس نے اپنی ترک تاز اور شکست و ریخت جاری رکھی ہوئی ہے۔

فروندہ نے بوکھلاتے ہوئے پوچھا تو کیا تمہارا مطلب ہے ابھی تک وہ اپنے قلعوں کی طرف نہیں گیا اور قشتالیہ کے نواح میں ہمارے ہتھے عوام کو قتل کر رہا ہے۔ آہ! قشتالیہ کے باسیوں کا کاش میں وقت پر تمہاری مدد کر سکتا۔ سانپ کی سی تیزی سے فروندہ نے اپنے پہلو میں کھڑے اپنے بھائی یسی اور جیولوس ماریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی بھر کر لوٹا اور ایک حصے کو آگ لگا کر تہا کے تیز جھونکے کی طرح باہر نکل گیا۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا تھا۔ جس کے ذمے اس شب خون سے ہاتھ آنے والے مال اور دولت کی حفاظت کرنا تھا۔ اس کے بعد وہ قشتالیہ شہر کے گرد و نواح کی بستیوں پر ٹوٹ پڑا تھا اور ہر طرف اس نے دیرانی، آگ اور تباہی کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ اس کی حالت اس زخم خوردہ ورنے جیسی ہو گئی تھی جو انتقام پر اتر آیا ہو۔



ولید کو شکست دینے کے بعد فروندہ نے میدان جنگ میں ہی اپنے لشکر کا پٹاؤ کر دیا تھا۔ وہاں اس نے صرف ایک شب قیام کیا اور اگلے روز صبح سویرے ہی وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اب اس کا رخ ولید کے قلعوں کی طرف تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ شکست خوردہ ولید اب اس کے سامنے زیادہ دیر تک محصور نہ رہ سکے گا۔ پر اسے یہ خبر نہ تھی کہ ولید نے جنگ کو ایک نئے رخ کی طرف موڑ دیا تھا۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب جب کہ فروندہ اپنے لشکر کے ساتھ ولید کے قلعوں کی طرف جانے کے لیے وادی نوارا میں داخل ہوا تھا۔ مغرب کی طرف سے چھپا اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور لشکر کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ فروندہ ان سواروں سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ اس کا بھائی یسی اس کے پہلو سے نکل کر آگے بڑھا اور ان سواروں سے پوچھا قشتالیہ سے نکل کر تم لوگ کس لیے ادھر آئے ہو؟ فروندہ نے فوراً اپنے بھائی یسی سے پوچھا۔ یہ لوگ کون ہیں۔ یسی نے پریشان سے ان سواروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ قشتالیہ کے وہ معززین ہیں جنہیں میں شہر کا نظم و نسق سونپ کر آیا تھا۔

فروندہ اس بار براہ راست ان سواروں سے مخاطب ہوا۔ کیا تم لوگ قشتالیہ سے کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہو۔ ان میں سے ایک سوار نے اپنے گھوڑے کو ذرا سا آگے بڑھا کر آگے بڑھا اور کہا۔ ہم ایک انتہائی منحوس خبر لے کر آئے ہیں۔ اسے شکست کھانے کے بعد اہل مسلم جرینیل ولید بن ہشام نے قشتالیہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا تھا۔ اس نے ایک

کہ ولید اس وقت کہاں ہیں۔ وہ کس حال میں ہیں۔ کاش میں انہیں تسلی دے سکتی، کاش میں ان کے زخموں پر پٹی باندھ سکتی۔ ہائے حیف میں ان سے کس قدر ہوں۔ عموں، بچاری پھر سنگ کرودی تھی۔

طوبیانے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ ولید نے جو سپاہی ہماری حفاظت پر مقرر کر رکھے ہیں وہ بھی کچھلے کئی روز سے غائب ہیں۔ ورنہ ہم ان سے ہی اس صورتحال کا پتہ کرتے۔ عموں چپ رہی اور کوئی جواب نہ دیا۔ طوبیا اس کا بہانے کی خاطر بولی۔ کیا تم نے عصر کی نماز ادا کی ہے۔ عموں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے موقع ہی نہیں ملا۔ طوبیانے بڑے کرب و دکھ میں کہا۔ آخر ہم کب تک چھپ چھپ کر عبادت کرتی رہیں گی اور کب تک اس کلیسا سے ہماری جان چھوٹے گی۔ وہ کوئی گھڑی ہوگی جب ہم مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے علانیہ اور کھل کر عبادت کرنا کے علاوہ اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکیں گی۔ عموں کچھ کہنے والی تھی کہ کلیسا میں عبادت کی گنجائش نہ ہوگی۔ دونوں نے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ عموں نے اپنے آنسو پونچھ لیے۔ پھر وہ دونوں سنبھل گئیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر کہا کہ بے سے نکلیں اور کلیسا کے اس بڑے کمرے کی طرف چل دیں جہاں عبادت جاتی تھی۔

اتنے میں ندی کی طرف سے زمین گونج اُٹھی وہ کسی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا لشکر میں داخل ہوا۔ وہ ولید کا ایک جاسوس تھا اور شاید اس کے لیے کوئی اہم خبر لایا تھا وہ سیدھا آگ کے اس الاؤ کے پاس آیا جہاں ولید اور عموں کھڑے تھے۔ وہ گھوڑے سے اتر آیا اور ولید کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

یا امیر! فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے ادھر کا رخ کر رہا ہے۔ داؤد فوارا میں داخل ہوتے وقت اسے اطلاع ملی تھی کہ آپ نے اس کے علاقے پر حملہ کر دیا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ جیولوس

آگے روز شام سے تھوڑی دیر قبل تک ولید اپنے لشکر کے ساتھ فرولندہ کے علاقے میں ترکناز اور لوٹ کھسوٹ کرتا رہا۔ سورج غروب ہونے سے قبل ہی نصف چھٹے کو وہ خود لے کر اس طرف آ رہا ہے۔ وہ اسی شاہراہ پر آ رہا ہے جو اس ندی دولت، اسلمہ، اناج اور رسد کا دوسرا سامان لگا تھا، اس نے قریبی پہاڑوں کی غاروں کی طرف روانہ کر دیا ہے تاکہ وہ امیر ناطور اور جابر کو اطلاع کرے کہ دشمن ان میں چھپا کر غاروں کے منہ بند کروا دیے تھے۔ اس کے علاوہ وہ دشمن کے علاقے پر حملہ آور ہونے والا ہے۔

بڑے ممنون انداز میں اس جاسوس کی طرف دیکھتے ہوئے ولید نے کہا۔ تم ہمارے لیے ایک عمدہ اور مکمل کارروائی کی ہے۔ اب تم لوٹ جاؤ اور دشمن پر نگاہ رکھو۔

وہ جاسوس اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جس طرف سے آیا تھا اُدھر ہی روپوش ہو گیا۔
ولید نے عمروں کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ عمروں! عمروں! میرے ساتھ آؤ۔
اس کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں اس جگہ آگئے جہاں تشالیہ کی طرف جانے والی شاہ
اللب ندی سے باہر نکلتی تھی۔

ولید چند لمحوں تک ندی اور پھر اس کے دونوں کناروں کے اونچے
کوہستانی ٹیلوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
اور فکر گیر آوازیں کہا۔ عمروں! عمروں! ہماری ایمانی قوت کے آگے آج تک
بڑے کج کلاہوں اور سوراؤں نے کھٹنے ٹیکے ہیں۔

تاریخ کے درجوں میں ازل سے لے کر اب تک اپنی قوت پر ناز کر رہا
حق پرستوں کے آگے نگوں سار ہوئے ہیں۔ عمروں! عمروں! میں سمجھتا ہوں قدرت
ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ خداوند بخشنده و مہربان ہمیں ایک اور موقع فراہم کر
ہے۔ اگر ہم اس موقع کو اپنی کامیابی کے پہلے زینے کے طور پر استعمال کریں تو میرا
اور ضمیر کہتا ہے کہ ہم سرنخروہوں گے۔

سنو! سنو عمروں! فرولندہ بڑی برق رفتاری سے ہماری طرف بڑھ رہا
ہے۔ وہ ہمارے خون، ہماری آزادی، ہماری زندگی اور ہماری محنتوں کا دشمن ہے۔
ہمارے لئے ہر خلاف دین فعل استعمال کرے گا۔ اگر ہم اپنے اپنے ضمیر میں جاگتے ہیں
تو یقیناً تمہیں یقین دلاتا ہوں عمروں! ہم ذلالت کے اس دیوتا اور گمراہی کے اس
عفریت کو عبرت ناک سزا دیں گے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم فرولندہ پر ثابت کردیں
کہ ہم اس کی تہذیب و ثقافت کے رنگوں کو مٹا دیں گے۔

عمروں! فرولندہ کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے اور اس ندی
کے کنارے میں اس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ وہ تارے جنہوں نے کچھلی شب ہمارے
ساتھیوں کی لاشوں اور ہماری بے بسی کو دیکھا تھا۔ آج شب وہ فرولندہ کی بے بسی
اور اس کی شکست پر مسکرائیں گے۔

ولید چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر گویا ہوا۔ عمروں! تم آدھے لشکر کے
ساتھ ندی کے اس طرف رہنا اور لشکر کے دوسرے آدھے حصے کو لے کر میں ندی کے
اس پار چلا جاؤں گا۔ فرولندہ کے آنے تک ہم دونوں کناروں کے ٹیلوں کی ادھ
میں چھپے رہیں گے۔ جب فرولندہ آئے اور تم دیکھو کہ اس کے لشکر کا ایک حصہ
ندی پار کر چکا ہے۔ ایک حصہ ندی کے اندر اور ایک ابھی تک ندی عبور کرنے
کا منتظر ہے تو تم گھات سے نکل کر اس حصے پر اپنی پوری قوت سے حملہ کر دینا جو ندی
پار کر چکا ہوگا۔ اسی وقت میں بھی ان لوگوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا جو ندی پار کرنے کے
منتظر کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد دیکھنا میں کس طرح فرولندہ کے لشکر کو منتشر
دیراندہ کر دیتا ہوں۔ فرولندہ سے نمٹنے کے بعد ہمیں فوراً اپنے قلعوں کی طرف واپس
جانا ہوگا کیونکہ جیولوس ماریا اور لیسی ہمارے قلعوں کا محاصرہ کر چکے ہوں گے جبکہ
ناطور اور جابر بڑی بے تابی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ آؤ اب لشکر کو دو
حصوں میں تقسیم کر کے اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ جائیں۔ دونوں ایک دوسرے
کا ہاتھ بٹھائے اپنے لشکر کی طرف جارہے تھے۔



لشکر کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔

عمروس کے حملے سے جس وقت فرولندہ کے لشکر میں افراتفری کا عالم تھا۔ رید بھی اپنی کمین گاہ سے نکلا اور دبے پاؤں چلنے والے چیتے کی سی پھرتی سے اس نے فرولندہ کے لشکر پر پشت سے حملہ کر دیا تھا۔ وہ اب بار بار تکبیریں بلند کر رہا تھا۔ تاکہ عمروس کو خبر ہو جائے کہ میں نے حملہ کر دیا ہے۔ خاموشی کی نبض پر ولید کی تکبیروں سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آن کی آن میں ولید نے کنارے پر کھڑے فرولندہ کے سپاہیوں کو تیغ کر دیا۔ پھر ندی کے اندر اتر کر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کے حملہ آور ہونے کا انداز ایسا ہی تھا۔ گویا سبک سیر فضاؤں کے اندر کوئی شاہین تیر گیا ہو۔ اس کے سینے میں انتقام کے تلامطم کی برق کافسوں اور آنکھوں میں چمکتی شمشیر کا سا غضب و غصہ تھا۔ عزم کے پوار تھا مگر اپنی شجاعت میں اس نے رزم گاہ کو سمندر سمندر کر کے رکھ دیا تھا۔ فرولندہ کے سپاہیوں کی حالت اس کے سامنے ایسی ہی تھی جیسے قیدی زنجیروں توڑ کر بھاگنے لگے ہوں۔

ندی کے اندر فرولندہ کے لشکر کو مارتا کاٹتا ہوا ولید اپنے لشکر کے ساتھ دوسرے کنارے پر چڑھ گیا تھا جہاں ابھی تک عمروس نے موت و حیات کا کھیل شروع کر رکھا تھا۔ کنارے پر اتر کر ولید نے مکافات عمل کا ایک عجیب سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ اس کے انتقام کا جبر بڑھتا رہا اور دشمن پر اس کے حملوں کا زہر تیزی سے پڑھتا رہا۔ فرولندہ کے لشکر کو وہ اپنے آگے آگے ایسے بدترین طریقے سے دھکیلنے لگا تھا گویا اسے زمین پر زین کسے اور آسمان پر کمند ڈالنے کے لیے پیدا کیا گیا ہو۔ اس نے موت کا شکار کر کے ہر چیز کو زخم زخم کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے نور و دانش سے بھرپور حملوں کے باعث فرولندہ کے لشکر میں ہمو کے بادل اور لاشیں اگل پڑی تھیں۔ اس نے جو کہا تھا سچ کر دکھایا۔ واقعی اس شب کے ستارے فرولندہ اور اس کے لشکر کی بے بسی و شکست پر مسکرا رہے تھے۔

فرولندہ اب زیادہ دیر تک میدان جنگ میں نہ کھڑا سکا۔ کیونکہ اس کے لشکر



چاند ڈوب چکا تھا، روشنیاں راکھ ہو گئی تھیں۔ رات خاموش تھی۔ شیطنت کی طرح سیاہ اندھیرے گہرے ہو گئے تھے۔ تاہم سحر بھی بہت دور تھا اور آسمان پر ستارے جھل جھل مل کر تے مسکرا رہے تھے۔ فرولندہ طوفان کی اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو اللب ندی کو عبور کر کے قشت شہر کی طرف جاتی تھی۔ ندی کے کنارے اکودہ چند لمحوں تک رکا۔ اندھیرے کے اپنے ارد گرد ایک گہری نگاہ ڈالی جیسے وہ کسی کی ہوسٹو گھسنے کی کوشش کر رہا ہو پھر ہو کر اس نے اپنے لشکر کو ندی عبور کرنے کا حکم دے دیا۔

عین اس لمحہ جب کہ فرولندہ کے لشکر کا ایک حصہ ندی عبور کر چکا تھا زخمی شیر کی مانند قریبی چٹانوں کے اندر سے نکلا اور حملہ آور ہو گیا۔ اس نے اپنے ہی حملہ میں ہزاروں دشمنوں کو تہ تیغ کر کے ندی کے خشک ہونٹوں کو خون آلود کر دیا۔ اس نے اپنی تکبیروں کی آوازوں سے دشمن کے شعور کو مہرلب کر دیا تھا۔ ہر طرف جھج گیا تھا۔ مسلمان حملہ آور ہو گئے۔ لشکر کا وہ حصہ جو ابھی ندی کے اندر تھا بڑا تیزی سے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگا تاکہ جنگ میں حصہ لینے والے اسے ہاتھوں کی مدد کر سکے اور جو سپاہی ابھی تک ندی کے دوسرے کنارے تھے وہ بھی بڑی برق رفتاری سے ندی میں اترنے لگے تھے۔ فرولندہ اونچی آوازوں میں

اور اس نے گہرے افسوسناک انداز میں کہا۔ تکلیف مجھے یہ ہے کہ میں ایک جوان اور خوب صورت بیٹی کا باپ ہوں۔ میں اگر اکیلا ہوتا تو پوری زندگی آپکے ساتھ گزار دیتا لیکن میرے ساتھ جوزفین ہے۔ کل کو ارد گرد کے لوگ اعتراض اور آوازیں اٹھائیں گے۔ کہ میری بیٹی کس حیثیت میں آپ کے ساتھ رہ رہی ہے اور یہ آوازیں یہ اعتراضات میری معصوم بیٹی کو بدنام کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یقین کیجیے میں زندہ رہنا پسند نہ کروں گا۔

جابر نے غایت ہمدردی اور کمال محبت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ یہاں سے نکل کر آپ کہاں جائیں گے۔ جلعاد نے اپنی آواز میں ایک تاثر کن رقت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ گو اس آسمان کے نیچے اب میرا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا۔ پھر بھی میرے اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ کہیں نہ کہیں سر چھپانے کو جگہ مل ہی جائے گی۔ جابر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ پھر میں تم دونوں کو یہاں سے نہ جانے دوں گا۔ جلعاد نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

میرے یہاں رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ آپ جوزفین سے شادی کر لیں اس طرح میں بے فکر ہو کر اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن یہاں گزار سکوں گا۔ جابر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں شادی کے لیے تیار ہوں پر اس کے لیے امیر ولید بن ہشام کی واپسی کا انتظار کرنا پڑے گا تا کہ ان سے باقاعدہ اجازت طلب کرنے کے بعد یہ شادی ہو۔

جلعاد نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ اس میں امیر ولید سے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ آپ کا ذاتی فعل ہے۔ کیا آپ کھانا کھانے کے لیے بھی امیر ولید کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ امیر کی قوت آپ کے دہ سے ہے۔ اگر آپ آج اسے چھوڑ دیں تو سب عرب قبائل امیر ولید کا ساتھ دیتے سے انکار کر دیں۔ اس لیے کہ عربوں میں امیر کی نسبت آپ کے نام میں زیادہ قوت اور جان ہے۔ اس قدر قوت و استطاعت رکھنے کے باوجود آپ کیوں دوسروں کے سہارے زندہ رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ کیا میں

کے تین حصوں میں سے دو حصے مکمل طور پر کٹ چکے تھے۔ زخمیوں کی تعداد اس علاوہ تھی۔ بچے کھچے لشکر کو وہ لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ولید اور عمروں نے اس کا تعاقب کیا۔ فروندہ نے تشالیہ کی طرف جانے والی شاہراہ کو چھوڑ کر گننام راستوں پر ہونے کی کوشش کی تھی۔ ولید اور عمروں نے دس میل فروندہ کی مملکت کے اندر اس کا تعاقب کیا پھر وہ واپس لوٹ آئے کہ انہوں نے اپنے قلعوں کی سلامتی کے لیے ابھی تک ایک اور جنگ کرتی تھی۔



عشار کے قریب شہر کی فصیلوں اور برجوں پر پہرہ دینے والے جوانوں کا جابر لینے کے بعد جابر گھوڑے پر سوار اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ صحن کے وسط میں اگرچہ گھوڑے کو اصطبل کی طرف موڑنا ہی چاہتا تھا کہ جلعاد اور جوزفین تقریباً بھاگتے ہوئے حویلی کے اندر سے نکلے اور اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ جوزفین نے بڑے پیدا نماز سے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔ جابر اپنے گھوڑے سے اتر گیا اور جوزفین گھوڑے کو لے کر اصطبل کی طرف چل دی۔ جابر نے پریشانی میں اسے پکارا۔

جوزفین! جوزفین! تم رہنے دو یہ تمہارا کام نہیں، میں خود گھوڑے کو اصطبل لے جاتا ہوں۔ جابر نے جب آگے بڑھنا چاہا تو جلعاد نے اس کا بازو دیکر روک دیا ہوئے کہا۔ لے جانے دو، وہ تمہاری خدمت کرتے ہوئے فخر محسوس کرتی ہے۔

جوزفین اصطبل کی طرف چلی گئی۔ جلعاد نے جابر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے کر لے لیا۔ آپ میرے ساتھ اندر آئیے، میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جابر اور جلعاد ایک کمرے کے اندر آکر بیٹھ گئے۔ جوزفین بھی گھوڑا اصطبل میں باندھ کر اس کمرے باہر کھڑی ہو کر ان دونوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ جلعاد نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔ میں آپ سے کل زحمت ہونے کی اجازت طلب کرنا چاہتا تھا۔ جابر چونک سا پڑا اور پریشان لہجے میں پوچھا۔ آپ کیوں یہاں سے زحمت چاہتے ہیں۔ کیا آپ مجھ سے کوئی تنگی اور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ جلعاد کا سر جھک

یہ سمجھ لوں کہ آپ اپنے آپ میں فیصلہ کرنے کی جرأت اور شعوری حسارت نہیں رکھتے۔ جابر نے تیز آواز میں کہا۔ آپ غلط سمجھے ہیں۔ جلعاد نے لوہا لگا کر دیکھ کر آخری ضرب لگائی۔ تو پھر میرا فیصلہ بھی سنئیے۔ اگر آپ جوزفین کو پسند کرتے ہیں تو میں ابھی اور اسی وقت آپ دونوں کا نکاح پڑھا دینے کو تیار ہوں۔ جابر نے ہار مان بولے کہا۔ آپ جو چاہے کریں میں آپ کے ہر فیصلے کو تسلیم کر دوں گا۔

جلعاد کے چہرے پر گہرے انبساط کی رنگ آمیزی ہو گئی تھی وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ جوزفین! جوزفین! بھاگ کر یہاں آؤ۔ جوزفین دروازے کی اوٹ میں رہ کچھ سنتی ہوئی وہیں کھڑی رہی پھر وہ کچھ یوں بھاگتی ہوئی اندر آئی گویا کسی دور کے کہ سے بھاگتی آئی ہو اور اپنی سانس کو تیزی سے چلاتے ہوئے اس نے جلعاد سے پوچھا بابا! کیا آپ نے مجھے آواز دی ہے۔ جلعاد نے ایک بار سر سے پاؤں تک جوزفین کا جائزہ لیا پھر اطمینان بخش آواز میں کہا۔ ہاں بیٹی! میں نے ہی تمہیں پکارا ہے۔ میں تم سے یہ کہنے والا ہوں کہ اب ہم یہاں سے رخصت نہیں ہوں گے۔ سنو امیری بچی! تم نے چھپ چھپ کر امیر جابر سے محبت کی ہے۔ آج تمہاری محبت رنگ لائی اور امیر تم سے شادی پر رضامند ہو گئے ہیں۔ یہیں ان کے پہلو میں بیٹھ جاؤ کہ میں تم دونوں کا نکاح پڑھا دوں۔

جوزفین نے ایک بار شرمانے کی بھرپور داکاری کی پھر وہ جابر کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ جلعاد نے ان کا نکاح پڑھا کہ دونوں کو میاں بیوی کے رشتے کی زنجیر میں جکڑ دیا تھا۔ ساتھ والے کمرے میں جاگتا ہوا جابر کا غلام احمد یہ سارا منظر حیرت و پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس بچارے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا کہ جلعاد اور جوزفین اس گھر میں کیا جکڑ چلا رہے ہیں۔

دوسرے روز سہ پہر کے قریب جب جابر اور جوزفین دونوں میاں بیوی کھٹے بیٹھے اپنے گھر کی معمولات پر بات چیت کر رہے تھے، سرہ شہر کی بڑی نوبت پر چوٹ بڑی جس کے جواب میں سویدا کی نوبت بھی بول اٹھی اور بعد میں ان گنت چھوٹی

چھوٹی نوبتیں دونوں شہروں کے اندر شور کرنے لگی تھیں۔ دونوں چونک کر کھڑے ہو گئے اور جوزفین ذو معنی نگاہوں سے جابر کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ شاید وہ اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اتنے میں دوسرے کمرے سے جلعاد اندر آیا اور اپنی آواز میں بوکھلاہٹ پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

جابر! جابر! یہ کیا معاملہ ہے بیٹے! جابر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کوئی خطرہ درپیش ہے آپ دونوں آرام کریں میں مسلح ہو کر پتہ کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے۔ جوزفین نے جابر کے پہلو میں آتے ہوئے کہا۔ میں بھی مسلح ہو کر آپ کے ساتھ رہوں گی۔ جابر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ تم دونوں آرام کرو۔ میں بہت جلد نوبتوں کے پیٹے جانے کی وجہ معلوم کر کے واپس لوٹتا ہوں۔ جابر جلدی جلدی مسلح ہو کر باہر نکل گیا۔ جلعاد اور جوزفین دونوں ایسی نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے گویا سب کام ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق انجام پا رہے ہوں۔

جابر اصطبل سے اپنا گھوڑا لے کر جب حویلی کے صحن میں آیا تو اس کا غلام احمد جاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا۔ وہ عجیب طرح کی بوکھلاہٹ اور پریشانی کی حالت میں تھا۔ جابر کے پاس آکر وہ خود ہی بول پڑا۔ آقا! امیر ناطور بن بدر کے پاس ابھی ابھی ایک جاسوس خبر لایا ہے کہ جیولوس ماریا اور فرولندہ کا بھائی لیسی ایک لشکر کے ساتھ ہمارے قلعوں کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ اس جاسوس نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ کھلے میدان میں آقا ولید اور عروس کو شکست ہوئی اور انہوں نے فرولندہ کے علاقے میں لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا ہے جس کے جواب میں فرولندہ نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصے کے ساتھ جیولوس اویسی ہماری طرف بڑھ رہے ہیں اور دوسرے حصے کو لے کر فرولندہ آقا ولید اور عروس کی طرف چلا گیا ہے۔

جابر جب چپ چاپ آگے بڑھنے لگا تو احمد نے رقت آمیز آواز میں کہا۔

آقا! کیا مجھے اس جنگ میں حصہ لینے کی اجازت ہے تاکہ ایک غلام ہونے کے باوجود مجھ پر میری ملت کے جو حقوق ہیں انہیں ادا کر سکوں۔ جابر نے مڑ کر دیکھا اور مسکرا کر کہا احمد! اگر تم ایک نیک نفس اور مذہب و ملت کا درو رکھنے والے انسان ہو تمہیں جنگ میں حصہ لینے کی اجازت ہے۔ جابر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکل گیا اور احمد صطبل میں جا کر اپنے آپ کو مسلح کرنے لگا تھا۔



شام ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی جیولوس ماریا اور لیسی نے حوہ اور سویڈا کا رخ کر لیا تھا۔ اس بار وہ اپنے ساتھ نئی متجینقیں بھی نبوا کر لائے تھے۔ انہیں امید تھی کہ وہ دونوں شہروں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ انہوں نے آتے ہی محاصرے میں سختی پیدا کرتے ہوئے دونوں شہروں کی فصیلوں پر متجینقوں سے پتھر باری شروع کر دی تھی۔ ان کا ارادہ تھا کہ شام ہونے سے قبل ہی وہ دونوں شہروں کو فتح کر کے فرولندہ کی طرف یہ خوشخبری روانہ کر دیں لیکن اس وقت ان دونوں کی ساری امیدیں بھجائیں اور لیسی جب دونوں شہروں کی فصیلوں پر سے ناطور اور جابر نے ان پر اپنی متجینقوں کے ذریعے ان پر کھولتے پانی اور آتش گیر مادے کی بارش کرادی تھی۔ اپنے لشکر کو نقصان سے بچانے کی خاطر جیولوس ماریا اور لیسی کو لشکر کے ساتھ ذرا اور پیچھے ہٹنا پڑ گیا تھا۔ جیولوس ماریا اور لیسی نے دن کی تابناکی اور رات کی تیرگی میں انتہائی کوشش کی تھی کہ وہ کسی طرح دونوں شہروں یا ایک پر ہی اپنا اثر ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن ناطور اور جابر نے ایسے غور اور انہماک سے جوابی کارروائی کی تھی کہ ان دونوں کے سارے منصوبے ایک سراب، ایک بیکار متنا، ایک ادھوری خواہش اور کرکے آخری لمحوں کے فصول کی طرح منتشر و پراگندہ ہو کر رہ گئے تھے۔ تاہم انہوں نے اس امید پر محاصرہ جاری رکھا کہ فرولندہ ولید سے غمٹ کر جب آئے گا تو وہ شہروں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دوسرے روز جب کہ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا تارے بچھ چکے

تھے اور آسمان کسی بلند آدش فلسفی کی طرح گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا، ولید اپنے لشکر کے ساتھ اپنے قلعوں کے سامنے نمودار ہوا۔ اس نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ اس کے اپنے لشکر کا آدھا حصہ اس کے اپنے پاس اور دوسرا آدھا عمروں کے تحت تھا۔ اس کے علاوہ طلیطلہ کے حکمران المامون کے پاس اپنا دس ہزار کا لشکر تھا اور مسلم بن تمام پانچ ہزار تجربہ کار اور جنگ مجاہدوں کی کمانداری کر رہا تھا۔

ولید نے دوسرے اپنے شہروں کا جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا جیولوس ماریا نے ہرہ اور لیسی نے سویڈا کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور صبح کے اس وقت جنگ رُکی ہوئی تھی۔ شاید دشمن اپنے کھانے کا سامان کرنے میں مصروف تھا۔ ولید کو دوسرے آتے دیکھ کر جیولوس ماریا اور لیسی نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ ان کا بادشاہ فرولندہ ولید سے نمٹنے کے بعد ان کی مدد کو آیا ہے۔ لہذا ان دونوں کے لشکروں میں فرولندہ کے حق میں فخر باندھنے لگے تھے۔

دوسری طرف دونوں شہروں کے برجوں میں کھڑے پرہیزگار بھی اپنے آقا ولید کو پہچان چکے تھے اور وہ اس کے آنے کی خوشی میں زور زور سے تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔ ولید ایک جگہ رُک چکا تھا۔ اس کے ارد گرد عمروں، یکجہی المامون اور مسلم بن تمام جمع ہو گئے تھے۔ ولید نے چند لمحوں تک غور سے دشمن کے لشکر کو دیکھا۔ پھر اس نے عمروں، المامون اور مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ دشمن نے اپنے لشکر کو خوب پھیلا کر ہمارے دونوں شہروں کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ سنو! میرے جنگی ساتھیو! اگر ہم متحد ہو کر ان پر حملہ آور ہوں تو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جیولوس اور لیسی چند لمحات بھی ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔ کسی اور کے بولنے سے قبل عمروں نے بڑی حوصلہ مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

یا امیر! ہم آپ کے صلاح کار ہی نہیں آپ کا حکم ماننے کے لیے پیدا ہوئے

ہیں۔ آپ دیکھیں گے جس دشمن پر بھی آپ برسیں گے ہم آپ کا دایاں بازو دیاں گے۔ اس پر گریں گے۔ سچائی المامون نے بھی اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اسے ابن ہشام! آپ جنگ میں ہمارے راتنما ہیں۔ آپ کا فیصلہ ہمارے لیے تسلیم اور آخری ہوگا۔

ولید نے فیصلہ کرنے میں کوئی زیادہ دیر نہ لگائی تھی۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ پہلے جیولوس ماریا پر حملہ آور ہوگا جس نے حرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور جو ولید سے نزدیک تھا۔ ایک بار عجیبے انداز میں اس نے باری باری عمروں، المامون اور مسلم کی طرف دیکھا۔ شاید وہ حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کو اڑا لگا چکا اپنی پوری قربانیت کے ساتھ ولید جیولوس ماریا پر حملہ آور ہوا تھا۔ ایسی نے جب دیکھا کہ وہ فرد لندہ نہیں ولید ہے اور اس نے جیولوس پر حملہ کر دیا ہے۔ توں بھی اپنے لشکر کے ساتھ جیولوس سے آ ملا اور دونوں مل کر ولید کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔ ولید نے اپنے پہلے ہی حملے میں جیولوس کے ہزاروں سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور باقی لشکر پر اس نے سرا سیمکی طاری کر کے رکھ دی تھی۔

گو بیسی کے آٹنے سے جیولوس کے لشکر کو کچھ حوصلہ اور تقویت ہوئی تھی؛ دوسری طرف ایک اور انقلاب رونما ہو گیا۔ نا طور اور جابر نے اپنے اپنے لشکر دل کے ساتھ حرہ اور سویدا سے نکل کر دشمن کی پشت کی جانب سے حملہ کر دیا تھا۔ حرہ ہر کی فیصل کے سامنے گھسمان کا دن بڑ گیا تھا۔

جیولوس اور بیسی زیادہ دیر تک اس دو طرفہ حملے کو برداشت نہ کر سکے ان دونوں کے لشکر بڑی طرح کٹنے کے علاوہ پراگندہ و منتشر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جیولوس اور بیسی نے جب دیکھا کہ انہوں نے اگر جنگ جاری رکھی تو ان کا پورا لشکر خون میں ڈوب جائے گا تو ان دونوں نے کوئی فیصلہ کیا پھر وہ اپنے نیچے کھجے لشکر کو لے کر پہلو بچاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو بھاگ نکلے۔ وہ ایسی بھگڑا اور بدحواسی میں میدان چھوڑ کر بھاگے تھے کہ انہیں یہ تک خبر نہ رہی تھی کہ انہیں کس طرف بھاگنا چاہیے۔

ولید نے نا طور اور جابر کو واپس بھیج دیا تاکہ وہ پہلے کی طرح اپنے شہروں کی حفاظت کرتے رہیں اور خود وہ عمروں، المامون اور مسلم کے ساتھ جیولوس اور بیسی کا تعاقب کرنے لگا تھا۔ چند میل تک بغیر کسی مقصد کے بھاگنے کے بعد جیولوس اور بیسی نے اپنا رخ بدلا اور اب وہ قشتالیہ کے رخ پر بھاگ رہے تھے۔ انہیں اُمید تھی کہ شاید فرد لندہ کا سامنا ولید سے نہیں ہوا اس لیے اس وقت وہ قشتالیہ کے گرد و نواح میں ہی ہوگا اور اس کے ساتھ مل کر وہ ولید کے خطرے کو ٹال دیں گے لیکن اس وقت تو وہ سخت مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے۔ ولید ان کے تعاقب میں تھا اور وہ مارتا کاٹا ان کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا جا رہا تھا۔

ولید نے وہاں تک جیولوس اور بیسی کا تعاقب کیا جہاں تک اس سے قبل وہ فرد لندہ کا کر چکا تھا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ واپس آیا جہاں اس نے غاروں کے اندر وہ نقدی، جنس اور اسباب جمع کر رکھا تھا جو دشمن کے علاقے میں ترک کر دیتے ہوئے اس کے ہاتھ لگا تھا۔ یہیں اس کے کچھ ساتھی پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وادی کے اندر ابھی تک دشمن سے چھینے ہوئے بھیڑ، بکریوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے ریوڑ کی حفاظت کر رہے تھے۔ ولید نے وہاں لشکر کو پراؤ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کے کہنے پر اس کا لشکر حرکت میں آیا اور غاروں کے اندر بند دولت کو وہ دشمن سے چھینے ہوئے جانوروں پر لا دئے گئے تھے۔



ولید ایک بلند ٹیلے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ نیچے جانوروں پر سامان لاوا جا رہا تھا اور مسلم اس کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ عمروں اور المامون ان طبیبوں کے کام کی نگرانی کر رہے تھے جو لشکر کے زخمیوں کی مرہم بچی میں مصروف تھے۔ اتنے میں ولید کو شمال شرق کی جانب سے دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ اڑاتے ہوئے دکھائی دیے۔ ٹیلے کے نیچے آ کر وہ دونوں سوار اپنے گھوڑوں سے اترے۔ چند لمحوں تک وہ لشکر کے ایک سپاہی کے پاس کھڑے ہو کر باتیں کرتے رہے۔

پھر اس سپاہی نے ہاتھ سے ٹیلے کے اوپر بیٹھ کر پہرہ دیتے ہوئے ولید کی طرف اشارہ کیا اور وہ دونوں نووارد ولید کی طرف جانے کے لیے ٹیلے کے اوپر چڑھنے لگے تھے۔ جب وہ دونوں اجنبی قریب آئے تو ولید کھڑا ہو گیا۔ وہ ان دونوں کو بچانے لگا تھا۔ وہ عمونہ اور طوبیا تھیں۔ عمونہ چاندی جیسے گالوں والی صبح کی طرح مسکراتی اور احمریں کرہیں بکھیرنے والی شفق کی طرح خوش چلی آرہی تھی۔ وہ شمع رکبزر کے اجالے کی طرح بکھرتی، چاندنی کے درختوں پر رقص کی طرح جھومتی اور پتوں کی لہلہا ہٹ کی طرح چلی آرہی تھی۔ ان دیرانوں اور کوتھانوں کے اندر ولید کی طرف جاتے ہوئے وہ یوں لگ رہی تھی گویا شفق و دھنک، متاب دکھٹا اور ستاروں و قمروں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ اس کے حسن میں دلکش داستانوں کی سی شادابی اور ہلکے شگنوں کی سی تازگی تھی۔

ولید کے قریب آکر اس نے کسی کو ہی ندی کی طرح گنگنا تی اپنی آواز میں کہا۔ میں اس عظیم فتح پر آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔ ولید نے غور سے عمونہ کی طرف دیکھا۔ وہ اتنی ہی شاداب اور اتنی ہی حسین تھی جتنی وہ پہلی بار اسے طرش کے کلیسا میں لگی تھی۔ اس کے سرمے پر لباس میں چھتوں کی سی نغمگی اور ممکنہ سانس میں چامتوں کا ایک پیغام تھا۔ ولید نے ان دونوں کو پتھروں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گئیں۔ ولید بھی ان کے سامنے پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ تم دونوں کیسے اس طرف آ گئی ہو۔

عمونہ نے غور سے ولید کی طرف دیکھا پھر کہا۔ کلیسا طرش میں ہمیں خبر ہوئی تھی کہ فرواندہ کے ہاتھوں آپ کو شکست ہوئی ہے۔ لہذا میں آپ کے متعلق پریشانی ہو گئی۔ میں اکثر سوچتی، کاش اس جنگ میں آپ کی میں کوئی مدد کر سکتی۔ ان حالات میں فوراً میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔ لہذا میں نے رامب مرقس سے اجازت لی کہ میں طوبیا کے ساتھ اپنے باپ کی قبر پر حاضری دینا چاہتی ہوں مرقس نے اجازت دے دی اور میں اپنے باپ کی قبر پر جانے کے بجائے طوبیا کے ساتھ آپ کی طرف چلا

آئی۔ یہاں آکر نیچے کھڑے آپ کے ایک سپاہی سے پتہ چلا کہ آپ نے نہ صرف جیولیں اریا اور لمبسی کو اپنے قلعوں کے سامنے شکست دی ہے بلکہ فرواندہ بھی کھٹے میدان میں آپ کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ کاش آپ کی ان عظیم فتوحات میں میرا حصہ بھی آپ کے شامل حال ہوتا۔

ولید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے لیے تمہاری طرف سے یہی کافی ہے کہ تم میرے لئے دن کے اجالوں اور شب کی تاریکیوں میں میری فتح و نصرت کی دعا میں لگتی ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم دونوں فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤ۔ رامب مرقس کو اگر خبر ہوگئی کہ تم اپنے باپ کی قبر کے علاوہ کہیں اور چلی گئی ہو تو وہ تم دونوں سے اس کی سخت باز پرس کرے گا۔ عمونہ کی حالت و پیرانوں کی تاریکیوں میں جل بھنے والی اس شمع جیسی اداس اور افسردہ ہوگئی تھی جیسے دوبارہ روشن کرنے والا کوئی گمبھان جن کی حفاظت کرنے والا کوئی غمگسار نہ ہو۔

وہ سوچ رہی تھی ولید اسے کہے گا۔ اب جب کہ فرواندہ کو شکست دینے کے بعد میں اپنے پاؤں جما چکا ہوں تم کلیسا کی زندگی ترک کر کے میرے ساتھ چلو۔ وہ تو تصور ہی تصور میں سرہ کی اس حویلی کے صحن اور اس کے اسطبل کی دیکھ بھال کر رہی تھی جس کے اندر ولید رہتا تھا۔ وہ سرہ کے بروج میں کھڑی ہو کر جنگ کی طرف روانہ ہونے والے ولید کو الوداع کہہ رہی تھی۔

وہ تو خیالات میں ان گھاٹوں، ان کوہساروں کو پھلانگ رہی تھی جو کلیسا طرش اور سرہ شہر کے درمیان جاتی تھے۔ وہ ان سب کو ایک ہی جست میں طے کر کے ولید کا ہاتھ تھام رہی تھی۔ وہ تصورات میں اپنے آپ کو ایک ایسی حویلی کے سامنے کھڑا دیکھ رہی تھی جس کے اندر ولید کی شکل میں اس کی ساری خوشیاں اور اس کی زندگی کی خوشحالی تھی لیکن ولید نے اسے واپس جانے کا کہہ کر اس کی ساری امیدوں، اس کے تمام منصوبوں اور اس کے خوش گمن خیالات کو طوفان میں گرنے والے ریت کے سمروندوں کی شکل دے دی تھی۔ اس کا دل روتا ہوا تھا اور جواتیں

ولید سے وہ کچھ نہ کہہ سکی تھی۔ اپنے خیالات و ارادوں کے رہرو پر عمو نہ جانے کہا
پنچ چکی تھی کہ ولید نے پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ تم کیا سوچنے لگی ہو تم
نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ عمو نہ چونک سی پڑی اور اپنی جگہ پر کھڑے
ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے فوراً یہاں سے روانہ ہو جانا
اپنی محبت کی ساری کائنات کو لٹٹے دیکھ کر عمو نہ نے ایک بار پھر میدا
کا دامن تھاما اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ واپس اپنے قلعوں کی
طرف روانہ نہ ہوں گے۔ اس طرح کم از کم ہم دونوں اپنے سفر کا یوں حصہ آپ
کے ساتھ طے کر سکتی ہیں۔ ولید بھی کھڑا ہو گیا اور کچھ سوچتے ہوئے اس نے
کہا۔ میں یہاں سے اپنے قلعوں کی طرف جانے کے بجائے جنوب مشرق کا رخ
کروں گا۔ میں نے دشمن سے کچھ سامان چھینا ہے۔ یہ میں ان لوگوں میں بانٹوں
گا جن پر فرواندہ نے یلغار کر کے انہیں بے گھر کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں وادی
ارغون پر حملہ آور ہوں گا۔ یہ میرے لیے بہترین موقع ہے۔ فرواندہ اور اس کے لشکر
کو شکست دے کر میں منتشر و پراگندہ کر چکا ہوں۔ اب بغیر تیاری کے وہ کھلے میدان میں
میرا سامنا نہ کرے گا۔ گوارغون میں فرواندہ کی طرف سے اس کا ایک بہترین اور تجربہ کار
پولس دہاں کا حاکم ہے اور اس کے پاس ایک مضبوط اور مستحکم فوجی قوت ہے۔ اس کے
باوجود مجھے امید ہے کہ میں چند ہی لمحوں میں پولس کو دہاں سے مار بھگا دوں گا۔ اگر میں
کرنے میں کامیاب ہو گیا تو وادی ارغون جو کبھی ہمارا وطن تھی دوبارہ ہمارے قبضے میں
اس کا دوسرا نام نہ یہ بھی ہو گا کہ بار سلونہ کی بندرگاہ سے لے کر طروشہ تک سمندر
ساحل کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے خانہ بدوش عرب قبائل میں طمانیت کی ایک لہر
جائے گی اور وہ آئندہ جنگوں میں فرواندہ کے خلاف میرا ساتھ دیتے ہوئے فخر محفل
کریں گے کیونکہ وہ ہمیشہ فرواندہ اور اس کے جرنیل پولس کے حملوں سے نالاں رہے ہیں
ولید نے ذرا رک کر کہا۔ اس کے علاوہ مجھے وادی انبیر کے ان لوگوں کا
دلجو بھی کرنا ہے جنہیں فرواندہ نے لوٹ لیا ہے۔ گو وہ کبھی الماموں کا علاقہ

ان کے باوجود وہ ہم سے جلد اور مناسب امداد کی توقع رکھتے ہیں اور پھر کبھی الماموں
اس جنگ میں اپنی پوری قوت کے ساتھ ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ اب تم جاؤ۔
عمو نہ! دیر نہ کرو۔ میں بھی تھوڑی دیر بعد تک یہاں سے جنوب مشرق کی طرف
موج کرنے والا ہوں۔ عمو نہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں جنہیں عمو نہ دوسری طرف
کر کے اس نے پوچھ لیا۔ پھر وہ طوبیا کا ہاتھ تھام کر اس ٹیلے سے نیچے اترنے لگی تھی۔
ولید بھی ان کے ساتھ چلنے لگا تھا۔
ٹیلے سے نیچے آ کر عمو نہ جب اپنے گھوڑے پر سوار ہونے لگی تو ولید نے
نقدی کی ایک تھیلی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ رکھ لو تمہارے کام آئے گی۔ عمو نہ
عجیبے شش و پنج میں پڑ گئی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ لو یہ تمہیں تمہارا ولید
رہا ہے جسے تم پوری کائنات میں سب سے زیادہ قیمتی متاع ہی نہیں اپنی روح اور
جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہو لیکن اس کے ضمیر کا کوئی تاریک کونہ ظاہری بھرم
رکھنے کی خاطر اسے انکار کا مشورہ دے رہا تھا۔ عمو نہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ
کوئی آخری فیصلہ کرنے میں بری طرح ناکام ہو رہی تھی۔

ولید نے دوبارہ بول کر اس کے ذہن میں طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ لے لو انکا
ست کرنا۔ عمو نہ نے نقدی کی تھیلی تھام لی پھر اسے اپنے گھوڑے کی خر جان میں ڈال
کر وہ عجیب سی وحشت اور ویرانی کے ساتھ ولید کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ دل
ہی دل میں ولید سے پوچھ رہی تھی کیا میرا آپ کا ساتھ یہیں تک ہے۔ کیا محبت
کے وہ گھروندے جو میں نے تعمیر کیے تھے جدائی اور علیحدگی کے طوفانوں میں گر جائیں
گے۔ کیا چاہتوں کا وہ آشیانہ جسے میں نے تنکا تنکا جمع کر کے تعمیر کیا تھا جھکڑوں
اور اہسیوں میں اڑتے کپتے دھاگے کی طرح بکھر جائے گا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ
اتار دے کہ دل کے سارے داغ دھو کر رکھ دے۔

عمو نہ ابھی تک گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی کہ ولید کی آواز پھر اس کی
ساعت سے ٹکرائی۔ وہ کہہ رہا تھا عمو نہ! عمو نہ! اس مہم سے فارغ ہو کر میں تم

نقدی اور خورد و نوش کا سامان تقسیم کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ وادی انیر کی سب سے بڑی بستی ذونخشہ میں داخل ہوا۔ ساری بستی اچڑی پڑی تھی۔ چند ہی مکانات تھے جو سلامت کھڑے تھے۔ ورنہ پوری بستی ملبہ بن چکی تھی اور برفانی سردی میں لوگ اپنے گھروں کی چادروں کے نیچے بنا کر کسمپرسی کے دن گزار رہے تھے۔ بستی کے چاروں طرف رنگ رنگ کے نیچے نظر آرہے تھے اور خیموں سے باہر لوگوں کے گھروں کا سامان بکھرا پڑا تھا۔

ولید نے ان خیموں سے دُور ہی اپنے لشکر کو روک دیا۔ سامان سے لے کر کچھ جانور اس نے ساتھ لیے اور کچھ المامون اور عمروں کے ہمراہ وہ ان خیموں کی طرف بڑھا۔ جب وہ نزدیک گئے تو خیموں کے اندر ذونخشہ کا سردار ہیرہ بن قنذر کلبی نکلا اس کے ایک ہاتھ میں نیزہ تھا اور وہ بڑے وقار سے چلتا ہوا ولید المامون اور عمروں کے پاس آیا۔ پھر وہ بوڑھا سردار حرکت میں آیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ اس نے المامون کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

المامون! یہ بھالا سنبھال اور ہمارا انصاف کہہ کہ تو ہمارا حاکم ہوتے ہوئے ہماری حفاظت نہ کر سکا اور فرولندہ نے ون کی روشنی میں اس پوری وادی کی بستیوں اور قریوں کو اجاڑ کر ویران کر دیا۔ اے یحییٰ! کیا ہم یقین کر لیں کہ پورے اندلس میں اب مسلمانوں کی نگہبانی اور حفاظت کرنے والا کوئی حکمران نہیں رہا۔ اگر ایسا ہے تو خدا کی قسم یہ مسلم قوم کے اچلے دامن پر غلیظ ترین داغ ہے۔ وادی انیر کے بوڑھے بچے اور عورتیں آپ سے سوال کرتے ہیں۔ کیا اندلس کے مسلمان حکمران خود اپنے اٹھوں سے اپنی بربادی کے نوشتوں پر مہر ثبت کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ خدا کے لیے بتائیے ہم کس کے پاس جائیں، کسے اپنا منصف بنائیں اور کس سے اپنی حفاظت اور امداد کی توقع کریں۔

یحییٰ المامون کی حالت عجیب ہو رہی تھی وہ بستی کے بوڑھے سردار کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس کی آنکھیں بھرا آئی تھیں اور وہ صرف اتنا کر سکا کہ اپنی گردن

سے ملنے کلیسا طرش آؤں گا۔ ولید کے اس ایک جملے نے عمونہ کے ذہن میں طوفان اور دل میں ہلچل مچادی تھی۔ تھوڑی دیر قبل جہاں وہ مایوسیوں کی اُٹنی ریت میں بھاگ رہی تھی وہاں اب اس کے چہرے پر سکون بکھر گیا تھا۔ وہ تصورات میں ولید سے مل کر ہو کر کہہ رہی تھی۔ میرا دل کہتا ہے آپ مجھے مرنے کے لیے تنہا نہ چھوڑیں گے۔ آپ میرے ہیں۔ آپ کی خاطر میں بڑے بڑے طوفانوں سے گزر کر سرخرو و کامیاب ہو سکتی ہوں۔ عمونہ نے غور سے ولید کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر اب ہلکی ہلکی ہمت تھی اور وہ شرماتے ہوئے ولید سے صرف اتنا کہہ سکی۔ میں آپ کا انتظار کروں گی۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئی تھی۔ طوبیا بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اس بل کھاتی موٹی گلڈنڈی پر ڈال دیا تھا۔ الملب ندی کے دائیں کنارے شمال مشرق کی طرف چلی گئی تھی۔ ولید واپس مڑا۔ پیلے پر پڑھا اور اس پتھر پر بیٹھ کر وہ دوبارہ اپنے ارد گرد نگاہ رکھتے ہوئے اپنے لشکر کی سلامتی کی خاطر پہرہ دینے لگا تھا۔



جب سارا مال غنیمت جانوروں پر لاداجا چکا تو ولید ٹیلے سے نیچے اُتر سب سے پہلے اُس نے سامان سے لے ہوئے جانوروں کو شمار کیا پھر کچھ جانور اس نے غلیجہ کیے اور انہیں سامان سمیت لشکر کے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ دوبارہ اس نے کچھ جانور غلیجہ کیے اور انہیں طلیطلہ کے حکمران یحییٰ المامون کے حوالے کر دیا۔ تیسری بار اس نے سامان سے لے کر کچھ جانور غلیجہ کیے اور انہیں مسلم کے حوالے کر کے اسے اس کے لشکر سمیت حرہ اور سویدا کی طرف روانہ کر دیا۔ جو جانور بچ گئے انہیں وہ ساتھ لے کر مشرقی جانب وادی انیر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ایک روز دوپہر کے وقت ولید اپنے لشکر کے ساتھ وادی انیر میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا چاروں طرف تباہی پھیلی ہوئی تھی اور فرولندہ نے بستیوں کی بستیوں آجا کر ویرانہ اور آگ لگا کر رکھ کر دی تھیں۔ ولید اچڑی ہوئی بستیوں کے مسلمانوں پر

بہرہ کلبی کھڑا ہوا۔ چند لمحوں تک وہ بڑی منونیت سے ولید کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنی لرزتی آواز میں ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ میری قوم کے محسن! میری ملت کے علمبردار! میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں تیرے ان کارناموں پر تیرا شکریہ ادا کر سکوں جو تو نے فرولندہ کو شکست دے کر اپنی ملت پر احسان کیا ہے۔ یاد رکھو! میرا رب اندلس میں مسلمانوں کی بے حسی اور سہل نگاری کو دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اس عظیم احسان کا اجر ضرور دے گا۔

ولید نے بہرہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ مسلم قوم پر یہ میرا احسان نہیں ہے۔ آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ یہ میرا فرض تھا۔ جسے ادا کرنے میں میں کامیاب رہا ہوں۔ اب آپ سامان سے لدے ان جانوروں کو سنبھالیں اور اس بستی کو دوبارہ آباد کریں۔ ان جانوروں پر لدے سامان سے آپ کو اس قدر نقدی حاصل ہوگی کہ آپ زرخشب کو دوبارہ آباد کرنے کے علاوہ چند ماہ تک یہاں کے سب لوگوں کے اخراجات بھی پورے کر سکتے ہیں۔ میں اب آگے بڑھتا ہوں اور فرولندہ کے ہاتھوں تباہ ہونے والے دوسرے قریوں میں سامان تقسیم کرنے کے بعد میں وادی ارغون میں فرولندہ کے حاکم پولس پر حملہ آور ہوں گا۔ یہ وادی ہمارا آبائی وطن ہے۔ اور اسے میں فرولندہ سے واپس لینا چاہتا ہوں۔ بہرہ کلبی نے آسمان کی طرف دُعا کے انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کمال رقت میں کہا۔ میرا رب تمہیں اس مہم میں بھی فوز مندی عطا کرے گا۔ ولید واپس مڑا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔



فرولندہ کے ہاتھوں تباہ ہونے والی مسلم بستیوں میں سامان بانٹنے کے بعد ولید وادی ارغون میں داخل ہوا۔ ارغون کے حاکم پولس کو اس حملہ کی اطلاع ہو چکی تھی۔ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے بجائے وہ اپنے مرکزی شہر زرغوزہ میں مقیم رہا اور اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد وہ ولید کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے بہتر سمجھا تھا کہ زرغوزہ میں محصور رہ کر ولید کا مقابلہ کیا جائے اصل میں اس شہر کا محل وقوع ہی ایسا تھا کہ اس کے اندر محصور

گھما کر بڑی ہی بے بسی اور کرب سے ولید کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پھر آپ ہی آپ اس کی گردن جھک گئی اور وہ بڑی حسرت سے اس بھالے کو دیکھ جاتا تھا جو فرولندہ کے سردار بہرہ کلبی نے اُسے تھمایا تھا۔ اس آڑے وقت میں ولید یحییٰ کے کام آیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر کر آگے بڑھا اور بہرہ کلبی کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا۔ "میری قوم کے بزرگ! میرے محترم! اب تمہیں کرسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ میں حرہ اور سویدا کے قلعوں کا مسلمان حاکم ولید بن شام ہوں۔ شاید تمہیں یہ سن کر اطمینان اور خوشی ہو کہ فرولندہ کو میں اللہ ندی کے کنارے ایک عبرت خیز نکتہ دے کر بھاگنے پر مجبور کر چکا ہوں اور اس کے بہترین سپہ سالار اور حرہ اور سویدا کے سابق حکمران جیولوس ماریا کے علاوہ فرولندہ کے بھائی یحییٰ کو ان کے ایک بھاری لشکر سمیت شکست دے چکا ہوں اور وہ دونوں بھی فرولندہ کے پیچھے پیچھے لیون کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ میرے محترم سنو! جس طرح فرولندہ نے ہماری مسلم بستیوں پر یلغار کر کے انہیں اجاڑا اور دیران کیا ہے اسی طرح میں نے بھی اس کی مملکت میں پڑنے والی ان گنت بستیوں کو لوٹ کر دیران کر دیا ہے۔ تاکہ اسے احساس ہو کہ ظلم کیا رنگ لاتا ہے۔ پھر ولید نے سامان سے لدے ہوئے جانوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میری ملت کے بزرگ! ادھر دیکھو۔ یہ سارا سامان ہم نے اپنے دشمنوں سے چھینا ہے۔ اس پر تلافی کرو اور اس بستی کو دوبارہ پہلے کی طرح آباد کرو۔

بڑھے سردار بہرہ کلبی پر ولید کی باتوں سے ایک سہانا سا وجہ طاری ہو گیا تھا۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر قبلہ کر رہا کہ اس نے زمین کے ننگے سینے پر سر بسجود ہو کر ہوئے کمال رقت اور ورد آ میزی میں کہا۔ میرے اللہ! تیرا شکریہ احسان ہے کہ تم نے مسلمانوں کو یہ توفیق عطا کی کہ وہ فرولندہ جیسے خونخواری بھڑکے ہوئے ولید خاموش کھڑا رہا اور بہرہ کلبی سجدے میں گر رہا۔ اپنی روتی آواز میں کہتا رہا۔ اے رحیم و کریم! تو اپنی کبریا کی عطا کے انوار سے ہم مسلمانوں کو سیدھی راہ کی نشاندہی کرتے رہنا۔ ہماری راہنمائی فرما میرے مولیٰ کہ ہم تیری نیکی کی راہ سے جھٹک چکے ہیں۔

رہ کر مقابلہ کرنا، سودمند تھا۔

زرغوزہ شہر دو دریاؤں کے سنگم پر واقع تھا اور دونوں دریا شہر کی بیرونی
فصیل سے چند قدم پیچھے ہٹ کر کچھ اس انداز میں بہتے تھے کہ انہوں نے شہر کے
اطراف میں سانپ کی طرح بل دے رکھا تھا اور شہر کے چوتھی طرف سیاہ رنگ کی کوئی
چٹانیں تھیں جن پر کوئی حملہ آور پڑاؤ نہ کر سکتا تھا۔

پولس نے ولید کی طرف اپنے جاسوس روانہ کر دیئے تاکہ وہ اس کی نقل و حرکت
کی اطلاعات فراہم کرتے رہیں۔ اس نے اس گھمنڈ میں فرولندہ سے امداد بھی طلب
تھی کہ وہ اگر اکیلا ولید سے نبٹ لے تو اس کی قدر و منزلت فرولندہ کی نگاہوں پر
اور بڑھ جائے گی۔

دوسری طرف ولید بھی محتاط تھا اس نے اپنی احتیاطی تدابیر سے پولس کے
سارے جاسوسوں کو گمراہ کر کے رکھ دیا تھا۔ اس نے اپنا رخ بدل کے شمال کی طرف بڑھ
شروع کر دیا تھا۔ بیس میل اوپر جا کر اس نے ان دونوں دریاؤں کو پار کر لیا جو جنوب
نیچے آ کر زرغوزہ شہر کے گرد سانپ کی طرح لپیٹا کھاتے تھے۔ پولس کے جاسوسوں نے
کافی بھاگ دوڑ کی پردہ ولید کو تلاش نہ کر سکے تھے۔

زرغوزہ سے دس میل شمال میں پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وادی کے
ولید نے پڑاؤ کیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے شمال کی طرف سے زرغوزہ
جانے والے سارے راستوں کی تاکہ بندی کر دی تھی۔ تاکہ پولس کا کوئی جاسوس یا مسافر
اسے ولید کی موجودگی کی اطلاع نہ کر سکے۔ عشاء کے بعد ولید نے وہاں سے کوچ کیا۔
وہ بڑی سست رفتاری سے سفر کر رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تیز بھاگتے ہوئے گھوڑوں
کی ٹاپوں سے کوئی اس کی آمد سے باخبر ہو جائے۔ لہذا وہ اس بھوکے چیتے کی مانند زرغوزہ
کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جو دریا کے کنارے دیک کر جنگلی جانوروں کا شکار کرتا
رات کے پچھلے حصے میں ولید اپنے لشکر کے ساتھ زرغوزہ شہر کے جنوب
ان نوکیلی اور سیاہ چٹانوں کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا تھا جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا

ان کے اندر کوئی لشکر پڑاؤ نہیں کر سکتا۔ ولید نے لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹ کر
انہیں لمبی لمبی بے ترتیب قطاروں میں چٹانوں کے اندر چھپا دیا تھا۔ پولس کے جاسوس
لوٹ آئے تھے اور انہوں نے پولس کو خبر کر دی تھی کہ ہمارے شہر کے ارد گرد بیس میل
کے علاقے میں ولید کا کہیں نشان نہیں ہے جب کہ ولید زرغوزہ شہر کے صدر دروازے
کے سامنے اس اڑوے کی طرح بیٹھ چکا تھا جس نے ہر چیز کو نگل جانے کا تہیہ کر لیا ہو
ولید شاید کسی مناسب وقت کے انتظار میں تھا جب وہ زرغوزہ پر اپنی کاہر ضرب
لگا سکے۔

دوسرے روز جب سورج طلوع ہونے سے قبل شہر کا جنوبی دروازہ کھلا اور
مضافات کے کسان اور سبزی فروش اپنا مال فروخت کرنے شہر میں حاصل ہونا شروع ہو
گئے تو ولید صرف بیس سواریوں کے ساتھ تاجروں کے بھیس میں شہر کے اندر چلا گیا۔
اس کے پاس سامان سے لدے کچھ جانور بھی تھے۔ شہر فتح کرنے کے لیے وہ ایک
ناقابل شکست جال بن چکا تھا۔ جو نہی ولید اپنے بیس سواریوں کے ساتھ شہر میں داخل
ہوا عمروں نے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ولید کا لشکر چٹانوں سے نکل کر تکیوں
بلند کرتا ہوا شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہر میں داخل ہوتے کسانوں میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔
فصیل کے بڑبڑوں میں بیٹھے ہوئے تیر انداز اپنی جگہ چپکے نہ تھے۔ وہ اس وقت
صبح کے کھانے کی تیاری میں تھے لہذا عمروں اور بیچلی الماموں لشکر کو لے کر کسی نقصان
کے بغیر شہر کے صدر دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ دروازے کے محافظوں نے جب دیکھا
کہ دشمن نے شہر پر حملہ کر دیا ہے تو انہوں نے فوراً شہر پناہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اسی
وقت ولید اپنے بیس سواریوں کے ساتھ حرکت میں آیا اس نے طوفانی حملہ کر کے محافظوں
کو ختم کر دیا اور شہر پناہ کا دروازہ دوبارہ کھول دیا۔ اپنے لشکر کو لے کر ولید سیلاب
کے ایک سخت ریلے کی طرح شہر میں داخل ہوا تھا۔ شہر کی فصیل پر پھیلا ہوا پولس کا
لشکر نیچے اتر آیا تھا اور شہر کے اندر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

وادی ارغون سے لے کر جنوب میں وادی شقہر تک سمندری ساحل کے ساتھ

ساتھ پھیلے ہوئے خانہ بدوش عرب قبائل کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ولید نے وادی ارغون پر حملہ کر دیا ہے۔ لہذا ان کے سردار اپنے جنگجو جوانوں کے ساتھ جوق درجوق زرخیزہ شہر کا رخ کر رہے تھے۔ یہ خانہ بدوش عرب قبائل پہلے ہی پولس کی زیارتوں سے نالاں تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا کوئی مددگار اٹھ کھڑا ہوا ہے تو ان کی حالت ان بھڑول جیسی ہو گئی تھی جن کے چھتے کو کسی نے آگ لگا کر بھڑکا دیا ہو۔

زرخیزہ شہر کے اندر دوپہر تک گھسان کی جنگ ہوتی رہی۔ ولید کے سامنے پولس کا لشکر اب دبا دکھائی دے رہا تھا۔ پولس اب اپنے آپ کو غلطی پر محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اس حملے کی اطلاع کیوں نہ فرولندہ کو کر دی۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا اور جب دوپہر کے بعد خانہ بدوش عرب قبائل بھی ولید کی مدد کو پہنچ گئے تو جنگ کا نقشہ تیزی سے بدلنے لگا۔ تمام خانہ بدوش عرب قبائل کے جنگجو بنو معریہ کے سردار مالک بن جندل کی کمانداری میں جنگ کر رہے تھے۔ سہ پہر کے قریب پولس کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا اور خود پولس نے ہتھیار ڈال کر ولید سے امان طلب کر لی تھی۔

جس وقت شہر کے ایک وسطی میدان میں جس کے اندر بھر پور جنگ ہوئی تھی پولس اپنے چند بچے کچھے ساتھیوں کے ساتھ ولید، عمروں اور المامون کے سامنے کسمپرسی کی حالت میں کھڑا تھا۔ خانہ بدوش عرب قبائل کا کماندار اور بنو معریہ کا سردار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں آیا۔ وہ ایک خوب قد آور اور گھٹے ہوئے مضبوط جسم کا مالک تھا اور اپنے سرخ گھوڑے پر سوار وہ کسی لشکر کا سالار لگتا تھا۔

عمروں شاید اسے پہلے سے جانتا تھا کیونکہ جب مالک بن جندل قریب آ کر گھوڑے سے اترتا تو عمروں مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اسے گلے لگاتے ہوئے ولید اور المامون کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ ولید بن ہشام ہیں۔ میرے آقا اور امیر اور حرمہ و سدید کے حکمران اور دوسرے طلحہ کے حکمران یحیی المامون ہیں۔

مالک بن نمیرہ آگے بڑھا پہلے ولید پھر المامون کے ساتھ بڑی عقیدت

کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد وہ ولید کی طرف مڑا اور بڑے ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ یا امیر! میں بنو معریہ کا سردار مالک بن جندل ہوں۔ مجھے خبر ہوئی تھی کہ آپ نے زرخیزہ پر حملہ کر دیا ہے۔ میں ایک مدت سے اس لگائے بیٹھا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم وادی ارغون پر حملہ کرے اور میں اس کا ساتھ دوں۔ آپ نے میری دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے۔ میرے ساتھ مختلف قبائل کے پانچ ہزار جوان بھی آپ کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ اگر آپ کو ضرورت ہوئی تو اس سے کہیں زیادہ جنگجو عرب ہم اپنے قبائل سے جمع کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو اس عظیم فتح پر مبارکباد بھی دیتا ہوں۔ یہ بات ہم مسلمانوں کے لیے خوش کن ہے کہ آپ اور طلحہ کے حکمران نے آپس میں اتحاد کر لیا ہے۔ قسم ہے مجھے رب عظیم کی اگر اندلس کے سب چھوٹے بڑے مسلمان حکمران آپس میں اتحاد و یکجہتیت کا جذبہ پیدا کر لیں تو ایک نہیں ہزارا فرولندہ بھی ہمارے سامنے آجائیں تو ہم اسے خلیج بسکے کی پاتال میں اتار دیں۔ انہوں نے صرف ہمارا آپس کا انتشار و فساد دیکھا ہے۔ اگر ایسی ہی شدت کے ساتھ وہ ہمارا اتحاد و اتفاق دیکھ لیں تو پورے اندلس کے اندر شمال میں جبل ابرانس سے لے کر جنوب میں المریہ کی بندرگاہ تک اور مشرق میں بحیرہ روم کے کنارے وادی شمر سے لے کر مغرب میں خلیج بسکے کے کنارے قصر ابی وائس تک وہ اپنے لیے کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ تلاش نہ کر سکیں۔

ولید چند لمحوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمروں! قلم کاغذ لاؤ۔ عمروں کے اشارے پر ایک جرنیل بھاگتا ہوا گیا اور قلم کاغذ لے آیا۔ ولید نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر اس نے قلم دوات اسی جرنیل کو جولایا تھا واپس کرتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے پولس سے کہا۔ پولس! میں تمہیں صرف تین یوم کی مہلت دیتا ہوں۔ تم نے امان مانگی تھی میں نے تمہاری جان بخشی کر دی۔ میں اگر چاہتا تو فرولندہ کے مظالم کا انتقام لینے کی خاطر یہاں کی پوری آبادی کو تہ تیغ کر دیتا۔ لیکن میں ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ تم تین

کے اندر اندر شہر زرخوزہ ہی نہیں وادی ارغون کی پوری عیسائی رعایا کو لے کر فرولندہ کی مملکت میں چلے جاؤ۔ یاد رکھو! تین دن کے بعد جو بھی عیسائی ہمیں دکھائی دیا۔ ہم اسے قتل کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اب تم جاؤ اور کوچ کی تیاری کرو۔ میرے چند جرنیل ایک مختصر لشکر کے ساتھ تمہارے ساتھ رہیں گے جو کوچ میں تمہاری مدد کرنے کے علاوہ تم پر نگاہ بھی رکھیں گے تاکہ تم کوئی غلط حرکت نہ کر سکو۔ سنو پولس! تمہارے پاس جس قدر خزانہ ہے میرے ان جرنیلوں کے حوالے کر دینا جو تمہارے ہمراہ رہیں گے۔ اگر تم نے کوئی غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش کی تو سن رکھو مجھے تمہاری جان بخشی کی امان فیسخ کرنا پڑے گی۔

پولس پیچھے ہٹ گیا اور ولید کے اشارے پر اس کے تین چھوٹے جرنیل چند دستوں کے ساتھ پولس اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ ولید نے پھر پکارا۔ سنو پولس! پولس رگ گیا۔ ولید نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ فرولندہ کے نام خط ہے۔ جب تم اس کے پاس جاؤ تو یہ اسے دے دینا۔ پولس خط لے کر واپس مڑ گیا۔

پولس جب چلا گیا تو ولید اپنے سامنے کھڑے بنو معریہ کے سردار مالک بن نمیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ مالک! تم اس وقت میرے پاس آئے ہو جب تم جیسے حوصلہ مند اور مضبوط ارادہ انسان کی مجھے اشد ضرورت تھی۔ سنو مالک! تم ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور سب خانہ بدوش عرب قبائل کو اپنے ساتھ لے آؤ۔ میں انہیں زرخوزہ شہر وادی ارغون کے دوسرے قصبے اور بستیوں میں آباد کرنا چاہتا ہوں۔ شاید یہ اطلاع تمہارے لیے نئی اور خوش کن ہو کہ میں تمہیں وادی ارغون کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ تمہاری حیثیت میرے قریب وہی ہوگی جو فرولندہ کے ہاں پولس کی تھی۔ مالک نے بڑی انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! میں اس قابل کہاں کہ آپ مجھے وادی ارغون کا حاکم مقرر کر رہے ہیں۔

ولید آگے بڑھا اور بڑی شفقت سے مالک کی بیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

تمہارے خیالات میرے لیے اطمینان بخش ہیں اور پھر میں جنگ کے دوران تمہیں لڑتے رہنے بھی دیکھ چکا ہوں۔ تمہارا جنگ کرنے کا انداز بھی قابل تعریف اور شجاعت پر ہے۔ یقیناً وادی ارغون کی حفاظت آپولس کی نسبت کہیں بہتر طور پر کر سکو گے۔ اب تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بحیرہ روم کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے سب خانہ بدوش قبائل کو یہاں لے آؤ۔ مالک نے اس بار کچھ نہ کہا۔ چپ چاپ وہ پیچھے ہٹا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکل گیا۔

ولید نے دس دن تک زرخوزہ شہر میں قیام کیا۔ اس دوران اس نے عرب قبائل کو وادی ارغون میں آباد کر کے مالک کو ان پر حاکم مقرر کیا۔ زرخوزہ شہر کا سارا خزانہ مالک کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جو مال غنیمت ہاتھ لگا اس کا زیادہ حصہ لشکر کے سپاہیوں میں بانٹ دیا گیا اور جو بچا اس کے دو حصے کیے گئے ایک حصہ یحییٰ المامون کے حوالے کیا گیا اور وہ اپنے دارالحکومت طلیطلہ کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرا حصہ لے کر ولید اپنے قلعوں کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



نے لیٹ دیسے تھے۔ پھر وہ سب ملاح بھی بستی کی طرف چلے گئے تھے۔

منذر بن ربیع شفقندہ کے ایک مکان میں داخل ہوا۔ اندر بوڑھی عرولان ایک کھاٹ پر لحاف اوڑھے پڑی تھی اور اس کے قریب کچی مٹی کی انگلیٹھی میں آگ روشن تھی۔ منذر اسے اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ وہ اس کے قریب آکھڑا ہوا۔

اور پریشان آواز میں پوچھا۔ عرولان! عرولان! تم ٹھیک تو ہو میری بہن؟

عرولان نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پچھلے چند روز میں بخار ہو گیا تھا۔ اب تو ٹھیک ہوں۔ ان ہمسایوں نے میرا بڑا خیال کیا ہے۔ ان کی لڑکی مجھے کھانے کھلاتے اور میرے

پاس آگ روشن کرنے کے بعد ابھی ابھی گھر گئی ہے۔ وہ بچاری رات کو بھی میرے پاس

سوئی ہے۔ عرولان چند لمحے رُک کر بولی۔ منذر بھائی! اب میں بوڑھی ہو چکی ہوں

ایک نہیں رہ سکتی۔ منذر نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ اب کی بار میں ولید

سے ملا تو اسے کہوں گا کہ وہ کسی ایسی عورت کا بند و بست کر دے جو تمہاری خدمت کرے

عرولان خاموش رہی، یوں لگتا تھا وہ یادوں کے قدیم سردخانوں میں کھوکھی

ہو۔ پھر اس کی کراہتی ہوئی آواز سنائی دی کاش! کوئی ہرکارہ آتا اور مجھے یہ خبر سنانا کہ

میری امیرانہ زندگی کے دن ختم ہو چکے۔ جانے کب ظلم کی یہ رات کٹے گی اور سحر کے آثار دکھائی

دیں گے۔ روز سورج نکلتا ہے اور ڈوبتا ہے۔ روز صبح ہوتی ہے اور شام قیامت کی

ی رات کو اپنے کندھوں پر لادے آجاتی ہے۔ پر میری آرزو مند آنکھیں کچھ نہیں کھینچیں

میرا اشارت طلب دل بے نور رہتا ہے اور دُعا کے لیے اٹھنے والے میرے ہاتھ بے ثمر

رہتے ہیں۔ کاش۔۔۔۔۔

مندر دوسری کھاٹ کو گھسیٹ کر قریب لایا اور انگلیٹھی میں دہکتی آگ کے

قریب بیٹھتے ہوئے اس نے عرولان کی بات کاٹ کر کہا۔ اگر میں چند روز قبل تمہارے پاس

آتا تو اس وقت میں تمہیں ایک انتہائی بُری اور ہولناک خبر سناتا رہتا۔ پر اب میں تمہارے

لیے ایک خوش خبری لایا ہوں۔ عرولان نے چونکتے ہوئے کہا۔ کس قسم کی بُری خبر اور کیسی خوش خبری؟ منذر نے



وہی بوڑھا اور لنگڑا ملاح جس کا نام منذر بن ربیع تھا اور جس کے متعلق باب

اس کے باب ہشام نے مرتے وقت نصیحت کی تھی کہ اس کا احترام کرنا، سمندر کے

اندھ حرکت کرتی ہوئی کشتی میں بیٹھا تھا اور اس کے گرد بیٹھے ہوئے اس کے ساتھ

ملاحوں میں سے کچھ چپو چلا رہے تھے اور کچھ اس کے گرد حلقہ بنائے اسے عقیدت کا

لگا ہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کشتی تیزی سے حرکت کر رہی تھی اور برسلونہ کی بندرگاہ

نہ گزر کر جنوب کی طرف بڑھ گئی تھی۔

شام ہونے سے کافی دیر قبل ہی بوڑھے اور لنگڑے ملاح منذر بن ربیع

کے اشارے پر ملاحوں نے سمندر کنارے کی ایک تسی شفقندہ کے سامنے کشتی کو روک

دیا۔ یہ وہی بستی تھی جس میں وہ بوڑھی عرولان رہتی تھی۔ جس کے متعلق ولید کے باب

نے اسے کہا تھا کہ اس بوڑھے ملاح سے بھی بڑھ کر اس خاتون کا خیال رکھنا اور اس

کے اخراجات پورے کرنا۔ ملاحوں نے کشتی کا رخ موڑا اور چوپوؤں کے علاوہ بالوں

کی مدد سے انہوں نے کشتی کو خشکی پر چڑھا دیا تھا۔

بوڑھا ملاح ایک چپو سنبھال کر اٹھ کھڑا ہوا اور کشتی سے اتر کر چپو کے سہارا

پر اپنی لنگڑی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا بستی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دوسرے ملاحوں

نے کنارے پر لوہے کا کھونٹا ٹھونک کر کشتی کو اس سے بانڈھا اور اس کے ادا بانڈ

سکراتے ہوئے کہا۔ اے میری بہن! وہ بُری خبر اور خوش خبری دونوں ہی امیر ولید بن ہشام کے متعلق ہیں۔ عزلان نے فکر گیر آواز میں کہا۔ کسی نے اسے گزند پہنچایا ہے یا اسے کسی نے بختی جو میں تمہیں سنا چکا۔ اب خوش خبری کی ابتدا ہوتی ہے۔ ولید نے بھی یہاں اپنی اپنے کسی مقصد میں ناکامی ہوئی ہے۔

منذر نے لا پرواہی سے کہا۔ ہاں اسے ایک شکست ہوئی تھی۔ پر اس نے دیرانی کا بازار گرم کر دیا۔ فرولندہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً اپنے لشکر کو فوراً ہی یہ داغ دھو ڈالا اور اپنی شکست کو اس نے فوراً ایک عظیم اور قابلِ ستائش فتح جتوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ وہ خود لے کر ولید کی طرف بڑھا اور دوسرا حصہ اپنے میں تبدیل کر دیا۔ عزلان نے روتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اسے کہاں، کب اور کس نے ایسی اور جیولوس ماریا کو دیکر روانہ کیا تاکہ وہ ولید کے قلعوں کو فتح کر لیں۔ اسے اُمید شکست دی؟ منذر کہہ رہا تھا۔ سنو عزلان! عیسائی حکمران فرولندہ نے جیولوس ماریا کو ولید کو کہہ باہر ہے لہذا اس کے دونوں شہر آسانی سے فتح ہو جائیں گے۔

اور اپنے چھوٹے بھائی اور قشتالیہ کے حکمران لیبی کی بہن ہی میں ایک ہزار لشکر کے ساتھ امیر ولید کے شہروں پر حملہ کر دیا تھا۔ عزلان نے بدحواسی میں پوچھا۔ پھر کیا ہوا۔ منذر نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ بس تم سنتی جاؤ بیچ میں بولوم ت۔ تو میں کہہ رہا تھا۔ فرولندہ نے امیر ولید کے شہروں پر حملہ کر دیا۔ امیر ولید محصور ہو کر اپنے دونوں شہروں کی حفاظت کرتے رہے اور تنگ آ کر فرولندہ نے محاصرہ اُٹھا لیا۔ پر اس نے ایک نہایت گری ہوئی حرکت کا ارتکاب کیا۔ وہ سیدھا کوہستان اشارت اور جبل طلیطلہ کے وادی انبیر میں داخل ہوا اور وہاں اُس نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ولید کو جب فرولندہ کی اس مذموم حرکت کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنا لشکر لے کر اپنے قلعوں سے نکلا اور اس کا بہترین جرنیل عمروں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس کے علاوہ مسلم بن تمام اور طلیطلہ کا حکمران یحییٰ المامون بھی اپنے لشکر سمیت اس سے آئے تھے۔ دراصل فرولندہ چاہتا تھا کہ ولید کسی نہ کسی طرح اپنے قلعوں سے باہر نکلے اور ایسا کرنے میں وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ وادی انبیر میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا جس میں ولید کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر مغربی پہاڑوں میں ردپوش ہو گیا۔

عزلان نے اپنی چھاتی پر دونوں ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ آہ! یہ خبر سننے سے قبل مجھے موت کیوں نہ آگئی۔ کاش — منذر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم پہلے پوری داستان تو سن لو پھر وادیا شروع کر دینا۔ یہاں

عزلان نے اپنی چھاتی پر دونوں ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ آہ! یہ خبر سننے سے قبل مجھے موت کیوں نہ آگئی۔ کاش — منذر نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم پہلے پوری داستان تو سن لو پھر وادیا شروع کر دینا۔ یہاں

درغوزہ شہر ہی نہیں پوری وادی ارغون پر بھی قبضہ کر لیا ہے ۔

پیشانی ہو جاؤ گی اور میں تمہاری موجودہ خوشی کو غم میں بدلتے نہیں دیکھ سکتا۔
 عدوان نے وُکھ سے کہا۔ کیا وہ لڑکیاں کسی تکلیف میں ہیں۔ منذر نے
 پھر ان کے خاطر بے توجہی سے کہا۔ بس تم ہی سمجھ لو اور اب چُپ رہو۔

عزرا نے خوشی میں چلاتے ہوئے کہا۔ خدا کی قسم ولید شجاعت والا

فراست و مینس بندی میں اپنے باپ ہتھام سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ جو کام بال پر چند محول تک خاموش رہی پھر اس نے بڑی بے صبری

ساری نگرہ نہر سکا وہ ولید کے اپنی مگرے ابتدائی دور میں گردھایا ہے۔ کاس جہاں انہار کرتے ہوئے کہا - کیا ولید ان لڑکیوں کو رہا کرانے میں کامیاب ہو جائے گا - مندر

فادویٰ ارحمیں سرگرمی سے لڑ رہا تھا۔ وہیں اس کی بہن سہیلیاں بھی تھیں۔ ان کے ہر گھبرائے پر امید بھری نظر تھیں۔ وہ ضرور کامیاب ہو گا۔ وادی ارحمن کا فاح و ہاں نا کام نہ ہو گا۔

فرولندہ کے سپاہیوں نے ہم پر کیا کیا منڈا ڈھائے ہیں۔ میں اسے بتائی کہ مسلمانوں نے فخر سے اپنے سر پہ چھوڑا۔ یا تو یہ کہ ہم اس پر سے سب سے پہلے اور ہرگز کوئی نہیں۔

نچا ہوں میں اب وہ کیسا زیرک اور قیمتی جرنیل ہے۔ آہ میں کیسی بد نصیب ہوں جسے ماں باپ کو ان کا بیٹا اور اولاد کو ان کے والدین۔ سمنوعہ لان! وہ اس وقت

میں اُسے لڑنے ہوئے دیکھتی، اسے وادیِ ارغون میں اپنا کھوڑا بھگاتے ہوئے دیکھتی، جب اس کے سپاہی سوتے ہیں۔ وہ پیاسا رہ کر اوروں کی پیاس بھجاتا ہے۔

عزراں چند کے چپ رہی پھر چھ سوچ کر پوچھا۔ کیا وید کے بھولنے والے اپنے غیر اور وہ غیروں کا اپنا ہے۔ وہ بے چاروں کا چارہ گمراہ اور لوگوں

پھر جب بھٹہ نہ تیار ہے۔ سب کے لئے ہوتے ہیں۔ ہاں اس کے بعد خود بڑا ہالہ دلوں میں دھڑکنا ہے۔ وہ قیدیوں کو اسیری سے نجات دلانے والا اور اب اس کی

کے ساتھ بندرگاہ میں مقیم ہے۔ یہی اس سے مل کو آ رہا ہوں۔ یہی اسے یہ پہنا کرتا ہے۔ وہ جنگلات، صحرا، دریا، بندر، شہر، کھیتوں،

دے آیا تھا کہ ولید کو پیغام لکھجواؤ کہ وہ مجھے فوراً لے۔ مجھے ولید کی ان ساری فہمائیدیں معلوم ہو چکی ہیں۔ وہ نند ہے اسے شک لگا کہ میں مضطرب نہ لکھواؤں گا۔ وہ دشمن ہے نہ دوست۔

کا علم مسلم بن تمام ہی سے ہوا تھا۔ میں نے اس کے پاس پورے دس روز تک رہا۔ دشمن کے لیے وہ سہارو آتش فشاں عرب اور قرہ آلود دوسے۔ انہوں کے

کر لیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں وہیں ولید سے مل لوں گا لیکن وہ ابھی تک یہیں تھا کہ وہ افاق کی رفعتوں پر محیط مشعل فروزاں اور خضر راہ ہے۔

خیال ہے ایک دو روز تک وہ یہاں پہنچ جائے گا۔ کیونکہ میں اس کام پر تیار ہوں۔

اس میں جسے کامیابی ہوئی ہے۔

ہاں میں نے سچ کہا۔۔۔۔۔۔ تو کوا تم اپنی گمشدہ مسلمان لڑکیوں کو قبول نہیں کرتے۔ عزلان! وہ ایک ایسا پھول ہے جسے نرس

لگانے میں کامیاب ہو گئے ہو۔ — ہاں میں نے انہیں تلاش کر لیا ہے۔ یہاں اسے اپنے تمام مقاصد تک پہنچا کر

تو پھر بتاؤ وہ کہاں ہیں ؟ — ایسے نہیں بتاؤں گا۔ جب امیر ولیہ

کے تو ان سے کہوں گا تم بھی سن لیا۔ اگر اس وقت میں سے تمہیں بتا دیا تو

آہستہ آہستہ روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی۔ اے ربِ کریم! تو ولید بن ہشام کی مانند صاف دل رکھنا۔ اسے درخشاں آیام کی یاد بنانا اور نامرادی کی چادر سے رکھنا۔ میرے اللہ! اس سے ایسا پاکیزہ اور رکت کی بہتری کا کام لے کہ نسلِ ہر قرن بہ قرن اور عہد در عہد آنے والی نسلیں اس کا نام عزت و احترام سے لیں۔ خدا! تو۔

عزلان دعا مانگتے مانگتے رُک گئی کیونکہ باہر گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دی تھیں۔ ایسے لگا تھا گویا کچھ سوار مکان سے باہر رُک کر اپنے گھوڑوں سے اترے ہوں۔ جبکہ پرکھڑا ہوتا ہوا بولا۔ باہر گھوڑے رُکنے کی آواز سنائی دی ہے یہ دیکھوں تو کہ مندر اپنی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا جب دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا۔ سے باہر ولید اور مسلم کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ مندر ان کی گفتگو سننے کرنے لگا۔ اسے ولید کی آواز سنائی دی۔ اس نے مسلم کو مخاطب کر کے کہا تھا تمہیں یہ بتاتے ہیں کیا جوت ہے کہ وہ ننگڑا ملاج اور اس مکان میں رہنے والا کون ہیں؟

مسلم نے بڑے ملائم لہجے میں کہا۔ اے امیر! ابھی تک وقت نہیں آیا آپ کو ان دونوں کا راز بتاؤں اور یہ حکم آپ کے آتی کا ہے۔ ولید نے خفگی سے یہ وقت اس وقت آئے گا جب میں مر رہا ہوں گا۔ مسلم نے دلیکیر ہو کر کہا۔ خدا! نہ لائے۔ سر و دست میں آپ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ جب ہم عربوں کو وادیِ اردن لکالایا تھا اور ہم کشتیوں میں بیٹھ کر کسی نئے ٹھکانے کی تلاش میں تھے، قزاقوں نے ہم نے حملہ کر دیا اور وہ ہماری جوان اور نو عمر لڑکیوں کو اٹھا کر لے گئے وہ بوڑھا ملاج جو ہر وقت سمندر کے اندر دھلے کھاتا رہتا ہے ان ہی لڑکیوں کو کرتا رہتا ہے۔ سنیے امیر! ان نو عمر لڑکیوں میں ایک آپ کی بہن بھی تھی۔ ولید نے چونک کر پوچھا۔ کیا کہا۔ ان میں میری ایک بہن بھی تھی؟ بڑے کوب میں کہا۔ ہاں، ان میں آپ کی بہن بھی تھی۔ وہ آپ سے چھ بری

اب بوڑھا ملاج جس کا نام مندر ہے ان لڑکیوں کو تلاش کر آیا ہے اور اس نے آپ کو بتایا ہے تاکہ آپ ان لڑکیوں کی رہائی کا انتظام کر سکیں۔ ولید نے افسردہ لہجے میں پوچھا۔ پر تم نے اس بوڑھے ملاج مندر اور اس عورت عزلان کے راز سے تو پردہ اٹھایا ہی نہیں۔

مسلم نے اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ جب آپ ان لڑکیوں کو رہا کرالیں گے تو ان دونوں کا راز آپ ہی آپ کھل کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ پھر مسلم نے ولید کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ یہاں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں آئیے اندر چلیں۔

دونوں دروازے کی طرف بڑھے، مندر پیچھے ہٹا اور عزلان سے کہا۔ شاید تمہاری دعا رنگ لائی ہے۔ دیکھو ولید اور مسلم آگئے۔ عزلان سنبھل کر بیٹھ گئی۔ ولید اور مسلم اندر داخل ہوئے۔ دروازے کے قریب ہی مندر نے ولید اور مسلم کا استقبال کرتے ہوئے ان سے مصافحہ کیا۔ پھر وہ انہیں اپنے ساتھ اس کمرے میں لے گیا جس میں عزلان تھی۔ ولید کو دیکھتے ہی عزلان نے کہا۔

میں اس ٹوٹے پھوٹے مکان میں ارغون کے فاتح کو سلام کرتی ہوں۔ میں بیمار ہوں۔ ورنہ اُٹھ کر تمہارا استقبال کرتی۔ میرے قریب آؤ کہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں ولید آگے بڑھا اور اس سے قریب جا کھڑا ہوا۔ عزلان نے چند لمحوں تک بغور ولید کی طرف دیکھا۔ پھر کہا۔ اپنا پاؤں میری چارپائی کے پائے پر رکھو۔ جو نہی ولید نے پاؤں چارپائی کے پائے پر رکھا، عزلان فوراً نیچے جھکی اور ولید کے جوتوں کو بوسے دینے لگی۔

ولید نے فوراً اپنا پاؤں ہٹاتے ہوئے کہا۔ خاتون! آپ مجھے گنہگار کر رہی ہیں۔ آپ میری ماں کی جگہ ہیں۔ آپ کا احترام بہر صورت مجھ پر واجب و لازم ہے۔ عزلان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے سامنے والی کھاٹ پر بیٹھنے کو کہا۔ ولید چپ چاپ وہاں بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی مسلم اور مندر بھی وہاں بیٹھ گئے تھے۔ عزلان بھر بولی۔ یا امیر! آپ خوش قسمت ہیں۔ ورنہ عرصہ ہو گیا وادیِ ارغون کو دشمنوں کے ہاتھوں کوئی نکال نہ سکا تھا۔ کاش میں آپ کو وادیِ ارغون کے اندر اپنا گھوڑا بھگالتے

ہوئے دیکھ سکتی خوش قسمت ہیں وہ ماں باپ جنہوں نے آپ کی پرورش کی۔ نیک ہیں وہ داریاں جہاں آپ کے باپ نے آپ کو جنگی تربیت دی ہوگی۔ آپ کے باپ امیر ایک سمندری جنگ میں مارے گئے۔ آپ کی ماں کہاں ہے؟

ولید اُداں ہو گیا۔ وہ اس پتے کی طرح مرجھا گیا جو اپنی شاخ سے مجھا ہوا پر آندھیوں اور جھکڑوں کے تھپڑے کھانے کو گر گیا ہو۔ اس کی حالت پتے کی پلوں کے ہوئے شبنم کے اس قطرے جیسی ہو گئی تھی جسے ہوا کا ایک معمولی جھونکا بھی تباہی اٹھاہ میں چھینک سکتا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اپنے ہونٹ کا شمار با پھر مر وہ سی آواز اس نے کہا۔

اے خاتون! میں ابھی ننھا سا بچہ ہی تھا کہ میری ماں مر گئی تھی۔ میں اس چھوٹا تھا کہ مجھے اپنی ماں کا چہرہ تک یاد نہیں۔ ماں میرے باپ کہا کرتے تھے کہ وہ ایک اور جفاکش عورت تھی۔

ولید نے تھوٹک نکلتے ہوئے کہا۔ اے خاتون! میں نے اپنے باپ کے ساحری جہازوں میں دھکے کھاتے ہوئے پرورش پائی ہے۔ میں نے اس وقت تلوار کے پرماتھ دکھا تھا جب میری عمر کے بچے ابھی کھلونوں سے کھیلتے تھے۔ جس عمر میں بچے کر کے اپنی ماں کی گود میں بیٹھا پسند کرتے ہیں میں اس عمر میں جہازوں اور کشتیوں پر سمندر کی طوفانی لہروں کا جمع ہو جانے والا پانی باہر نکالا کرتا تھا، سرد آندھیوں، بارشوں اور جاڑے کے ٹھٹھرتے طوفانوں میں جب مائیں اپنے بچوں کو لے کر لگاؤ اندر دھک جاتی ہیں۔ میں اونچے اونچے میناروں پر چڑھ کر جہازوں اور کشتیوں کے کھولا اور لیٹا کرتا تھا۔ میرا باپ ایک مشفق اور ہمدرد انسان تھا۔ اس نے میرے ہر وہ چیز تہیا کی جو میں نے منہ سے نکالی۔ جب تک میں بچہ تھا۔ میرے لیے وہ ایک مہربان باپ رہا اور جب میں جوان ہو گیا تو اس کا سلوک میرے ساتھ ایک لشکر کے جیسا تھا۔ اس نے کبھی بھی اپنے سپاہیوں پر یہ ثابت نہ ہونے دیا کہ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ امتیازی سلوک کرتا ہے۔ یہ اُسی کی پرورش کا نتیجہ ہے کہ آج میں اپنی محنت

اپنے سے کسی مقام پر ہوں۔ کاش وہ چند برس اور زندہ رہ کر میری راہنمائی کرتا اور اپنے بچے کی کشتی کے اندر دم توڑتا تھا۔ مجھے یوں لگا تھا جیسے وہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی ہو جس پر میں سوار تھا۔ وہ اس وقت مجھے تنہا چھوڑ کر مجھ سے رخصت ہو گیا۔ جب وہ میری صورت میں اپنی محنتوں کا ثمر دیکھنے والا تھا۔

ولید نے جب گردن سیدھی کی تو اس نے دیکھا کہ مسکم اور مندر دونوں کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور عزلان کی آنکھوں سے آنسو یوں اس کے لحاف پر گر رہے تھے جس طرح تیز اور طوفانی بارش میں کسی مکان کی بوسیدہ چھت ٹپکتی ہے۔ ولید نے عزلان کی طرف دیکھتے ہوئے دھک سے پوچھا۔ اے خاتون! تو کون ہے اور میری حالت پر تو کیوں آنسو بہا رہی ہے۔

عزلان چند لمحوں تک یوں چپ رہی جیسے وہ آتے جاتے لمحوں کو وقت کے آئینے میں دیکھ رہی ہو۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے روتی آوازیں کہا۔

اے ابن ہشام! میں ایک قوم کی ماں ہوں، ایک ملت کی بہن اور وفادار بیٹی ہوں۔ پر اس کے ساتھ میں ایک بد قسمت عورت ہوں۔ میری آبرو کہیں کھو گئی ہے۔ میں اسے تلاش کرتی پھرتی ہوں۔ دشمن میری بیٹی کو اٹھا کر لے گئے تھے وہ آج تک مجھے نہیں ملی۔ اے ابن ہشام! اللہ مجھے میری بیٹی سے بلاؤ۔ مجھے یہ بتاؤ وہ زندہ ہے، یا دشمنوں نے اسے ختم کر دیا ہے۔ میری بیٹی ان ہی لڑکیوں میں شامل تھی جن کی تلاش میں مندر ہر وقت دھکے کھاتا رہتا ہے۔

سنو ولید! یہ مندر جس کی اب ایک ٹانگ خراب ہو چکی ہے میرا سکا بھائی ہے۔ کبھی یہ تمہارے باپ کے لشکر کا سب سے کڑا اور بہادر جرنیل تھا۔ ولید نے دیکھا عزلان کی حالت جن بچے دل کی راکھ جیسی ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ازل سے لے کر اب تک کے سفر کی آن گنت داستانوں کے اوراق بکھر چکے تھے۔ ولید کو عزلان کے چہرے پر یوں لگا جیسے لپکتے شعلوں اور ہولناک تباہی کے اندر اس کی بیٹی کسی کو مرگ ظلمت سے نجات کی خاطر چلا چلا کر پکار رہی ہو۔ ولید نے فوراً اپنا ہاتھ تلوار کے دتے پر رکھتے ہوئے کہا۔

اے خاتون! اگر تمہاری بیٹی زندہ ہے تو میں تمہیں ضرور اس سے ملاؤں گا، عزت و انانیت کا مسئلہ ہے۔ مندر نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ امیر ولید! انہیں وہاں دشمن اسے لے کر اگر زمین کی انتہاء میں بھی اتر گئے ہوں تب بھی تمہارے سکون کے لئے بکنا کوئی آسان کام نہیں۔ سنو! وہ جزیرہ سارڈینیا کے جنوب مغربی اور ساحلی شہر طارس میں ہیں۔ یہ پورا شہر بحری قزاقوں کا ہے۔ ایک بہت بڑی بندرگاہ ہے۔ بندرگاہ کے قریب ہی قحبہ خانہ ہے جس کے اندر سینکڑوں لڑکیاں ہیں۔ سارڈینیا کے دوسرے تمام شہروں میں ان لڑکیوں کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ جن کی تلاش میں آپ گھومتے رہے ہیں۔ ان کی غیاشی کی خاطر وہاں آتے ہیں اور قحبہ خانہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ قزاق آپس میں کچھ معلوم نہ تھا کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ اس مکان میں داخل ہونے سے قبل میرے اسرار و تقسیم کر لیتے ہیں۔ طارس شہر بحری قزاقوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان کے پاس ہزاروں لڑکا مسلمان نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ان مسلمان لڑکیوں کی تلاش میں جاتے ہیں جنہیں عیسائی قزاق اٹھا کر لے گئے تھے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کیوں سمندر کے اندر کبھی مارا اور کبھی کارسیکا جزائر کی طرف دھکے کھاتے رہتے تھے۔ میرے محترم بتائیے وہ لڑکیاں کون سی ہیں کیونکہ مسلم مجھے بتا چکا ہے کہ ان میں ایک میری بہن بھی ہے۔ مندر کی گردن جھجک گئی۔

ولید کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے مسلم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ مسلم! کارنگ ہدی ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے آپ پر تباہ پانے کی کشمکش کرتے ہوئے کہا۔ ان میں جو اُس وقت جوان تھیں اب بوڑھی ہوتی جا رہی ہیں اور جو کم سن تھیں اب بوڑھی ہو چکی ہیں۔ ان سب کو عیسائی قزاقوں نے عزت بیچنے پر مجبور کر کے اور انہیں فروشی اپنی بیٹی کا نام نہ بتاؤں گی جب تک وہ مجھے مل نہیں جاتی۔ کرتے ہوئے قحبہ خانہ کی زینت بنا دیا ہے۔

بولی عزلان اپنے کالوں میں انگلیاں دیتی ہوئی چلا پڑی۔ اے میرے بھائی! ہاں آؤں گا اور لڑکیوں کو رہا کرنے کی خاطر تم میرے ساتھ چلو گے۔ تاکہ تم مجھے صحیح راستوں ایسی خبر سنانے سے قبل کاش تم نے میرے کالوں اور آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا۔ قحبہ خانے کی طرف میری رہنمائی کر سکو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے مقصد میں ہوتا کہ میں یہ نہ سن سکتی کہ میری بیٹی کہاں ہے اور نہ میں یہ دیکھ سکتی کہ جب وہ یہاں دلا رہا ہو گا۔ اب میں جاتا ہوں اور اپنے لشکر کے ساتھ بہت جلد سارڈینیا کی طرف لائی جائے گی تو وہ ایک زندہ لاش کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگی۔ مندر نے دھکی آؤں کرنے کی تیاری کر دی۔ میرا بحری مستقر کوستان ابراہن کی سمندر کنارے کی گناہم اور زخمی لہجے میں کہا۔ اے بہن! میں نے جو دیکھا کہہ دیا۔ اب میں اپنے فرض سے ادا ہو کر آؤں گا۔ اب میں نے اپنی بحری قوت کو وہاں سے بارسلونہ کی بندرگاہ پر منتقل سکدوئش ہو چکا۔

عزلان نے اپنی جھکی آنکھیں صاف کیں اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اے امیر! میں نے سارڈینیا سے سیدھا بارسلونہ جاؤں اے ابن ہشام! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ ولید نے شرم کے باعث اپنی جھکی آنکھوں میں ایک لشکر لے کر پھر بارسلونہ آؤں گا اور یہاں سے آپ اور مسلم کو لے کر جزیرہ سارڈینیا گردن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ میں انہیں ہر حالت میں رہا کر کر یہاں لاؤں گا۔ یہ سب

کی طرف روانہ ہوں گا۔ اب مجھے اجازت دیں میں چلتا ہوں۔

اس بار عزلان بول اُٹھی اور ولید سے کہا۔ رات ہوتے والی ہے تم یہاں رہ کر آرام کرو۔ صبح یہاں سے روانہ ہو جانا۔ ولید نے دروازے کی طرف بڑھ کر کہا۔ میں اکیلا ہوتا تو ضرور رک جاتا۔ میں نے کہا نا میرے ساتھ میرا محافظ دستہ جو اس بستی سے باہر کھڑا میرا منتظر ہے۔ لہذا میرا لوٹ جانا ہی ضروری ہے۔ خاموش رہی۔

ولید جب دروازے کے پاس آیا تو مندر نے کہا۔ اے امیر! اگر جان تو میں علیحدگی میں مسلم سے کچھ کہہ لوں کہ جو جنگوں کا میرا پُرانا ساتھی ہے۔ وہ ان بات میں گردن ہلا دی۔ مندر نے مسلم کو علیحدہ لے جا کر کچھ کہا۔



فرزندہ، جیولوس ماریا اور لیبسی کے ساتھ اپنے بیرون شہر کے قصر میں بیٹھا اپنی جلد ہی مسلم لوٹ آیا۔ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انکس کے اسباب پر بحث کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اس عرب جرنیل نے ہمارے ساتھ ایڑ لگا کر وہ بستی سے باہر اس طرف جا رہے تھے جہاں ولید کا محافظ دستہ کھڑا دھوکا کیا ہے۔ ہم سے شکست کھا کر اس نے ہمارے ہی علاقے میں یلغار کر دی۔ یہ سب راستے میں ایک جگہ ولید نے مسلم سے پوچھا۔ مندر نے علیحدہ لے جا کر تم سے کیا کہا؟ اس نے سوچی سمجھی تدبیر کے تحت کیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شکست کے بعد وہ بھاگ مسلم اور اس ہو گیا اور کہا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ عزلان اب بوڑھی ہو چکی۔ اپنے قلعوں کی طرف چلا جاتا اور ہم اس پر بآسانی قابو پا لیتے۔ پر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اکثر بیمار رہتی ہے۔ کوئی اس کی خدمت کرنے والا ہونا چاہیے۔ ولید گہری سوچا۔ کھو گیا اور گھوڑے شمال کی سمت سرپٹ دوڑ رہے تھے۔

لیبسی نے تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ وہ اتنا کمزور نہیں جتنا ہم نے اسے سمجھا تھا۔ جیولوس مجھے اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ ایک معمولی ملاح ہے اور جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ لیکن اسے لڑتے اور اپنے لشکر پر گرفت رکھتے دیکھ کر میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس جیسا جرات مند اور تجربہ کار جرنیل نہیں ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اس نے اللب ندی کے کنارے آپ سے جنگ کرنے کی خاطر کیسی عمدہ جگہ کا انتخاب کیا۔ اور پھر اس نے کیسے بروقت آپ پر حملہ کیا۔ جب کہ آپ کا لشکر تین حصوں میں بٹ چکا تھا۔ ایک حصہ ندی کے پار۔ دوسرا ندی کے اندر اور تیسرا اس کنارے تھا اور آپ نے دیکھا تعدادیں کم ہونے سے باوجود وہ صرف اپنی جنگی مہارت کے سبب آپ کو شکست



دینے میں کامیاب ہوا۔ یہی حالت اس نے ہماری بھی کی۔ ہم پر بھی حملہ آور ہونے کے لیے تیار تھے۔

اس نے بہترین وقت کا انتخاب کیا ہم پر اس وقت اس نے پڑھائی کی جب کہ فرزندہ کہتے کہتے مرگ گیا کیونکہ قصر کا محافظ اندر آیا اور اپنی مکر کو دہرا کر کے اور کے وقت لشکر کھانے کی تیاری میں مصروف تھا اور۔

جیولوس ماریانے اعتراض کرتے ہوئے کہا تو کیا آپ اس مسلمان کی شجاعت پر حیرت منانے لگے ہیں؟ فرزندہ نے اپنی نشست پر اٹھتے ہوئے کہا۔ اُسے فوراً ہمارے پر مسلط کر کے ہمیں آئندہ جنگوں سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ یاد رکھیے ولید بن ہشام اور اس بیچ دو۔ کیا اس پر کوئی مصیبت تو نہیں آئی پڑی۔ محافظ باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں کاحرنیل عمرو بن جندل اب ہماری ضد بن گئے ہیں۔ اگر ان کے خلاف آواز اٹھاؤ تو پھر اندر داخل ہوا۔ وہ جنگی لباس پہنے ہوئے تھا جو خون آلود تھا۔ پولس کے بولنے سے میں میرا کسی نے بھی ساتھ نہ دیا تو قسم ہے مجھے مقدس سرزمین کی میں اکیلا ان سے جنگ کر لیا ہی فرزندہ نے پوچھ لیا۔ کیا تم پر کوئی افتاد پڑی ہے۔ تباہ و جلدی تباہ۔ تمہارے کپڑے خون لگا۔ ایسی نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا تم مجھے غلط سمجھتے ہو۔ جیولوس میرا مطلب اذکیوں ہیں۔

تمہاری دل آزاری نہ تھا۔ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ ان دونوں کو شکست دینے میں سی صلیب کی سر بلندی ہے۔ اصل میں میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ولید اب ایک قوت بن چکا ہے۔ ہمیں اب اپنی پوری تیاری کے بعد اس کے مقابلے پر نکلتا چاہیے اور پھر ہماری حالیہ شکست نے اس کے حوصلوں کو اور بڑھا دیا ہوگا۔ اس کے علاوہ اس کی فتح اور ہماری شکست کا سن کر دوسرے مسلمان حکمرانوں کے علاقوں سے بھی رضا اور مذہبی جنونی اس کے پاس پہنچنا شروع ہو جائیں گے۔

فرزندہ نے دونوں کی گفتگو پر مسکراتے ہوئے کہا۔ تم دونوں ٹکر مندنہ ہو۔ میں نے فرانس سے کمک طلب کی ہے۔ اب تک میرا پیغام وہاں پہنچ چکا ہوگا۔ میں نے چند راہبوں کو اس کام پر مامور کیا ہے۔ مجھے اُمید ہے فرانس سے ہمیں اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ لڑاکا جوان مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ فرانس کی حکومت اپنی باقاعدہ فوج کا کچھ حصہ بھی ہماری مدد کو روانہ کرے گی۔ میں مانتا ہوں ولید بن ہشام کے مقابلے میں ہمیں شکست ہوئی ہے لیکن ہم بہت جلد اس شکست کو ایک عظیم فتح میں بدل دیں گے۔ ہمارا مدعا صرف ولید کو ہی شکست دینا نہیں ہے۔ ہمارا اصل مقصد تو مسلمانوں کو اسپین سے نکال باہر کرنا ہے اور اس سلسلے میں فرانس کی حکومت ہمارے ساتھ ہے۔ فرانس کے حکمران ہم سے عہد کر چکے ہیں کہ وہ اسپین سے مسلمانوں کے

فرزندہ نے پھر پوچھا۔ کیا وہ برسوں کی بندرگاہ پر بھی قابض ہو گیا ہے۔ پولس نے ثابت میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ہاں وہ برسوں پر بھی قبضہ کر چکا ہے۔ فرزندہ نے اترتے ہوئے کہا۔ یہ بہت بُرا ہوا۔ ہم نے فرانس سے جو کمک مانگی تھی اس کے لیے اس نے کہا تھا کہ کمک دو حصوں میں تقسیم ہو کر آئے۔ ایک حصہ سیدھا خلیج بسکے میں ہماری بندرگاہ جمیقہ پر آئے اور دوسرا حصہ برسوں کی طرف چلا جائے۔ میں چاہتا تھا کہ وادی ارغون کو اپنی قوت کا مرکز بنا کر ولید ہی نہیں سارے مسلمان حکمرانوں سے منٹا جائے شاید اس میں بہتری ہی ہو اگر برسوں کی طرف جانے والی فرانسیسی قوت جنگ کر کے بندرگاہ پر قبضہ کر لے تو وادی ارغون دوبارہ ہمارے ہاتھ میں ہوگی اور ہم ایک بار پھر ولید کو مغلوب

کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ فرولندہ کھڑا ہو گیا۔ بہر حال اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ارغون کی عیسائی رعایا کی آباد کاری ہے۔ تم تینوں میرے ساتھ آؤ۔ ابھی سے اس کام کی ابتدا کرنا چاہتا ہوں۔

فرولندہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تھا کہ پولس نے کہا۔ میرے پاس ولید کا ایک خط بھی ہے جو آپ کے نام ہے۔ اس نے کہا تھا۔ جب تم لیون میں داخل ہو تو اسے اپنے حکمران فرولندہ کو دے دینا۔ فرولندہ اپنی نشست سے اٹھا اور چند قدم آگے بڑھ کر اس نے کہا۔ لاؤ اس کا خط کہاں ہے۔ پولس نے تر کیا ہوا کاغذ نکال کر فرولندہ کو دکھایا فرولندہ نے خط کھولا اور پڑھنے لگا۔

فرولندہ! تم نے ہمیشہ بدی کی راہ پر چلتے ہوئے مسلمانوں پر مظالم کیے ہیں۔ شاید تمہاری ماں نے تمہیں جلتے وقت اور باپ نے مرتے وقت نصیحت کی ہو کہ اندلس کے اندر آدم کا بیٹا نہیں دزدہ بن کر رہنا۔ فرولندہ! آج تک تم بے بس، نیتے اور بے یار و مددگار مسلمانوں پر مظالم کرتے رہے ہو لیکن جن سوئے ہوئے انسانوں کو تم لاشیں سمجھ کر لٹاؤ تھے وہ اب بیدار ہو چکے ہیں۔ اب تم اپنے سامنے انہیں پتھر کی دیواریں اور فولاد کی چٹائیں پاؤ گے۔ یاد رکھو فرولندہ! اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان تمہیں تباہیں گے کہ ہم امن میں جہاں ابیشم ہیں وہاں رزم گاہ میں تلوار کے بیٹے بھی ہیں۔

سنو فرولندہ! وادی ارغون ہماری تھی۔ تم نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ سو ہم نے اپنی سر زمین تم سے واپس لے لی ہے۔ شاید یہ اطلاع تمہارے لیے نئی اور ناخوشگوار ہو کہ میں وادی ارغون میں خانہ بدوش عربوں کو آباد کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ اپنے دونوں قلعوں کے اطراف میں تیس میل کے علاقے کے اندر بھی میں مسلمانوں کو آباد کر رہا ہوں۔ میں یہ جانتے ہوئے بھی کہ تو غصے میں دزدہ اور بھیڑیا ہونے کے علاوہ

مکاری اور عیاری میں روباہ و لومڑی جیسا ہے پھر بھی میں تمہیں مطلع کر رہا ہوں کہ اگر تم نے ان مسلم آباد کاروں پر حملہ کرنے یا انہیں لوٹنے کی کوشش کی تو فرولندہ! قسم ہے مجھے اس نور کی ضو کی جو غار حرا میں اُترا میں اپنے آبا کے کارناموں کے سدا بہار پودوں کی حفاظت میں وقت کے سینے میں ایک نہاں خنجر بن کر تیرے ہر نقش باطل کو مٹا کر تیرے قلب و جگر کی تہوں میں خوف و ہراس بھروں گا مسلمان اب وادی ارغون اور حرہ اور سویا کے نواح میں گہیوں اور جو اُگا رہے گے۔ اگر تو کبھی ان کے لیے خطرہ ثابت نہوا اور تیری ٹوٹی اشتہا بڑھی تو یاد رکھو ہم تمہارے لیے اندلس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک وہ طوفان نہیں گے جو روکے نہ رُکے۔

اگر تم امن پسند اور صلح جو حکمران بن کر رہتے ہو تو ہم تمہاری طرف دوستی اور اشتی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ اگر تم نے جنگ کو آواز دی۔ اگر تم نے طبل بجائے تو سن رکھو کہ ہم اپنی ہر شاہراہ، ہر گلی، ہر کوچے، ہر بازار اور ہر آنگن کی حفاظت کریں گے۔ وہ دور گزر گیا جب ہم ناچیز و بے نوا تھے۔ اب ہم تیرے لیے وقت سے تیز رفتار ثابت ہوں گے۔ اگر تو نے پھر مسلمانوں کا خون بہانا شروع کیا، تو یہ ہمارا عہد ہے کہ تجھے تیری ہی صلیب کے بھنور میں ڈبو کر تمہاری لاشوں سے تمہاری گھاٹیاں بھر دیں گے۔

فرولندہ! جس قدر تمہیں زندہ رہنے کی خواہش ہے اس سے کہیں زیادہ ہمیں اپنے اللہ کی راہ میں مرنے کی تمنا ہے۔ اگر تو نے وادی ارغون میں ایک مسلمان کا بھی خون بہایا تو میں تیری عیسائی رعایا پر چڑھ دوڑوں گا اور ایک کے بدلے دس کا خون کروں گا۔ جانتے ہو پھر اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ میرے تشدد کے نشانات ایسے زہر آلود ہوں

گئے کہ تیری آنے والی نسلیں اپنا ہیج وزنگ آلود ہوں گی اور دوسری طرف ہمارے سوئے ہوئے بچے تجھ سے ٹمٹنے کے لیے خلیج بسکے کے خواب دیکھیں گے۔ کاش تو ایک بد باطن مسیح کے بجائے ایک اچھا انسان بن کر رہتا۔

فرولندہ خط پڑھ کر کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر اس نے خط پھاڑ کر اپنے پاؤں تلے ملے ہوئے کہا۔ چند کامیا بیاں حاصل کر لینے کے بعد تمہارا لہجہ تیز دھوپ جیسا چمکتا ہوا ہو گیا ہے۔ عنقریب میں تجھے ایسا سبق دوں گا کہ تو وادی ارغون ہی نہیں حرہ اور سویڈ کا محل وقوع بھی بھول جائے گا۔ پھر فرولندہ آگے بڑھا اور جیولوس ماریا، لیسی اور پولس کے ساتھ وہ اپنے قصر سے باہر نکل گیا تھا۔



ولید، عمروں، ناطور اور جابر اپنے دونوں شہروں سے باہر ایک کھلے میدان کے اندر اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ لشکر میں نئے شامل ہونے والے جوانوں کو جنگی تربیت دے رہے تھے۔ اندلس کے مختلف شہروں سے اپنے آقاؤں کے ستلے ہوئے غلام فراد ہو کر ان کے پاس آنا شروع ہو گئے تھے اور ولید نے انہیں جنگی تربیت دینا شروع کر دی تھی۔ لشکر کا ایک بڑا حصہ میدان کے چاروں طرف جمع ہو گیا تھا اور ہر کوئی ولید اور عمروں کی نگرانی میں نئے آنے والوں کو چوگان اور نیزہ بازی کرتے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک مغرب کی طرف سے ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ اس نے اپنے سامنے اوندھے منہ ایک اور جوان کو بٹایا تھا۔ جو شاید زخمی تھا یا لاش تھی۔ وہ سوار کسی کی پرواہ کیے بغیر بے دھڑک تربیت کے اس میدان میں داخل ہو گیا اور اپنے گھوڑے کی رفتار اس نے وہی رکھی جس رفتار سے وہ آ رہا تھا۔

وہ سوار سیدھا اس طرف بڑھا جہاں ولید اور عمروں اپنے لشکر کو نیزہ بازی کا نمونہ دے رہے تھے۔ ولید اور عمروں اُسے دیکھتے ہی دونوں اس کی طرف بڑھے جبکہ

ناطور اور جابر جو مشرق کی طرف ذرا فاصلے پر تھے اپنے جوانوں کے ساتھ چوگان کھیلنے میں مصروف رہے۔ ولید اور عمروں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اس سوار نے اپنا گھوڑا روک لیا اور نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ولید قریب آیا اور بڑے تجسس سے پوچھا کیا تم اپنا کام مکمل کر کے لوٹ آئے ہو۔ اس سوار نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ہاں میرے آقا! جو کام آپ نے میرے ذمہ لگایا تھا اسے میں ادا کر چکا ہوں۔ پھر تم ہمارے لیے کیا خبر لائے ہو؟ اس سوار نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ میں فرانس کی بندرگاہ مارسلیز تک گیا تھا۔ فرولندہ نے فرانس سے جو امداد طلب کی تھی اسے فرنیسی مکرانوں نے منظور کر لیا ہے اور اس وقت کئی بڑے بڑے لشکر اندلس کی طرف روانگی کے لیے مارسلیز کی بندرگاہ پر تیار کھڑے ہیں۔

اس جاسوس نے ذرا رک کر پھر کہا۔ اس وقت مارسلیز میں تین بڑے بڑے لشکر تیار کھڑے ہیں۔ ایک لشکر جو ہزار ہا سواروں پر مشتمل ہے سب سے پہلے اندلس کی طرف روانہ ہوگا۔ وہ اپنے ساتھ رسد و تاج کے علاوہ سامان حرب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی لائیں گے۔ یہ لشکر دس روز بعد فرانس سے روانہ ہوگا۔ اور کوہتاں پر اپنا اردبیل ابرانلس کے دروں سے گزر کر یہ لشکر قشالیہ آئے گا اور وہاں کے حاکم لیسی کے تحت کام کرے گا۔ دوسرا لشکر خلیج بسکے میں فرولندہ کی بندرگاہ حلیقیہ پر لنگر انداز ہوگا اور پھر لشکر فرولندہ کے تحت کام کرے گا۔ تیسرا لشکر بھی سمندری راستے سے آئے گا۔ اس لشکر کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور یہ سب سے بعد میں مارسلیز سے روانہ ہوگا اور سیدھا ہماری بندرگاہ بارسلونہ کی طرف کسے گا۔ فرولندہ کی تجویز یہ ہے کہ یہ لشکر بارسلونہ کو فتح کرنے کے بعد وادی ارغون کے اندر مغرب کی طرف بڑھے۔ اس وقت تک فرولندہ اور لیسی بھی اپنے اپنے لشکر لے کر آجائیں گے۔ اس طرح تینوں لشکر وادی ارغون پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد ہمارے ان دونوں شہروں کی طرف بڑھیں گے۔ میں اپنے کچھ سپاہیوں کو پھیروں کے بھیس میں مارسلیز کی بندرگاہ پر چھوڑ آیا ہوں۔ وہ ہیں ان تینوں لشکروں کی روانگی کی بروقت اطلاع کریں گے۔

وہ جاسوس جب خاموش ہوا تو ولید نے اس کے گھوڑے پر رکھی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ اس جاسوس نے غمگین آواز میں کہا۔ یہ ان میں سے ایک ہے جنہیں آپ نے کلیسا طرش کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ ولید اور عمروں بدحواس ہو کر آگے بڑھے۔ ولید نے اس لاش کا سراغ اٹھا کر دیکھا اور پریشان ہو گیا۔ وہ واقعی ان جوانوں میں سے ایک تھا جنہیں ولید نے کلیسا کی نگرانی کے علاوہ عموں اور طویا کی حفاظت پر مقرر کیا تھا۔ ولید نے پریشان آواز میں اس جاسوس سے پھر پوچھا۔ یہ تمہیں کہا ہوا تھا۔ اس نے اپنی گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ میں جب آپ کی طرف آ رہا تھا تو یہ مجھے راستے میں گرتا پڑتا ملا تھا۔ یہ زخموں کے باعث لہو لہان تھا اور بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اسوس اس نے راستے ہی میں دم توڑ دیا۔ مرنے سے قبل اس نے مجھے بتایا تھا کہ کلیسا کے راہب مرقس نے اس جوان کو اس کے ساتھیوں کو طویا سے ملتے دیکھ لیا تھا۔ طویا شاید انہیں کوئی اطلاع دینے والی تھی۔

اس روز عموں بیمار تھی اس لیے طویا ان سے ملی۔ راہب نے جب دیکھ لیا تو اس نے کلیسا کے محافظوں کی مدد سے ہمارے سارے جوانوں کو قتل کر کے طویا کو پکڑ لیا۔ طویا نے جرم کا اقرار کرتے ہوئے ساری ذمہ داری اپنے سر لے لی اور عموں کو بچا لیا۔ راہب نے طویا کو کلیسا کے اندر صلیب پر چڑھا دیا اور کلیسا کے سارے کارکنوں کو لے کر قشتالیہ شہر کی طرف چلا گیا۔ ہے۔ عموں کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ روانگی سے قبل عموں سخت بیمار تھی۔ کلیسا کے محافظوں نے اپنی طرف سے اسے ختم کر دیا تھا لیکن اس میں جان باقی تھی اور یہ یہی خبر پہنچانے آپ کی طرف آ رہا تھا۔ ولید کا چہرہ غصے میں بھڑکتی آگ میں سرخ جھٹی جھبیا ہو گیا تھا۔ وہ واپس ہوا اور اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ عمروں شاید ولید کے ارادوں کو بھانپ گیا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا اور اپنے چند چھوٹے سالاروں کو سواروں کے کچے لے کر اپنے پیچھے آنے کا حکم دیتے ہوئے وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا تھا۔ ولید

عمروں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے میدان سے نکلے۔ ان کے پیچھے سواروں کے چند دستے بھی فوراً حرکت میں آچکے تھے اور ان سب کا رخ کلیسا طرش کی طرف تھا۔ ولید اور عمروں کلیسا طرش سے باہر اپنے گھوڑوں سے اترے اور ان کے پیچھے دو دستوں پرستل ان کے سپاہی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر کر اپنے چھوٹے کمانداروں کے ساتھ ولید اور عمروں کے پیچھے پیچھے کلیسا کی طرف بڑھے تھے۔ مختلف کمروں سے ہوتے ہوئے ولید اور عمروں جب عبادت کے بڑے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ چونک کر رہ گئے۔ یوں لگا تھا گویا ان دونوں کے حلق پر کسی نے اپنا آہنی ہاتھ رکھ کر ان کی سانس کے تسلسل کو روک دیا ہو۔ کلیسا کی اس شہ نشین پر جہاں کلیسا کا راہب کھڑا ہو کر عبادت کرنے والوں کی راہنمائی کیا کرتا تھا وہاں لکڑی کی ایک بھڑی سی صلیب نصب تھی اور اس صلیب پر طویا کی لاش لٹک رہی تھی۔

ولید اور عمروں کے پیچھے ان کے چھوٹے سالار اور سپاہی رگ گئے تھے اور سب کی گردنیں طویا کی لاش دیکھ کر جھک گئی تھیں۔ ولید نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی غوطے کھاتی آواز میں کہا۔ عمروں! اپنے چند تیز اور تجربہ کار جاسوسوں کے ذمے یہ کام لگاؤ کہ وہ پتہ کریں قشتالیہ شہر کے اندر راہب مرقس نے کہاں قیام کیا ہے۔ عموں اگر زندہ ہے تو یقیناً راہب مرقس کے ساتھ ہوگی۔ ایک تو ہم عموں کو رہا کرائیں گے دوسرے راہب مرقس سے طویا کے قتل کا انتقام لیں گے۔ میں مرقس پر یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میری ہمت کی ایک بیٹی کو قتل کرنے کے بعد وہ قشتالیہ چھوڑ فرزندہ کے دارالحکومت لیون چلا جائے وہ میرے انتقام اور اس قتل کے قصاص سے بچ نہیں سکتا۔

عمروں نے غصے میں ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ یا امیر آپ مطمئن رہے۔ راہب مرقس زمین کے کسی خطے میں بھی چلا جائے ہم اسے تلاش کر کے اس سے طویا کا انتقام ضرور لیں گے۔ طویا کا کردار قابل تعریف ہے۔ اس نے جاسوسی کا سارا الزام اپنے سر لے کر اپنے آپ کو ظلم اور موت کی صلیب چڑھا لیا اور عموں کو نئی زندگی دے گئی۔

اللہ کرے اب عموز زندہ ہو اور راہب مرقس کے مظالم سے بچھی ہوئی ہو جس طرح ایک خشک بے ثمر اور سوکھی ہوئی شاخ باغبان کی برہ سے بچ نہیں سکتی اسی طرح راہب مرقس بھی ہماری تلوار کی پیاس بجھانے سے اپنے آپ کو زیادہ دیر تک روپوش نہ رکھ سکے گا۔

ولید آگے بڑھا اپنا خنجر نکال کر اس نے صلیب کی وہ ساری رتیاں کاٹ دیں جن میں طوبیا جکڑی ہوئی تھی۔ پھر اس نے طوبیا کی لاش کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر شہ نشین کے فرش پر لٹایا اور اپنی عبا اتار کر اس کے اوپر ڈال دی۔ چند لمحوں تک وہ بڑی بے بسی سے لاش کو دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی چمکنے لگے تھے۔ پھر اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ عمروس! اس کلیسا کو سرکاری سرٹے میں بدل دیا جائے اور اس کا نام طوبیا کے نام پر شرط طوبیا رکھا جائے۔ ہر وہ مسافر جو اس راستوں سے گزرے جو کلیسا کے گرد و نواح سے گزرتے ہیں۔ یہاں قیام کر سکتے ہیں۔ ان کے کھانے کا انتظام بھی مفت ہوگا۔ آداب طوبیا کی لاش کی تکفین کا بندوبست کریں۔

ولید نے طوبیا کی لاش کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ کلیسا سے باہر ایک کھلے میدان میں طوبیا کی لاش رکھ دی گئی۔ ولید کے حکم پر کچھ جوان کلیسا کے سامنے ایک بلند ٹیلے کے اوپر قبر کھودنے لگے تھے۔ اس کھلے میدان کے اندر طوبیا کا جنازہ ادا کیا گیا اور پھر اسے اس بلند ٹیلے پر دفن کرنے کے بعد ولید واپس جا رہا تھا۔



دس یوم بعد اپنی مکمل تیاری کے بعد ولید اپنا لشکر لے کر نکلا۔ اس کے ساتھ بہت عمروس تھا۔ ناظر اور جابر کو اپنے شہروں کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا۔ بارسلونہ کی بندرگاہ پر مسلم بن تمام کو چوکس کر دیا گیا تھا اور ولید کے فیصلہ کے مطابق بارسلونہ کے گرد و نواح کے اندر جنگ کی صورت میں طلیطلہ کے حکمران یحییٰ المامون اور ولید کی طرف سے وادی ارغون کے لئے والی مالک بن نمیرہ دونوں کو مسلم کی مدد کرنا تھی۔ ولید اور عمروس نے رات کے وقت کوچ کیا تھا تاکہ دشمن کو ان کی روانگی کی اطلاع نہ ہو سکے اس کے علاوہ انہوں نے ان تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی تھی جو جبل ابرانس سے لیون اور قشتالیہ شہروں کی طرف جاتے تھے۔

رات بھر سفر کرنے کے بعد انہوں نے اگلے روز جبل ابرانس کے غاروں کے اندر چھپ کر گزارا شاید وہ کسی پر اپنے لشکر کی روانگی ظاہر نہ کرنا چاہتے تھے۔ اگلی رات انہوں نے پھر سفر کیا حالانکہ جاڑا اپنے عروج پر تھا۔ اور رات کے وقت سخت اور تیز فریسی ہوا میں انسانی جسموں کو منجمد کر رہی تھیں پھر بھی بڑی برق رفتاری سے انہوں نے وہ رات بھی سفر میں گزار دی۔ اس طرح دوسری رات کے آخری حصے میں وہ فرانس کے کوہستان پیرانیہ کے جنوب میں وادی آران میں داخل ہو گئے تھے۔ یہاں ولید نے صبح تک تک ایسی غاریں تلاش کر لیں جن کے اندر چھپ کر اس کا لشکر سردی اور برفانی ہواؤں

سے بچ کر آرام کر سکتا تھا۔ جب سورج طلوع ہوا تو غاروں کی صفائی کی گئی اور ولید نے ان شہروں میں نا طور اور جابر کے ساتھ اپنے لیے رسد و ملک کا سہیلہ بجالایا اور ان غاروں اندر چھپ کر وہ اس فرانیسی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ جس کے متعلق اس کے جاسوس ر خبر دی تھی کہ وہ دس روز بعد فرانس کی بندرگاہ مارسیلیز سے روانہ ہوگا۔

فرانس کی جنوب مشرقی بندرگاہ مارسیلیز پر دو لشکر تیار کھڑے تھے۔ جب کہ ہر مغربی بندرگاہ بیا رتیز پر ایک تیسرا لشکر کوچ کا منتظر تھا۔ سب سے پہلے بیا رتیز پر کھڑے نے کوچ کیا اور وہ ان گنت بحری جہازوں اور چھوٹی بڑی کشتیوں میں سوار ہو کر خلیج کے سے ہوتا ہوا فرولندہ کی بندرگاہ جلیقمہ پر لنگر انداز ہوا اور وہاں سے وہ خشکی کے راہ فرولندہ کے داخلہ حکومت لیون کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد مارسیلیز کی بندرگاہ سے ایک لشکر روانہ ہوا اور یہاں جو دوسرا لشکر کھڑا تھا اسے ایک ماہ بعد ولید کی بندر بارسلونہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہونا تھا۔

فرولندہ اور فرانس کے حکمرانوں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ پہلے دو لشکر سے کوچ کریں۔ ان میں سے ایک فرولندہ کے پاس لیون میں اور دوسرا قشتالیہ کے بھائی لیسے کے پاس قیام کرے دونوں لشکر ڈیڑھ ماہ تک اپنی جنگی تیاری کریں گے بعد ایک ساتھ وہ ولید پر حملہ کریں۔ اس وقت تک تیسرا لشکر بھی مارسیلیز سے روانہ کر بارسلونہ پر حملہ کر چکا ہوگا اور یوں انہوں نے تین اطراف سے گھیر کر ولید کا خاتمہ کر دینا کا تہیہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف ولید بھی اس تمام کارروائی سے باخبر ہو چکا تھا اور وہ پوری تیاری کے بعد علیحدہ علیحدہ ان لشکروں کو مار بھگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ تھا کہ اگر یہ تینوں لشکر ایک ساتھ اس پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس پر ہی پورے اندلس میں ایک محشر برپا ہو جائے گا۔

مارسیلیز کی بندرگاہ سے جو لشکر خشکی کے ذریعے قشتالیہ جانے کے لیے لیا بھائی کی طرف روانہ ہوا تھا مارسیلیز سے کوچ کر کے وہ فرانس کے مشہور شہر ماونٹ پر ایک روز وہاں رکا پھر ہیزائو میں قیام کیا اور یہاں سے روانگی کے بعد وہ کار کا

سے بچ کر آرام کر سکتا تھا۔ جب سورج طلوع ہوا تو غاروں کی صفائی کی گئی اور ولید نے ان شہروں میں نا طور اور جابر کے ساتھ اپنے لیے رسد و ملک کا سہیلہ بجالایا اور ان غاروں اندر چھپ کر وہ اس فرانیسی لشکر کا انتظار کرنے لگا۔ جس کے متعلق اس کے جاسوس ر خبر دی تھی کہ وہ دس روز بعد فرانس کی بندرگاہ مارسیلیز سے روانہ ہوگا۔

فرانس کی جنوب مشرقی بندرگاہ مارسیلیز پر دو لشکر تیار کھڑے تھے۔ جب کہ ہر مغربی بندرگاہ بیا رتیز پر ایک تیسرا لشکر کوچ کا منتظر تھا۔ سب سے پہلے بیا رتیز پر کھڑے نے کوچ کیا اور وہ ان گنت بحری جہازوں اور چھوٹی بڑی کشتیوں میں سوار ہو کر خلیج کے سے ہوتا ہوا فرولندہ کی بندرگاہ جلیقمہ پر لنگر انداز ہوا اور وہاں سے وہ خشکی کے راہ فرولندہ کے داخلہ حکومت لیون کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد مارسیلیز کی بندرگاہ سے ایک لشکر روانہ ہوا اور یہاں جو دوسرا لشکر کھڑا تھا اسے ایک ماہ بعد ولید کی بندر بارسلونہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہونا تھا۔

فرولندہ اور فرانس کے حکمرانوں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ پہلے دو لشکر سے کوچ کریں۔ ان میں سے ایک فرولندہ کے پاس لیون میں اور دوسرا قشتالیہ کے بھائی لیسے کے پاس قیام کرے دونوں لشکر ڈیڑھ ماہ تک اپنی جنگی تیاری کریں گے بعد ایک ساتھ وہ ولید پر حملہ کریں۔ اس وقت تک تیسرا لشکر بھی مارسیلیز سے روانہ کر بارسلونہ پر حملہ کر چکا ہوگا اور یوں انہوں نے تین اطراف سے گھیر کر ولید کا خاتمہ کر دینا کا تہیہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف ولید بھی اس تمام کارروائی سے باخبر ہو چکا تھا اور وہ پوری تیاری کے بعد علیحدہ علیحدہ ان لشکروں کو مار بھگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ تھا کہ اگر یہ تینوں لشکر ایک ساتھ اس پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس پر ہی پورے اندلس میں ایک محشر برپا ہو جائے گا۔

مارسیلیز کی بندرگاہ سے جو لشکر خشکی کے ذریعے قشتالیہ جانے کے لیے لیا بھائی کی طرف روانہ ہوا تھا مارسیلیز سے کوچ کر کے وہ فرانس کے مشہور شہر ماونٹ پر ایک روز وہاں رکا پھر ہیزائو میں قیام کیا اور یہاں سے روانگی کے بعد وہ کار کا

مارسیلیز کی بندرگاہ سے جو لشکر خشکی کے ذریعے قشتالیہ جانے کے لیے لیا بھائی کی طرف روانہ ہوا تھا مارسیلیز سے کوچ کر کے وہ فرانس کے مشہور شہر ماونٹ پر ایک روز وہاں رکا پھر ہیزائو میں قیام کیا اور یہاں سے روانگی کے بعد وہ کار کا

گو ولید اور عمروں کے پہاڑ سے اترتے اترتے وہ دو لوگوں سوار کافی فاصلہ ڈال چکے تھے۔ اس کے باوجود ولید اور عمروں نے انہیں جلد ہی جالیا کیونکہ ان لڑکیوں نے انہیں وہ اپنے آگے دبوچے ہوئے تھے۔ ولید اور عمروں کو تعاقب کرتے دیکھ لیا تھا اور انہوں نے اپنا آپ کو آزاد کرانے کے لیے اس قدر بھرپور کوشش شروع کر دی تھی کہ وہ ان دونوں کو اپنے گھوڑے سر پر دوڑانے کا موقع نہ دے رہی تھیں۔ ولید کے لشکر کے وہ جوان جو ادھر ادھر پھیل کر دشمن پر نگاہ رکھے ہوئے تھے ان میں سے بھی کچھ جوان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ولید اور عمروں کے پیچھے پیچھے تعاقب میں شامل ہو گئے تھے۔ ایک میل آگے جا کر جہاں چھوٹا سا ایک موڑ راستے میں چٹان آ جانے کے باعث شاہراہ کو ایسی طرف ہلکا سا ایک خم دیتا تھا۔ ولید اور عمروں نے اپنے گھوڑوں کو ان دونوں سواروں کے سامنے لاکر انہیں روکنے پر مجبور کر دیا اور جب وہ ولید اور عمروں کا

مقابلہ کرنے کی غرض سے اپنی تلواریں نکالنے لگے تھے۔ لڑکیوں نے اسے ایک نادر ہتھیار کی بات کہی۔ ہم اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ مقامِ مقدسہ جانا اور وہ دونوں ان کے گھوڑوں سے کود کر ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ ان کی زاریت کرنے پر دشمن لگی تھیں۔ واپسی پر ہم مارسلینز کی بندرگاہ پر اترے اور وہاں ان دونوں میں سے ایک سوار اپنی تلوار لہرا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔ تم دونوں نے ہتھیار ایک لڑکی کے ہاتھ پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور ہمیں لے کر اس طرف فرار راستہ روک کر اپنی موت کو پکارا ہے۔

ولید نے اس کا جواب دینے کے بجائے لڑکیوں سے پوچھا۔ کیا یہ تم دونوں کی ہے۔ یہ ہم سے کچھ نہ چاہتے تھے صرف ہمیں یہ شیطان ہماری عصمت سے محروم کرنا چاہتے کہیں سے زبردستی اٹھا کر لائے ہیں۔ ایک لڑکی نے روتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں نہیں بنے۔ آپ دونوں نے ہماری عزت ہی نہیں بچائی ہمیں ہماری زندگیوں کی ضمانت بھی دی ان دونوں نے ہمیں زبردستی ہی نہیں اٹھایا بلکہ میری ماں اور بھائی کو بھی قتل کیا ہے۔ واپس کیا آپ دونوں اپنا نام اور پتہ نہ بتائیں گے۔

ولید نے اس بار آگے بڑھنے والے اس سوار کی طرف قمر گزیدہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔ گناہ۔ گناہ۔ گناہ۔ اس وادی میں تم دونوں کو تمہاری موت گھسیٹ لائی ہے۔ آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ کر دو۔ انہوں نے کہنے کے رہنے والے گناہم باشندے ہیں۔ تم یہ بتاؤ تمہیں اغوا کرنے والے یہ دونوں خود موت کا فیصلہ سنو کہ اس نے ہم میں سے کسے پکارا ہے۔

ولید اور عمروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور وہ ان دونوں پر حملہ آور ہوئے۔ ایسی کی مدد کے لیے قشتالیہ روانہ ہوا ہے۔ میں نے اس لشکر کی روانگی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ ان سب کا لباس بھی ایسا ہی تھا جیسا ان دونوں کا ہے۔ ولید نے دلچسپی سے اس اور پولس کے جسموں کو شکست سے داغ چکے ہیں۔ وہ ولید اور عمروں کے سامنے بیٹے ہوئے کہا۔ کیا تم بتا سکتی ہو مارسلینز سے روانہ ہونے والا وہ لشکر یہاں سے کتنی دور ہوگا۔ چند لمحے ہی ٹھہر سکے اور دونوں لہو میں نہا کر وادیِ آران کی پتھر ملی زمین پر گر کر دم توڑ گئے۔ ان کے ہاتھوں پر لاؤف کہہ دیا۔ ہم اس لشکر سے آگے آگے تھے۔ اگر انہوں نے زیادہ سست رفتاری اتنی دیر تک ولید اور عمروں کے وہ سوار جو ان کی حفاظت کے لیے ان کے تعاقب میں لگے نہ کیا ہو تو وہ اب تک یہاں سے دس میل پیچھے ہوں گے۔

ولید نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ اب تم دونوں جاسکتی ہو۔ مرسیہ نے چونک کر دیکھا۔ وہ ولید اور عمروں کے گھوڑوں سے اترے اور لڑکیوں کے ہاتھوں نے پہلی بار انہیں غور سے دیکھا۔ وہ دونوں حسین ترین تھیں۔ دونوں کی آنکھیں لکڑی کی طرح تھیں۔ انہوں نے سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ کافی حد تک آپس میں ملتی تھیں اور اپنے گلے میں انہوں نے سنہری صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔ جس کا مطلب تھا وہ عیسائی ہیں۔

ولید نے آگے بڑھ کر دونوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ تم دونوں کون ہو۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ ہم دونوں حسین ترین تھیں۔ ان دونوں میں سے چھوٹی

اس نے نہایت پرکشش اور زاہد شکن انداز میں اپنے آلوچے جیسے سرخ ہونٹوں پر ہنس مہکتے ہوئے کہا۔ میرا نام مرسیہ اور یہ میری بہن مازر ہے۔ ہم دونوں سب سے بڑھ کر وادیِ آران کے باشندے ہیں۔ اپنے دو سپاہیوں کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ان دونوں لڑکیوں کے ساتھ چلے جاؤ اور انہیں قشتالیہ کی سرحد تک

چھوڑاؤ۔ انہیں ہمارے اور اپنے ناموں کے متعلق نہ بتایا اور نہ ہی ان پر یہ ظاہر کیا۔
ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی دشمن کی کوئی چال ہو اور یہ لڑکیاں ان کی جاسوس ہوں۔
ان پر کڑی نگاہ رکھنا، یہ نہ ہو کہ یہ دونوں کو دھوکہ دے کر فرانسیسی لشکر کی طرف اپنے
اور انہیں یہاں ہماری موجودگی سے آگاہ کر دیں۔ اب تم دونوں اپنے اپنے
پر بیٹھ جاؤ۔

دونوں سپاہی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے۔ ولید پھر ان لڑکیوں کے
اُن سے کہا۔ تم دونوں مرنے والوں کے ان گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ میرے یہ دو راہزن
تمہیں قشتالیہ تک چھوڑ آئیں گے۔ دونوں لڑکیاں چوپ چاپ گھوڑوں پر بیٹھ گئیں۔
دونوں پاؤں رقاب میں جمانے کے بعد مرسیہ نے پھر پوچھا۔ آپ اپنے متعلق کچھ تو بتائیں۔
آخر ہمیں کیا خبر کہ ہمارے محسن کون ہیں۔ ولید نے گہری گردھی آواز میں بڑی سنجیدگی سے
کہا۔ تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم دونوں بھائی ہیں اور اس پہاڑ کے عقب میں
کوہستانی بستی کے سر وازن بال کے بیٹے ہیں۔ بات کی طوالت سے بچنے کے لیے ولید
عمر وں پیچھے ہٹ گئے۔ ولید کے اشارے پر دونوں سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں
لگا دی اور مجبوراً مرسیہ اور مازر بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر کوچ کر گئی تھیں۔

فرانسیسی لشکر کے سالانے لاکھ جتن کیے کہ وہ کسی طرح اپنے لشکر کا نظم
نظم بحال کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اسے سخت مایوسی اور بری طرح ناکامی کا
خبر دیکھنا پڑا تھا۔ کیونکہ بہت جلد ولید اور عمر وں اس کے پورے لشکر پر چھا چکے تھے
فرانسیسی لشکر کی تعداد کو ولید کے لشکر سے زیادہ تھی پھر بھی ولید نے ایک سرے سے
کوہستان پر ان کے دروں سے گزر کر وادی آران میں داخل ہوا۔ انہیں خبر تک نہ ہوئی کہ
کہیں ان کے نزدیک ہی مسلمانوں کا کوئی لشکر گھات میں بیٹھا ان کی آمد کا منتظر ہے۔
چونکہ مغربی پہاڑوں کے پیچھے چھپ گیا تھا اور چٹانوں کے لمبے لمبے سائے شام کی آمد
کر رہے تھے لہذا فرانسیسی لشکر کے سالار نے جو نامنڈی کا ایک بھڑکیلا اور مذہبی
تھا۔ وادی آران کے اندر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے چکا تھا۔

لشکر وادی آران میں رُک گیا۔ نچروں اور گھوڑوں پر لدا ہوا سرد اور
کا سامان اُتار کر جانوروں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا اور لشکر کے جوان
ولید فرانسیسی لشکر میں لڑتے لڑتے بار بار اپنے سپاہیوں کے لیے لاتخف
کے نعرے بلند کرتا ہوا فرانسیسیوں سے بھی مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ اے
مغربی! تمہاری سرزمین پر کفر کی آگ بھڑکانے والو! تم وادی

آران سے آگے بڑھنا تو ایک طرف یہاں سے بچ کر بھی نہ جاسکے۔ پھر ولید ایسے موقع پر حملہ آور ہوا تھا گویا وہ اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو ڈوبتے سورج کی لہروں میں گمرکھ دے گا۔ دور لڑتے عروس کب دیکھا کہ اس کا امیر ولید بن ہشام دشمن کے دہا کر جنگ کر رہا ہے۔ تو اس نے اپنے لشکر کے ساتھ اس تنگی سے حملے شروع کیا کہ وہ فرانسیسیوں کی صفیں کی صفیں کاٹتا ہوا فرانسیسی لشکر کے سالار کے ساتھ جانمو دار ہوا اور ایک ہی بھر پور وار سے اس سالار کی گردن کاٹ دی تھی اور اس کے بعد وہ برق رفتاری سے اس طرف بڑھنے لگا تھا جہاں ولید زندگی اور موت جنگ کر رہا تھا۔ کانوں ہی کانوں میں کھسکھسکر کے ذریعے فرانسیسی لشکر کے ایک ہر سے دوسرے ہرے تک یہ خبر پھیل گئی تھی کہ ان کا سالار جنگ میں کام آچکا ہے۔ ان کے پست ہو گئے۔ ان کے سروں پر سے ان سب حوصلوں اور ولولوں کا نشہ اتر چکا تھا۔ جس کے ساتھ وہ مسلمانوں کو کوشش کی غرض سے مارسلیر کی بندرگاہ سے روانہ ہوئے تھے اب وہ ان راہوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے جن کے ذریعے وہ کوہستان پیرانیہ کے سلسلے کو عبور کر کے بحفاظت واپس بھاگ کر اپنی اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے۔

شام کی تاریکی پھیلنے ہی کا دکا فرانسیسی سپاہی واپس کھسکنا شروع ہو گئے۔ ایک مشت بچے کچھے لشکر نے جنگ سے منہ موڑ لیا اور ہر کوئی صحرائیں بھاگتے انہیں کی طرح واپس کوہستان پیرانیہ کی طرف بھاگ اٹھا۔ ولید اور عروس اس کے تعاقب تھے۔ جب پہاڑی سلسلوں میں سے گزرتے ہوئے دروں کے اندر چھڑ ہو جانے کے بھاگتے فرانسیسیوں کی رفتار کم ہو گئی تو ان کا تعاقب کرنے والے مسلمانوں کی تلواروں کی رفتار تیز ہو گئی۔ لشکر کا آدھے سے زیادہ حصہ تو وادی آران میں ہی کام آچکا اور جو وہاں سے بچ کر بھاگ آئے تھے ان کی کسر ان کوہستانی دروں کے اندر پھل گئی اور کم فرانسیسی اصل راہ سے ہٹ کر اور اندھیرے کی آڑ لینے ہوئے جان بچا کر بھاگنے لگے۔ ہو سکے تھے۔ ولید اور عروس اپنے لشکر کو لے کر اس بگڑے جہاں جنگ ہو رہی تھی پہلے انہوں نے غاروں کے اندر سے اپنی خوراک در رسد کا سامان نکالا پھر دشمن کے

جاڑا اپنے عروج پر تھا۔ پچھلے کئی روز تک بارش ہوتی رہی اور اب تیز برف باری شروع ہو گئی تھی۔ ہر چیز برف کی سفید چادر میں لپٹ گئی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد ولید اپنی حویلی کے کمرے میں آتش دان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک وسیع و عریض حویلی تھی جو فوجی مستقر کے عین وسط میں تھی۔ جنگ کی صورت میں کبھی جیولوس مارا اپنے حویلی کے بڑے قمرے اٹھ کر اسی حویلی میں قیام کیا کرتا تھا۔

پہاگ سے اندر داخل ہوتے ہی بائیں طرف انجیر کے پودوں کی لمبی لمبی قطاریں تھیں اور ان کے درمیان میں آگے دور حویلی کی بائیں بیرونی دیوار تک دوسرے مختلف پھل دار پودوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ دائیں ہاتھ حویلی کا مطبل تھا اور اس سے ملحقہ غلاموں اور خواجہ سراؤں کی رہائش کے لیے لمبی لمبی راہداریوں والے کمرے تھے۔ یہ سب آج کل خالی پڑے تھے اس لیے کہ اس حویلی میں اب صرف ولید اور عروس ہی رہ رہے تھے۔ حویلی کے چاروں طرف تھیں اور خوراک کا سامان رکھنے کے لیے گودام بنے ہوئے تھے جن پر ہمہ وقت مسلح ہر وقت تھیں جس کی بنا پر یہ حویلی محفوظ ترین سمجھی جاتی تھی کیونکہ حویلی کے چاروں طرف دن رات پہرہ دار گھومنے رہتے تھے۔

ولید اسی طرح سر جھکائے آتش دان کے پاس بیٹھا گہری سوچوں میں غرق تھا۔ شام کی سوچوں کا سلسلہ اس خطرناک کھیل سے متعلق ہو جو فرولندہ فرانسیسیوں سے لڑنے کے خلاف کھیلنا چاہتا تھا یا ہو سکتا ہے تنہائی میں وہ بوڑھے ملاح مندر اور مندر کے بستی تفسفندہ میں رہنے والی اس کی بہن عزرا ان کے متعلق سوچ رہا ہو۔ ان کا وجود سوائے مسلم بن تمام کے ہر ایک کے لیے ایک پراسرار راز تھا۔ ہو سکتا ہے ان کے سرچوں میں ہو کہ عمو نہ کہاں ہوگی۔ وہ زندہ ہے یا رامب قرص نے طوبیائی طرح اسے بھیج دیا ہے۔ اس نے اپنے جسم پر معمولی چونسلی کے کپڑے پہن رکھے۔

تھے جن پر کٹی پیوند لگے تھے۔ یہ پیوند بھی اس نے خود ہی لگائے تھے کہ اس کے باپ نے اس کا کرنا چاہیے۔
ایسی ہی تربیت دی تھی۔ اس کی گردن خم آلودہ تھی اور اپنے دونوں بازو اس نے آٹھ لاکھ کی آگ پر پھیلا رکھے تھے۔

ایک بار ولید نے ایک نوکلی لکڑی اٹھا کر آگ کو بھڑکایا اور دوبارہ اپنی ہڈیوں میں کھو گیا تھا۔ اتنے میں عمروں تقریباً بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور تیز آواز میں کہا: امیر! اٹھ جائیے میں آپ کے لیے خوش خبری لایا ہوں۔ ولید چونک سا گیا۔ اس کی سوچوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ سوالیہ کیفیت میں عمروں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ آگے بڑھا اور ولید کے قریب آتش دان کے پاس بیٹھ گیا۔

عمروں کو ایک نامور بربر قبیلے کا سردار تھا لیکن اس کا لباس بھی ولید عیسائی جس پر کٹی جگہ پیوند کاری ہو چکی تھی۔ ولید نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا: آج صبح ہی صبح تم میرے لیے کیا خوش خبری لائے ہو۔ عمروں نے اپنے دونوں ہاتھ آٹھ لاکھ پر پھیلاتے ہوئے کہا: جن جاسوسوں کو ہم نے عمونہ کی تلاش میں بھیجا تھا وہ لوٹ آئے ہیں۔ ولید چونک سا اٹھا اور بتائی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: وہ جاسوس کہاں ہیں اور عمونہ کو انہوں نے کہاں تلاش کیا ہے؟

عمروں نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا: تحمل یا امیر! تحمل! ان جاسوسوں کا سر کردہ رات کے پچھلے پہر ہی شہر میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ سیدھا آپ کی طرف آیا تھا لیکن آپ سوئے ہوئے تھے اس نے جگنا مناسب نہ سمجھا اور میری طرف گیا۔ میں اس وقت اٹھ کر اپنے کچے ہوئے آتش دان میں لکڑیاں ڈال رہا تھا۔ وہ سردی اور برف بار کا مارا ہوا تھا۔ میں نے اسے آتش دان کے پاس بٹھا کر گرم کیا۔ وہ کہہ رہا تھا: عمونہ قنابلہ شہر کے ایک وسطی کلیسا میں رہتی ہے۔ راہب مرقس بھی وہیں ہے۔ وہ کہہ رہا تھا: میں نے اپنی آنکھوں سے عمونہ کو اس کلیسا کے اندر دیکھا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہاں سے عمونہ کو نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لیے کہ کلیسا پر ہر وقت مسیحی افطوں کا سخت پہرہ رہتا ہے۔ اب آپ بتائیے عمونہ کی رہائی کے لیے

ولید کا پھر وہ عمروں سے کہہ رہا تھا۔ وہ جاسوس کوئی اور خبر بھی لایا ہے ہم نے فرانیسی لشکر کو وادی آران میں شکست دی ہے کیا اس کی بربادی اور تباہی کی خبر بھی انشتالیہ نہیں پہنچی۔ عمروں نے مسکراتے ہوئے کہا: آپ کا اندازہ درست ہے۔ ہمارا نون ربیعہ کہہ رہا تھا۔ فرانیسی لشکر کی تباہی اور شکست کی خبر قنابلہ پہنچ چکی ہے وہاں لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے اور کچھ لوگ قنابلہ کے اندر اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے ہیں۔ اس کے علاوہ عمر بن ربیعہ کہہ رہا تھا کہ دونام۔ ولید اور عمروں عیسائی رعایا میں دشت اور خوف کا نشان بن گئے ہیں۔ ولید شاید عمروں سے عمونہ یا کسی اور سلسلے میں سوال کرتا لیکن اسی وقت ایک بربر سپاہی ولید اور عمروں کا صبح کا کھانا لے آیا اور دونوں آتش دان کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد ولید نے عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: عمروں! کیا تم بغضائے خاندانوں کا انتظام کر سکتے ہو جو مسلمان ہونے کے علاوہ یہاں کے مقامی باشندے بھی ہوں۔ عمروں نے اپنے انگوچھے سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا: یا امیر! یہ کوئی مشکل کام

نہیں، ہمارے دونوں شہروں میں ایسے مسکم خاندان ہیں جو اندلس کے مقامی باشندے ہیں اور جنہوں نے جیولوس ماریا کے دور حکومت میں چوری چھپے اسلام قبول کر لیا تھا۔

ولید نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں ہمارے شہروں میں کافی مقامی مسلمان ہیں پر کیا وہ ہماری اس ہم پر روانہ ہونے کی آمادگی کا اظہار کر دیں گے۔ یہیں کچھ ایسے خاندانوں کی ضرورت ہے جو اپنے اپنے پورے کنبوں کے ساتھ خانہ بدوشوں کے بھیس میں ہمارے ساتھ قشتالیہ تک سفر کریں تاکہ ہم پر اگر کوئی شبہ بھی کرے تو مقامی باشندے اسے رفع کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

عمروس اپنی جگہ پر اٹھتا ہوا بولا۔ میرے کچھ جاننے والے ہیں میں ان سے بات کر کے پھر آپ کے پاس آتا ہوں۔ عمروس باہر نکل گیا اور ولید اُسی طرح آتش دان کے پاس بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا جو ایک کڑیل اور دراز قد بزرگ تھا اور اس کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی۔ وہ ولید کا جاسوس عمر بن ربیعہ تھا وہی عمر بن ربیعہ جو عموئے کی خبر لے کر آیا تھا۔ ولید اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ عمر نے تیز تیز قدم اٹھا کر آگے بڑھتے ہوئے ولید سے مصافحہ کیا۔ پھر اس نے بڑی اطمینان سے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! میں رات کے پچھلے حصے میں ہی یہاں آ گیا تھا۔ اس وقت میں نے آپ کو جگانا مناسب خیال نہیں کیا۔ امید ہے آقا عمروس تمام حالات سے آپ کو آگاہ کر چکے ہوں گے۔

ولید نے دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ عمروس مجھے سب کچھ بتا چکا ہے تم جاگ کیوں گئے۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ جاؤ کھانا کھا کر آرام کرو کہ آج شام نہیں ہمارے ساتھ پھر قشتالیہ کی طرف روانہ ہونا ہے۔ عمر بن ربیعہ اپنے امیر کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے خاموشی سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمروس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ بڑھا ناتن تھا۔ وہی ناتن جس نے جیولوس ماریا کے دور حکومت میں مسکم مبلغ طلیح بن حباب کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا تھا اور جس نے عموئے کے باپ اور یاہ کو اس وقت گھوڑا مہیا کیا تھا۔ جب وہ

اپنی بیٹی عموئے کو جیولوس ماریا سے بچا کر کلیسا طریش میں لے جانا چاہتا تھا۔ ولید اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اپنی نشست ناتن کو پیش کرتے ہوئے وہ دوسری جگہ بیٹھ گیا۔ ناتن نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! میں اس قابل نہیں کہ اپنے امیر کی نشست پر بیٹھوں۔ یہ میرے لیے گستاخی ہوگی کہ میں اس عظیم جرنیل کی نشست پر بیٹھوں۔ جس نے جیولوس ماریا کو شکست دی اور مصیڑیوں کی طرح دوڑنے والے فرولندہ اور لیسکی کو اپنی قوی ضربوں سے مار بھگا گیا۔ یا امیر! قسم ہے مجھے اپنے رب کی میں ایک عاجز و حقیر انسان ہوں۔ اس قابل کہاں کہ اس نشست پر بیٹھوں۔ مجھے اگر آپ کے قدموں میں ہی جگہ مل جاتی تو یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت ہوتی۔

ولید نے ناتن کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ ہم سے افضل و اعلیٰ ہیں کہ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ناتن بچارہ بیٹھ گیا۔ ولید اور عمروس اس کے سامنے والی نشست پر بیٹھ گئے تھے۔ ناتن نے بات کی ابتدا کرتے ہوئے کہا۔ امیر عمروس نے بتایا ہے کہ آپ کو چند ایسے مقامی خاندانوں کی ضرورت ہے جو آپ کے ساتھ کسی نامعلوم منزل کی طرف خانہ بدوشوں کے بھیس میں سفر کر سکیں۔ اس کے لیے آپ کو کتنے خاندانوں کی ضرورت ہوگی۔ ولید نے سوچتے ہوئے کہا۔ کم از کم دس خاندان ہوں جن میں ان کی عورتیں بچے سب شامل ہوں اور ہر ایک کے گلے میں صلیب بھی ہو۔ اگر یہ آج شام تک مہیا ہو جائیں تو بہتر کیونکہ رات کی تاریکی میں ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اگر آج نہ ہو سکیں تو زیادہ سے زیادہ کل تک یہاں سے کوچ ہونا چاہیے۔

ناتن نے اپنی چھاتی حوصلہ مندی کے طور پر اُٹھارتے ہوئے کہا۔ یا امیر! کل تو بہت دور ہے، دس خاندان آپ کو آج شام تک تیار ملیں گے یہ میری عموء داری ہے۔ ولید نے اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا لیکن یہاں سے روانہ ہوتے وقت میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ ہماری منزل کس طرف ہے اور نہ ہی ان دس خاندانوں کے علاوہ کسی اور کو خبر ہو کہ ہم نے کسی خاص مقصد کے تحت یہاں سے کوچ کیا ہے۔ تاہم راستے میں آپ کو میں سب کچھ بتا دوں گا کہ ہماری منزل اور مقصد کیا ہیں۔ ناتن نے کمال رقت میں کہا۔

آدھی رات سے تھوڑی دیر بعد اس قافلے نے اللب ندی کو عبور کیا۔ پھر قشتالیہ شہر کی طرف بڑھنے کے لیے انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ صبح سے تھوڑی دیر پہلے جب کہ قضاوں میں ابھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا قافلہ قشتالیہ شہر سے باہر خیمہ زن ہو گیا۔ آن کی آن میں خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے خیموں کے اندر آرام کرنے لگے۔ برف باری ابھی تک جاری تھی۔ سارے ریوڑ کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ اور جانوروں کو سردی سے محفوظ رکھنے کی خاطر ریوڑ کے اندر جگہ جگہ آگ کے آلاؤ روشن کر دیئے گئے تھے۔

دوسرے دن تیز دھوپ پڑھ آئی تھی۔ دوپہر تک برف پگھل کر کئی جگہ سے زمین ننگی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ولید نے ناتن کو اپنے پاس بلایا اور اسے کہا کہ میں، عمروں اور عمر بن ربیعہ عموں کو دیکھنے کلیسا کی طرف جاتے ہیں۔ تم کچھ جانوروں کے ساتھ ریوڑ لے کر شہر میں جانوروں کو بھیجنے کی غرض سے جاؤ۔ اس طرح شہر کے لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ ہم خانہ بدوش ہیں۔ اور جانور پال اور بیچ کر اپنی گذر بسر کرتے ہیں۔ ہو سکے تو شہر پناہ کے مشرقی دروازے کے محافظوں سے دوستی پیدا کرنے کی کوشش کرو اس سلسلے میں اگر انہیں کچھ جانور بھی دینا پڑیں تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ اس طرح ہمارے بہت سے کام نکلنے کی امید ہے۔ اب ہم تینوں شہر کی طرف طرف جاتے ہیں تم بھی اپنی تیاری کر دو۔ ولید، عمروں اور عمر بن ربیعہ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناتن بھی ریوڑ کو شہر کی طرف لے جانے کی تیاری کرنے لگا تھا۔

ولید، عمروں اور عمر قشتالیہ شہر میں داخل ہوئے اب وہ اپنے جنگی لباس کے اوپر عام شہری کا سالباں پہنے ہوئے تھے۔ شہر کے اندر جا کر عمر بن ربیعہ ان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ شہر کے بازاروں میں گھومتے رہے۔ جب انہوں نے اندازہ لگایا کہ کچھلے بہر شہر کے کلیساؤں میں عبادت کا وقت ہو گیا ہے تو عمر انہیں شہر کے وسط میں اس کلیسا کے پاس لایا جس میں عموں کو دیکھ کر گیا تھا۔ وہ ابھی باہر ہی کھڑے تھے کہ کلیسا میں عبادت کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ارد گرد اور نزدیک کے مرد و عورتیں عبادت کیلئے

یا امیر! یہ آپ نے کیا بات کہی۔ خدا کی قسم آپ ہم سب کو کسی پہاڑ کے اوپر ذبح کر کے ارادے سے بھی لے جانا چاہیں تو ہم انکار نہیں کریں گے۔ یا امیر! میرے ماں باپ پر قربان ہوں۔ آپ کے مقاصد اور آپ کی کامیابیوں کی خاطر ہم اپنی اولادوں اپنے مال و ترکہ کو قربان کر سکتے ہیں۔ میرے آقا! آپ حکم دیں، ہماری طرف سے کسی شک، کسی بہانہ، جریا اور غدر کا اظہار نہ کیا جائے گا۔

ولید نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ تو پھر آپ جانیے اور اپنی تیاری کیجیے۔ میں شام تک آپ سب کی سواریوں، خیموں، خوراک اور کوچ کے انتظامات مکمل کر لوں گا۔ ناتن نے ایک عقیدت بھری نگاہ ولید اور عمروں پر ڈالی اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ آسمان پر بادل گھل کر ایک ٹھہراؤ قائم کر چکے تھے اور برف بڑی تیزی سے گر رہی تھی۔ مہربانہ تھی جس کی وجہ سے سردی کا زور ابھی کم تھا۔ اس خراب موسم میں اور وہ بھی رات کے وقت ایک خانہ بدوش قافلہ اللب ندی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ ولید اور عمروں کا قافلہ تھا جو عموں کی رہائی کے لیے روانہ ہوا تھا۔ سحرہ اور سویدا میں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تھی کہ ولید اور عمروں کی منزل کس طرف ہے حتیٰ کہ ناطور اور جابر سے بھی یہی کہا گیا تھا کہ وہ بارسلونہ کی بندرگاہ کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔

اس قافلے میں عورتیں، بچے اور بوڑھے سبھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ شہر کے قریب قافلے میں جنگجو اور لڑاکا جوان تھے جو خطرے کی صورت میں ہزاروں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ قافلے والے خچروں اور گدھوں پر سوار تھے اور ان کا خوراک و رسد کا سامان اور نیمے بھی خچروں اور گدھوں پر لے ہوئے تھے۔ قافلے کے آگے آگے ولید، عمروں اور ان کا جاسوس عمر بن ربیعہ تھے۔ اس کے علاوہ قافلے کے ساتھ بھیڑ بکریوں اور گدھوں پر مشتمل ایک بہت بڑا ریوڑ تھا۔ جس کے چاروں طرف وہ سوار پھیل کر اس کی نگہبانی کر رہے تھے۔ ہر ایک کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی۔

فیس میں جمع ہونے لگے تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ وہ تینوں بھی کلیسا کے اندر چلے گئے تھے۔ کلیسا میں عبادت شروع ہوئی۔ ساز بجنے لگے تھے اور راہبائیں حضرت عیسیٰ کی حمد کے گیت گانے لگی تھیں۔ ان راہبوں میں عمو نے بھی شامل تھی۔ اس کا حسن پہلے کی طرح تاب دار اور جان لیوا تھا مگر وہ پہلے کی نسبت کچھ کمزور ہو گئی تھی۔ ولید نے دو ایک بار دیکھا کہ اسے دیکھا پھر وہ لوگوں کے شکوک سے بچنے کی خاطر سامنے دیکھنے لگا تھا۔ عمو نے کی گونج بھی ہوئی تھی اور اس نے ولید کو نہ دیکھا تھا۔

عبادت جب ختم ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تو راہبائیں کلیسا کے احاطے میں دائیں جانب اپنے اپنے کمروں کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔ ولید نے ایک بار عمو نے کے سامنے سے گزر کر اسے اپنی آمد سے باخبر کرنے کی کوشش کی۔ پر عمو نے ایسی سختی سے نگاہیں نہچی کیے دوسری راہبوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی کہ اس نے آنکھ اٹھا کر بھی ولید کی طرف نہ دیکھا تھا۔ ولید کچھ مایوس سا ہو گیا تھا۔ عموں اور عمر کے ساتھ وہ کلیسا سے باہر نکلا اور ایک کونے میں کھڑے ہو کر ولید نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اب بولو کیا کرنا چاہیے۔ راہب مرقس کو قتل کرنا تو آسان ہے لیکن عمو نہ کو یہاں سے نکالنا انتہائی مشکل لگتا ہے اور پھر اس کلیسا کے محافظ بھی کچھ غیر معمولی طور پر زیادہ اور محتاط ہیں۔

عمر نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ ہمیں رات کے وقت کلیسا میں آنا چاہیے۔ اندھیر کی آڑ میں ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ولید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ پر راہب مرقس پر ہاتھ ڈالنے سے قبل ہمیں عمو نہ کو اپنے پڑاؤ میں پہنچانا ہو گا اور ولید کہتے کہتے رک گیا کیونکہ ایک لکڑ ہارا اپنے دس گچھوں پر لکڑیاں لاوے کلیسا میں داخل ہوا تھا۔ ولید نے عموں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیکھو اور سنو! قدرت پوری طرح ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ اب ہمارا کام آسان ہو گیا ہے۔ تم دونوں یہیں رکو، میں ابھی آتا ہوں۔ ولید لکڑ ہارے کے پیچھے پیچھے کلیسا کے اندر چلا گیا اور یہ دیکھنے لگا کہ وہ کہاں کہاں لکڑیاں پھینکتا ہے۔ پہلے اس

نے ایک گدھے کا بوجھ اس مکان کے اندر آنا جس میں راہب مرقس رہتا تھا۔ اس کے بعد اس نے راہبوں کے کمروں میں گدھے کا آدھا آدھا بوجھ پھینکا اور آخر میں وہ کلیسا کے محافظوں کے پاس لکڑیاں پھینک کر باہر نکل گیا تھا۔

ولید بھی لکڑ ہارے کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے عموں اور عمر کو اشارہ کیا اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اب وہ تینوں لکڑ ہارے کا تعاقب کرنے لگے تھے۔ لکڑ ہارا اپنے گدھوں کو تیزی سے ہانکتا ہوا شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔ شاید وہ کسی مضائقہ سببی کا رہنے والا تھا اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر کلیسا میں پہنچاتا تھا۔ جب لکڑ ہارا ولید کے پڑاؤ سے ایک فرلانگ آگے نکل گیا تو ولید نے پیچھے سے اسے آواز دے کر روکنے کو کہا۔ لکڑ ہارا رُک گیا اور منہ سے قسم قسم اور طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے اس نے اپنے گدھوں کو بھی روک دیا تھا۔ لکڑ ہارا۔ ولید اور اس کے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا جب کہ گدھے ادھر ادھر پھیل کر گھاس چرنے لگے تھے۔

ولید نے لکڑ ہارے سے قریب آ کر پوچھا کیا تم روزانہ کلیسا میں لکڑیاں مینے ہلاتے ہو۔ لکڑ ہارے نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ جی ہاں میں روزانہ وہاں لکڑیاں دیتا ہوں۔ کیا مجھ سے آج کوئی غلطی ہوئی ہے۔ ولید نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیا لکڑیوں کی قیمت تمہیں روزانہ ملتی ہے۔ لکڑ ہارے نے اس بار ذرا بے خوف ہو کر کہا۔ نہیں کلیسا کی طرف سے مجھے ہر سات دن بعد رقم ملتی ہے۔ ولید نے پھر پوچھا کیا تم ہر روز اسی وقت آتے ہو۔ لکڑ ہارے نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ہاں میں روزانہ اسی وقت آتا ہوں۔ پر آپ یہ سب باتیں کس لیے مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ ولید نے فوراً ہاتھ تڑا دئے ہوئے کہا۔ ہمیں بھی لکڑیوں کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں اپنے ساتھیوں سے بات کر کے کل اسی وقت تم سے معاملے کروں گا۔ اب تم جاسکتے ہو۔ لکڑ ہارا اپنے گدھوں کو ہانکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ عموں نے سرگوشی کرتے ہوئے ولید سے پوچھا۔ اب اس سے کیا معاملے کریں گے اور ہمارے کام کے سلسلے میں اس سے ہمیں کیا حاصل ہو گا۔

ولید نے مڑ کر لکڑ ہارے کی طرف دیکھا۔ وہ اب دُور نکل گیا تھا۔ لہذا ولید نے مطمئن

ہو کر کہا۔ سنو میرے ساتھ میرے ساتھ! کل اپنے کچھ سپاہیوں کو یہاں کھڑا کر دینا اور انہیں کہنا کہ یہ لکڑیاں لکڑیاں لے کر شہر کی طرف جائے تو اسے یہیں روک لیں۔ اس کی آنکھوں پر باندھ کر اور اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر اپنے پڑاؤ میں بے جا میں۔ عمروں نے درمیان بولتے ہوئے کہا۔ یا امیر! اس سے یہیں کیا حاصل ہوگا۔ ولید نے اسے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ میں خود اس لکڑی ہارے کے گدھے لے کر کلیسا جاؤں گا کیونکہ یہ راہبوں کے کمروں میں بھی لکڑیاں پھینکتا ہے۔ لہذا میں عموں سے ملنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اپنے تمام لالچہ عمل سے آگاہ کر آؤں گا۔ اس صورت میں محافظوں کے کڑے پہرے کے باوجود ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔



عمروں نے پڑستائش نگاہوں سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یا امیر! نے بہترین اور عمدہ ترکیب نکالی ہے۔ اب میرا دل کہتا ہے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ولید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ عمروں! ایک بات کا خیال رکھنا جو جان تم لکڑی ہارے اٹھا کر اپنے پڑاؤ میں لے جانے پر مقرر کرو انہیں اچھی طرح سمجھا دینا بلکہ تاکید کرنا کہ وہ پر کوئی سختی نہ ہو۔ اس سے نرمی اور مہربانی کا سلوک کیا جائے۔ اسے کھانے کو دی جائے جو ہم کھاتے ہیں۔ پڑاؤ میں اس کی نگرانی کے ساتھ ساتھ اس کی دیکھ بھال بھی جائے۔ اس کی حیثیت ہمارے پاس ایک مہمان کی سی ہوگی۔ وہ ایک غریب انسان اس سے زیادتی گناہ ہے۔ پر یہ سب کچھ ہم اپنا کام نکالنے کی خاطر کر رہے ہیں۔ میں اس لکڑی ہارے کا راستہ کبھی نہ روکتا۔

عمروں نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ یا امیر! آپ تسلی رکھئے لکڑی ہارے کوئی زیادتی نہ ہوگی تینوں اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ انہوں نے دیکھا بوڑھا آتا بھی اپنے ساتھیوں کی مدد سے ریوڑ کو شہر سے نکال کر پڑاؤ کی طرف لا رہا تھا۔ کیونکہ سورج اب مغرب کی طرف خوب جھک گیا تھا۔ آفاق کے لب شفق آلود ہوئے تھے اور فضاؤں میں دھند اور تاریکی کا پھیلاؤ تیز اور گہرا ہونے لگا تھا۔

اے خاتون! کیا مجھے پینے کو پانی مل جائے گا۔ ولید کی آواز پر عموں چونکی۔ بھاگ کر وہ باہر آگئی اور ولید کو دیکھتے ہی اس نے والہانہ پن اگری محبت اور شوخ چاہت میں

۱۶۔ میرے آقا! آپ یہاں؟ پھر وہ بھاگ کر اندر گئی اور فوراً ہی جب وہ دوبارہ باہر تو اس کے ہاتھ میں دودھ سے بھرا ہوا ایک گلاس تھا۔ ولید کے قریب آکر اس نے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ نے پانی مانگا تھا۔ پہلے یہ پیجیے پھر میں آپ سے بات کرتی ہوں۔

ولید نے دودھ پی کر خالی گلاس عمونہ کو تھمتے ہوئے کہا۔ آج رات عشاء تک جب کہ کلیسا کا ہر فرد سوچکا ہو گا تم میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں لینے آؤں گا۔ پھر ولید نے ایک گدھے پر لدی ہوئی لکڑیوں کے اندر سے ایک رستہ نکالا اور اسے عمونہ کے قدموں میں چھوڑ دیا۔ عمونہ نے یہ تمہاری راہبائوں کے کمروں کے بائیں ہاتھ کلیسا کی بیرونی دیوار کے پاس ایک درخت ہے۔ جب رات ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ سو گئے ہیں تو میرا اس درخت کے ساتھ باندھ کر کلیسا کی بیرونی دیوار سے باہر پھینک دینا۔ میں اس رستہ کی مدد سے اندر آ جاؤں گا۔

ولید جب مڑ کر جانے لگا تو عمونہ نے بیتاب ہو کر کہا۔ ٹھہریے! ولید رُک گیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ عمونہ نے پُر امید آواز میں کہا۔ آپ اتنی تیزی اور جلدی بھاگ کیوں رہے ہیں۔ ولید نے اپنے ارد گرد نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔ یہاں میرا زیادہ بڑا ٹھہرا نقصان وہ ہوگا۔ میں جانتا ہوں تم مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہو گی لیکن اس کے لیے یہ جگہ اور وقت مناسب نہیں۔ تم یہ رستہ سنبھال لو، میں اب جاتا ہوں۔ ولید باہر نکل گیا۔ جلدی جلدی اس نے باقی کمروں کے صحنوں میں بھی لکڑیاں پھینکیں اور آخر میں کلیسا کے محافظوں کو لکڑیاں دے کر وہ کسی جاہل و احمق دیہاتی کے سے نچتے انداز میں گدھوں کو اٹا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

اپنے پڑاؤ میں جا کر ولید نے گدھے اپنے سپاہیوں کے حوالے کر دیے جو گدھوں کو لے کر لکڑیوں کے سمیت اپنے پڑاؤ سے دُور لے گئے۔ وہاں جا کر انہوں نے لکڑیوں سے معذرت طلب کی، اسے نقدی کی ایک تھیلی پیش کی اور اسے ان کے گدھوں سمیت واپس کر دیا۔ رہائی پانے کے بعد لکڑی ہارا اپنے گدھوں کو تیزی سے ہانکتا ہوا مشرق کی طرف

گیا تھا۔

جب رات ہوئی تو ولید، عمروں اور عمر بن ربیعہ قشالیہ شہر میں داخل ہوئے جب تک دکانیں کھلی رہیں وہ بازار میں گھومتے پھرتے رہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہاں بند ہونا شروع ہوئی ہیں تو وہ ایک بھٹیاری خانے میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں انہوں نے کھانا کھایا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ جب شہر کے گلی کو سچے ویران ہو گئے اور انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب کلیسا والے سوچکے ہوں گے تو وہ بھٹیاری خانے سے اٹھ کر کلیسا کی طرف بڑھنے لگے۔ فضاؤں میں گہری تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور پورا شہر قبرستان کا سماں پیش کر رہا تھا۔ کلیسا کی بیرونی اور جنوبی دیوار کے قریب آ کر وہ رُک گئے۔ ولید نے دیکھا وہاں دیوار کے ساتھ ایک رسد باہر نکل رہا تھا۔ عمونہ اپنا کام مکمل کر چکی تھی۔ ولید نے رستے کو کھینچ کر اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا۔ پھر شاید اس کے ذہن میں کوئی خیال گزرا اور اس نے رستے کا سرا پکڑ کر ایک قریبی درخت سے باندھ دیا تھا۔ شاید اُس نے یہ احتیاط کے تحت کیا تھا کہ اگر اندر سے بھاگ کر باہر آ پڑے تو کوئی وقت نہ ہو۔ پھر اس نے سرگوشی میں عمر بن ربیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

عمر! تم باہر ہی کھڑے رہو۔ بہتر ہو گا تم اس درخت کے تنے سے لپٹ کر کھڑے رہو جس سے میں نے رستہ باندھا ہے۔ یہاں تمہیں کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ میں اور عمروں اندر جاتے ہیں۔ عمر نے بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! آپ پُرسکون ہو کر اندر چلیے میں آپ کے لیے کوئی اور مسئلہ نہ کھڑا ہونے دوں گا۔ ولید اور عمروں دونوں رستے کے ذریعے کلیسا کی جنوبی دیوار سے اندر پھلانگ گئے اور باہر عمران کا انتظار کرنے لگا تھا۔

عمروں کو ولید نے ایک تاریک گوشے میں کھڑا کر دیا اور خود وہ دیوار کے ساتھ چپکنا ہوا عمونہ کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ کلیسا کے اندر خاموشی تھی۔ ہر کوئی سوچکا تھا۔ یوں لگتا تھا، ہر دیوار بھی گہری نیند سوچکے ہوں۔ ولید نے آگے بڑھ کر عمونہ کے دروازے کو ہلکا سا دیا تو دروازہ کھل گیا۔ شاید عمونہ نے دروازہ کھلا رکھا تھا۔ جو نہی ولید اندر گیا وہ ڈگ رہ گیا اس نے دیکھا صحن میں عمونہ کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ ولید کو دیکھتے ہی اس نے سرگوشی

میں کہا۔ آپ آگئے، میں آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے کلیسا سے باہر کچھ نہ کرنا تھا۔
آواز سنائی دی تھی جس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ آگئے ہیں۔ ولید نے عمونہ کو
ہاتھ پکڑ کر کمرے کے اندر لے جاتے ہوئے کہا۔ باہر صحن میں کھڑے ہو کر باتیں کرنا مناسب
ہے۔ اگر کسی نے آوازیں سن لیں اور جاگ گیا تو سارا کام بیکار ہو کر رہ جائے گا۔
دونوں کمرے کے اندر آئے۔ ولید نے اپنی پشت پر بندھی ہوئی ایک گٹھری کھول کر
عمونہ کو دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارے کپڑے ہیں۔ انہیں پہن لو۔ عمونہ نے گٹھری کھول کر
دیکھی اس میں مروانہ کپڑے تھے۔ عمونہ نے چونک کر کہا۔ اس میں تو مروانہ کپڑے ہیں۔
ولید نے کہا۔ ہاں اس طرح شہر کے دروازے سے تمہیں نکال لے جانے میں آسانی ہے۔
اب تم دیر نہ لگاؤ جلدی کرو۔ میں باہر صحن میں کھڑا ہوتا ہوں۔ تم لباس بدل لو۔ ولید کمرے
سے نکل کر باہر کھڑا ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمونہ نے آواز دی اندر آجائیے، میں لباس بدل چکی ہوں۔
ولید چوب اندر داخل ہوا تو اس نے دیکھا اس لباس میں عمونہ سولہ برس کا کوئی نو عمر لڑکا
دے رہی تھی۔ ولید نے کہا۔ اب جلدی کرو اور چلیں۔ عمونہ، لکڑی کے ایک صندوق کی
طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ تھوڑی دیر کو رک جائیے۔ عمونہ نے اس صندوق سے کچھ سالانہ
نکال کر ایک گٹھری کی صورت میں باندھ لیا پھر ولید سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ چلیے
دونوں باہر نکلے اور دیوار کے ساتھ چپکتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں عمروں کھڑے

پھر تینوں اس درخت کی طرف گئے جس سے سنا بندھا ہوا تھا۔ رستے کی مدد سے ولید نے
عمونہ کو دیوار کے اوپر چڑھایا پھر وہ خود بھی اوپر چڑھ گیا۔ عمروں نیچے ہی کھڑا تھا۔
کے اوپر جا کر ولید نے عمونہ کو سہارا دے کر نیچے اتار دیا اور عمر بن ربیعہ سے کہا۔ عمر
عمونہ کو لے کر چلے جاؤ۔ عمونہ نے بتیاب ہو کر پوچھا۔ اور آپ ؟

ولید نے رازدارانہ آواز میں کہا۔ میں رامب مرقس سے نمٹ کر آؤں گا۔ اس نے
طوبیا کو قتل کیا تھا اور اس پر ہمارا قصاص واجب ہے، میں وہ اتار کر آؤں گا۔ عمونہ نے
رد دینے والی آواز میں کہا۔ میں آپ کے بغیر اتنا طویل سفر نہیں کر دوں گی۔ ولید نے

سمجھاتے ہوئے کہا۔ عمونہ! عمونہ! یہ لمحات ہمارے لیے خطرہ بھی بن سکتے ہیں۔ تمہیں
کوئی طویل سفر نہیں کرنا۔ اس شہر سے باہر ہمارا ایک پڑاؤ ہے جس میں تمہیں وہاں تک جانا ہے۔
رامب سے فارغ ہو کر میں بھی وہاں آتا ہوں پھر ہم سب اکٹھے واپسی کا مہم کریں گے
اب کوئی اور بات کھڑی نہ کرنا۔ یہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع کرنا اپنے آپ کو خطرات میں
ڈالنا ہے۔ عمونہ نے جواب میں کچھ نہ کہا اور اپنی گٹھری بغل میں دبا کے وہ چپ چاپ عمر کے
ساتھ چلی گئی۔

ولید دیوار کے اوپر سے نیچے اتر گیا اور عمروں کے ساتھ وہ اس طرف بڑھنے لگا
جس طرف رامب مرقس کی رہائش تھی۔ رامب کے مکان کے پاس جا کر ولید ایک تاریک کونے
میں بیٹھ گیا۔ عمروں نے پریشان لہجے میں کہا۔ یا امیر! آپ بیٹھ گئے کیا اپنا کام شروع نہ کریں
گے۔ آپ باہر ہی رہیں میں رامب کے مکان میں جاتا ہوں۔ ولید نے عمروں کو پکڑ کر اپنے پاس
بٹاتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر تک جاؤ۔ عمر عمونہ کو لے کر شہر سے نکل جائے تو پھر اپنا کام
شروع کریں گے۔ رامب کے قتل ہونے پر اگر ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہوتا تو کم از کم وہ دونوں
خطرات سے نکل چکے ہوں گے۔ عمروں ولید کا مطلب سمجھ گیا اور خاموشی سے ولید کے
بال بیٹھ گیا۔

جب انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ عمر اور عمونہ اب شہر سے باہر جا چکے ہوں گے
تو دونوں اٹھ کر رامب مرقس کے دروازے پر آئے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ ولید نے
عمروں سے کہا۔ عمروں تم خیال رکھنا میں اندر جاتا ہوں۔ عمروں نے ولید کا بازو پکڑتے
ہوئے کہا۔ آپ باہر کھڑے رہیں میں خود اندر جاتا ہوں۔ ولید نے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے
کہا۔ اندر کر کے وقت ضائع نہ کرو عمروں! اس کے ساتھ ہی ولید نے تھوڑا سا جھگ کر
بست لگائی اور دوسرے ہی لمحے وہ دیوار کے اوپر چڑھا۔ عمروں تاریکی میں دیوار کے
ساتھ کھڑا ہو کر اپنے چاروں طرف نگاہ رکھنے لگا تھا جو نہی ولید دیوار کے اوپر سے
رامب کے صحن میں کودا۔ مکان کے اندر سے ایک خواب آلود گھر کوٹکتی ہوئی آواز آئی۔
کون ہے؟ ولید فوراً چوکتا ہو گیا۔ جھگ کر وہ ایک ستون کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ اب

وہ انتظار کرنے لگا تھا کہ اندر سے بولنے والا ضرور باہر آئے گا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک آدمی اپنا لباس درست کرتا ہوا باہر آیا۔ وہ راہب مرقس تھا۔ ولید اسے پہچان گیا کیونکہ وہ اسے ایک بار کلیسا طریش میں دیکھ چکا تھا۔ صبح میں کمر راہب مرقس نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ جب اسے کچھ دکھائی نہ دیا اور مایوسانہ انداز میں واپس جانے لگا تو ولید ستون کی اوٹ سے نکلا۔ ایک حبش کے ساتھ آگے بڑھا اور راہب کی گردن دبوچ لی۔

راہب مرقس پر سر اسیمگی طاری ہو گئی تھی۔ ولید کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر اس کے منہ سے آواز نکلی نہ نکلی تھی۔ ولید راہب کو کھینچتا ہوا ایک تاریک کونے میں لے گیا اور اس کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ یہ خیال نہ کرنا کہ تم سے زیادتی کر رہے ہیں۔ سنو مرقس! تم نے بے گناہ اور معصوم طبویا کو کلیسا طریش میں جلا کر پڑھا کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، سو اس کے قصاص میں تمہیں بھی زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی ولید نے اپنی تلوار بے نیام کر کے سونپی اور راہب مرقس کا قلم کر دیا۔ اسی لمحہ ایک عورت مکان کے اندر سے نکلی اور قرش پر گری ہوئی مرقس کی تولا لاش اور اس کے پاس ولید کو کھڑے دیکھ کر وہ ایک چیخ مارتی ہوئی مکان کے اندر چلا گئی۔ مرقس راہب کے لباس سے اپنی تلوار صاف کر کے ولید نے نیام میں ڈالی پھر دیوار پھاند کر دوسری طرف چلا گیا۔ عمروں بڑی بے تانی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ ولید سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ عمروں! عمروں! او بھاگ چلیں، میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ وقت وہ عورت جس نے راہب مرقس کو قتل ہوتے دیکھ لیا تھا اور جو شاید راہب کی خاں یا لونڈی تھی مکان کے دوسری طرف بھلی کر زور زور سے پکار کر شور کرنے لگی۔ راہب مرقس کو قتل کر گئے، راہب مرقس کو قتل کر گئے۔

کلیسا کے سارے محافظ جاگ اٹھے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ پورے کلیسا میں ایک شور سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ولید اور عمروں اس طرف بھاگنے لگے جہاں کلیسا کی پرندوں پر پڑنے کے لیے رتا بندھا ہوا تھا۔ اچانک ایک محافظ نے ولید اور عمروں کو دیکھ لیا۔

اور وہ چلے گیا۔ قاتل بھاگ رہے ہیں۔ وہ دیکھو وہ جنوبی دیوار کی طرف جا رہے ہیں۔ ولید اور عمروں صرف دو ہیں۔ ولید اور عمروں اور تیزی سے بھاگنے لگے۔ کئی پیریدار ان کے پیچ لگ گئے تھے اور کچھ محافظ احتیاطاً کلیسا کا دروازہ کھول کر اور جنوبی حصے کی طرف بھاگ گئے تھے جس طرف ولید اور عمروں نے جانا تھا۔

ولید اور عمروں تیزی سے دیوار پھاند کر دوسری طرف گئے اور گلی میں مشرق سمت بھاگنے لگے۔ ان گنت محافظ رات کی تاریکی میں ان کے پیچھے لگ گئے اور وہ شور کر رہے تھے۔ انہیں کیڑوہ راہب مرقس کے قاتل ہیں۔ ولید اور عمروں اندھا دھند شہر کی گلیوں میں بھاگ رہے تھے جب کہ پہرے دار ان کے تعاقب میں تھے۔ ایک گلی اور کشادہ گلی کا موڑ ملتے ہی اچانک ولید نے ایک حویلی کی دیوار پھاندی اور اندر چلا گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے عمروں بھی اندر کود گیا تھا۔ وہ ایک وسیع حویلی تھی اور جس بگڑے اندر کودے تھے وہ اس حویلی کا کھٹا باغ تھا۔

اچانک ولید کو ایک خیال گزرا اور اس نے زمین پر پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا لیا جب محافظوں کے قدموں سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اس جگہ آنے والے ہیں جہاں سے وہ دونوں دیوار پھاند کر اندر کودے تھے۔ تو اس نے خوب زور لگا کر پتھر کو بائیں ہاتھ جانے والا ایک تنگ گلی کے اندر پھینک دیا۔ پیریدار جب وہاں پہنچے تو ان میں سے ایک نے فریاد کیا۔ سنو! اس گلی میں کھٹکا ہوا ہے۔ وہ ضرور ادھر گئے ہیں۔ سارے پہرے دار اُدھر بھاگ گئے جس طرف ولید نے پتھر گرایا تھا۔

ولید اور عمروں آگے بڑھنے لگے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس حویلی کو پار کر کے دوسری طرف پھلانگ جائیں اور یوں وہ اپنے اور پیریداروں کے درمیان ایک حد قائم کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ جو بھی وہ باغ سے نکلے۔ انہوں نے دیکھا وہ ایک حویلی تھا جس کی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تاہم اس کے دو ایک کمروں میں مدھم مدھم روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ دفعتاً ایک طرف سے سنسناتا ہوا ایک تیر آیا اور ولید کی نڈلی میں پرست ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کسی کی کڑکتی ہوئی آواز آئی۔ تم لوگ کون ہو اور

کیوں اس حویلی میں داخل ہوئے ہو۔ جہاں کھڑے ہو وہیں رکے رہو۔ یاد رکھو اگر تم نے جانے کرنے کی کوشش کی تو میرا نشانہ بنے خطا ہے اور میں تم دونوں کو اپنے تیروں سے چھاپ دوں گا۔ اتنے میں حویلی کے اندر سے دو سائے سے نمودار ہوئے۔ انہوں نے اپنے میں مشعلیں اٹھا رکھی تھیں۔ پھر ایک خوش کن اور کھنکھتی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔

پیلطس! پیلطس! کون ہے؟ تم کس سے باتیں کر رہے ہو، کیا اتوں کو لوٹ آئے ہیں۔ پھر اسی موٹی آواز سنائی دی جس نے ولید پر تیر چلایا تھا۔ نہیں مالک یہ کوئی اور ہیں جو ہماری حویلی میں گھس آئے ہیں۔ یہ مجھے چور لگتے ہیں۔ میں نے اپنے کپڑوں سے آوازیں سنیں ہیں۔ ان کے پیچھے کچھ لوگ بھی لگے ہوئے تھے۔ شاید یہ کہیں چوری کے آئے ہیں اور کسی کو ان کی تلاش ہے۔ اس بار وہ نسوانی آواز سہمی سہمی سی سنائی دی۔ پردہ دونوں ہیں کہاں؟ وہی مرد جسے پیلطس کہہ کر پکارا گیا تھا پھر بولا۔ دیکھیں سامنے دیوار کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میں نے ان پر تیر بھی چلایا ہے۔ لگتا ہے ان میں ایک میرے تیر سے زخمی ہو گیا ہے اور چلنے کے قابل نہیں رہا۔ پر یہ عجیب چور ہیں، میرے ایک بار لٹکانے پر ہی کھڑے ہو گئے ہیں۔ اگر یہ عادی چور ہوتے تو ضرور بھاگ کھڑے ہوتے۔ اسی لڑکی نے اس بار حوصلہ مند آوازیں کہا۔ پھر وہ چور نہیں ہوں گے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ پیلطس نے پھر کہا۔ اچھا میں ان دونوں کو اپنے تیروں کی زد میں رکھتا ہوں۔ آپ دونوں بہنیں آگے بڑھ کر دیکھیں کہ وہ کون ہیں؟

تیر ولید کی پنڈلی میں گھس کر گرا گھاؤ لگا گیا تھا۔ عمروں نے بھی فوراً محسوس کر لیا تھا کہ اس کے امیر زخمی ہو گئے ہیں۔ وہ فوراً ولید کو سہارا دیتا ہوا دیوار کے ساتھ لے گیا تھا۔ ولید خود ہی نیچے جھکا اور ایک سخت جھٹکے کے ساتھ اس نے تیر کی پنڈلی سے جھینچ لیا۔ عمروں نے فوراً اپنی عبا پھاڑی اور زخم پر کس کر پٹی باندھ دی تاکہ زخم سے خون نکلنا بند ہو جائے۔ اب ان دونوں نے اپنی تلواریں سوٹ لی تھیں۔ دیوار کے ساتھ گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے وہ آگے بڑھنے لگے۔

جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا تھا اس سے انہیں حویلی سے باہر نکلنے میں مدد ملے گی۔

مندر لگتا تھا پردہ پیلطس کے تیروں سے محفوظ تھے۔ اس لیے کہ گھٹنوں کے بل چلنے سے ان کی رانیں اور ٹانگیں چھپ گئی تھیں جن پر تیر اثر کر سکتا تھا۔ جسم کے اوپر والے حصے پردہ زبرد، خود اور جوشن پہنے ہوئے تھے۔ ولید زخمی ہو جانے کے باعث گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ بہر حال وہاں سے بھاگ نکلنے کے لیے سب کچھ برداشت کرنا تھا۔

دونوں لڑکیاں اب ان سے قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ مشعلوں کی تیز روشنی میں انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ نہتی تھیں صرف اپنے ایک ایک ہاتھ میں وہ مشعل اٹھائے ہوئے تھیں۔ وہ جب ان کے پاس سے گزر کر آگے بڑھنے لگے تو ایک لڑکی نے چلا کر دوسری لڑکی سے کہا۔ ارے یہ تو وہی دونوں ہیں جنہوں نے فرانسیسی سپاہیوں کے ہاتھوں ہماری عزت بچائی تھی۔ پھر دوسری لڑکی پکارتے لگی۔ پیلطس! پیلطس! بھاگ کر آؤ یہ ہمارے محسن ہیں۔

ولید اور عمروں نے غور سے ان لڑکیوں کی طرف دیکھا وہ مرہبہ اور زار تھیں۔ پھر مرہبہ نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی ہمدردی میں کہا۔ آپ دونوں کھڑے ہو جائیے آپ نے خواہ کیسا ہی سنگین جرم کیوں نہ کیا ہو۔ آپ ہماری اس حویلی میں محفوظ ہیں۔ ہماری موجودگی میں ہمارے محسنوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔

ولید اور عمروں کھڑے ہو گئے۔ اتنی دیر تک پیلطس بھی وہاں آ گیا۔ وہ پالیس یا اس سال کا ایک صحت مند یونانی تھا۔ کندھے پر اس نے کمان لٹکا رکھی تھی اور ہاتھوں میں چند تیر تھے ولید اور عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے اس بار اس نے بڑی نرمی اور عاجزت سے کہا۔ مجھے افسوس ہے، میں نے آپ دونوں پر تیر چلایا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ اس گھر کے محسن ہیں۔ آپ نے میری مالکوں کی عزت بچائی تھی اور یہ احسان ایسا ہے جسے ہم فراموش نہیں کر سکتے۔ کیا آپ دونوں میں سے کوئی میرے تیر سے زخمی تو نہیں ہوا۔ عمروں نے ولید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ میرا چھوٹا بھائی زخمی ہوا ہے تمہارا تیر ان کی پنڈلی میں لگا ہے۔

کہ ہمارے حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ اس پہرے دار نے بے تاب ہو کر پوچھا، کیا وہ ابھی
 اندر ہی ہیں۔ پیلاطس نے مایوسانہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ بھاگتے ہوئے ہماری
 چوکی کے باغ کے اندر سے گزرے تھے۔ میں اس وقت جاگ رہا تھا۔ میں نے ان پر
 تیر بھی چلایا، پر اندھیرا تھا میرا نشانہ خطا گیا اور وہ بھاگ گئے۔

پہریدار نے مایوس آواز میں کہا۔ بھاگ گئے، کدھر اور کہاں بھاگ گئے؟
 پیلاطس نے اپنے سامنے جنوب کی طرف جانے والی ایک گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا
 ہمارے حویلی کی جنوبی دیوار پچاند کر باہر نکلے تھے اس کے بعد میں نے اپنی آنکھوں سے
 انہیں اس گلی کے اندر گھوڑے کی طرح تیز بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پہریدار نے پھر
 پوچھا۔ تم کون ہو؟ پیلاطس نے کہا۔ یہ حویلی رکیں لوقا کی ہے اور میں اس حویلی کا
 ملازم پیلاطس ہوں۔

اس بار ایک اور پہریدار نے چلاتے ہوئے کہا۔ میں نہ کہتا تھا انہوں نے گلی
 میں پھر پھینک کر ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ ہم سب اُن کے دھوکے میں آگئے اور وہ
 بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ آؤ اب اس گلی میں انہیں تلاش کریں۔ وہ شہر کے
 اندر ہی ہیں، باہر نہیں بھاگ سکتے کیونکہ اس وقت تک ہمارے ساتھی شہر کے سب
 دروازوں کی ناکہ بندی کر چکے ہونگے۔ پھر اس پہریدار نے پیلاطس کو مخاطب کر کے
 کہا۔ پیلاطس! تم خیال رکھنا اور ہمیں خبر کرنا۔ ہو سکتا ہے کوئی ٹھکانہ نہ پا کر وہ پھر
 اُدھر نکلیں۔ ہمیں ان کی تلاش ہے۔ وہ چور نہیں قاتل ہیں۔ انہوں نے وسطی کلیسا
 کے رابب مرقس کو قتل کر دیا ہے۔ سب پہریدار بھاگتے ہوئے اس جنوبی گلی کے اندر
 چلے گئے اور پیلاطس حویلی کا بیرونی دروازہ بند کرنے کے بعد اس کمرے کی طرف جا رہا
 تھا جس میں ولید، عمروں، مرسیہ اور مازر تھے۔

پیلاطس اندر آیا۔ مرسیہ نے فکر مند آوازیں پوچھا، کون تھے وہ؟ پیلاطس
 نے ایک بار گہری سچا ہوں سے ولید اور عمروں کی طرف دیکھا پھر اس سے بچے میں کہا۔
 اندر اس کلیسا کے محافظ تھے۔ ان دونوں نے اس کلیسا کے رابب مرقس کو قتل کر دیا ہے۔

مرسیہ نے نیچے جھکتے ہوئے ولید کی ٹانگ پر خون آلود پٹی دکھائی۔ پھر اس را
 پریشان اور بھری ہوئی آواز میں کہا۔ یہ تو بُری طرح زخمی ہیں۔ پیلاطس! پیلاطس!
 تم مرہم پٹی کا سامان لے کر آؤ میں انہیں اپنے کمرے میں لے کر چلتی ہوں۔ پیلاطس
 ایک طرف بھاگ گیا۔ مرسیہ نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا آپ چل سکتے
 یا آپ کو سہارے کی ضرورت ہے۔ ولید نے اپنی تلوار نیام میں کرتے ہوئے کہا۔ میں چل
 سکتا ہوں۔ عمروں نے بھی مرسیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ دونوں بہنیں آگے
 آگے چلیں، میں اپنے بھائی کو سہارا دے کر لاتا ہوں۔

دونوں بہنیں ولید اور عمروں کو لے کر اپنی خواب گاہ میں لائیں۔ مرسیہ نے
 ولید کا بازو پکڑ کر اپنے گدے دار، ریشمی اور گلدز بستر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ ہمارے
 بیٹھے، میں آپ کی مرہم پٹی کا سامان کرتی ہوں۔ کمرے میں آتش دان میں آگ روشن
 تھی۔ لہذا کمرہ خوب گرم ہو رہا تھا۔ ولید اور عمروں دونوں ایک ہی بستر پر بیٹھ
 گئے۔ ماز نے ایک برتن میں پانی ڈال کر گرم ہونے کے لیے آتش دان کے پاس رکھ
 دیا۔ پھر وہ دونوں بہنیں ولید اور عمروں کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھیں۔

اتنے میں پیلاطس بھاگتا ہوا اندر آیا اس کے ہاتھ میں مرہم پٹی کا سامان تھا
 اور وہ بدحواس دکھائی دے رہا تھا۔ اندر آتے ہی اُس نے مرہم پٹی کا سامان مرسیہ کو
 تنھایا اور بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ لوگ جو ان کا تعاقب کر رہے تھے پھر اُدھر آگئے
 ہیں۔ وہ ہماری حویلی کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس ہی رہیں میں انہیں
 یہاں سے بھگایا کرتا ہوں۔

پیلاطس حویلی کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر گلی میں نکل آیا۔ وہاں کلیسا
 کے محافظ جمع تھے اور اُنچی اُنچی آوازوں میں باتیں کرتے ہوئے شور مچا رہے تھے۔
 پیلاطس ان کے قریب آیا اور پوچھا، کیا تمہیں دو چوروں کی تلاش ہے۔ ایک
 پہرے چونک کر پوچھا، کیا تم نے دو آدمیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ پیلاطس
 نے کہا۔ ہاں میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ دو تھے اور شمالی دیوار

اور اب وہ ان کی تلاش میں ہیں۔ مرسیہ نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے غمگین آواز میں کہا کہ آپ دونوں نے واقعی راہب کو قتل کیا ہے۔ ولید نے صفائی پیش کرنے کے انداز میں کہا۔ دونوں نے نہیں بلکہ میں اکیلے نے اسے قتل کیا ہے۔ اس نے ہمارے قتل ایک لڑکی جس کا نام طویا تھا اسے قتل کر دیا تھا۔ جس کی پنا پر ہم نے اسے قتل دیا۔ پیلاطس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ کیا راہب نے واقعی اس لڑکی کو مار ڈالا؟ ولید نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ہمیں جھوٹ کہنے کی عادت نہیں۔ راہب مرقس قاتل تھا۔ پیلاطس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ اگر وہ قاتل تو پھر آپ نے ٹھیک کیا کہ اسے قتل کر دیا۔ ایک قاتل کی سزا قتل ہی ہونی چاہیے اب آپ مطمئن رہیں، میں کلیسا کے محافظوں کو واپس جھگایا ہوں۔ میں نے انہیں چمکے دیا ہے کہ دو آدمی بھاگتے ہوئے آئے تھے اور وہ ہماری سولی کے باغ سے گرجہ جنوب کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ اب وہ سب شہر کے جنوبی حصے کی طرف چلے گئے۔ مرسیہ نے سکون کا لمبا سانس لیتے ہوئے کہا۔ شکریہ ہے۔ وہ ٹل گئے ہیں۔ میں سخت فکر مند ہو رہی تھی۔ اب تم ان کے زخم کی مرہم پٹی کر دو۔ ماند بٹھی اور آتش دان کے پاس رکھا ہوا گرم پانی اٹھالائی۔ پیلاطس نے ولید کی پہلی پٹی کھول دی۔ اس نے دیکھا زخم گہرا تھا۔ نلکے نیم گرم پانی سے اس نے زخم کو صاف کیا پھر اس نے مرہم لگا کر پٹی باندھ دی۔ پیلاطس جب فارغ ہوا تو مازر نے کہا۔ اب اٹھو ان کے کھانا لے کر آؤ۔ عمروں نے پیلاطس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔ رہنے دو تم تکلیف نہ کرو۔ کھانا ہم نے شہر کے ایک بھٹیہار خانے سے کھا لیا تھا۔ ہم صرف اپنی مقتول لڑکی کا انتقام لینے آئے تھے۔ ہم اپنا کام کر چکے ہیں۔ اب ہمیں یہاں سے نکل جانا ہے۔ فکر کرنی چاہیے۔ مازر نے متنبہ کرنے جیسی آواز میں کہا۔

اس وقت تک کلیسا کے پھریدار اور شہر کے محافظ حرکت میں آچکے ہوں گے انہوں نے شہر کے سارے دروازوں کی تاکہ بندی کر دی ہوگی۔ اس کے علاوہ آپ سا تھی زخمی ہیں۔ اس وقت آپ کا باہر نکلنا خطرناک ہے۔ اگر محافظ آپ سے

آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں اور کس مقصد کے تحت شہر میں داخل ہوئے ہیں تو آپ کے پاس کیا جاب ہوگا۔ مرسیہ نے بھی زور دیتے ہوئے کہا۔ مازر ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ان حالات میں ہم آپ کو یہاں سے نہ جانے دیں گے۔ آپ خاموشی سے اس وقت یہاں پڑے رہیں۔ جب تک حالات درست نہیں ہو جاتے ہیں اس سولی کے اندر آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کمرے میں چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر پیلاطس نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ، دونوں نے اپنے نام تو بتائے ہی نہیں۔ ولید نے ایک بار تیز نگاہوں سے عمروں کی طرف دیکھا پھر پیلاطس کے اطمینان کی خاطر اس نے فوراً کہہ دیا۔ میرا نام یوسان ہے اور یہ میرا بڑا بھائی ہے اس کا نام رساقہ ہے۔ پیلاطس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ حیرت ہے کہ آپ دونوں بھائی ہیں جب کہ آپ دونوں کی شکلیں اور رنگ تک آپس میں نہیں ملتے۔ آپ کا رنگ اسپین کے مقامی باشندوں جیسا سفید اور مرخ ہے۔ جب کہ آپ کے بڑے بھائی افریقہ اور اسپین کے شمال مشرقی حصوں کے بربروں کی طرح سیاہ فام ہیں۔

اس بار عمروں نے ولید کی مدد کی اور پیلاطس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہم دونوں کا باپ ایک ہی ہے پر مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہمارے باپ کی دو بیویاں تھیں۔ میری ماں بربر تھی اور اس کی ماں فرانسیسی تھی۔ پیلاطس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اب میں سمجھا پورے معاملے کو، اب پیلاطس کہتے کہتے رک گیا کیونکہ سولی کے صدر دروازے پر دھنک ہوئی تھی۔ پیلاطس کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ میں جا کر دیکھتا ہوں کون ہے، میرا خیال ہے مالک لوٹ آئے ہیں۔ مرسیہ بھی کھڑی ہوتی رہی بولی۔ چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ اگر وہ آتی ہوئے تو میں انہیں یہ سارا معاملہ سمجھا دوں گی۔ مازر اور عمروں ولید کے پاس بیٹھے رہے جبکہ پیلاطس اور مرسیہ ان کے باہر نکل گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد مرسیہ اور پیلاطس اندر آئے ان کے ساتھ ادھیڑ عمر کا ایک مرد بھی تھا۔ مرسیہ نے آگے بڑھ کر ولید اور عمروں سے کہا۔ یہ میرے آتی ہیں۔

شہر سے نکل کر اندھیرے کے اندر عمو نہ اور عمر بن ربیعہ بڑی تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ ایک جگہ ایک درخت کے سہارے کھڑی ہو کر عمو نہ روک گئی اور منہ سورتے ہوئے نے عمر سے پوچھا۔ ابھی اور کتنی دور جانا ہے۔ میں بھاگتے بھاگتے تھک گئی ہوں۔ اندھیرے کے اندر مشرق کی طرف اپنا ہاتھ لہرا کر تسلی دیتے کے انداز میں کہا۔ ہمت دار میری بہن! وہ سامنے جو روشنیاں دکھائی دے رہی ہیں وہی ہمارا پڑاؤ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ فاصلہ اور ہوگا۔ عمو نہ نے پھر پوچھا ولید اور عمروں بالوں گے عمر نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم فکر مند نہ ہو میری بہن! آقا ولید اور امیر عمروں راہب مرقس کو قتل کر کے جلد ہی واپس آجائیں گے۔ عمو نہ خاموش رہی۔ چند لمبے لمبے سانس اس نے لیے اور دوبارہ وہ عمر کے ساتھ مشرق کی طرف جاگ رہی تھی۔

دونو بھاگتے ہوئے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ عمر، عمو نہ کو اس خیمے میں لے جا جس کے اندر ناتن، اس کی بیوی اور بیٹیاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ناتن نے جونہی عمو نہ کو دیکھا اس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ عمو نہ بیٹی تم! عمر نے اپنے پن میں چھپا کر کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔ ناتن نے کہا۔ یہ تو ہمارے ہمسائے اور یاہ کی بیٹی ہے۔ کیا امیر ولید قشتالیہ سے اسے ہی لینے آئے ہیں۔ عمر نے کہا۔ ہاں یہی ہیں وہ جن کا خاطر اس قدر ترمو دو کیا گیا ہے۔ ناتن نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔ امیر اور عمروں کو کہاں چھوڑ آئے ہو۔ وہ راہب مرقس سے نبٹ کر جلد ہی آجائیں گے۔

عمر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا۔ ناتن کی بیوی اور بیٹیاں اٹھ کر عمو نہ کے پاس گئی تھیں۔ یہ ایک خاصا بڑا خیمہ تھا۔ فرش کے اوپر چٹائیاں بچھا کر ان کے اوپر گرگاہ دیے گئے تھے۔ خیمے کے وسط میں تنور کی شکل کا ایک گڑھا کھودا گیا تھا جس کے اندر آگ جل رہی تھی اور خیمے کو گرم رکھنے کے لیے اس گڑھے سے آتش دان کا دھواں لایا گیا تھا۔ عمو نہ جب ناتن کی بیوی اور بیٹیوں سے مل رہی تھی تو ناتن نے آتش دان میں اور لکڑیاں ڈال کر آگ کو خوب بھڑکا دیا تھا۔

ولید اور عمروں نے اٹھ کر اور آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرنا چاہا، مگر اس نے دونوں کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ بیٹھے رہو۔ کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ مازہ اور مرسیہ کا باپ لوقا ہوں۔ مرسیہ مجھے آپ سے متعلق پورے حالات بتا چکا۔ آپ دونوں نے میری بیٹیوں کی عزت اور زندگی بچائی ہے۔ آپ اس گھر کے عمر یہاں آپ دونوں کو کوئی خطرہ نہیں آپ محفوظ ہیں۔ اس حویلی میں صرف چار ہی افراد ہیں، مازہ، مرسیہ اور پیلطس۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں میری بیوی اور اکلوتے بیٹے ان فرانسیسی سپاہیوں نے قتل کر دیا تھا جنہوں نے مازہ اور مرسیہ کو اغوا کر لیا تھا۔ آپ دونوں نے ان بھیڑیوں سے میری بیٹیوں کو رہا کر لیا تھا۔

ولید نے پوچھا، آپ اتنی رات گئے کہاں سے آرہے ہیں۔ لوقا ولید سامنے بیٹھ گیا اور تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ ایک مسلمان جرنیل ولید بن ہشام کے جنگ کرنے کے لیے ایک فرانسیسی لشکر نے قشتالیہ آنا تھا لیکن اس مسلمان جرنیل پہلے حملہ کر کے فرانس اور اندلس کی سرحد پر اس لشکر کو شکست دے کر اکثر کتوتغ دیا ہے اور جو جان بچانے میں کامیاب ہوئے وہ واپس فرانس بھاگ گئے ہیں۔ فرانسیسی لشکر کی شکست کے سلسلہ میں یہاں کے حکمران لیبی نے شہر کے تمام روم ایک مشورے کی مجلس طلب کی تھی جس میں شہر کے دفاع اور اس مسلمان جرنیل کے خلاف جنگ کرنے پر تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔ میں ابھی وہیں سے لوٹ رہا ہوں۔ لوقا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ میرا خیال ہے آپ دونوں تھکے ہوئے ہیں۔ اب

آپ آرام کریں۔ مازہ اور مرسیہ! تم دونوں بہنیں ساتھ والے کمرے میں سو جاؤ۔ یہاں ان کے پاس پیلطس رہے گا تاکہ وہ ان کی حفاظت کرنے کے علاوہ ان کی نذر کا بھی خیال رکھے۔ لوقا، مرسیہ اور مازہ باہر نکل گئے۔ پیلطس نے آتش دان پر اور لکڑیاں ڈال دیں۔ سارے بستر اس نے درست کیے اور تھوڑی دیر بعد وہ تینوں بھی گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔

ناتق کی بیوی اور اس کی بیٹیاں عمو نے کو اپنے درمیان بٹھا کر باتیں کرنے لگی تھیں۔
ناتق نے انہیں ٹوکنے ہوئے کہا۔ تم عمو نہ کو باتوں ہی میں الجھائے رکھو گی یا اسے کھانے کو
کچھ دو گی۔ عمو نے ہنسنے ہوئے ناتق سے کہا۔ اے عم ! میں نے شام کا کھانا کھا لیا
مجھے تو ولید نے عشاء کی نماز کے بعد کلیسا سے نکالا ہے۔ اس وقت تک میں کھانے سے
فائدہ نہ ہو کر ان کا انتظار کر رہی تھی۔ ناتق نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے کہا۔ عشاء کی نماز
تو کیا میں سمجھ لوں کہ تم مسلمان ہو چکی ہو۔ عمو نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں
کا اندازہ درست ہے۔ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔

ناتق نے تعریف و داد کے انداز میں کہا۔ حیرت ہے کہ تم نے کلیسا میں رہنے
ہوئے اسلام قبول کیا۔ تم ہم سے کہیں بہتر ہو۔ ہم نے تو ایک مبلغ کے ماتحت اسلام قبول
کیا اور تم ایسی جگہ مسلمان ہوئیں جہاں اسلام کا نام لینا بھی سخت ممانعت تھی۔ میں
حیران ہوں تم نے ایک کلیسا میں کیسے اسلام قبول کر لیا۔ عمو نے شہرتاے ہوئے کہا۔ یہ
کچھ ولید کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے وہاں میری حفاظت پر جو آدمی مقرر کر رکھے تھے وہ مجھے
اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور آہستہ آہستہ میں راہ راست پر آ گئی۔ اس دوران ناتق کی ایک
بیٹی اٹھٹی ٹاٹ کے ایک تھیلے سے اس نے خشک پھل نکالے اور ایک طشت میں ڈال
کر سب کے سامنے رکھ دیئے تھے۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد ناتق نے پھر عمو سے پوچھا۔ تمہارا باپ ان دنوں
کہاں ہے بیٹی ! عمو نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ انہیں جیولوس ماریا کے آدمیوں نے
قتل کر دیا تھا۔ ناتق تڑپ اٹھا۔ کب؟ کہاں اور کیسے؟ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔
جواب میں عمو نے انہیں اپنے باپ اور یاہ کے قتل، ولید سے ملاقات اور اپنے اسلام
قبول کرنے کی پوری داستان سنا رہی تھی۔

عمو نے جب اپنی داستان کہہ چکی تو خیمے میں ایک غم آلود خاموشی سی چھا گئی
تھی۔ عمو نے کہا۔ باپ اور یاہ کی موت کا سن کر ہر کوئی غمزدہ ہو گیا تھا۔ اتنے میں عمو
ربیعہ بھاگتا ہوا آکرے میں داخل ہوا اور بدحواس لہجے میں اس نے اور یاہ سے کہا۔

کر زمی سے ہلاتے ہوئے اسے پکارا۔ یوسان! یوسان! اٹھو! دیکھو باہر کیسی دھوپ چڑھ آئی ہے۔ اتنے میں پیلاطس تیزی سے اندر داخل ہوا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا پر وہاں پڑا ہوا کھانا دیکھ کر وہ خاموش رہا اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اٹھئے میں آپ کا ہاتھ منہ دھلاتا ہوں۔ ولید اور عمروں اٹھ کر پیلاطس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے۔ مرسیہ اور مازر بنے مل کر جلدی جلدی کمرے کی صفائی کی۔ بستر درست کیے اور پھر وہاں دونوں نے کھانا لگا دیا تھا۔

ولید اور عمروں کو پیلاطس اندر لایا اور دونوں کو کھانا کھلانے لگا۔ مازر اور مرسیہ بھی وہیں ان کے پاس بیٹھی رہی تھیں۔ جب ولید اور عمروں کھانا کھا چکے تو پیلاطس نے برتن اٹھا کر ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ میں آپ کے لیے ایک بڑی خبر لے کر آیا ہوں۔ شہر کے حاکم ایسی تک یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ راہب مرقس کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اسے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قاتل ابھی تک شہر کے اندر ہیں۔ لہذا اس نے حکم دیا ہے کہ شہر کے ہر مکان اور ہر حویلی کی تلاشی لی جائے۔ اس مقصد کے لیے سپاہیوں کے بے شمار گروہ بنائے گئے ہیں جو سب گھروں کی تلاشیاں لیں گے۔ اس کے علاوہ رات کے وقت آپ دونوں تو سو گئے تھے پوری رات شہر میں منادی ہوتی رہی ہے کہ جس کے ہاں قاتل چھپے ہوئے ہوں وہ خود انہیں حاکم کے حوالے کر دے ورنہ اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی اب آپ دونوں کو یہاں سے بھاگ جانے کے متعلق سوچنا چاہیے ورنہ ہم سب کے صیبت میں پھنس جانے کے خدشات اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ولید نے پیلاطس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہوئے پیلاطس! ہمیں فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ پیلاطس کچھ کہنے والا تھا کہ مرسیہ پہلے ہی بولی پڑی۔ ابی کے آنے سے پہلے آپ کیسے جاسکتے ہیں۔ وہ یہ پتہ کرتے گئے ہیں کہ شہر کے کس کس دروازے سے باہر نکلنا آسان ہے۔ جب تک وہ آنے جائیں میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ اسی طرح تو آپ کے پکڑے جانے کا خطرہ ہے اور پھر آپ زخمی ہیں۔ آپ سے اب بھاگنا بھی نہیں جاسکتا۔



ظلمت شب کی چادر چاک ہو گئی تھی۔ تاریکیوں کے اندر رقص کرتے ہوئے شہر گروہ رد پوش ہو گئے تھے۔ مشرق کی سمت سے روشنی کا جوالا اٹھ اٹھا تھا۔ رات کی مایوسانہ بھجری میں پلٹی ہوئی ہر چیز جو یادوں کے اندھیروں میں صدیوں پرانے قبرستان میں بیٹھ کر کسی بیوہ کی طرح اداس اور غم گین لگتی تھی سحر کی ایک ہی جنبش ابو پر مہک اور مسکرا اٹھی تھی۔ حسین مرسیہ اس کمرے میں آئی جس میں ولید اور عمروں سوئے ہوئے تھے جس پلنگ پر رات کو پیلاطس سویا تھا وہ خالی پڑا تھا۔ مرسیہ کچھ ہچکچاتی ہوئی آگے بڑھی۔ چند لمحوں تک وہ بٹے پیار اور ہمدردی سے ولید کو گھورتی رہی۔ وہ شاید اسے جگانا چاہتی تھی اور نثرم محسوس کر رہی تھی۔ اتنے میں مازر کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں طشت تھا جس میں اس نے کھانے کے برتن سجا رکھے تھے۔ اس نے مرسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم نے ابھی تک انہیں جگایا نہیں ہے؟

مازر نے طشت ایک طرف رکھ دیا۔ خود وہ آگے بڑھی اور عمروں کا پاؤں کر زمی سے ہلایا۔ عمروں نے آنکھیں کھولیں اور مازر نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ آپ اٹھیں گے نہیں۔ باہر تو دھوپ چڑھ آئی ہے۔ میں نے کھانا تیار کر دیا ہے اٹھ کر کھائیں ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ عمروں نے ولید کی طرف دیکھا وہ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ عمروں چند لمحوں تک پڑی شفقت و عقیدت کے ساتھ ولید کو دیکھا رہا پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے

دول کے جوتوں کے نشانات ختم ہو جائیں گے اور ہمارے بعد کسی نے اگر ان کا کھوج لگانے کے متعلق سوچا تو اسے کامیابی نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ہمارے ریوڑ کے ان گنت جانوروں کے پاؤں ان دونوں کے جوتوں کے نشانات مٹا چکے ہوں گے۔

عمر آگے آگے چلتا اور جوتوں کے نشانات تلاش کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا جبکہ اتن اپنے آدمیوں کی مدد سے ریوڑ کو اس کے پیچھے پیچھے ہانکتا رہا۔ لوتا کی حویلی کے پاس غمروں گیا۔ اتن نے بھی ریوڑ کو روک دینے کا حکم دیا۔ عمر چند لمحوں تک وہاں کچھ تلاشی کرتا رہا۔ پھر وہ اتن کے پاس آیا اور خوشی ملی جلی آواز میں اس نے بڑی آہستگی سے کہا۔ اتن! اتن! خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ امیر اور عمروں اسی حویلی کے اندر ہیں جس کی دیوار کے ساتھ اس وقت ہم کھڑے ہیں۔ یہاں تک ان کے جوتوں کے نشان صاف اور واضح آتے ہیں اس کے بعد اچانک معدوم ہو گئے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ضرور دیوار بھانڈ کر اس حویلی کے اندر چلے گئے ہیں۔ آؤ! آؤ! اتن! ریوڑ کو میرے پیچھے لاؤ اور اس حویلی کے صدر دروازے کی طرف جائیں۔ وقت بہت کم ہے اتن! اگر شہر کے گھروں کی تلاشی شروع ہو گئی تو ہمارا کام مشکل ہو جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیں شہر سے باہر نکل جانے کا حکم دے دیا جائے۔

ریوڑ انہوں نے لوتا کی حویلی کے صدر دروازے کے سامنے لاکھڑا کیا۔ پھر عمر نے اتن سے کہا، میں اندر جاتا ہوں تم ریوڑ کو یہیں روک رکھو۔ عمر نے حویلی کے دروازے کو جب کھولنا چاہا تو وہ اندر سے بند تھا۔ عمر نے مسکراتے ہوئے پھر اتن سے کہا۔ دروازہ اندر سے بند ہونا اس بات کی دوسری دلیل ہے کہ اتنا اسی حویلی کے اندر ہیں۔ پھر عمر نے پلا تامل حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد پلاطس نے دروازہ کھولا اور عمر سے پوچھا کون ہو تم اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر دوبارہ تیز آواز میں پوچھا۔ یہ اتنا بڑا ریوڑ تم نے ہماری حویلی کے سامنے اس لیے کھڑا کر دیا ہے کہ یہاں گندگی پھیلے۔

عمر نے بڑے نرم اور میٹھے لہجے میں کہا۔ خفا مت ہو۔ میں جانتا ہوں تم لوگ ایک مصیبت میں مبتلا ہو۔ اگر وہ مصیبت میں رفع کردوں تو؟ پلاطس نے گھبرا کر

اتنے میں حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی اور پلاطس نے چونک کر کہا۔ مالک آہی گئے ہیں۔ پلاطس بھاگتا ہوا باہر چلا گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ میر اور مازر کا باپ لوتا بھی تھا۔ مرسیہ نے فوراً اپنے باپ سے پوچھ لیا۔ ابی! ان کے یہاں سے نکل جانے کا کوئی انتظام ہوا۔ لوتا نے مایوس لہجے میں کہا۔ مجھے کچھ سوچنے کا موقع بیٹھی! شہر کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ آمدورفت کے لیے صرف شہر مشرقی دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ وہاں اس عورت کو کھڑا کر دیا گیا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ قاتل کو اس کی شکل سے پہچانتی ہے۔ میں نے اپنے چند اعتبار کے آدمیوں کو یہاں بلا ہے۔ وہ آئیں تو پھر یہاں سے انہیں نکالنے کا بندوبست کرتے ہیں۔

مرسیہ اور مازر اب مطمئن دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کے لیے یہی سب سے بڑا خوشی اور سب سے بڑا انعام تھا کہ ولید اور عمروں بحفاظت شہر سے نکل جائیں۔ گو ولید اور عمروں کی روانگی ان دونوں کے لیے تکلیف دہ تھی پھر بھی وہ ان دونوں کی سلامتی پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتی تھیں۔

اتن اور عمر بن ربیعہ اپنے کئی دوسرے ساتھیوں کے ساتھ نچروں اگھول اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل اپنا ریوڑ لے کر شہر میں داخل ہوئے تھے۔ شہر کے اندر ہر کوئی اب عمر بن ربیعہ کے اشاروں پر کام کر رہا تھا۔ ابن ربیعہ ریوڑ کے آگے آگے چلتا ہوا سیدھا شہر کے اس وسطی کلیسا کے پاس آیا جس میں ولید نے راہب مرقس کو قتل کیا تھا۔ ریوڑ کو روکنے کے بعد عمر چند لمحوں تک اس دیوار کے قریب گھومتا رہا جہاں سے ولید اور عمروں نے دیوار بھانڈا تھا۔ پھر وہ اتن کے پاس آیا اور بڑی رازداری سے کہا۔

اتن! اتن! میں امیر ولید اور عمروں کے جوتوں کے نشانات پہچان چکا ہوں۔ میں ان کا کھوج لگانے اور کھڑا ڈھونڈتے ہوئے آگے بڑھتا ہوں۔ تم ریوڑ کو میرے پیچھے پیچھے ہانکتے لاؤ۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو ہم یہ ڈھونڈ نکالیں گے کہ امیر کہاں ردپوش ہیں، دوسرے ریوڑ کے میرے پیچھے پیچھے آنے پر ان

کہا۔ تم ایسی باتیں کر رہے ہو جو میری سمجھ سے باہر ہیں۔ عمر نے پھر بڑی شفقت سے کہا۔ تم دروست، جن دو آدمیوں کی وجہ سے تم مصیبت میں مبتلا ہو، جادو ان سے جا کر کہو، نائن ریوڑ کے ساتھ حویلی کے دروازے پر کھڑا ہے۔ جادو اب وقت ضائع مت کرو۔ ورنہ سارا کام بگڑ جائے گا۔ پیلاطس نے اچنبھے میں اور پریشانی میں ایک بار عمر کو سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا۔ پھر وہ حویلی کا دروازہ کھلا ہی چھوڑ کر واپس بھاگ گیا تھا۔ عمر نے کچھ سوچا پھر وہ بھی اندر چلا گیا اور صحن کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

پیلاطس بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ باہر ایک ایسا شخص اپنا ریوڑ لیے کھڑا ہے جو کہتا ہے۔ اس حویلی کے اندر جن دو آدمیوں کی وجہ سے تم مصیبت میں مبتلا ہو ان سے جا کر کہو کہ نائن اپنے ریوڑ کے ساتھ حویلی سے باہر کھڑا ہے۔ عمروں چونک پڑا اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کہیں یہ دھوکہ نہ ہو، نائن کیسے جان سکتا ہے کہ ہم اس حویلی کے اندر ہیں۔ ولید نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ تم خود باہر جا کر دیکھو کیا معاملہ ہے۔ لوقا، مرسیہ، مازر پریشانی سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ عمروں اٹھا اور پیلاطس کے ساتھ باہر آیا۔ اس نے دیکھا صحن کے وسط میں عمر بن ربیعہ کھڑا انتظار کر رہا تھا۔

عمروں کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پیلاطس نے سوالیہ کیفیت میں پوچھا۔ کیا آپ صحن میں کھڑے اس شخص کو پہچانتے ہیں۔ عمروں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں، یہ میرا اپنا آدمی ہے۔ تم یہیں کھڑے رہو، میں اس سے بات کرتا ہوں۔ عمروں آگے بڑھا اور ہم آوازیں اس نے عمر سے پوچھا۔ تم نے کیسے جان لیا کہ ہم اس حویلی کے اندر ہیں۔

عمر نے نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ وقت اور ضرورت سب کچھ رکھتا دیتے ہیں۔ میں کلیسا سے یہاں تک آپ کے پاؤں کا کھڑکاتا ہوا آیا ہوں۔ عمروں نے پھر پوچھا۔ ریوڑ کے ساتھ کون کون ہے؟ عمر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ نائن اور اس کے ساتھ ریوڑ کو بانٹنے کے لیے تیس سوار ہیں۔ عمروں نے چند لمحوں

تفصیل کے بعد کہا۔ ایک ایسی خچر تیار کرو جس کے اوپر زین ہو اور ایک فالتو تنگ اس کی اٹلی ٹانگوں کے قریب ہو۔ اس تنگ کے اندر امیر دونوں ٹانگیں ڈال لیں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں میں وہ زین کی رکابیں تھام لیں گے۔ صرف ایسی صورت میں ہم انہیں ہال سے باہر لے جاسکتے ہیں۔

باد رکھو! ہمیں بڑی احتیاط کرنا ہوگی۔ دروازے پر وہ عورت بھی کھڑی ہوگی جو ابیر کو شکل سے پہچان چکی ہے۔ اپنے ساتھیوں کو سمجھا دینا کہ جس خچر کے نیچے امیر بیٹھے ہوئے ہوں، اسے ریوڑ کے وسط میں دوسری چڑوں کے درمیان چھپا کر رکھنا تاکہ امیر پر کسی کی نگاہ نہ پڑے اور سنو عمر! یہ بھی خیال رہے کہ کوئی سیخ پا ہونے والی خچر نہ ہو۔ اس لیے کہ امیر زخمی ہیں۔ ایسا نہ ہو خچر سرکشی کرے اور امیر کو جالیں۔ عمر نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ کیا کہا آپ نے امیر زخمی ہیں؟ ہاں، وہ زخمی ہیں۔ ان کی ٹانگ میں تیر لگا ہے۔ اب تم اس سارے انتظام کو آخری شکل دو۔ میں امیر کی تیاری کرنا ہوں۔ عمر تیز تر ڈگ بھرتا ہوا حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔

عمروں کمرے میں آیا اور ولید سے کہا۔ آپ تیاری کیجیے۔ ہمارا یہاں سے نکل جانے کا بندوبست ہو گیا ہے۔ ولید بہتر سے باہر نکل آیا۔ عمروں نے بڑی شفقت سے پوچھا۔ کیا آپ صحن تک چل سکیں گے؟ اگر نہیں تو میں آپ کو اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ ولید نے اپنی زخمی ٹانگ پر بوجھ ڈالتے ہوئے کہا۔ زخم اتنا گہرا نہیں ہے کہ مجھے اپنا سب بنا دے۔ میں آسانی سے چل پھر سکتا ہوں تم کوئی فکر نہ کرو۔

اتنے میں پیلاطس اندر آیا اور عمروں سے کہا۔ آپ کا ساتھی خچر کو صحن میں لے آیا ہے اور میں حویلی کا دروازہ بند کر آیا ہوں۔ ولید اور عمروں کمرے سے نکل کر صحن میں آگئے۔ ان کے پیچھے پیچھے مرسیہ، مازر، لوقا اور پیلاطس بھی صحن میں آگئے تھے۔ مرسیہ اور مازر آداس ہو گئی تھیں۔ وہ بار بار ولید اور عمروں کی طرف دیکھ رہی تھیں جیسے سوال کر رہی ہوں۔ وہ کون سی جاتی ہے۔ زندگی کی وہ کون سی لہریں ہیں جن میں ہم پھر ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں۔

عمر وں نے ولید کو سمجھاتے ہوئے کہا - آپ اس خچر کے نیچے لٹک کر جاؤں گے۔ اس طرح کسی خطرے کا سامنا کیے بغیر ہم شہر سے باہر نکل سکتے ہیں۔ ایسے میں آپ کو دہاں لٹکنے میں مدد دیتا ہوں۔ ولید آگے بڑھا وہ بہت کم لنگڑا رہا تھا۔ شاید اس نے اپنے زخم کی تکلیف پر قابو پا لیا تھا۔ ولید خچر کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ عمر وں، پیلاطس اور لوقا اسے سہارا دے کر اس کی ٹانگیں خچر کے اگلے ڈھیلے تنگ میں پھنسانے لگے تھے۔ جب کہ عمر نے خچر کی لگام کو تھام رکھا تھا۔ اس موقع پر مرسیہ بچاری سے منہ ہانگ گیا۔ بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنے باپ لوقا کی پرواہ کیے بغیر اس نے اپنے دونوں نازک ہاتھ ولید کی کمر بند رکھتے ہوئے اسے سہارا دے دیا۔

جب ولید کی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک پھنسا دی گئیں تو مرسیہ نے بڑے پیار سے پوچھا۔ آپ تکلیف محسوس تو نہیں کر رہے۔ ولید نے نفی میں سر ہلادیا اور عمر وں نے ولید کے دونوں ہاتھوں میں زمین کی رکا بن تھما دی تھیں۔ اب ولید بڑے سکون سے خچر کے نیچے لٹک رہا تھا۔

عمر وں نے عمر سے خچر کی لگام لے لی۔ ایک جست کے ساتھ وہ رکاب میں پاؤں جمائے بغیر خچر پر سوار ہو گیا اور عمر سے کہا۔ تم اب باہر جاؤ اور ریوڑ کو ہانک دو۔ میں خچر کو باہر لاتا ہوں۔ مرسیہ اور مازر پریشان اور اداس کھڑی تھیں۔ مرسیہ خچر کے نیچے لٹکے ہوئے ولید کو بڑی حسرت سے دیکھ رہی تھی جب کہ مازر کی اُداس نگاہیں خچر پر بیٹھے ہوئے عمر وں پر جمی ہوئی تھیں۔ دروازہ جب کھلا تو عمر وں خچر کو حویلی سے نکال کر ریوڑ کے وسط میں دوسری خچروں اور گدھوں کے اندر لے گیا جب کہ ناتن عمر وں اور ان کے ساتھی ریوڑ کو ہانک چکے تھے۔ مرسیہ اور مازر اپنی حویلی کے دروازے پر لوقا اور پیلاطس کے ساتھ کھڑی بڑی غمزدہ حالت میں انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

ناتن اور عمر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی تیزی سے اپنے ریوڑ کو ہانکتے ہوئے شہر کے مشرقی دروازے پر لے آئے تھے۔ وہاں واقعی کلیسا کی وہ عورت پہریداروں

کے ساتھ ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی جس نے ولید کو کلیسا کے اندر راہب مرقس کو قتل کرتے دیکھا تھا۔ ریوڑ جب دروازے سے گزرنے لگا تو وہ عورت ایک ایک سوار کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ایک پہریدار نے ناتن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کل تو تم شام کے رات اپنے ریوڑ کو شہر سے باہر لے کر گئے تھے۔ آج اتنی جلدی کیوں لوٹ رہے ہو۔ ناتن نے بات بتاتے ہوئے کہا۔ شہر میں راہب مرقس کے قتل کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل رہے۔ اس لیے ہم سے جانور خریدنے کے لیے کون باہر نکلے گا۔ یہاں بیٹھ کر وقت ضائع ہی کرنا ہے۔ سوچا ہے ریوڑ کو لے کر وہ سامنے والی مشرقی پہاڑیوں کی طرف لے جاؤں گا۔ وہاں کم از کم جانور گھاس چر کر پنا پیٹ تو پا لیں گے۔ پہریدار ناتن میں خاموش ہو گیا اور سوار ریوڑ کو ہانکتے ہوئے شہر سے باہر نکال لے گئے۔ پہریداروں کی نگاہوں سے دور جا کر عمر وں نے خچر کو روکا۔ ولید کو نیچے سے نکال کر اس نے اپنے سامنے آگے بٹھایا تھا اور خچر کو ریوڑ کے اندر دوبارہ ہانک دیا تھا۔

جب ریوڑ پڑاؤ کے پاس آیا تو پڑاؤ کے سب مرد اور عورتیں اپنے خیموں سے اُٹھ کر آئے تھے۔ ان میں عموذہ سب سے آگے آگے تھی۔ سب اس خچر کے گرد جمع ہو گئے جس پر عمر وں کے سامنے ولید بیٹھا ہوا تھا۔ عمر وں خچر سے اترا پھر سہارا دے کر ولید کو نیچے اتارا۔ عموذہ قریب ہی کھڑی بڑی پریشانی اور حسرت کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اپنی زخمی ٹانگ آہستہ آہستہ زمین پر جھکتے ہوئے ولید نے لوگوں سے کہا۔ اپنے بچے کو اٹھاؤ۔ سامان باندھ کر جانوروں پر لاؤ اور کوچ کی تیاری کرو۔ ہم جتنی دیر زیادہ یہاں قیام کریں گے اسی قدر زیادہ ہمارے لیے خطرات بڑھتے رہیں گے۔ سب مرد اور عورتیں اپنے اپنے خیموں کی طرف بھاگ پڑے اور کوچ کی تیاری کرنے لگے تھے۔ عموذہ آگے بڑھ کر ولید سے قریب ہوئی اور مردہ مردہ، کھوئی کھوئی اور بجا رہے کھاتی آواز میں پوچھا۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟ لنگڑا کر کیوں چل رہے ہیں اور انچی ٹانگوں نے آپ کو خچر سے سہارا دے کر کیوں اتارا ہے۔ ولید نے بات کا رخ بدلنے کی خاطر پوچھ لیا۔ تم تو ٹھیک ہونا؟ عموذہ نے روتی ہوئی آواز میں کہا۔ میں نے آپ سے

کچھ پوچھنا ہے؟ آخر ولید کو بتانا ہی پڑا۔ شہر کے اندر بھاگتے ہوئے ایک تیر میری ٹانگ میں لگ گیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ پر چھوٹا سا زخم آ گیا ہے۔ عمو نے پھر پوچھا۔ کیا زخم کی مرہم پہنٹی ہوئی ہے۔ ہاں اس شہر میں کچھ اچھے لوگ مل گئے تھے جنہوں نے میری پوری تیجاری دارائی کی ہے۔ کیا آپ چل پھر سکتے ہیں اور خطرے کی کوئی بات تو نہیں ————— ولید نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ تم فکر مند نہ ہو عمو، زخم معمولی ہے اور میرے لیے تکلیف کا باعث نہیں ہے۔ اب تم نا تن کے گھر والوں کے ساتھ حجر پر سوار ہو جاؤ۔ ہم بہت جلد یہاں سے کوچ کر سگے۔

ولید عروس کے ساتھ وہاں سے ہٹ کر اس طرف چلا گیا۔ جہاں اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ عمو نے بچاری ولید کی حالت دیکھ کر اپنے ان سسٹوں کو پوچھ رہی تھی جو اس کی بڑی بڑی اور خوب صورت آنکھوں سے نکل کر اس کے سرخ اور چمکنے والوں پر بہہ نکلے تھے۔ ولید اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ عمو نے ناخن کی بیٹیوں کے ساتھ ایک خنجر پر سوار ہو گئی اور کاروان بڑی تیزی سے مشرق کی طرف گونگا کر رہا تھا۔

ایک روز جب کہ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ شردی کی لہریز ہوا تھی اور فضاؤں کے اندر گہری دُھند چھائی ہوئی تھی۔ عمو نے اور ناتق کی بڑی بیٹی گھر کے ایک کونے میں بنے ہوئے باورچی خانے میں مٹی کے چوہے کے سامنے بیٹھی شام بنانا کر رہی تھیں کہ عمو نے بولنے میں پہل کرتے ہوئے کہا۔ سارہ! لگتا ہے پھر برف شروع ہونے والی ہے۔ سارہ نے تیز لگا ہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شریہ لہجے کیوں مجھے کسی کا انتظار ہے کیا جو تجھے خدشہ ہے کہ برف باری میں تیرا کوئی آنے کی جائے گا۔

عمونہ نے پیار سے سارہ کا منہ کھول کر اس کی زبان پکڑتے ہوئے کہا۔ اپنی اس کوکم چلایا کرو۔ سارہ جو ایک حسین، بھرپور جوان اور اندلسی نسل کا ایک خوبصورت شش منظر تھی چند لمحوں تک خاموش رہی۔ شاید وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے نغید گائے سے عمونہ کو مخاطب کر کے کہا۔

[illegible]

عمونہ نے ایک بار تکیہ اور تیز نگاہوں سے سارہ کی طرف دیکھا۔ پھر آپ
پاس کی نگاہیں جھٹک گئیں اور آن جانے خیالات میں کھو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا
بوشی کی زبان سے سارہ کو سب کچھ کہہ گئی ہو۔ پر سارہ نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے
چہچہا کر کہا: کیوں سارہ گئی ہو عمونہ! کہو کیا تم امیر ولید کو پسند کر چکی ہو۔ عروہ

حرہ میں لاکر عمونہ کو نائق کے گھر ٹھہرایا گیا تھا۔ نائق کے ہمسائے میں وہ مکان جو کبھی عمونہ کا گھر ہوا کرتا تھا۔ وہاں اب کوئی اور خاندان آباد تھا۔ عمونہ ہر وقت ولید کے متعلق فکر مند رہتی۔ وہ اس کے زخم کے متعلق جاننا چاہتی تھی۔ وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ ولید کیلارہتا ہے کیا اس کی کوئی دیکھ بھال بھی کر رہا ہے۔ اکثر اس کا جی چاہتا کہ ولید کے پاس جائے اس کی خدمت کرے، اس کی تیمارداری کرے لیکن یہاں تو ایک لڑکھنوی شرم کی جو بیچ میں حائل تھی۔ کبھی کبھی باتوں باتوں میں نائق سے ولید کے متعلق پوچھ لیتی اور بس۔ گاہے گاہے اسے ولید پر بھی غصہ آتا کہ وہ اسے اپنے ساتھ اپنی حویلی میں کیوں نہیں لے کر گیا۔ پھر وہ اپنے آپ کو مطمئن کر لیتی کہ وہ اکیلی ولید کے پاس کیوں رہ سکتی ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں ایک ہفتہ گزر گیا۔ ولید نے اس کے پاس ایک جگہ

بجاری اُداس ہو گئی اور ہچکولے کھاتی ہوئی آواز میں کہا۔

کے سامنے بیٹھ گئی اور اپنی طائرانہ خوش نوا جیسے آواز میں پوچھا۔ آپ کی ٹانگ کا زخم کیسا ہے۔ ولید نے مسکرا کر کہا۔ یہ بات تو اب پرانی ہو چکی ہے۔ میرا زخم تو کب کا ٹھیک ہو چکا ہے۔ عمو نے شکوہ کرنے کے انداز میں کہا۔ آپ کبھی ادھر آئے ہی نہیں جو مجھے خبر ہوئی کہ آپ کا زخم مندمل ہو چکا ہے۔ یہ زخم آپ کو میری وجہ سے لگا ہوا آپ کی مشکور رہوں کہ آپ نے مجھے تشاویہ کے جہنم سے نکالا۔

ولید چند لمحوں تک خاموش رہا پھر اس نے عمو سے کہا۔ عمو! اگر میں تمہیں نائق کے گھر کے بجائے کہیں اور رہنے کو کہوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ عمو نے گردن جھکاتے ہوئے مدہم آواز میں کہا۔ آپ مجھے جہاں بھی رہنے کو کہیں گے، کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس کے لیے آپ کو مجھ سے اجازت لینے یا میری مرضی جاننے کی ضرورت نہیں۔ آپ جس طرف حکم دیں گے میں چلی جاؤں گی۔ عمو خاموش ہو گئی۔ اپنی پرانی یادوں کے اچالوں میں کھو گئی تھی۔ وہ خوش تھی، اسے یقین ہو چکا تھا کہ ولید نے اپنے ساتھ لے جانے کو کہہ گا۔ یہی اس کا مقصد تھا اور یہی اس کی زیست کا مدعا تھا۔ عمو نے اپنے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ ولید کی آواز پھر اس کی سماعت سے لائی۔ عمو! عمو! تو پھر تیار رہنا پرسوں میں تمہیں چھوڑنے جاؤں گا۔ عمو نے رد اٹھائی اور چونک کر پوچھا۔ کہاں چھوڑنے جائیں گے مجھے؟ برسلوز سے اب میں کوئی دس میل کے فاصلے پر شقندہ نام کی بستی میں۔ روتی آواز میں عمو نے کہا۔ وہاں میں کس کے پاس رہوں گی۔

وہاں ایک خاتون ہے، میں خود نہیں جانتا وہ کون ہے۔ تاہم یہ میرے لیے حکم تھا کہ میں اس خاتون کی خدمت اپنی ماں جان کر کروں۔ اس خاتون سے کوئی راز نہ ہوگا۔ میرا جرنیل مسلم بن تمام اس راز سے واقف ہے اور اس راز کا سلسلہ اب وقت ٹوٹے گا جب میں اس کی بیٹی اسے واپس لا کر دوں گا۔ جیسے عیسیٰ قزاق کے جزیرہ سارڈینیا کے شہر طارس لے گئے ہیں۔

عمو کے چہرے پر جہاں تھوڑی دیر قبل زندگی و خوشنودی اُڑان، آرزو و

سنو سارہ! میں ابھی کلیسا طرش میں عیسیٰ راہبہ ہی تھی کہ میں امیر ولید کی میانی اور سلامتی کے لیے دن رات دعا مانگا کرتی تھی۔ کلیسا میں عبادت کے دوران لوگ بیماریوں سے نجات کی دعائیں مانگا کرتے تھے جب کہ میں امیر ولید کی ساری بات اپنے آپ کو لگ جانے کی دعائیں مانگا کرتی تھی۔ دوسری راہبائیں مریم و یسوع کی خوش نویدی حاصل کرنے کی جستجو میں رہتی تھیں اور میں امیر ولید کا انتظار کیا کرتی تھی۔ سنو سارہ! میں نے اپنے دل کی لطیف دھڑکنوں اور آسمان پر پھلکارتے ستاروں سرگوشیوں میں ہمیشہ امیر کا نام سنا ہے۔ وقت کی آندھیوں کے غبار میں جب میرا کوئی پرسان حال نہ ہوا کرتا تھا، میں نے ہمیشہ ولید کو اپنے خون کی حرارت جانا۔ سارہ! میں نہیں جانتی محبت کیا ہے لیکن امیر ولید میری زندگی کے اُفتق کی آنری ہیں۔ سارہ کچھ کہنے والی تھی کہ گھر کے صحن سے نائق کی آواز آئی۔

عمو! عمو کہاں ہو بیٹی! عمو نے سارہ کے پاس سے اٹھ کر باہر بھاگتی ہوئی۔ نائق عم! آپ نے مجھے پکارا۔ نائق صحن میں کھڑا تھا، عمو کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔ تم کیا کر رہی ہو بیٹی! سارہ بھی اندر سے زلزلے کے پاس اکھڑی ہوئی تھی، اس نے پھر کہا۔ عمو بیٹی! امیر ولید تم سے کچھ کہتا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دیوان خانہ میں بٹھا آیا ہوں۔ جاؤ ان کی بات سنو۔ وہ تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

ولید کی آمد کا سن کر عمو نے سر سے پاؤں تک چمکیلی شاخ کی مانند لہرائی تھی۔ پھر نائق اور سارہ کی موجودگی کا خیال کیے بغیر وہ دیوان خانے کی طرف بھاگ رہی تھی۔ عمو نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ اندر ایک نشست پر ولید گردن جھکائے بیٹھا تھا اور اس کے دائیں طرف ایک چھوٹی سی گھڑی پڑی تھی۔ ولید عمو کی آمد سے بے خبر رہا۔ عمو خود ہی بولی اور اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔ آپ! ولید نے چونک کر عمو کی طرف دیکھا اور اپنے سامنے ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آؤ بیٹھو عمو! مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ عمو آگے بڑھ کر ولید

خوابوں کی پرواز اور یادوں اور امیدوں کے فروزاں و درخشاں اجلے بکھر گئے وہاں اب حسرت و یاس تھی۔ اندھیرا حلال اور گھمبیرا فسردگی تھی۔ اس کی ہر یوں جاتی رہی تھی جیسے ریت پر دودھ گر کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی مضطر و چمکیلی آنکھیں پُرم ہو گئی تھیں۔ بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ کیا سرہ اور سویدا دونوں شہروں کے اندر میرے رہنے کو کوئی جگہ نہیں ہے آپ مجھے اس قدر دُور پھینک رہے ہیں۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں ضرور جاؤں گی۔ ولید نے دھکی آواز میں کہا۔ نہیں عمو! میں تمہیں حکم نہیں دے سکتا تم وہاں جانا نہیں چاہتی۔ اصل میں مجھے ایک ایسی بھروسے کی اور پُر خلوص لڑکی کی تھی جو اس خاتون کے پاس رہ کر اس طرح اس کی خدمت اور دیکھ بھال کرے جس طرح بیٹی اپنی ماں کی کرتی ہے۔ اگر تم جانے سے انکار کرتی ہو تو میں کوئی اور بندوبست کرنا عمو نے پریشان نمٹ جیسی آواز میں کہا۔ آپ غلط سمجھتے ہیں، آپ کی ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ شقندہ جیستی تو کیا، آپ مجھے دوزخ کی گرمی، شب جہر کے قہر اور سمندر کی گہرائی میں بھی پھینکنے کو لے چلیں تو میں اُسے بھی ایک سعادت جانتی ہوں۔ آپ کے ساتھ ہولوں کی۔ آپ مطمئن رہیے پرسوں آپ شقندہ جانے کے لیے مجھے پائیں گے۔

ولید نے اپنے پہلو میں رکھی ہوئی گھٹری اٹھا کر عمو نے کی گود میں رکھتے ہوئے تو پھر یہ سنبھال لو، پرسوں ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ مضطر آنکھوں سے دیکھ کر دیکھتے ہوئے عمو نے پوچھا۔ اس میں کیا ہے۔ ولید نے مسکرا کر کہا۔ خود ہی دیکھو۔ عمو نے جب گھٹری کھولی تو اس میں ایک ننھی پوسٹین، ایک عبا اور دس جوتے پائے تھے۔ عمو نے بے چینی سے پوچھا۔ یہ کس کے لیے ہیں۔ ولید نے خوش کن آواز میں کہا۔ یہ پوسٹین، عبا اور پانچ جوتے جو ریشمی کپڑوں کے ہیں وہ تو تمہارے ہیں۔ دوسرے پانچ جوتے جو سادہ کپڑوں کے ہیں وہ اس خاتون کے ہیں جس کے پاس تم نے جانا۔ عمو نے پیار سے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ یہ تو سارے ہوئے ہیں۔ کیا پتہ

جسم پر پورے بھی آتے ہیں یا نہیں۔ ولید نے اسے تسلی دینے ہوئے کہا۔ تم فکر مند نہ ہو۔ یہ کپڑے میں نے نائق سے تمہارا ناپ منگوا کر خیاط سے سلوائے ہیں۔ عمو نے اس اُکٹا پردہ گٹھی تھی۔ اتنے میں ولید نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور عمو نے کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ یہ بھی رکھ لو۔ نائق کے ساتھ جا کر اپنی پند کے جوتے اور دوسرا سامان جس کی تمہیں ضرورت ہو خرید لینا۔

عمو نے بکھری بکھری اور پریشان آواز میں پوچھا۔ مجھے کب تک اس خاتون کے پاس رہنا ہوگا؟ — عنقریب میں سارو دنیا کی مہم پر جاؤں گا اور وہاں سے اسے اس کی بیٹی لاکر دوں گا۔ جب اس خاتون کی بیٹی آگئی تو میں تمہیں بھر سرح لے آؤں گا۔ اس کے علاوہ تم میرا ایک ذاتی کام بھی کرو گی۔ عمو نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ مجھ سے اجازت کیوں لیتے ہیں، سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہتے کہ میرا یہ کام کرو۔ اچھا اٹھو اور سارہ سے علیحدگی میں یہ پوچھ کر آؤ، کیا وہ عموں سے شادی پر رضامند ہو جائے گی۔ دیکھو عمو! میں سارہ کو عموں کے لیے پسند کر چکا ہوں۔ پہلے تم اس کا عندیہ لو پھر اس کے بعد میں نائق سے بات کروں گا۔ اگر تم بھی پوچھ سکو تو میں بیٹھ کر انتظار کرتا ہوں۔ اگر نہیں تو چلا جاتا ہوں اور کل آکر پتہ لگوں گا۔ عمو نے نقدی کی تھیلی سنبھالی اور کپڑوں کی گھٹری اٹھاتے ہوئے اس نے کہا۔ آپ نے جانا نہیں میں سارہ سے پوچھ کر ابھی آتی ہوں۔ اس کے علاوہ آپ شام کا کھانا بھی یہیں سے کھا کر جائیں گے۔

عمو نے سیدھی پادری خانہ میں آئی، سارہ وہاں اس کی منتظر بیٹھی تھی۔ عمو نے اس کی گھٹری دیکھ کر اس نے فوراً پوچھ لیا۔ اس میں کیا ہے۔ عمو نے گھٹری اس کے سامنے رکھ دی۔ خود ہی دیکھ لو ولید میرے لیے کپڑے لائے ہیں اور میں پرسوں وہاں سے جا رہی ہوں۔

سارہ نے چونک کر پوچھا۔ کیوں اور کہاں جا رہی ہو۔ عمو نے تیزی میں کہا۔ میں برسوں کی طرف جا رہی ہوں۔ تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گی پہلے یہ بتاؤ کیا

انگوٹھی لیتے ہوئے کہا۔ اگر تم اس کا کھلا اظہار چاہتی ہو تو یہ لو۔ ولید نے انگوٹھی اس
 ہنگامی میں پہنا دی تھی۔ عمو نے ایسی شرمائی کہ دروازے کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ ولید
 سے پکارا عمو! عمو! عمو! ٹھہرو! میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔ عمو نے
 بالکونی اور اپنا رخ دروازے کی طرف ہی رکھتے ہوئے اس نے مسکراتی آوازیں پوچھا

اب کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟
 ولید نے پھر اُسے پکارا تم بھاگ کیوں رہی ہو۔ پہلے میری پوری بات سن لو
 میرے شک چلی جانا، میں تمہیں روکوں گا نہیں۔ عمو نے واپس مڑ کر پھر ولید کے پاس آ
 کر بیٹھ کر وہ اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔ ولید نے گھبرائی ہوئی آوازیں پوچھا۔ تم رو رہی
 ہو عمو! کیا میری باتیں تمہیں ناگوار گزری ہیں۔ عمو نے فوراً اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا
 میں میرے آقا! یہ خوشی اور تشکر کے آنسو ہیں۔ آپ نے مجھے زمین سے اٹھا کر نعمتوں
 سے بھرا دیا ہے۔ عمو نے ولید کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

عمو نے کسی خانقاہ میں اُٹھتی ہوئی اوبان و صندل جیسی مہکتی آوازیں پوچھا
 اب کہاں کھو گئے ہیں۔ ولید نے اپنا سر آہستہ آہستہ اُپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ عمو!
 تم ہاتھی ہو میری زندگی میں سکون اور ٹھہراؤ نہیں۔ کل کو تم افراط و تفریط کے پر آشوب
 دور اور وقت کی آندھیلوں کے اڑتے غبار میں یہ تو نہ سوچو گی کہ تم نے میرا مسافر بن کر غلط فیصلہ
 لیا ہے۔ عمو نے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور روتے ہوئے وہ سسک پڑی۔ ولید
 نے پھر دھکی آوازیں کہا۔ عمو نے ایک دم میرا انتظار کرو گی۔ عمو نے روتے ہوئے کہا۔ میرے
 آقا اب غلط سمجھتے ہیں۔ میں اگر آپ کے ساتھ جنگوں میں حصہ نہ لے
 سکوں تو آپ کی تکلیفوں اور آزمائشوں کی حصہ دار تو بن سکوں گی۔ میرے لئے یہی
 سب سے بڑی سعادت اور نعمت ہو گی کہ آپ میرے ہیں۔ خدا کی قسم عمو نے ولید
 کو بٹام کے لیے پیدا ہوئی ہے اور موت کے سوا اُسے کوئی بھی اپنے آقا سے جدا نہیں کر
 سکے گا۔ آپ مطمئن رہئے میرے آقا! عمو نے اُٹتے طوفانوں، تلواروں کی چھاؤں اور تیروں
 کے آوازوں کے اندر بھی کھڑی ہو کر قیامت تک آپ کا انتظار کر سکتی ہے۔ پھر

تم! میرے عروس کے ساتھ شادی کے لیے تیار ہو۔ اسے مذاق نہ سمجھا سارا! امیر
 نے مجھے تمہارا عندیہ لینے کو بھیجا ہے۔ سارا خاموش رہی۔ عمو نے پیار سے
 سارا! سارا! مجھے تمہارے جواب کا انتظار ہے۔ امیر ولید دیوان خانے میں میرے
 بیٹھے ہیں۔ سارا نے بڑے گہرے انداز میں عمو کی طرف دیکھا پھر خوشی اور رضامندی
 جلی آوازیں اس نے کہا۔ عمو! عمو! امیر عروس اس آسمان کے ستارہ سحر ہیں جس
 چاند امیر ولید ہیں۔ کون بدبخت لڑکی ہو گی جو بھولے بھٹکے مسافروں کی راہنمائی کرنے والا
 اس ستارہ سحر کو اپنی گود میں سمیٹنا پسند نہ کرے گی۔ عمو نے اُٹھی اور بھاگتی ہوئی باہر
 گئی۔ میں ابھی آئی سارا!

عمو نے بھاگتی ہوئی دیوان خانے میں آئی اور بھولی سانس میں ولید سے
 سارا! امیر عروس کے ساتھ شادی پر خوشی رضا مند ہے۔ ولید نے خوشی کا اظہار کر
 ہوئے تو پھر ناتق کو میرے پاس بھیج دو۔ عمو نے جب مڑنے لگی تو ولید نے پکار کر کہا۔
 عمو! ٹھہرو! میری بات سنو۔ عمو نے رگ گئی۔ ولید نے پھر کہا، میرے قریب آؤ
 عمو نے اس کے نزدیک جا کھڑی ہوئی ولید نے اپنا لباس ٹٹولتے ہوئے کہا۔ میں تمہارے
 لیے ایک چیز لایا تھا۔ دینا ہی بھول گیا۔ پھر ولید نے اپنے لباس کے اندر سے ایک لکڑی
 اور دو آویزے نکال کر عمو کی طرف بڑھا دیے اور بڑی تعجبیگی میں اس نے کہا۔
 یہ دونوں چیزیں ہمارے خاندان میں پرانی چلی آتی ہیں کبھی یہ چیزیں میری ماں نے
 تھیں، آج میں انہیں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ عمو نے دیکھا وہ سونے کی چوڑیاں
 کی مگر بھاری انگوٹھی تھی اور آویزے بھی سونے کے تھے جن کے اندر بے حد
 زمردی قرمز رنگینے تھے۔

عمو نے بڑی بچا کرگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اگر آپ کی یہ دونوں چیزیں
 میرے پاس امانت ہیں تو میں ایک کمزور اور ناتواں لڑکی ہوں، میں کیوں کر ایسی قیمتی
 کی حفاظت کر سکوں گی۔ ولید نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نہیں عمو
 امانت نہیں بلکہ آج سے یہ تمہاری ہیں اور تم ان کی مالک ہو۔ پھر ولید نے عمو کے

عمونہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور وہ بھاگتی ہوئی دیوان خانے سے باہر نکل گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر ناٹن دیوان خانے میں داخل ہوا اس کے ساتھ عمونہ بھی گئی۔ ولید کے سامنے بیٹھتے ہوئے ناٹن نے پوچھا۔ یا امیر! عمونہ نے بتایا ہے آپ اسے اپنے طرف لے کر جا رہے ہیں۔ عمونہ کی گمراہی ہوئی تھی۔ ولید نے ایک اچھلتی ہوئی نگاہ پر ڈالی پھر اس نے ناٹن سے کہا۔ عمونہ نے آپ سے ٹھیک ہی کہا۔ میں پرسوں یہاں سے بارسلونہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔

ناٹن نے نگر مند ہو کر پوچھا۔ کیا آپ اکیلے برسلونہ کی طرف روانہ ہوں گے۔ نہیں میرے ساتھ عمروں اور ہمارا لشکر بھی ہوگا۔ میرے جاسوس خبر لائے ہیں کہ چند روز تک ایک لشکر فرانس کی بندرگاہ مارسلیز سے روانہ ہونے والا ہے اس کا رخ ہماری بندرگاہ کی طرف ہوگا۔ فرانسیسیوں کا ارادہ ہے کہ وہ برسلونہ کی بندرگاہ ہم سے چھین کر مغرب کی طرف بڑھیں گے۔ اس وقت تک فرولندہ بھی ہم پر حملہ آور ہو چکا ہوگا۔ ان کی ہمت ہے کہ دونوں لشکر وادی ارغون میں آلیں اس کے بعد متحد ہو کر وہ ہمارے قلعوں کی طرف بڑھیں۔

مارسلیز سے روانہ ہونے والے اس فرانسیسی لشکر کی تعداد اب پہلے کی نسبت زیادہ کر دی گئی ہے کیونکہ انہیں خبر ہو گئی ہے کہ ہم ان کے ایک لشکر کو فرانس اندلس کی سرحد پر شکست دے چکے ہیں۔ میں اور عمروں یہاں سے اکٹھے روانہ ہوں گے۔ دس میل مشرق کی طرف جا کر عمروں مجھ سے علیحدہ ہو کر وادی ارغون کے شہر زرغوزہ کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ جہاں وہ وادی ارغون کے حاکم مالک بن نمیرہ کے ساتھ مل کر فرولندہ کے لشکر کو روکنے کی کوشش کرے گا۔ طلحہ کا حکمران بھی مدد بھی ان کی مدد کو آجائے گا۔ یہ سب فرولندہ کے لشکر کو مصروف رکھ کر اپنی سرحدوں سے باہر روکنے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران میں فرانسیسی لشکر سے نمٹ کر ان کی مدد کو آجاؤں گا۔ فرولندہ اب بھی سمجھتا ہے کہ وہ ہم سے سرہ اور سویڈا چھین لے گا۔ ہم نے اس پر ثابت کرنا ہے کہ ہم سمندر کے اندر کھڑی ایسی سخت چٹان ہیں جسے تیر

سمندری لہریں بھی شکست و ریخت نہیں کر سکتیں۔

ولید چند لمحوں تک خاموش رہا پھر ناٹن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پر آج تو اس وقت میں آپ سے بھیک مانگنے آیا ہوں۔ ناٹن نے احتجاجاً کہا۔ یا امیر! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہمیں حکم دیجئے اس کا اتباع ہم پر فرض ہوگا۔ ولید نے بلا توقف کہہ دیا۔ میرے بزرگ! میں آپ سے عمروں کے لیے سارے مانگنے آیا ہوں۔ میں عمونہ کے ذریعے سارے کا عندیہ لے چکا ہوں وہ رضامند ہے۔ اب آپ کی ناٹن نے بھرپور عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! آپ جو فیصلہ کر چکے ہیں اسے آخری جانیں۔ کیا میں ایسی ہجرت کر سکتا ہوں کہ آپ کی خواہش کو ٹھکراؤں۔ ولید نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ تو پھر سارے کو یہاں بلائیے اور میری موجودگی میں اسے انگوٹھی پہنا دیں۔ ساتھ ہی ولید ایک انگوٹھی نکال کر ناٹن کی گود میں رکھ دی۔ یہ انگوٹھی ایسی ہی تھی جیسی عمونہ کو پہنائی گئی تھی۔ ناٹن نے عمونہ سے کہا۔ جاؤ بیٹی سارے کو لے آؤ۔ عمونہ بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمونہ کے ساتھ سارے شرماتی اور دہری ہوتی ہوئی اندرائی جب وہ دونوں ناٹن اور ولید کے سامنے آکر کھڑی ہوئیں تو ناٹن نے ولید کی دی ہوئی انگوٹھی سارے کی انگلی میں پہناتے ہوئے کہا۔ سارے بیٹی! آج سے تم امیر عمروں کی امانت ہو۔ سارے اپنا چہرہ عبا میں چھپاتی ہوئی باہر بھاگ گئی۔ عمونہ بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں پھر آئیں اور کھانا رکھ کر چلی گئیں۔ ولید اور ناٹن اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔



تینہرے روز شام کے قریب ولید اور عمروں اپنے لشکر کے ساتھ سرہ شہر سے نکلے عمونہ بھی ان کے ساتھ تھی۔ ان دونوں کی غیر موجودگی میں ناطور بن بدر کو سرہ اور سویڈا کا مختل اور جابر کو اس کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ آدھی رات تک ولید اور عمروں اکٹھے سفر کرتے رہے۔ پھر عمروں لشکر کے ایک حصے کو لے کر وائیں ہاتھ وادی ارغون کے مرکزی شہر زرغوزہ کی طرف چلا گیا تھا اور ولید اور عمونہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے بارسلونہ کی

طرف بڑھ رہے تھے۔

اگلے روز جب سورج خوب پڑھ آیا تھا اور اس کی کرنیں سمندر کے انتہاء کی طرف جھانکنے لگی تھیں ولید اپنے شکر کے ساتھ بارسلونہ کی بندرگاہ میں داخل ہوا تھا۔ مسلم بن تمام نے شہر سے باہر نکل کر ولید کا استقبال کیا تھا۔ ولید جب بندرگاہ کے احاطے میں داخل ہوا تو ہر طرف شور مچا کھڑا ہوا۔ اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ یا امیر! اَلْسَلَامُ عَلَیْکُمْ یا امیر! آن کی آن میں مسلم اور اس کے ماتحت کمانداروں نے ولید کے شکر کی خوراک رہائش اور آرام کا بندوبست کر دیا تھا۔ سب سے پہلے ولید نے مسلم کے ان دفائی انتظامات کا جائزہ لیا جو بارسلونہ کی حفاظت کے لیے کیے گئے تھے۔ بھاری بھادی اور وزنی منجنیقیں تھیں جو ساحل پر زمین کے اندر مضبوطی سے گاڑ کر نصب کی گئی تھیں جن کے ارد گرد دور دور تک پتھروں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جو ان منجنیقوں میں استعمال کے لیے وہاں جمع کیے گئے تھے۔ ولید نے مسلم کے ان انتظامات پر اطمینان کا اظہار کیا اور جب وہ مسلم کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں داخل ہوا تو مسلم نے ولید کے پیچھے پیچھے آنے والے اس سپاہی کو روک دیا جو ولید کی آمد سے اب تک ولید کے ساتھ سائے کی طرح چلا آ رہا تھا۔

ولید نے مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اسے آنے دو مسلم۔ کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے۔ مسلم نے بے چینی سے اس سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یا امیر! میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ ولید اس بار اس سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا جو اپنے چہرے پر اپنے جنگی خود کا نقاب گرائے ہوئے تھا، نقاب اٹھا دو۔ جب اس نے نقاب اٹھایا تو مسلم نے دیکھا وہ عمونہ تھی۔ عمونہ نے مسکرا کر مسلم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں عمونہ بنت اوریاہ ہوں۔

مسلم آگے بڑھا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اس نے عمونہ کی گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ عمونہ بیٹی تم مجھے خبر ہی نہ تھی کہ امیر کے ساتھ تم ہو ورنہ ولید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ مسلم! تم نے کہا تھا شقندہ میں رہنے والی وہ معمر

فاتون جس کا نام عزرا بن ہے اب بوڑھی ہو چکی ہے اور اسے کسی خدمت کرنے والے کی ضرورت ہے۔ میں عمونہ کو ساتھ لایا ہوں۔ یہ اُسے اپنی ماں جان کر اس کی خدمت کرنے کی۔ مسلم نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! آپ نے نہایت مناسب فیصلہ کیا ہے۔ ولید اپنے گھوڑے سے کود گیا۔ اس کی تقلید میں عمونہ بھی نیچے اتر گئی۔ مسلم جب ان دونوں کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے جانے لگا تو ولید نے کہا۔ مسلم! مسلم! ان گھوڑوں کی زینیں مت اُتارنا۔ ہم دونوں تمہارے ساتھ کھانا کھا کر شقندہ کی طرف روانہ ہوں گے۔ میں عمونہ کو وہاں چھوڑنے جاؤں گا۔ مسلم گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ پھر ولید اور عمونہ بارسلونہ سے شقندہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مسلم بھی ان کے ہمراہ تھا۔



شام ہونے کے قریب تھی مسگر الملاح منذر بن ربیع اپنے گھر سے باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہر لمحہ مہم اور کمزور ہوتی دھوپ میں بیٹھا تھا۔ اس کے بائیں طرف سمندری لہریں ساحل کی ریت پر تیزی سے آتیں اور پھر لوٹ جاتی تھیں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر منذر چونکا اور سمندر کنارے کی طرف دیکھا۔ وہ ولید، عمونہ اور مسلم تھے، جو اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے آرہے تھے۔ منذر ولید اور مسلم کو پہچان گیا اپنی جگہ سے وہ اٹھا اور اپنی لنگڑی ٹانگ کو کھینچتا ہوا وہ گھر میں داخل ہوا۔ اندر بوڑھی عزرا ان سردی سے بچنے کے لیے بستر میں بیٹھی گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ منذر نے اُسے پکار کر کہا۔ عزرا! عزرا! دیکھو! دیکھو! ولید اور مسلم آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ تیسرا بھی ہے جس نے دور سے اُسے پہچان نہیں سکا وہ کون ہے۔

عزرا ان یوں چونکی گویا برسوں کے کسی مریض کو اچانک اپنی شفا اور صحت مندی کا نسخہ ہاتھ آ گیا ہو۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اتنی دیر تک ولید اور مسلم اندر آئے، ان کے پیچھے پیچھے عمونہ بھی تھی۔ ولید اور مسلم دونوں نے عزرا کو سلام کیا اور دونوں عزرا کے سامنے بیٹھ کر منذر سے مصافحہ کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ عمونہ ابھی

تک پریشان کھڑی تھی۔ ولید نے عزلان کے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بیٹھ جاؤ عمو! عمو نہ خاموشی سے اپنا لباس سمیٹتی ہوئی عزلان کے بستر پر بیٹھ گئی۔ اب وہ ایک سپاہی کے بجائے قیمتی ریشمی لباس پہنے ہوئے تھی۔

ولید نے بات کی ابتداء کرتے ہوئے عزلان کو مخاطب کر کے کہا۔ اے خاتون! میں ابھی تک تمہاری بیٹی کو لانے سارو دنیا روانہ نہیں ہو سکا۔ فرولندہ اور فرانیسیلوں کی صورت میں اوبار و آشوب کے بادل اور افراط و تفریط کی آندھیاں میرے سر پر منڈلا رہی ہیں۔ میں جب بھی ان سے فارغ ہوا سارو دنیا روانہ ہو جاؤں گا۔ اس وقت تک آپ عمو کو اپنی بیٹی بنا کر رکھیں۔ یہ ایک بیٹی کی طرح آپ کو اپنی ماں سمجھ کر آپ کی خدمت کرے گی۔ آپ کی طرح اس کا بھی اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ یہ ایک بہادر، ہمدرد اور پُر خلوص لڑکی ہے۔ آپ کو اس سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔

عزلان نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں ولید سے کہا۔ اے ابن ہشام! منذر کی وساطت سے مجھے آپ سے متعلق پورے حالات کا علم ہوتا رہتا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ مصروف ہیں اور ملت کے لیے آپ کی اس مصروفیت پر میں اپنی ایک بیٹی تو کیا اپنی ہر قیمتی متاع قربا کر سکتی ہوں۔ اللہ آپ کو توفیق دے کہ آپ دشمن کے سیلاب کے سامنے ایک مضبوط بند کھڑا کر سکیں۔ میرا رب آپ کو ایسی استقامت دے کہ آپ فرولندہ اور فرانیسیلوں کی شکل میں شمال سے اٹھنے والے ان جھکڑوں اور تیز آندھیوں کے سامنے ایک ناقابلِ ریخت حصار قائم کر سکیں۔

کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی طاری رہی پھر عزلان نے عمو کو مخاطب کر کے کہا۔ میرے قریب آؤ بیٹی! عمو نے اپنی گود میں رکھی ہوئی گھٹری بستر پر رکھ دی اور اٹھ کر عزلان کے قریب بیٹھ گئی۔ عزلان نے عمو کا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ پھر اس نے عمو کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا جس طرح تمہاری شکل و صورت ہے۔ ایسا ہی تمہارا کردار اور سیرت ہو تو میں سمجھوں گی مجھے ایک ایسی بیٹی مل گئی جس کی مجھے آرزو و تلاش تھی۔ عزلان چند لمحوں تک خاموش رہی اور غمگینی باندھ کر عمو کے کانوں میں ان

دونوں اور باتھیں اس انگوٹھی کو دکھیتی رہی جو ولید نے اسے دیئے تھے۔ پھر اس نے آواز بلند ہوئی۔ یہ انگوٹھی اور آویزے بہت قیمتی ہیں۔ تم نے یہ دونوں چیزیں کہاں سے لیں بیٹی! کاش ایسی ہی ایک اور انگوٹھی تمہارے دوسرے ہاتھ میں بھی ہوتی۔ عمو نے شرمندہ سی ہو گئی۔ ایک بار اس نے کنکھیوں سے ولید کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنی گردن جھکاتے ہوئے عزلان سے کہا۔ اے بزرگ ماں! یہ دونوں چیزیں اب ولید نے مجھے دی ہیں۔

عزلان نے پھر چند لمحوں کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔ گلتا تھا وہ اپنے آپ کو اپنی یادوں کے جھتور اور گزرے ہوئے شاداب لمحات کے سراب سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اتنے میں عمو نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا میں آپ کو اپنی ماں کہہ کر پکار سکتی ہوں۔ عزلان نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔ آج کے بعد تم میری بیٹی اور میں تمہاری ماں ہوں۔ عمو نے بستر پر رکھی ہوئی گھٹری اٹھائی اور اسے عزلان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ اے ماں! اس میں آپ کے لیے کپڑے ہیں۔ یہ امیر ولید نے آپ کے لیے بڑا کر دیئے ہیں۔

عزلان نے گھٹری کھول کر اپنے کپڑے دیکھے۔ پھر ولید کو مخاطب کر کے کہا اے امیر! میرے لیے تو ایک جوڑا کپڑوں کا ہی کافی ہے۔ وہی دھوتی ہوں اور پہن لیتی ہوں آپ نے میرے لیے اتنے کپڑے کیوں خرید لیے۔ ولید نے غمزہ لہجے میں کہا۔ بڑی ماں ایسے وقت میں مجھ سے بچھڑ گئی جب میں اس قابل نہ تھا کہ اس کی خدمت کر سکوں۔ آپ کو سکون ہو گیا کہ میں یہی جانوں گا میں نے اپنی ماں کی خدمت کی ہے۔ ولید کا پھر عمو سے کہا۔ عمو! وہ گھوڑا جس پر تم سوار ہو کر آئی ہو اندر لے آؤ۔ وہ اب یہیں رہے گا۔ منذر اس کے دانے چارے کا انتظام کر دیا کرے گا۔ اس کے علاوہ ان کی خرچہ میں تمہارا سامان بھی ہے۔

عمو نے اٹھی گھوڑے کو اندر لاکر اس نے صحن میں باندھ دیا۔ دوبارہ واپس آتے ہوئے وہ گھوڑے کی خرچہ میں بھی ساتھ لے آئی۔ عزلان کے قریب بیٹھ کر عمو نے خرچہ میں

باتھو ڈالا اور چھوٹی سی ایک پوٹلی نکال کر اُس نے عز لان کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ اس نے یہی قابلِ استقامت ماں! اس پوٹلی میں وہ زیورات ہیں جو میری مرنے والی ماں چھوڑ گئی تھیں انہیں سنبھال کر رکھ لو۔ عز لان نے پوٹلی اٹھا کر دوبارہ عمو نے کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ اپنے پاس ہی رکھو بیٹی! اب اس گھڑی بہ سچہ تمہاری نگہبانی میں ہی ہوگی۔ عمو نے زیورات پوٹلی اٹھا کر پھر اس خوجین میں ڈال لی جس کے اندر اس کے کپڑوں اور جوتوں کے علاوہ ضرورت کا سامان تھا۔

ولید کھڑا ہو گیا اور عز لان سے کہا۔ اے خاتون ہمیں اب اجازت دیں ہم باہر کی طرف جاتے ہیں۔ عز لان نے اس کی بات کاٹ کر کھمبہ رنگین آواز میں کہا۔ اے ابنِ ہشام! کیا تم آنے والی رات یہاں قیام نہ کرو گے۔ ولید نے بڑی انکساری سے کہا۔ میں ضرور یہاں رکتا لیکن مسکرم بھی میرے ساتھ ہے ہم دونوں کا باہر کھڑنا خلافت مسلمہ ہے۔ اس کے علاوہ عنقریب ایک فرانسیسی لشکر ہماری بندرگاہ بارسلونہ پر حملہ آور ہونے والا ہے مجھے ان کے استقبال کی تیاری بھی کرنا ہے۔ عز لان خاموش رہی۔ ولید ایک بار باہر گیا اور اپنے گھوڑے کی خرچین سے نقدی کی تین تھیلیاں اٹھا لایا۔ ایک تھیلی اس نے عمو نے ایک عز لان اور تیسری مندر کو تھمتے ہوئے کہا۔ فی الحال آپ یہ رکھیں میں عنقریب آپ کو ایک بڑی رقم بہتیا کروں گا۔ ولید اور مسلم باہر نکل گئے۔ عمو نے دروازے پر کھڑی ہو کر ولید کو دیکھتے رہی۔ فضاؤں میں اب تاریکیاں نزول کرنے لگی تھیں اور سمندری موجیں تیز ہوا کی مار میں قہر آلود ہو گئی تھیں۔ ولید جب عمو نے کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اولیں ہو گئی اور گردن جھکائے گھر کے اندر چلی گئی تھی۔



دوپہر کے قریب ایک سوار نے جابر کی حویلی کے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد دروازے کے پیچھے سے جابر کی بیوی جوزفین کی آواز سنائی دی۔ کون ہے؟ سوار نے کہا میں نے جابر سے کچھ کہنا ہے مجھے امیر ناٹور نے بھیجا ہے۔ جوزفین نے تلخ لہجے میں کہا۔ امیر جابر کھانا کھا رہے ہیں۔ تم پیغام دے دو میں ان تک پہنچا دوں گی۔ سوار نے اس بار اونچی آواز میں کہا۔ جابر سے کہو سویدا شہر کی حرب ضرب کا سامان تیار کرنے والی تمام بھٹیوں کو آج سے گرم کر کے پوری رفتار کے ساتھ جنگی سامان تیار کرنا شروع کر دیا جائے۔ اسی طرح سرحہ شہر کی بھٹیاں بھی آج سے اپنا کام شروع کر رہی ہیں۔ جوزفین نے کچھ سوچا پھر سوار سے کہا تم یہیں روکو۔ یہ معاملہ سنجیدہ ہے میں انہیں باہر بھیجتی ہوں تم خود ان سے بات کر لو۔

جوزفین تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی حویلی کے اندر آئی۔ جابر کھانا کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر رہا تھا۔ جوزفین اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔ کیا آپ بنوقیس کے سردار نہیں ہیں۔ جابر نے مسکرا کر پیار سے پوچھا۔ کیا تمہیں اس میں شک ہے۔ جوزفین نے رفتی سورتی آواز میں کہا۔ مجھے نہیں لوگوں کو اس میں شک ہے۔ ہماری حویلی کے دروازے پر ایک سردار کھڑا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا ہے۔ مجھے امیر ناٹور نے بھیجا ہے اور میں نے جابر سے بات کرنی ہے۔ کیا بنوقیس کا جابر بن وہب اس قدر سبک اور کمزور ہو چکا ہے کہ

اس کے نام کے ساتھ سردار اور امیر کا لفظ نہیں لگ رہا۔ نا طور ایک معمولی ٹچ پیرا ہے اسے امیر کہہ کر پکارا جائے اور بنو قیس کے سردار کو حقارت کے ساتھ جابر کہہ کر بلایا جائے۔ اگر آپ اس رویے کو برداشت کر سکتے ہیں تو کرتے رہیں میرے لیے یہ ناقابل برداشت ہے۔ حالات اگر ایسے ہی رہے تو ایک روز تنگ آکر میں یہاں سے دور چلی جاؤں گی تاکہ میں آپ کی بے عزتی اور اہانت اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن نہ سکوں۔

غصے میں جابر کا چہرہ تپ کر آگ کے الاؤ جیسا گرم سُرخ ہو گیا تھا جو زمین نے پھر بھر پور چوٹ لگاتے ہوئے کہا۔ آپ اپنا رویہ بدلے اور ثابت کیجئے کہ آپ کوئی معمولی بدو اور غلام نہیں بلکہ صحرائے عرب کے ایک نامور قبیلے بنو قیس کے قابلِ سزمت و ذی شان سردار ہیں۔

جابر کسی زہریلے سانپ کی مانند اٹھا اور باہر آیا۔ جوزفین اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ جلعاد اپنے کمرے کے دروازے کی اوٹ میں کھڑا یہ سارا باغیانہ کھیل مٹانے انداز میں دیکھ رہا تھا جب کہ جابر کا غلام احمد ان ساری سازشوں سے بے خبر مہل میں کام کر رہا تھا۔

جابر نے حویلی کا دروازہ کھولتے ہوئے زہر بھرے لہجے میں اس سوار سے پوچھا۔ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ سوار نے بڑے اطمینان سے کہا۔ مجھے امیر نا طور نے یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ سویلا شہر کی بھٹیوں کو گرم کر کے ان میں کام شروع کیا جائے۔ جابر نے گرج کر کہا۔ تم کو اس کرتے ہو۔ تم بنو قیس کے سردار جابر بن دہب سے مخاطب ہو۔ گھوڑے سے اتر کر مجھ سے بات کرو۔

سوار نے فوراً نیچے کودتے ہوئے کہا۔ اے بنو قیس کے سردار جب میں گھوڑے پر سوار تھا تب بھی امیر نا طور کا ایک ادنیٰ قاصد تھا۔ اب جب کہ میں نیچے اتر چکا ہوں تب بھی میں ان کا ایک نمائندہ ہوں۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا آپ کس سیاست کو ہوا دینا چاہتے ہیں تاہم میں امیر نا طور کا حکم آپ تک پہنچا چکا ہوں۔

جابر نے غراتے ہوئے کہا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور نا طور بن بدر سے کہہ دو کہ اگر مجھے بات کرے۔ میں اس کے اس حکم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اسے کہہ بنو قیس کا سردار ایک ٹچ پیرا ہے کے احکام کا اتباع کیوں کر کر سکتا ہے۔ سوار نے جواب میں کچھ نہ کہا صرف لہجہ میں ایک نگاہ اس نے جابر پر ڈالی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔

وہ سوار اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا سرہ شہر میں اس جگہ آیا جہاں نا طور چند عرب رازوں کے ساتھ جنگی سامان تیار کرنے کی ایک بھٹی کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے اتر کر جھکا کر نا طور کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ جابر نے کہا ہے کہ درے کہہ میں اس کے حکم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اسے کہہ کہ یہاں آکر مجھ سے بات کرے۔ بنو کلب کا وہ سوار رکا پھر عنکبوت آواز میں کہہ رہا تھا۔

اس نے یہ بھی کہا ہے کہ بنو قیس کا سردار ایک معمولی ٹچ پیرا ہے کے احکام کا اتباع کر سکتا ہے۔ بنو کلب کا سردار جو قریب ہی کھڑا تھا اپنی تلوار کھینچتا ہوا گرج پڑا برا جابر بن دہب کو یہاں طلب کر کے اس کے رویے کی باز پرس کیجئے۔ اگر وہ یہاں سے انکار کرتا ہے تو واللہ ہم آپ کے بازو ہیں ہم اسے زبردستی یہاں کھینچ لانے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔

نا طور نے مدہم آوازیں کہا۔ نہیں میں خود چل کر اس کے پاس جاتا ہوں۔ اس بنو معریہ کے سردار نے بھی گرج کر کہا۔ اسے یہاں طلب کیجئے۔ ہم اس بات کو کرنا چاہتے ہیں۔ قبائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہم مسلمان ہیں اور ایک ملت کا یہاں ہیں جن کی اپنی کوئی انفرادی حیثیت نہیں ہے۔ کسی قوم کی اجتماعی غلطی تو ہماری ہے لیکن انفرادی غلطی اور بغاوت قابلِ مواخذہ ہے۔

بنو معریہ کا سردار جب چپ ہوا تو بنو نخم، بنو جذام اور بنو محارب کے سردار جلعاد کی مانند جابر کے خلاف بھڑک اٹھے۔ ہر کوئی مطالبہ کر رہا تھا کہ جابر بال طلب کیا جائے۔

نا طور نے بڑی عاجزی اور انکساری سے کہا۔ بھائیو! آقا یہاں نہیں ہیں۔

جابر نے پھر کڑے ہوئے لہجے میں کہا - ولید کسی طور مجھ سے افضل اور اعلیٰ ہے وہ بنو معریہ کا ایک معمولی انسان ہے وہ اگر بنو معریہ کا سردار ہوتا تب بھی مجھ سے افضل نہ ہوتا کہ بنو معریہ بنو قیس سے ایک کم تر قبیلہ ہے - اس بار بنو معریہ کا سردار ہوا اٹھا - امیر جابر اپنے حواس میں رہو - اس قدر سستی میں نہ جاؤ کہ ہمیں امیر جابر کے بجائے تمہیں صرف جابر کہہ کر مخاطب کرنا پڑے - ولید بے شک بنو معریہ کے سردار نہیں ہیں لیکن بنو معریہ کا سردار ہو کر بھی انہیں اپنا آقا و سردار سمجھتا ہوں - بنو معریہ کا امیر ولید بنو معریہ کا بیٹا نہیں وہ ایک نلت کا سپوت ہے - ایسا سپوت جس کو غریب و غریب ہی نہیں مال و اولاد تک قربان کیے جاسکتے ہیں - تم امیرنا طور کے حکم کو اتباع نہیں کرنا چاہتے یہ ایک علیحدہ موضوع ہے لیکن تمہیں اس کا کوئی حق نہیں کہ تم ولید اور عمروں کو اپنی تلخ کلامی اور الزام تراشی کا حذف بناؤ - ہم اتنے بے حمیت ہیں کہ سرے عام تمہیں ولید اور عمروں کی اہانت کی اجازت دیں - اب بھی کچھ نہیں کیا - اربا الفاظ تم نا سمجھی میں اپنے منہ سے نکال چکے ہو امیرنا طور سے معافی مانگ کر نہیں بٹ لو ورنہ نتائج کی ذمہ داری تم پر ہوگی -

جابر پر شاید جوزفین کا جادو پوری طرح اپنا کام کر چکا تھا - جوزفین نے آہستہ آہستہ جابر کو اپنے امیر کے خلاف بھڑکانے کی جو ہم شروع کی تھی وہ اس میں پورے طور پر ایجاب ہو چکی تھی - جابر نے بھوکے بھیڑیے کی طرح عزتے ہوئے کہا - تم سب یہاں سے جاؤ ورنہ میری ایک آواز پر ہزاروں قیدیوں کی تلواریں بے ندامت ہو جائیں گی اور اس وقت قبیلے کے وہ لوگ جو ولید اور عمروں کے لشکر میں شامل ہیں میری پکار سن کر ان کے خلاف بغاوت کر دیں گے -

ناطور نے سنت کرنے کے انداز میں کہا - جابر! تم کیوں قبیلہ پرستی کو ہوا دے ہو مجھے اپنے آخری فیصلے سے آگاہ کرو کہ تم کیا چاہتے ہو - جابر نے فیصلہ کن انداز میں کہا - اب اپنے سوا کسی اور کی اطاعت و اتباع نہ کروں گا - ناطور نے غلغلہ آواز میں کہا کہ میں تمہارے اس فیصلے کی اطلاع آقا ولید کو کر دوں -

اگر وہ یہاں ہوتے اور جابر بغاوت کی کوئی ایسی بات کرتا تو خدا کی قسم میں تم سب سے یہ مطالبہ کرتا کہ جابر کو یہاں طلب کر کے اس کا احتساب کیا جائے - اب جب کہ آقا امیر عمروں دشمن سے ہماری حفاظت کرنے جا چکے ہیں - ان کی غیر موجودگی میں میرے سے اگر یہ بات طول پکڑ گئی تو میں آقا کو کیا جواب دوں گا - کیا آپ پر ثبات کر ہیں جو ذمہ داری وہ مجھ پر ڈال گئے ہیں مجھ میں اسے انجام دینے کی استطاعت نہیں ناطور نے چند لمحے رُک کر کہا - بھائیو! اگر میرے وہاں جانے سے اگر سکتی ہے تو دوب جانے دو - میں اپنے آقا کے واپس آنے تک اسن اور سکون رکھنا چاہتا ہوں - سب عرب سرداروں کی گردنیں جھک گئی تھیں - بنو کلب سردار نے بڑی آنکساری سے کہا - اے امیر! آپ جو چاہے کریں ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں گے - ناطور نے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا - تو پھر تم سب ساتھ آؤ - اگر ہم سب مل کر اس آگ اس فتنے کو دبا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی ہوگی -

ناطور اور عرب سردار جابر کی حویلی سے باہر اپنے گھوڑوں سے اتر کر ناطور نے آگے بڑھ کر حویلی کے دروازے پر دستک دی - تھوڑی دیر بعد خود جابر دروازہ کھولا - ناطور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز میں کہا - میں نے تمہارا طرف ایک پیغام بھیجا تھا؛ جابر نے تلخ ہو کر کہا - وہ پیغام نہیں حکم تھا اور میں حکم ماننے سے انکار کرتا ہوں -

ناطور نے پھر نرم اور میٹھے انداز میں کہا - وہ اگر حکم تھا تو میرا نہیں کی طرف سے تھا - وہ مجھے یہ حکم دے کر گئے تھے - جابر نے پھر کڑے پن سے کہا - ہر کوئی اتباع اپنے اوپر سرام اور ہر کسی کی حاکمیت اپنے اوپر فسخ کرتا ہوں - ولید ہو یا عمروں - بنو کلب کے سردار نے گنج کر کہا - امیر جابر! اپنے آپ میں بات کرو - آقا ولید کا نام کچھ ایسا ہلکا اور سبک نہیں ہے کہ تم اسے اس آسانی پر لا کر اس کا اتباع اور حکم فسخ کر دو -

نئے شک کردہ میں کسی کا ذیل، کسی کا غلام نہیں ہوں۔ ولید اور غلام
سے کسی نے بھی اگر میرے خلاف قدم اٹھایا تو بنو قیس انہیں بتائیں گے کہ میرے غلام
والے کو وہ کیسی سزا اور کیسی عبرت دیتے ہیں۔

ناطور بن بدر بچھے ہٹ گیا۔ وہ سخت مایوس اور افسردہ دکھائی دے
تھا۔ حالانکہ وہ ایک جفاکش، سخت جان اور خوب لمبے قد کا کڑیل جشتی جوان تھا
خوب جانتا تھا کہ بغاوت اور سرکشی کو کیسے کچلا اور فرو کیا جاتا ہے لیکن یہاں وہ چپ
شاید ولید کی غیر موجودگی میں وہ کوئی طوفان کھڑا نہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے عرب سردار
اس کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔



اندلس کے شمالی ساحل پر ایک ساتھ دو طوفان اٹھتے تھے۔ ایک فرولندہ کی
میں جو اپنا لشکر لے کر اپنے دارالحکومت لیون سے نکل کر قشتالیہ آیا۔ یہاں سے اپنے
لیسی کو بھی ساتھ لیا اور مشرق کی طرف بڑھا۔ اس بار اس کے لشکر میں وہ ہزاروں
مبھی شامل تھے جو خلیج بسکے کے راستے اس کی مدد کو پہنچے تھے۔ فرولندہ کا ارادہ تھا کہ وہ
کی طرف بڑھتا ہوا وادی ارغون میں داخل ہوا اور اس کے مرکزی شہر زغرغوزہ پر قبضہ
وہاں قیام کرے اس وقت تک دوسرا فرانسیسی لشکر جس نے مارسلین کی بندرگاہ سے
جہازوں میں روانہ ہونا تھا وہ بارسلونہ کو فتح کرتا ہوا اس سے آنے والے گا اور اس طرح
ایک دہری قوت کے ساتھ ولید کے دونوں شہروں سرہ اور سویڈا کی طرف بڑھے
دوسرا طوفان فرانس کی جنوب مشرقی بندرگاہ مارسلین سے اٹھتا تھا۔ یہ ایک
فرانسیسی لشکر تھا جو پوری طرح جنگی سامان سے لیس تھا۔ ان گنت بحری جہاز
پر یہ لشکر ولید کی بندرگاہ بارسلونہ کی طرف روانہ ہوا۔ ولید کے جاسوس اس لشکر
و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ وہ سمندر کے اندر چھوٹی چھوٹی تیز رفتار کشتیاں
بحری بیڑے پر نظر رکھے ہوئے تھے اور ولید کو مکمل اطلاعات فراہم کر رہے تھے۔
بوت ولید بھی جو کس تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ فرانسیسی لشکر ساحل اندلس پر

ہوے اور فرولندہ کے لشکر سے مل کر اس کے لیے ناقابل تلافی اور لاعلاج مصائب اور آشوب
کھڑا کر دے لہذا اس نے ساحل پر ہی اس لشکر سے نمٹنے کے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔
ولید نے مسلم بن تمام کو بارسلونہ کی حفاظت پر چھوڑا اور خود وہ اپنے لشکر
کے ساتھ شمال کے ان کوہستانوں کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے جاسوس کی اطلاع کے
مطابق فرانسیسی لشکر کو لشکر انداز ہو کر ساحل پر اترتا تھا۔ یہ کوہستان پیرانیز اور حبیل
البرانس کا ایک درمیانی علاقہ تھا۔ جہاں سمندر کا ساحل ایک فرلانگ چوڑی پٹی کی صورت
میں تھا۔ جس سے آگے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

فرانسیسیوں کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس تنگ ساحل پر اتر کر کوہستانوں کے اندر
ہی اندر منظم ہو کر بارسلونہ کی طرف بڑھیں گے۔ جب کہ ان کے بحری جہاز اپنے نگرانوں کی
حفاظت میں اس تنگ ساحل پر محفوظ کھڑے رہیں گے۔ لیکن کائنات کی ہر چیز کو اپنی
نگاہ میں رکھنے والی قدرت شاید کچھ اور ہی اہم اور عبرت خیز فیصلے کر چکی تھی۔

جس روز فرانسیسی لشکر نے ساحل پر لشکر انداز ہونا تھا اس سے چند روز قبل ہی
ولید اپنا لشکر لے کر اس ساحل کے پہاڑی سلسلے میں پہنچ گیا۔ آسمان پر گہرے بادل اور
نشاؤں میں دبیز دھند چھائی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا بارش یا برف باری ہونے والی ہو۔
ولید نے ایک ایسی جگہ اپنے لشکر کو حیمے گاڑنے کا حکم دیا جو قدرے بلند ہونے کے علاوہ
ایسی الگ تھلک تھی کہ بارش ہونے کی صورت میں پہاڑوں سے اترنے والا پانی وہاں
سیلاب کی صورت میں نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔ اسی پہاڑ کی ایک بلند چوٹی پر خیموں سے
مست چند گز کے فاصلے پر پتھروں اور گارے کی ایک بیس ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی یو
کھڑی کی گئی تھی اور دو دو ہاتھ کے فاصلے پر اس دیوار کے اندر ایک فٹ قطر کے سوراخ
رکھے گئے تھے۔ اور پھر اس دیوار کی اوٹ میں چند حیمے نصب کر دیے گئے تھے۔

در اصل ان خیموں کے اندر قیام کر کے اور دیوار کے سوراخوں میں سے جھانک
کر ولید ساحل پر اترنے والے دشمن پر نگاہ رکھنا چاہتا تھا۔ ساحل کی طرف چونکہ دیوار تھی
ان حیمے اس کی اوٹ میں مغرب کی طرف تھے لہذا ساحل کی طرف سے وہ نظر نہ آتے تھے۔

اب اس نے جہاناک کو ساحل کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ فرانسس نے بازو سارے پرست گرا انداز میں رہے تھے۔ ولید دیوار کے ساتھ بیٹھ کر رات کے گہرے سناٹے میں فرانسسیوں کی زور زور سے باتیں کرنے کی آوازیں تک سن رہا تھا۔

ولید نے دیوار کے سوراخ سے اپنا سر علیحدہ کیا اور اس پرے پرے دار سے کہا۔ جاؤ۔ اگر کو جگا دو۔ انہیں کہو اپنے اپنے خیمے میں تیار رہیں۔ دشمن ان پہنچا ہے اور دوسرے حکم انتظار کریں۔ پرے دار نے پہلے دیوار کے ساتھ نصب خیموں کے اندر سونے والے محافظوں کو جگایا۔ پھر وہ گھپ اندھیرے، تیز آندھی اور بارش کی ہلکی ہلکی پھوار میں لشکر کے خیموں کی طرف لال رہا تھا۔ ولید دوبارہ سوراخ میں سے ساحل کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

فرانسسیوں نے اپنے دس جہازوں کو مضبوط رستوں کی مدد سے ان چھوٹی چھوٹی مضبوط اور پتھر ملی چٹانوں کے ساتھ باندھ دیا تھا جو ساحل کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ابھری ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور اپنے باقی جہازوں کو انہوں نے ساحل کے ساتھ بندھے ہوئے دس جہازوں کے ساتھ رستوں سے باندھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر ساحل کی ریت پر کھڑے نیسی لشکر کے سپہ سالار کی بلند آواز ولید کے کانوں میں پڑی۔ وہ اپنے سپاہیوں کو نوراگ سامانِ رسد سے بھرے ہوئے تین جہازوں کو دھکیل کر ساحل کی ریت پر چڑھانے کا حکم دے رہا تھا۔ چند ہی لمحوں میں فرانسسیوں نے تین دیو مہیکل جہازوں کو دھکیل کر ساحل چڑھا دیا تھا۔ اس موقع پر ولید کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ نہ جانے اپنے ذہن میں کیا سوچ چکا تھا۔

میں اس وقت جب کہ فرانسس اپنے جہازوں کو ایک دوسرے سے باندھ محفوظ کر چکے تھے اور فرانسس سالار اپنے لشکر کو ساحل پر جمع ہونے کا حکم دے رہا تھا ولید دیوار کے سوراخ سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ اٹھا اور گھپ اندھیرے میں جھانکا اپنے لشکر کے خیموں کی طرف چلا گیا تھا۔ شاید وہ کوئی اہم فیصلہ کر چکا تھا جسے وہ فوراً عملی صورت میں بدل دینا چاہتا تھا۔ ہوا اسی طرح تیز اور طوفانی جھکڑوں اور صورت میں چل رہی تھی۔ بارش کی پھوار جاری تھی اور اندھیرا گہرا تھا۔

اور دیوار دُور سے پہاڑ کی بلندی کا ایک حصہ دکھائی دیتی تھی۔ خود ولید نے دیوار کے رُقبہ نصب ہونے والے ان خیموں میں سے ایک میں قیام کر رکھا تھا جب کہ دوسرے خیموں میں پچاس کے قریب سپاہیوں کو ٹھہرایا گیا تھا جو باری باری جاگ کر دشمن کی آمد پر نگاہ رکھتے تھے یہ ایک طرح سے مکمل اور بہترین انتظام تھا جو دشمن پر نگاہ رکھنے کے لیے کیا گیا تھا۔

دوسرے روز سیرت نام ہی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی جس کے ساتھ تیز ہوائیں بھی چل نکلی تھیں۔ ولید اور اس کا لشکر اپنے خیموں میں محفوظ تھے اور رات کے وقت پہریدار جاگ کر دیوار کے سوراخوں میں سے دشمن پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ گہری تاریک رات اور تیز بارش کے باوجود وہاں سے سمندر کا ساحل دکھائی دے رہا تھا۔ تیز اور موسلا دھار بارش کا پانی پہاڑوں سے اتر کر سیلاب کی صورت میں سمندر کی طرف بہہ نکلا تھا اور سمندر کا وہ ساحل جہاں فرانسسی لشکر نے اترنا تھا وہاں ایک فٹ گہرائی کا پانی تیز دھار کی شکل میں سمندر کی طرف جا رہا تھا۔ انتظار جاری تھا اور رات آہستہ آہستہ اپنی تمام تر تھرسانائیوں سے گزرتی ہوئی وہاں رونما ہونے والے نحونی اور آتشیں لمحات کو قریب سے قریب تر لاتی جا رہی تھی۔

آدھی رات کے قریب ہوا تیز آندھی کی صورت میں بدل گئی تھی جس کے نتیجے میں بارش کا زور کم ہو گیا تھا۔ اب تیز موسلا دھار بارش ہلکی پھوار کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ تیز ہوا کے جھکڑوں کے باعث سمندر کے اندر بھی ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اونچی اونچی لہریں سمندر کے اندر اس انداز سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں کہ لگتا تھا سمندر ابل پڑا ہوا ہے۔ یا قدرت نے خفا ہو کر سمندر پر نزل کیا ہوا اور وہ کسی سرسامی غلاب میں مبتلا ہو کر رہ گیا ہو۔ ولید رات کے پہلے حصے میں دیوار کے سوراخوں پر پہرہ دے کے بعد گہری نیند سویا ہوا تھا کہ ایک پہریدار نے اس کا شانہ پکڑ کر کھینچوڑتے ہوئے کہا۔ یا امیر اٹھیے! دشمن ان پہنچا ہے۔

ولید ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کیا کہا دشمن ان پہنچا ہے؟ ولید نے جلدی جلدی تڑپا پڑا ہوا خود اپنے سر پر رکھا۔ زور کو نیچے کھینچ کر درست کیا اور دیوار کے ایک سوراخ میں سے

اندر گئے ہوئے مسلمانوں کو باہر نکال کر اپنی صفوں کو متحد کر کے ایک نئی جنگ کی طرح ڈالیں لیکن ولید کے جان لیوا حملوں اور مسلمان مجاہدوں کے دلورہ انگیز معرکوں نے انہیں اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونے دیا جس کے نتیجے میں فرانسیسیوں کی ذلت دفاع بڑی تیزی سے ماند پڑتی رہی۔ جب کہ مسلمان مجاہدوں کی ہمت پرے بل بدل کر حملہ آور ہونے کی استطاعت بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتی رہی۔ جنگ صبح تک جاری رہی۔ رات کے اس تاریک شب خون میں فرانسیسیوں کو یہاں تک خبر نہ ہونے پائی کہ ان میں سے کون زندہ اور کون کوچ کر چکا ہے۔ تاہم جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے لشکر کا زیادہ حصہ جنگ میں کام آچکا ہے حتیٰ کہ ان کا سالار بھی مارا جا چکا تھا۔ یہ حالت فرانسیسیوں کے لیے حوصلہ شکن ثابت ہوئی۔

دوسری طرف مسلمان مجاہدوں نے جب دیکھا کہ ان کا سالار دشمن کے اندر گھس کر جنگ کر رہا ہے۔ تو ان کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے غلوں میں اور تیزی اور تندی پیدا کر لی۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔ کچھ فرانسیسیوں نے ساحل کی چٹانوں کے ساتھ بندھے ہوئے اپنے جہازوں کے رستے کاٹ دیے اور ایک بھگدڑ کے عالم میں اپنے جہازوں میں سوار ہونے کے لیے سمندر میں کود پڑے تھے۔ دشمن کے وہ سپاہی جو ابھی تک برسرِ پیکار تھے انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے کچھ ساتھیوں نے جہازوں کے رستے کاٹ دیے ہیں اور وہ اپنے جہازوں کی طرف بھاگ رہے ہیں تو وہ بوکھلا گئے۔ کیونکہ جھکڑ گوند ہو چکے تھے لیکن انہوں نے ابھی تک چل رہی تھی جس کی وجہ سے رستے کٹتے ہی ایک دوسرے سے ہٹتے ہوئے سارے جہاز بڑی تیزی سے سمندر کے اندر دُور ہوتے جا رہے تھے۔ انہوں نے والے سپاہی بھی اپنے جہازوں میں سوار ہونے کے لیے سمندر میں کود پڑے۔ پھر نے سمندر میں تیرتے ہوئے جہازوں کے وہ رستے پکڑ لیے تھے جو کاٹے گئے تھے اور دوسرے تیر کر ہی اپنے جہازوں کی طرف جا رہے تھے۔ ایک عبرت خیز

سمندری لہریں ایک دوسری کے آگے پیچھے قطار در قطار سمندر سے اُٹھ کر ساحل کی ریت پر دُور دُور تک پھیل کر دم توڑ رہی تھیں۔ فضاؤں میں خاموشی ہاں سمندری لہروں کا شور کبھی کبھی ایک بلند مگر مختصر سی بازگشت کساتے فضا کے اندر بکھر جاتا تھا۔ فرانسیسی سالار ساحل سمندر پر اپنے لشکر کو مختلف حصوں بانٹ کر انہیں ہدایات جاری کر رہا تھا اور کنارے کی طرف بھاگ کر آنے والے سمندری لہروں کا پانی ان کے پاؤں کو چھوٹا ہوا واپس لوٹ رہا تھا۔ اچانک ولید اپنے لشکر کے ساتھ سیلاب کے کسی تند اور بے روک ریلے کی طرح پہاڑوں سے اُترا فرانسیسی لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ یہ اچانک حملہ فرانسیسیوں کی سوچوں سے مادرات وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس طوفانی اور برساتی رات میں ان ویرانوں کے ان پر کوئی بھرپور شب خون بھی مار سکتا ہے لیکن قدرت تو جاگ رہی تھی اور اپنے مسلمانوں کے گمنام مجاہدوں کی رہبری کا سامان پیدا کر کے انہیں کے شمالی حصے میں ایک انقلاب برپا کر چکی تھی۔

ساحل سمندر پر کنارے کی ریت پر پھیلتی سمندری لہروں کے پانی کے ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ولید کی رہبری میں مسلمان مجاہد اس طرح فرانسیسیوں پر ٹوٹ پڑے تھے جیسے ہزاروں چوپان اپنے ریوڑوں کی حفاظت میں رہنے کے خلاف صف آرا ہو گئے ہوں۔ فرانسیسی اس اچانک حملے کے لیے قطعاً تیار نہ تھے۔ لہذا اپنے پہلے ہی حملے میں ولید نے ان کے ایک حصے کو کاٹ کر ان کے لشکر کی تعداد کم کر دی تھی۔ جب تک فرانسیسی سنبھل کر اپنے دفاعی اقدامات مکمل کرتے یا کوئی جوابی جارحانہ کارروائی کرتے اس وقت تک ولید سمندر کے کنارے کی اس تاریک رزم گاہ پر چھا چکا تھا۔ لمحہ بہ لمحہ ساعت بہ ساعت بارش کی پھوار ماند پڑتی رہی، ہوا کے تیز جھکڑوں کا زور کم ہوتا رہا اور مسلمان مجاہدوں کا ایمانی جذبہ اور اپنے ناموس کے دفاع کا قلبی ولولہ طوفانی شکل اختیار کر رہا تھا۔ فرانسیسیوں نے کسی بار اپنی انتہائی کوشش کی تھی کہ ایک بار اپنی

اور سبق آموز شکست تھی جو سمندر کے اس ساحل پر فرانسیسیوں کو ہوئی۔
 فرانسیسی جب بھاگ کر سمندر کے اندر لمحہ بہ لمحہ دور ہوتے اپنے جہازوں
 کی طرف جارہے تھے۔ کچھ مسلمان مجاہدوں نے انہیں مارتے کاٹتے ان کا تعاقب
 شروع کر دیا اور لشکر کے بائیں حصے کے بہت سے منجلیے اور زبرد
 دل سمندریں کو دکر دشمن کے جہازوں میں سوار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔
 ولید نے جہازوں کی طرف اپنے ان سپاہیوں کو جب دیکھا تو وہ چلا
 جا کر انہیں دشمن کے جہازوں میں سوار ہونے سے منع کرنے لگا۔ ولید کی آواز
 سن کر سپاہی فوراً رُک گئے اور جو سمندر میں کود چکے تھے وہ بھی واپس مڑنے لگے
 تھے۔ ولید کے قریب ہی کھڑے ایک چھوٹے سالار نے بڑے استفسار انداز
 میں ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”یا امیر! کیا ہمیں دشمن کا تعاقب نہ
 کرنا چاہیے؟“ ولید نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں ابھی بحری جنگ کا تجربہ
 نہیں ہے۔ دشمن کے یہ سارے بحری جہاز آپس میں بندھے ہوئے ہیں۔ تم
 ابھی تک تیز چل رہی ہے اور ہمارا پورا لشکر مل کر بھی ایک دوسرے سے بندھے
 ہوئے ان جہازوں کو اپنے قابو میں رکھ کر بارسلونہ کی طرف نہ لے جاسکے گا۔ ان
 کے علاوہ تم دیکھ رہے ہو، ہوا کا رخ اس وقت مغرب سے مشرق کی طرف ہے۔
 جس کا مطلب ہے یہ سب جہاز سمندر کے اندرونی حصے کی طرف تیرتے چلے جائیں
 گے اور پھر تم یہ بھی دیکھ رہے ہو۔ ان سب جہازوں کے بادبان کھلے ہوئے ہیں
 شاید فرانسیسی لشکر کا سالار اس طرف دھیان نہیں دے سکا۔ اس لیے سمندر کے
 اندر کی طرف جاتے ہوئے ان جہازوں کی رفتار تیز ہو جائے گی اور ہم انہیں کسی
 صورت بھی بارسلونہ لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میں تمہیں یقین دلاتا
 ہوں، دشمن کے یہ بے ہمار سپاہی جو ان جہازوں میں سوار ہونے میں ایک دوسرے
 سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں سمندر میں ڈوب جائیں گے۔
 کہو کہ یہ جہاز ہی ایک دوسرے سے ٹکرا کر غرق ہو جائیں گے۔“

وہ سالار ولید کی باتوں سے مطمئن ہو گیا۔ ولید نے کچھ سوچتے ہوئے پھر اسے
 کہا۔ شاید تم نے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ وہ جہاز خالی ہیں اور ان میں کچھ بھی نہیں ہے
 اگر یہ نہ بھی ڈوبے تو بھی ان میں سوار ہونے والے بھوکوں مر جائیں گے۔ اس
 لیے کہ ان کی خوراک اور دوسرے جنگی سامان سے لے ہوئے تینوں جہاز ہمارے
 سامنے خشکی پر کھڑے ہیں۔ وہ سالار خاموش رہا۔ ولید نے لشکر کو ایک جگہ جمع
 ہونے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے جنگ میں کام آنے والوں کو دفن کرنے کے
 علاوہ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد پہاڑوں کی اوٹ میں نصب خمیوں
 کو اٹھا کر اس سامان رسد سمیت جو ولید اپنے ساتھ لے کر آیا تھا چوروں پر
 لا دیا گیا۔

پورا لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس جگہ آ کر جہاں جنگ ہوئی تھی
 دشمن کے سامان سے بھرے ہوئے وہ جہاز جو خشکی پر کھڑے تھے انہیں دھکیل
 کر سمندر میں اتارا گیا۔ ولید اپنے گھوڑے سے اتر کر ایک جہاز میں سوار ہو گیا اور
 اس کے حکم پر وہ سپاہی بھی جہازوں پر چڑھ گئے جو کبھی ولید اور اس کے باپ
 کے ساتھ کام کیا کرتے تھے جب کہ ان کا پیشہ قزاقی تھا۔ ولید نے لشکر کو کوچ
 کا حکم دیا اور خود بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جہازوں کے چپو چلانے لگا
 تھا اس طرف لشکر خشکی پر اور تینوں جہاز سمندر کے اندر پہلو بہ پہلو بارسلونہ
 کی طرف کوچ کر رہے تھے۔



جس فرانسیسی لشکر کو ولید نے بارسلونہ کے شمال میں بارش اور رات کی
 تاریکی کے اندر شکست دی تھی اس کے ساحل پر اترنے سے دو روز قبل فردلندہ
 اپنا لشکر لے کر اپنے دار الحکومت لیون سے نکلا۔ اس کے ساتھ وہ ہزاروں
 فرانسیسی بھی تھے۔ جو فرانس کے جنوب مغربی بندرگاہ بیارٹیز سے روانہ ہو
 کر خلیج بسکے سے ہوتے ہوئے فردلندہ کے پاس پہنچے تھے۔ اس بار فردلندہ نے

اپنے چھوٹے بھائی ایسی اور اس کے لشکر کو ساتھ لینے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ اس قدر فرانسیسی تھے جن کے باعث اس کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہو گئی تھی۔

فروندہ نے کوچ کا ایک نیا راستہ اختیار کیا تھا۔ اپنے دارالحکومت لیون سے نکل کر سیدھا قشتالیہ کی طرف جانے کے بجائے وہ اپنے ایک جنوبی شہر برا کا کی طرف بڑھا تھا۔ یہاں اس نے اپنے لشکر کی خوراک کا کچھ سامان حاصل کیا اور اب وہ اپنا رخ بدل کر جنوب مشرق کی طرف آگے بڑھا تھا۔ طلیطلہ کے حکمران یچی الماموں کی شمالی سرحدوں کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا فروندہ وادی آنہ کے شمال میں اس جگہ آیا جہاں دریائے تاجہ اور اس کا ایک معاون آپس میں ملتے ہیں پچھلے چند روز کی لگاتار بارش کے باعث دریا اپنی سیلابی حالت میں تھے۔ لہذا فروندہ وہاں رُک کر دریائے تاجہ کے معاون کا پانی اُترنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے دریا پر پل باندھنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی کیونکہ بارش رکنے کے بعد دریا کا پانی اُتر جاتا تھا اور اس کے اندر چشموں کا پانی اس قدر رہ جاتا تھا کہ اس میں سے سوار ہاسانی گزر سکتا تھا۔

جبل مورینہ اور کوہستان طلیطلہ کے درمیان پڑنے والے وسیع و عریض میدانوں کا نام وادی آنہ ہے۔ یہ شمال میں کوہستان طلیطلہ۔ جنوب میں جبل مورینہ۔ مشرق میں وادی شتقر اور مغرب میں بحیرہ اوقیانوس تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ وادی زراعت اور پیداوار کے لیے بھی مشہور ہے۔

دریائے تاجہ جبل طلیطلہ سے نکل کر طلیطلہ شہر کے شمال اور مغرب میں بہتا ہوا وادی آنہ کے درمیان میں سے گزر کر اسے سیراب کرتا ہوا بحیرہ اوقیانوس کی طرف چلا گیا ہے۔ اس کا ایک معاون جبل اشارات سے نکل کر طلیطلہ شہر سے شمال میں اس کے اندر آ رہا ہے۔

عمر و س جیل اشارات کے جنوب میں کیچی الماموں اور ولید کی طرف سے وادی ارغون کے حاکم مالک بن نمیرہ کے ساتھ اس شاہراہ کے قریب انتظار کر رہا تھا جو قشتالیہ شہر سے ہوتی ہوئی مشرق میں بحیرہ روم کے کنارے ہسپانیہ کی شرقی بندرگاہ طرطوشہ کی طرف چلی گئی تھی۔ یہاں جب اس کے جاسوسوں نے خبر کی کہ فروندہ دریائے تاجہ کے ایک شمالی معاون کو عبور کر کے جنوب ہی جنوب طرف سے وادی ارغون کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کر چکا ہے، تو عمروں نے فوراً لگا تار رک کیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہ طوفانی جھکڑوں اور تیز بارش میں برق لے کوہرے کی طرح جنوب کی طرف بڑھا اور دریا کے مغربی کنارے اس جگہ اپنے نکر کا پڑاؤ کیا جس کی سیدھ میں دریا کے دوسری طرف فروندہ قیام کر کے دریا کی سیلابی حالت ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

فروندہ خوش اور مطمئن تھا اس لیے کہ اس کے منبر سے یہ بتا چکے تھے کہ ولید اور عمروں بارسلونہ کی طرف جا چکے ہیں۔ لیکن اُسے یہ علم نہ تھا کہ بارسلونہ طرف تنہا ولید گیا ہے اور عمروں اس کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے لہجہ لہجہ نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ فروندہ کو یقین تھا کہ اس کے سامنے آنے والے لشکر طلیطلہ کے حکمران کیچی الماموں یا وادی ارغون کے نئے حاکم مالک نمیرہ کا ہو گا جس کو وہ لمحوں کے اندر شکست دے کر آگے بڑھ جائے گا اور اندر کوئی ایسی قوت نہیں جو وادی ارغون میں داخل ہونے سے اسے روک سکے۔ فروندہ کو یہ بھی اطمینان تھا کہ ولید اور عمروں بارسلونہ کے آس پاس فرانسیزیوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوں گے۔ لہذا اس کا کام اور سہل اور مختصر ہو گیا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وادی ارغون پر قبضہ کرنے کے بعد وہ فرانسیزیوں سے ہونے والی جنگ کی پشت سے اس پر شب خون مارے گا۔

جب دریا کا پانی اُتر گیا تو فروندہ نے اپنے لشکر کو دریا عبور کرنے کا اُپنا۔ اس نے قطعاً کوئی پردہ نہ کی تھی کہ دریا کے دوسرے کنارے دشمن

پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ فرولندہ کا لشکر کوچ کر کے جیب دریا کے وسط پر
تو اسے ایک نئے طوفان اور نئی ابتلا کا سامنا کرنا پڑا۔ عمروں کے حکم پر
مجاہدوں نے دریا کے کنارے لیٹ کر فرولندہ کے لشکر پر زہریلے اور
تیزیوں کی اس قدر تیز اور طوفانی بارش ماری تھی کہ لشکر کا اگلا حصہ چھوڑ کر
اور دریا کا پانی مٹھی مائل ہو گیا تھا۔ فرولندہ نے جب اپنے لشکر کی یہ
دیکھی تو اس نے اپنے لشکر کو واپس بلا لیا کیونکہ وہ اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے
فرانسیسی جو بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے
لیے آئے تھے۔ یہاں ان کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد
نے طرح طرح کے جیلوں اور تدبیروں سے دریا کے اوپر اور نیچے جا کر اپنے
کے ساتھ دریا عبور کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار عمروں نے ایک مجاہدانہ جذبہ
کے ساتھ انہیں ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ دراصل عمروں دشمن کے ساتھ
بدست جنگ نہ کرنا چاہتا تھا وہ جانتا تھا کہ فرولندہ کے مقابلے میں اس کی
کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے لہذا وہ ولید کے آنے تک دشمن کو دریا کے
کنارے ہی روکے رکھنا چاہتا تھا۔ فرولندہ نے کئی بار رات کے سناٹوں میں
دریا عبور کرنا چاہا لیکن ہر بار اس نے عمروں کو مستعد پایا اور اسے ناکامی کا
دیکھنا پڑا۔

ایک روز جب کہ فرولندہ جیولوس ماریہ اور پولس کے ساتھ عمروں
ساتھ جنگوں میں زخمی ہونے والے اپنے سپاہیوں کی تیمارداری کا معائنہ کر رہا
ایک گھوڑ سوار شمال کی طرف سے اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ وہ راہوں
سب اس پہنچے ہوئے تھا۔ جب وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا فرولندہ کے پاس آیا
فرولندہ اسے دیکھ کر چونکا کیونکہ وہ فرولندہ کا مخبر تھا جسے اس نے ولید اور فرات
کے درمیان جنگ پر نگاہ رکھنے پر مقرر کیا تھا۔
آنے والا سوار فرولندہ کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا۔ وہ

گنا تھا اور اس کے چہرے پر ہوا بیاں اُڑ رہی تھیں۔ فرولندہ نے آگے بڑھ کر
بنیاب آواز میں پوچھا۔ تم بارسلونہ کی طرف سے کیسی خبر لائے ہو۔ آنے والے نے
نکتہ آواز میں کہا۔ میرے پاس حوصلہ شکن خبروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ نیز طوفان
آدھی اور بارش میں ولید بن ہشام بارسلونہ کے شمال میں فرانسیسی لشکر کو عتبات
شکست دے کر بھاگ چکا ہے اور یہ جنگ اس کے لیے انتہائی سودمند ثابت ہوئی
اس لیے کہ اس نے ان تین فرانسیسی جہازوں پر قبضہ کر لیا ہے جن کے اندر
فرانسیسی لشکر کا مال و متاع اور خوراک کا ذخیرہ تھا۔

فرولندہ نے سمجھی سمجھی سہی آواز میں پوچھا۔ تو کیا فرانسیسی ولید اور
عمروں کے مقابلے میں شکست کھا چکے ہیں۔ اس سوار نے فرولندہ کی درستی
کرتے ہوئے کہا۔ ولید اور عمروں نہیں، میرے مالک! صرف ولید بن ہشام
فرولندہ نے چونک کر پوچھا۔ کیا مطلب؟ — یہ کہ ولید اکیلے نے فرانسیسی
لشکر کو شکست دی ہے۔ عمروں تو اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ اس دریا کے
دوسرے کنارے آپ کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ فرولندہ نے حیرت کا اظہار
کرتے ہوئے کہا۔ میرا پہلے ہی اندازہ تھا کہ اس دریا کے پار ہمارا راستہ روکنے والا
کوئی معمولی جنرل نہیں ہے۔ اگر یہ عمروں نہ ہوتا تو اب تک میں اپنے لشکر کے
ساتھ بارسلونہ کے گرد و نواح میں ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس پر تعجب
بھی ہے کہ ولید اکیلے نے فرانسیسی لشکر کو شکست دی ہے۔ کیا تم بتا
سکتے ہو، اس وقت وہ کہاں ہے؟

مخبر نے اندیشوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ فتح حاصل کرنے کے
بعد ولید بارسلونہ آیا تھا۔ وہاں اس نے صرف چند ساعتیں قیام کیا اور اس
نے وہ سامان سے بھرے ہوئے تین جہاز بارسلونہ میں اپنے جنرل مسلم کے
توالے کیے۔ اس کے بعد وہ بارسلونہ سے کوچ کر گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں
سے اس لشکر کو کوچ کرتے دیکھا ہے۔ اس کا رخ اب آپ کی طرف ہے۔

نشانات دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف جاتے تھے۔ فرولندہ ان نشانات کا غائب کرتا ہوا عمروں کے پیچھے لگ گیا۔ شاید وہ عمروں اور ولید کو یک جانہ ہونے پر پھانسیا تھا اور دونوں کو علیحدہ علیحدہ رکھ کر وہ اپنی پرانی اور ذلت آمیز شکستوں پر دل لپکا جاتا تھا۔

دوسری طرف ولید اور عمروں بھی فرولندہ کے خلاف اپنا جال بچھا چکے تھے۔ ولید کے کہنے پر ہی عمروں دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف چلا گیا تھا جب کہ خود ولید دریا کے اسی کنارے دس میل اوپر شمال کی طرف پڑاؤ کر چکا تھا۔ انہوں نے اس بات پر طریقہ کار طے کیا تھا کہ فرولندہ اگر عمروں کے پیچھے جائے تو ولید اس سے عاقب نالگ جائے اور اگر وہ شمال کی طرف بڑھے تو عمروں اس کا پیچھا کرے اور فرولندہ ان دونوں سمتوں کو چھوڑ کر اگر مشرق کی طرف بڑھتا ہے تو دونوں اس کا تعاقب کریں۔ اب چونکہ فرولندہ عمروں کے پیچھے بڑی تیزی سے جا رہا تھا لہذا ولید مناسب فاصلہ لے کر فرولندہ کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

آٹھ میل جنوب کی طرف جا کر فرولندہ نے اپنے لشکر کو روک دیا کیونکہ اس نے سامنے گھوڑوں کے سموں کے وہ نشانات جن کا وہ تعاقب کرتا آ رہا تھا معدوم دیکھے تھے اور اس کے سامنے دور تک کو گھوڑوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ فرولندہ اس سے یہ اندازہ لگایا کہ دشمن اس کے سامنے گھوڑ بچھا کر اس کے کوچ کی سمت بٹا چکا ہے۔ لہذا اس نے فوراً جیولوس ماریا اور پولس کو حکم دیا کہ گھوڑ بٹا کر نہ صاف کیا جائے۔ ہزاروں سپاہی اپنے گھوڑوں سے اتر کر مٹی کو کھود اٹھا اٹھا ایک طرف رکھتے ہوئے راستہ صاف کرنے لگے تھے۔ جیولوس اور پولس اس کام کو ختم کر رہے تھے۔

اگر اس نے راستے میں کہیں روک کر آرام بھی کر لیا تو بھی جس رفتار سے وہ سفر کر رہا تھا اس لحاظ سے وہ آج شام سے قبل یہیں کہیں آپ کے نزدیک نہ ہوا ہوگا۔ فرولندہ نے اس مخیر کو دوبارہ دشمن پر نگاہ رکھنے کو واپس بھیج دیا۔ اس نے زخمیوں کی دیکھ بھال ترک کر دی اور دشمن پر نگاہ رکھنے کی خاطر اس نے سپاہیوں کے چھوٹے چھوٹے دستے چاروں طرف روانہ کرنا شروع کر دیے تھے۔ فرولندہ نے اپنے لشکر کو چوکنا کر دیا تھا۔ یہ خبر کہ ولید فرانسسیوں کو شکست دینے کے بعد اس طرف بڑھ رہا ہے فرولندہ کے لیے انتہائی دل فگار تھی۔ وہ ولید کی جنگی بصیرت اور مہارت سے آگاہ تھا وہ جانتا تھا کہ وہ عرب وہ بدو اچانک کسی سمت سے حملہ آور ہو کر طوفانی ابتلا اور بے روک مصیبت کھڑی کر دے گا۔ فرولندہ کو اُمید تھی کہ کہ شام تک ولید اپنے لشکر کے ساتھ کسی طرف سے نمودار ہوگا لیکن ایسا نہ ہوا۔ شام تک ولید کا دور دور تک کہیں نشان نہ تھا جب کہ عمروں اسی طرح دریا کے دوسرے کنارے فرولندہ پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

فرولندہ - جیولوس ماریا اور پولس رات بھر جاگتے رہے۔ انہیں اب پختہ یقین ہو چکا تھا کہ ولید رات کے وقت ان پر شب ٹھون مارے گا۔ رات کسی ہنگامے اور انقلاب کے بغیر گزر گئی۔ اگلے روز جب اندھیرا چھٹا اور مشرق کی طرف سے اُجالا نمودار ہوا تو فرولندہ نے دیکھا کہ دریا کے اس پار عمروں اپنے لشکر سمیت غائب تھا۔

فرولندہ نے فوراً کوئی فیصلہ کیا۔ ایک قاصد اس نے اپنے بھائی لسی کی طرف قشتالیہ بھیجا اور اسے تنبیہ کی کہ اگر ولید قشتالیہ کے گرد و نواح میں ان کی بستیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو تو فوراً اس کی سرکوبی کرے۔ خود فرولندہ نے وہاں سے کوچ کیا اور دریا کے مشرقی کنارے اس جگہ آیا جہاں گذشتہ شب تک عمروں پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔ فرولندہ نے دیکھا کہ عمروں کے لشکر کے

لوہے کے بنے ہوئے کانٹے جو گھوڑوں کی سموں میں جپھ جاتے ہیں اور انہیں آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ اکثر دشمن کا راستہ روکنے کے لیے بچھائے جاتے تھے۔

عین اس وقت جب کہ فرولندہ کے لشکر کا ایک حصہ مصر و فکا رہا تو
دربار کی مخالفت سہلت سے عمروں نے اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور فرولندہ پر
کر دیا۔ عمروں نے اپنے لشکر کے آگے آگے تھا اور چانک حملہ آور ہو کر اس نے فرولندہ
کے لشکر کا ایک حصہ مکمل طور پر مغلوب کر دیا تھا۔ فرولندہ کے لشکر میں اکثر
مچ گئی تھی۔ گو کھرواٹھانے والے سپاہی بھی بھاگ کر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار
گئے تھے۔ اپنے لشکر کے وسط میں کھڑے فرولندہ نے چلا چلا کر جیولوس مارا اور
کو حکم دیا کہ وہ عمروں کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور اسے بچ کر جانے کا موقع
دیں۔ جیولوس اور پولس کی سربراہی میں فرولندہ کا پورا لشکر ایک طوفانی انداز میں
کی طرف اٹھ پڑا تھا۔

جس وقت فرولندہ کا لشکر اپنی پوری توجہ عمروں کو شکست دینے یا
گرفتار کرنے پر دے رہا تھا۔ ان کے پیچھے قیامت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید جو
کے کنارے کنارے ان کے تعاقب میں آ رہا تھا اچانک حملہ آور ہو گیا تھا۔ عمروں
طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے فرولندہ کے سپاہیوں کے قدم رگ گئے اور انہوں نے
زیادہ توجہ ولید کی طرف مبذول کر دی۔ وہ سبانتے تھے کہ ان کی صفوں میں اگر
سا روڑن اور خلا بھی پیدا ہو گیا تو وہ بدوان کی ایسی حالت بنائے گا۔ جس طرح
اور موسلا دھار بارش کے بعد زور کی آندھی درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتی۔
عمروں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے لشکر کو لٹکا کر اس نے پوری قوت
سے حملہ کیا اور دشمن کو دوڑ تک دھکیلتا ہوا لے گیا تھا۔ اس موقع پر فرولندہ
لشکر کی کچھ صفوں کو ولید کے سامنے سے ہٹ کر عمروں کا سامنا کرنے کا
صفوں کے ادھر ادھر کرنے سے فرولندہ کے لشکر میں ایک اثر
اور ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ اگلی صفوں میں لڑنے والے سپاہیوں نے سمجھا کہ
کی پشت منکلی ہو رہی ہے۔ اس لیے ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ فرولندہ
صفوں سے دور اپنے لشکر کے درمیان میں اونچی اونچی آوازوں میں اپنے

ہا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ سر پرتک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ فرولندہ کا اندازہ تھا
کہ وہ اپنے لشکر کی کثرت کے باعث لمحوں کے اندر میدان جنگ کو اپنی گرفت میں
کر لے گا لیکن اس میدان میں ولید اور عمروں سے جنگ کرتے ہوئے اس کی ساری
تدبیریں بیکار اور سارے ٹھیکے غلط ثابت ہو رہے تھے۔ ولید اور عمروں کی ثابت
قدمی سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تقدیر اسے چکی کے دو پاٹوں میں پس ڈالنے کے
لیے اس میدان میں لے آئی ہے۔

فرولندہ کو اگلی صفوں کے اندر لڑنے والے جیولوس مارا اور پولس پر غصہ
آ رہا تھا کہ وہ ولید اور عمروں کو پکڑ کر لے جانے میں کیوں کامیاب نہیں ہوتے وہ
بار بار اس صلیب پر ہاتھ رکھ کر جو اس کے گلے میں لٹک رہی تھی مریم و مسیح سے
اپنے لیے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہا تھا۔ وہ اس بدو کے خلاف اپنے لیے
کامیابی کی دعائیں مانگ رہا تھا جس نے طوفانی، مادرائی اور منفرد انداز میں اس کے
لشکر کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اچانک فرولندہ چونک اٹھا اس سمت جہاں جیولوس مارا
ولید کے خلاف دفاعی جنگ کر رہا تھا اس کی کچھ صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا تھا
اور وہ فرانسسیسی جو اگلی صفوں کے اندر لڑ رہے تھے ایک وحشت ناک بھگدڑ کے
عالم میں پیچھے کی طرف بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔

فرولندہ نے چلا چلا کر اپنے سپاہیوں کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔
لیکن اس کی ہر آواز بے اثر ہر یقین دہانی بے سود ثابت ہوئی اور اس کی صفوں
کے اندر لمحہ بہ لمحہ انتشار بڑھتا رہا۔ پیچھے بھاگنے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھتی
رہی۔ یہاں تک کہ اس لشکر کی صفیں بھی منتشر ہونا شروع ہو گئیں جو پولس کی
سربراہی میں عمروں کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔ ولید جو اپنے لشکر میں سب
سے آگے آگے جنگ کر رہا تھا یہ سارا منظر دیکھ چکا تھا۔ اس نے لڑتے لڑتے اُنی بار
تکبیریں بلند کیں جو اپنے لشکر کو اشارہ تھا کہ اب وقت ہے اپنا پورا زور لگا دو۔
اپنے امیر کے جواب میں پورے لشکر نے ”اللہ اکبر“ کی اونچی صدائیں بلند کی تھیں اور

ملمان فرانسیسی اور فرولندہ کے سپاہیوں کو بُری طرح کاٹ رہے تھے۔ ولید نے قتالیہ کی سرحدوں تک فرولندہ کا تعاقب کیا پھر وہ اس خیال سے لوٹ آیا کہ کہیں ایسی اپنے تازہ دم لشکر کے ساتھ میدان میں نہ اُتر پڑے۔ کھلے میدان کے اندر فرولندہ کے خلاف ولید کی یہ ایک کھلی اور مکمل فتح تھی۔

ولید اور عمروں اپنا لشکر لے کر پھر اس جگہ واپس آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ ان کے آنے تک لشکر کے طبیب زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے علاوہ جنگ میں کام آنے والے اپنے جوانوں کی نعشوں کو ایک جگہ جمع کر چکے تھے۔ ولید نے سب سے پہلے شہید ہونے والوں کی تدفین کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد اس مال غنیمت کا جائزہ لے رہا تھا جو فرولندہ وہاں چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ چانک شمال کی طرف سے دریا کے کنارے کنارے ایک سواری اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور اس جگہ آکر رُک گیا جہاں ولید اور عمروں کھڑے تھے۔ ولید سے پہچان گیا، وہ ولید کا ایک چھوٹا سالار اور ناطور بن بدر کا دست راست ہنسی تھا۔ ولید کے قریب آکر اس ہنسی نے بھری بھری آواز میں کہا۔

میرے آقا! جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے کوچ کیجئے۔ حرہ اور سویدا کی سلامتی کے لیے آپ اور امیر عمروں کی ضرورت ہے۔ ولید نے فکر مند سے جچے میں کہا۔ تم کھل کر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہنسی نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ امیر اجابر بن وہب ناطور بن بدر کے خلاف بغاوت کر چکا ہے۔ ولید کے بھتیجنے سے قبل ہی عمروں کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا اور اس نے آتشیں ہتھیار بھرتے ہوئے کہا۔ میں اور امیر ولید تو اپنی ملت کے دفاع کی خاطر جنگوں کاٹل، طوفانوں اور بارش کے اندر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ کیا جاہل سے یہ غی نہیں ہو سکا کہ وہ شہر کے اندر پُر آسائش زندگی بسر کرتے ہوئے ناطور کا اتباع کرے۔

عمروں رکا پھر اس نے انتہائی غصیلی آواز میں کہا۔ جاہل کی یہ بغاوت اس

وہ شعلے و برق کے کوندے بن کر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ دوسری طرف عمروں بھی اپنے آقا کی تمکیریں سن چکا تھا اس نے بھی اپنے حملوں میں ایک فصول پیدا کر رکھا تھا۔ گھمسان کی یہ جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ فرولندہ کی اگلی تہ جو پہلے ہی انتشار اور افراتفری کے عالم میں تھیں ولید اور عمروں کے سختوں کی آواز تندہی اور تیزی کو برداشت نہ کر سکیں اور ان کے اندر لڑنے والے سپاہی تیز رفتاری میں تنکوں کی طرح ادھر ادھر بکھر گئے تھے ایک اور بات جو عیسائی لشکر کے انتشار اور پسپائی کی بڑی وجہ بنی یہ تھی کہ خود فرولندہ تو لشکر کے وسط میں صرف لڑنے والوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا جب کہ ولید اپنے لشکر کے سب سے آگے جنگ کی راہنمائی کر رہا تھا۔ فرولندہ کا یہ کردار بھی اس کے سپاہیوں کے لیے حوصلہ شکن تھا۔ اگلی صفوں نے مکمل طور پر اپنے ہتھیار روک لیے اور ہر سپاہی جان بچانے کی خاطر پیچھے بھاگ رہا تھا۔

بھاگتے سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے مسلمانوں کے حوصلے اور بڑھ گئے تھے اور انہوں نے بڑی فراخ دلی اور جان نثاری سے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ چند ہی لمحوں بعد فرولندہ کے لشکر میں ہر طرف پسپائی شروع ہو گئی تھی۔ ان کے دائیں طرف گوکھرو کچھے ہوئے تھے جنہیں وہ عبور نہ کر سکتے تھے ورنہ وہ راستہ دریا کے کنارے کنارے سیدھا طلیطلہ شہر کو جاتا تھا۔ اس طرف بھاگ کر فرولندہ کافی حد تک اپنے لشکر کو بچا سکتا تھا کیونکہ چند میل جنوب کی طرف ایک چوٹی پر تھا جسے عبور کر کے وہ شمال مغرب کا رخ اختیار کر کے قتالیہ کی طرف بھاگ سکتے تھے لیکن گوکھرو ان کا یہ راستہ مسدود کر چکے تھے۔ ان کے سامنے عمروں اور بائیں طرف ولید انہیں کاٹتا رہا تھا۔ لہذا وہ اپنی پشت جانب دریا کی طرف بھاگے۔ فرولندہ، جیولوس ماریا اور پولس بھی بھاگ کھڑے ہوئے دریا عبور کرتے ہوئے ولید اور عمروں نے دشمن کی سپاہ کا ایک بڑا حصہ کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ یہ انتہائی وحشت ناک تعاقب تھا۔ عرب، بربر اور حبشی

والہ تھا کہ بنو کلب کہے ایک سپاہی نے جابر کے خلاف نعرہ بلند کیا اور پھر اس کے جواب میں ہر کوئی جابر کے خلاف زہرا گھنے لگا تھا حتیٰ کہ بنو قیس کے سپاہی بھی جابر کے خلاف آوازیں بلند کرنے لگے تھے۔ ولید نے پھر عمروں کی طرف دیکھا اور مدغم مگر غمزہ آواز بن کہا۔

”عمروں! عمروں! کوچ کی تیاری کرو۔ میں سمجھتا ہوں حرہ اور سویدا میں جابر کی بغاوت نے ہماری پیٹھ نشکی اور تپشت عیب دار کر دی ہے۔ قبل اس کے کہ ہمارے دشمنوں کو ہماری اس بغاوت کا علم ہو ہمیں فوراً اس پر قابو پالینا چاہیے۔ ورنہ یہی معمولی واقعہ قبائلی تعصب کی زہریلی ہوا میں جنگل کی آگ کے مانند پھیل کر ہم دونوں کے قابو اور گرفت سے نکل جائے گا۔“

عمروں پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ”یا امیر! آپ مطمئن رہیے بارسلونہ سے لے کر وادی نازا اور دریائے تاجہ سے لے کر جبل ابرانس تک ہر فرد آپ کے ساتھ ہے۔ واللہ! آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر عمروں جابر جیسے ہزاروں احمقوں، ملت فروشوں اور غداروں کی بغاوت کچل دے گا۔ ولید خاموش رہا۔ عمروں نے کوچ کا حکم دیا اور چند ہی لمحوں بعد لشکر کے گھوڑے حرہ اور سویدا کے رخ پر سرپٹ دوڑ رہے تھے۔“



کے، اپنے سر پر ایک تیز اورنگی تلوار بن کر برسے گی۔ کیا اس نے ہمیں اس قدر برباد بس اور لاغر جان لیا ہے کہ بغاوت بن کر ہمارے خلاف سراٹھائے۔ ہم اگر فوراً کو شکست دے سکتے ہیں تو حرہ اور سویدا کے اندر اٹھنے والی ہر بغاوت کا بڑ بھی کچل سکتے ہیں۔ عمروں چپ ہوا اس نے دیکھا ولید خاموش، اداس اور غمگین کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر تلخ کی ساری خوشی جاتی رہی تھی۔ عمروں! امیر کی حالت دیکھ کر پھل گیا۔ وہ آگے بڑھا اور ولید کے سامنے کھڑے ہوتا ہوئے کہا۔ ”یا امیر! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اداس اور غمگین کیوں ہوتے ہیں۔ عمروں آپ کی ڈھال اور سپر بن کر ہر بغاوت کو فرو کرے آپ حکم دیجئے اپنا فیصلہ سنائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

ولید نے مدغم سی آواز میں آنے والے حبشی سوار سے پوچھا۔ ”یہ بغاوت کب ہوئی؟ اس نے اداس لہجے میں کہا۔ ”یا امیر! کئی روز ہو چکے ہیں۔ میں کئی ر قبل آپ کے پاس حاضر ہو چکا ہوتا لیکن میں راتنے میں رکا زہا۔ میں فرولندہ کے ساتھ جنگ سے قبل یہ منحوس خبر آپ سے نہ کہنا چاہتا تھا۔ ولید نے پھر پوچھا۔ ”جابر کیوں اور کیسے بغاوت کی اور جواب میں وہ حبشی سوار ولید کو بغاوت کی پورا داستان سنا رہا تھا۔“

لشکر کے ہر سپاہی کے کانوں میں یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ جابر نے بغاوت کر دی ہے۔ چاروں طرف کھسک پھسک شروع ہو گئی تھی۔ جابر کا تعلق بنو قیس سے تھا اور اس قبیلہ کے جو سپاہی اس وقت ولید کے لشکر میں شامل تھے، وہ زیادہ پریشان اور گھبرائے ہوئے دکھائے دے رہے تھے۔ کچھ لوگ سر جھکا کر کھڑے تھے۔ شاید یہ خبر ان کے لیے انتہائی افسوس ناک تھی۔

ولید نے نظر بھر کر عمروں کی طرف دیکھا۔ عمروں کے چہرے پر ایک جلال، دیوانگی اور انتہائی کیفیت تھی اس کی حالت ان طوفانوں جیسی ہو گئی جو ابھی اپنے شباب کے عالم اور مدوچر صاعو کی حالت میں ہوں۔ ولید کچھ کہتا

فرض میں ادا کر چکا۔ اب ان کی سلامتی آپ کے حوالے ہے۔“ ولید گھوڑے سے اُترا اور
 ناطور کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ”کیا یہ درست ہے کہ جابر ہم سے بغاوت کر چکا ہے۔“
 ناطور نے ولید سے پلٹے ہی پلٹے کہا۔ ”میرے آقا! میرے لیے یہ نہنا تکلیف کا باعث
 ہے کہ جابر بغاوت کر چکا ہے۔“

ناطور جب ولید سے علیحدہ ہوا تو عمروں آگے بڑھ کر اس سے بغلیں ہو رہا
 تھا۔ اتنے میں مختلف قبائل کے سردار آکر ولید اور عمروں سے ملے اور سب نے متحدہ
 مطالبہ کیا کہ جابر کو طلب کیا جائے۔ ولید نے ناطور سے کہا کہ جابر کو طلب کیا جائے۔
 ناطور نے ایک عرب سردار کی طرف اشارہ کیا اور وہ جابر کو بلانے چلا گیا۔



ولید اور عمروں اپنے لشکر کے ساتھ حرہ میں داخل ہوئے۔ شہر کے اُن گزرتے
 لوگ کیا مرد کیا عورتیں لشکر کے استقبال کی خاطر شہر کے مشرقی دروازے سے لے کر اندر
 شہر تک دوڑ رہے ہوئے تھے۔ کچھ زندہ دل جوان طلبہ روئے اور دینیں بجاتے ہوئے
 لشکر کے آگے آگے گاتے جا رہے تھے۔ ان کے نغموں کا مفہوم کچھ یوں تھا۔
 ”سلام تمہاری شجاعت و پامردی کو۔ خدا تمہیں دشمن کے لیے سمندر
 کی طرح بھرنا پیدا لا انتہا اور صحرائے محشر کی طرح وسیع و بے کنار بنائے
 رب عظیم تمہیں ہر شہر، ہر قریب، ہر کھیت اور ہر شاہراہ کا محافظ و
 محتسب بنائے۔ اے ملت کی رُوح کے امینو! اے قوم کی صداقتوں
 اور سطوتوں کے محافظو! حرہ اور سویلا کا ہر فرد تمہیں سلام کرتا ہے۔“
 تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔“

وسیع اور کھلے میدان کے اندر لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ولید اور عمروں کے
 گرد جمع ہو گیا تھا۔ ایک جگہ ناخن بھی اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ کھڑا لشکر کے
 لوٹ آنے سے بعد کی کارروائی دیکھ رہا تھا۔ سارہ ناخن کی بیٹی جو باقاعدہ طور پر
 عمروں سے منسوب ہو چکی تھی بار بار پریشان اور طول انداز میں عمروں کی طرف دیکھ
 رہی تھی اس لیے کہ عمروں کا چہرہ غصے کی حالت میں غضب ناک ہو رہا تھا اور وہ ولید
 کے پہلو میں چُپ اور خاموش کھڑا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ عرب سردار جو جابر کو بلانے گیا تھا اپنا گھوڑا بھگاتا
 ہوا لوٹ آیا۔ ولید کے پاس آکر وہ اپنے گھوڑے سے اُترا اور گردن جھکاتے ہوئے
 شرمندگی اور ندامت کے احساس میں کہا۔

”یا امیر! جابر نے یہاں آنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے آپ کے حکم
 کا کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ آپ کی اس طلبی کا مضحکہ اڑایا ہے۔“

ولید کے کچھ کہنے سے قبل ہی عمروں نے غصے میں کھولتی ہوئی آواز میں کہا۔
 ”ایسی کشتی اور ترمو؟ امیر طلب کریں اور وہ آنے سے انکار کر دے۔ کیا ہمارے لیے ترم
 و شرمندگی کا مقام نہیں۔“ غصے میں عمروں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے صرع کا دورہ
 پڑنے والے کسی مریض کی ہوتی ہے۔ ایک غصیلی زقند لگا کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار

ولید اور عمروں سنجیدہ تھے۔ ان کے چہروں پر دور دور تک خوشی و نشاط
 کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ لشکر کا ہر سپاہی افسردہ اور ملول تھا۔ ایک کھلے میدان کے
 اندر ولید نے لشکر کو مرک جانے کا حکم دیا۔ ہجوم کے اندر سے ناطور بن بدر نکل کر آیا
 اور ولید کے گھوڑے کی رقاب پکڑتے ہوئے اس نے گہری رقت میں کہا۔
 ”میرے آقا! آپ کی غیر موجودگی میں اپنے شہروں کی حفاظت و امانت

وہاں جانے سے انکار کرتا ہوں۔ جاؤ ولید سے جا کر کہہ دو، وہ یہاں آکر مجھ سے مل لے۔ عمروں فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے وہ جھک کا ایک ہاتھ جابر کی بغل کے نیچے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس نے جابر کو مہو کے اندر اچھالا اور اُسے اپنے آگے بٹھاتے ہوئے کہا۔ عمروں میں اتنی ہمت ہے کہ وہ اپنے آقا کے حکم کی اطاعت کر سکے۔

جابر نے منہ سے کوئی آواز نکالنا چاہی پر عمروں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ احمد بھی حویلی کے اندر سے نکلا اور ان کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا تھا۔ جوزفین اور جلعاد حویلی کے صحن میں کھڑے یہ منظر پریشانی سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

عمروں اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس میدان میں آیا جہاں لوگوں کے ہجوم کے اندر ولید اس کا منتظر کھڑا تھا۔ اب سویدا کے لوگ بھی اس حادثہ کا انجام دیکھنے کی خاطر عہد کی طرف بھاگ رہے تھے۔ عمروں نے جابر کو ہوا میں اچھالا پھر ولید کے قدموں پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”میرے آقا! یہ بابر بن وہب ہے، قوم کا دشمن، ملت کا غدار، سرکش اور باغی۔“

ولید نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔ ”وہب کے بیٹے! تمہیں کس بات نے ہمارے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا ہے؟“ جابر اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا اور بنکار کو جواب دیا۔ ”میں کسی لٹیرے اور قزاق کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔“

ولید کے کیر وار پر یہ ایک سخت چوٹ تھی جو جابر نے لگائی تھی۔ عمروں اپنے آقا کی یہ ہتک برداشت نہ کر سکا۔ اس کے ماتھے پر تیوری کی شکنیں گہری ہو گئی تھیں۔ وہ طوفانی انداز میں آگے بڑھا اور جابر کو اٹھا کر زمین پر پٹختے ہوئے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر کے کہا۔ ”تم نے بے موقع بدتمیزی کی ہے۔ میرے آقا کے خلاف تمہارے منہ سے نکلا ہوا یہ جملہ اشتہار جنگ بھی بن سکتا ہے۔ تم نے اپنی آواز کے انہی بن میں امیر کی صداقت و شرافت اور دیانت و امانت پر ضرب لگائی ہے۔ یاد رکھو

مہو! اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! میں اسے خود ہلا کر لاتا ہوں۔ اتنا کہتے ہی عمروں نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور چلا گیا۔ ناتن اور سارہ پریشان ہو گئے تھے۔ ہر کوئی تعجب سے عمروں کو دیکھ رہا تھا۔ ولید چپ تھا جیسے تیز سر کے ساتھ بدلتے ہوئے ان حالات نے اس کی گویائی کو گرفت میں لے لیا ہو۔

عمروں اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا جابر کی حویلی کے پاس آیا اور دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد جابر کے غلام ”احمد“ نے دروازہ کھولا اور حیرت و پریشانی کے عالم میں عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یا امیر! اندر آ جائیے۔ آپ کایوں جنابیوں کی طرح باہر کھڑے رہنا اس حویلی کے مکینوں کی توہین ہے عمروں نے سخت اور کمرخت آواز میں کہا۔ جابر کو باہر بھیجا اسے کو حویلی کے دروازے پر عمروں بن جندل کھڑا ہے۔ احمد اندر چلا گیا۔ چند ثانیے بعد جابر اندر سے نکلا اور حویلی کے دروازے پر آتے ہوئے وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمروں نے پوچھ لیا۔

”امیر نے تمہیں طلب کیا تھا۔ تم نے ان کا حکم ماننے سے انکار کیوں کیا؟“ جابر نے خشک لہجے میں کہا۔ ”ولید کو اگر مجھ سے کوئی کام تھا تو جس طرح تم آئے ہو اس طرح وہ بھی یہاں چلا آتا۔“

عمروں غصے میں بل کھا گیا اور پھنکارتے ہوئے کہا۔ ”مکار! فریب کار! جسے تم حقارت کے ساتھ ولید کہہ کر پکار رہے ہو وہ ہمارے لیے امن و سلامتی کا میگہ اور آزادی و خوشحالی کا مینہ ہے۔ اسے ولید نہیں امیر کہہ کر پکارو، ورنہ یاد رکھو ایسی کڑی سزا دوں گا جو تمہیں عیب وار بنا دے گی۔“

جابر نے تیز مزاجی سے کہا۔ ”آنکھیں کھولو عمروں! خواب نہ دیکھو۔ تم بنو قیس کے سردار جابر بن وہب سے مخاطب ہو۔ اپنے طرزِ خطاب کو بدل دو۔ عمروں نے پہلے سے بھی گرم لہجے میں کہا۔ ”میں بنو قیس کے سردار نہیں ایک علم سے نازاں انتہا جڈ اور متکون مزاج جاہل سے مخاطب ہوں۔ بات کو مختصر کرو اور میرے ساتھ امیر کے پاس چلو۔“ جابر نے چرچرے پن سے کہا۔ ”یا

جابر! بغاوت کے دہ شعلے جو امیر کے خلاف بلند ہوئے عمروں انہیں اپنے خون سے بجھانے کی ہمت و قدرت رکھتا ہے۔ اُٹھو! اپنی تلوار سنبھالو تمہارا جسم اگر پھریں اور لوہے کا نہیں تو میری تلوار تمہیں کاٹ کر رکھ دے گی۔

جابر نے اُٹھتے ہی اپنے قبیلے کو پکارا۔ اے بنو قیس آزادی ہماری کرامت ہے۔ کیا اسی دن کے لیے تم نے مجھے اپنا سردار بنایا تھا۔ بنو قیس میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسی وقت عمروں نے اپنے قبیلے کو پکارتے ہوئے کہا۔ "مرا بطیو! ہمارے آقا اس وقت مصیبت میں ہیں۔ تم میں سے کون ہے جو ان کی مدد پر آمادہ ہو۔ لشکر میں شامل افریقہ کے مرا بطین نے اپنی کھولتی ہوئی آواز میں بیک زبان نعرہ مارا۔ "ہم امیر کے ساتھ ہیں۔ ہر اس فرد کا سر کچل دیا جائے گا جو ہمیں ہمارے مذہب کے خلاف، سفید، سیاہ اور زرد نسلوں میں تقسیم کرے۔ مرا بطین خاموش ہوئے تو بنو کلب کے سردار نے اپنے قبیلے کو پکارا۔

"اے بنو کلب! تم بھی اپنے آقا سے اپنی وفاداری اور خلوص کا اظہار کرو بنو کلب کے جوان اپنی زہریلی آوازوں میں چلا اُٹھے۔ ہر وہ سر توڑ دو، ہر وہ بازو کاٹ دو جو ہمیں مذہبی یگانگت سے نکال کر قبائلی عصبیت کی طرف لاٹے۔ اس کے بعد مختلف قبائل کے سردار اپنے اپنے قبیلے کو پکار کر ولید کے حق میں آوازیں بلند کرنے لگے تھے۔

ولید جواب تک چُپ اور خاموش کھڑا تھا غصے کی حالت میں عمروں پر برس پڑا۔ "عمروں! عمروں! کیا تم قبائل کو پکانے کی رسم ڈال کر اس میدان کو رزم گاہ میں بدلنا چاہتے ہو؟ ولید کے سامنے عمروں نے ایک لفظ تک نہیں کہا اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور ولید کی اطاعت میں بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی گردن کو جھکاتا ہوا پیچھے ہٹا اور ولید کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی حالت عقاب کے اس بچے جیسی ہو گئی تھی جو پرواز سے قبل اپنے گھونسلے میں پھڑپھڑا کر رہ گیا ہو۔ ناخن کے ساتھ کھڑی سارہ کو عمروں کی اس حالت پر رحم اور ترس آ رہا تھا۔

ولید نے اپنی تلوار بے نیام کی اور اونچی آواز میں پکارتے ہوئے اس نے کہا۔ اے بنو کلب، بنو قیس، بنو غطفان، بنو محارب، بنو معریہ، بنو ہوازن، بنو بکر، بنو لخم، بنو جذام، بنو سلیم اور بنو نصر! تم ہی لوگوں نے مجھے اپنا امیر بنایا تھا آج میں منع پر اگر تم اپنا فیصلہ بدل کر کسی اور کو امیر بنانا چاہتے ہو تو واللہ میں آزادی ورامن کی خاطر ایک جاہل چرواہے تک کی اطاعت بھی کرنے کو تیار ہوں ولید نے اپنی تلوار زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے آگے ہتھیار ڈالتا ہوں تم جسے اپنا امیر بنا لو۔ چاروں طرف کھڑے سب قبائل کے لوگ شور کرنے لگے۔

آپ ہمارے امیر ہیں۔ اپنی تلوار اٹھا کر نیام میں کر لیجئے۔ آپ کے داہم کسی کو امیر تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ بنو قیس کا ایک رئیس اور بزرگ نکلا اور ولید کی تلوار اٹھا کر اس کی نیام میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "اے ابن ہشام! آپ ہی ہمارے امیر ہیں۔ میں بنو قیس کی طرف سے سب کے سامنے اعلان کرتا ہوں ہم جابر بن دہب کو بنو قیس کا سردار تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ آج سے قیس کے سردار بھی آپ ہی ہیں۔

لوگ اس قیسی رئیس کی تعریف میں نعرے بلند کر رہے تھے۔ عمروں پہلوں پر داب گری مسکراہٹ بکھر چکی تھی۔ ولید کی حالت ایک دم بدل گئی تھی۔ شک فردیاب سے ایک عقاب اور ایک نرم دل انسان سے جبر کا دیوتا بن گیا تھا۔ تہ آہستہ وہ جابر کی طرف بڑھا۔ اس کے اطوار میں چٹانوں کا ساندا لڑ تھا۔ جابر کے مالک ولید نے اپنی سخت آواز میں کہا۔

"کاش تم نے بدلتے وقت کے تقاضوں کو سمجھا ہوتا۔ کاش ایسا کرنے سے تم نے حقائق کو جانا ہوتا۔ تم نے تنگ دامانی کا ثبوت دیتے ہوئے احساسِ است اور ملی اخوت و اتحاد کو منتشر اور پرانگندہ کرنے کی کوشش کی۔ ہماری غیر بدگلی میں ناطور کے خلاف بغاوت کھڑی کر کے ایک قوم کی اجزائے ترکیبی کو سانس، وطن اور زبان کے خانوں میں بانٹنے کی کوشش کی۔ یاد رکھو! مذہب

ہی قوت و طاقت کا سرچشمہ ہے۔ اسی کے اندر اتحاد و اخوت پنہاں ہے۔ برب کریم
تم سے وہ بوریا باف اچھا۔ تم سے وہ کوزہ گر بہتر جو ایک درہم اور ایک روٹی پیو پر
اپنے مالک سے وفادار رہنے کا عزم کرتا ہے۔

سند جابر! اب جب کہ تمام قبائل نے متفقہ طور پر میرے امیر ہونے کی تجویز
کر دی ہے، میں تمہارے اس گناہ اور جرم کی کیا سزا تجویز کروں۔ جابر کا غصہ اور
حرارت اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا اس نے مضطرب اور حریفانہ لہجے میں کہا۔ میں تمہارا
بہر فیصلہ، ہر حکم ماننے سے انکار کرتا ہوں۔ ولید کی آتش مزاجی اور فتاوت قلبی اپنے
عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور ایک ایسا زوردار طمانچہ جابر کے منہ پر
مارا کہ جابر لرز اٹھا اور اس کے علمے کے سارے پیچ ڈھیلے ہو کر پکھڑ گئے تھے۔
ولید نے غراتے ہوئے کہا۔ جابر! جو ہاتھ دشمن کو شکست دینا جانتے ہیں
وہ تم جیسے باغی کا سر کچلنے کی ہمت و استطاعت بھی رکھتے ہیں۔ میں نے تمہیں نجیب
سمجھا پر تم کم نسب نکلے۔

ہجوم کے اندر سے کسی جوان نے پکار کر ولید سے کہا۔ "یا امیر! اس کی
گویائی کو رستی سے باندھ کر کھینچا جائے۔ کسی دوسرے جوان نے پکار کر کہا۔ "یا امیر!
خوشی ہو یا غم ہم آپ کے ماتحت متحد ہو کر رہیں گے۔ ہسپانیہ کا ذرہ ذرہ آپ کے
لیے ہماری خالص و بے لوث قربانی نذر کر دینے والی قربانی کی گواہی دے گا۔
کچھ جوان غصے کی حالت میں جابر و شب و شتم کی بوچھاڑ کرنے لگے تھے۔

جابر نے غراتے ہوئے ولید سے کہا۔ میں تمہارے سامنے جھکوں گا نہیں تم
اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کر دو۔ ورنہ میں جابر ہوں۔ میرا مستقبل اب تم سے وابستہ
نہیں ہے۔ ولید نے اس بار نرم آواز میں کہا۔ گو تم سے مزید باس پرس میری بہبود
خیر و سلامتی اور عزت و ناموری میں کمی کا سبب نہیں بن سکتی۔ پھر بھی میں تمہیں
اجازت دیتا ہوں کہ تم یہ شہر چھوڑ کر جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ میں سمجھوں گا تم
میں شامل نہ تھے۔ تمہارے آنے کی انبساط اور جانے کے غم کو ہم فراموش کر دیں گے۔

جابر بڑا اور چلا گیا۔

جابر جب چلا گیا تو احمد اس کا غلام سر جھکائے آہستہ آہستہ ولید کے قریب آیا۔
اور اندر لہجے میں کہا۔ میرے آقا! میں جابر کا غلام ہوں، میرا نام احمد ہے، میرے
لیے کیا حکم ہے۔ ولید نے شفقت سے پوچھا۔ کیا تم اس کے ساتھ جانا چاہتے ہو۔
احمد نے غصیلی آواز میں کہا۔ جابر غدار ہے اور ایک غدار کے ساتھ میں کیونکر جانا پسند
کروں گا۔ پر میں اس کا غلام ہوں اگر کوئی مجھے اس سے آزاد کرادے تو میں یہیں رہ
کر آپ کے شکر کی خدمت کرنا پسند کروں گا۔

ولید نے احمد کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑی ہمدردی سے کہا۔ احمد!
احمد! آج سے تم آزاد ہو۔ جابر سے اب تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ آج کے بعد تم میرے
ساتھ میری حویلی میں رہو گے۔ ایک غلام کی حیثیت میں نہیں ایک مشفق اور قابل احترام
بزرگ کی حیثیت میں۔ تم ابھی میرے ساتھ چلو گے۔ میں جو خود کھاؤں گا وہی تمہیں کھاؤں
گا۔ جو خود پہنوں گا وہی تمہیں پہنے گا۔ دوں گا۔ احمد کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی
گہری سکون آمیز مسکراہٹ، جابر اسی روز شام سے قبل ہی جو زین اور جلعاد کے
ساتھ شہر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں اور کدھر گیا ہے۔

بحیرہ روم کے کنارے کی بستی شفقندہ جہاں عمو نہ اس معمر خاتون عز لان کے
پاس رہ رہی تھی آہستہ آہستہ بستی کے گھروں سے اٹھنے والے دھوئیں اور شام کی بکھرتی
گند اور دھند کے اندر ساقی جابر ہی تھی۔ سورج دُور بحیرہ اوقیانوس میں غروب ہو رہا
تھا اور بستی سے باہر گھنے درختوں کے سائے مشرق کی طرف تیز بخیرہ روم میں دُوب
جانے کو بھاگ رہے تھے۔

عمو نہ گھر میں چراغ روشن کر رہی تھی پھر اس نے وضو کیا اور عز لان کے
ساتھ کھڑی ہو کر وہ مغرب کی نماز ادا کرنے لگی تھی۔ جب دونوں دُعا مانگ رہی تھیں
تو اسے گھر سے باہر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ جب وہ دُعا ختم کر چکیں اور

عمونہ نے چمڑے کا مصلے لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا تو گھر میں عزرا لان کا بھائی دہی بڑا اور ننگڑا ملاح منذر داخل ہوا۔ عمونہ نے دیکھا اس نے گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور وہ غلیکین اور لول تھا۔ عمونہ نے اس سے باگ لے لی اور گھوڑے کو صحن میں باندھنے کے لیے لے گئی۔

منذر عزرا لان کے سامنے آ بیٹھا۔ عمونہ بھی جلدی جلدی گھوڑا باندھ کر لان کے پاس آ بیٹھی تھی۔ ایسے شوق، ایسی جلدی اور ایسے انہماک کے ساتھ کہ شاید منذر ان دونوں کے لیے کسی دلچسپ داستان کا آغاز کرنے لگا ہو۔ عزرا لان نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔ تم بارسلونہ میں مسلم کے پاس گئے تھے۔ اس نے کچھ بتایا کہ ولید اور فروندہ کی جنگ کا کیا ہوا۔

منذر نے غمزہ آواز میں کہا۔ اے میری عزیز بہن! میں بہت قیمت ہوں۔ جب ابھی میں کوئی اچھی خبر حاصل کرتا ہوں اس کے ساتھ کچھ تکلیف دہ انکشاف ضرور ہوتا ہے۔ عزرا لان نے لڑتی ہوئی آواز میں کہا، تو کیا اس تکلیف دہ انکشاف کا تعلق ولید بن ہشام سے ہے۔ منذر نے کھوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔ تم نے سچ جانا۔ ولید ایک نئی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔

عمونہ یہ گفتگو برداشت نہ کر سکی۔ اور روتی ہوئی آوازیں اس نے منذر سے کہا۔ خدا کے لیے تباہی، وہ کہاں ہیں، کیسے ہیں اور کب آئیں گے۔

عزرا لان نے فکر گیر آوازیں پھر پوچھ لیا۔ کیا ولید کو فروندہ کے ہاتھوں ہلاکت ہوئی ہے۔ منذر نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ نہیں، ہسپانیہ کا وہ باجروت فرزند

دریلے تاجہ کے شمالی معاون کے کنارے فروندہ اور اس کے لشکر کو عبرت انگیز شکست دے چکا ہے۔ پھر تم اس کے خلاف کیسی بُری خبر لائے ہو؟

منذر نے دوبارہ گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ ولید کے ایک جرنیل اور نو قیس کے سردار جابر بن دہب نے ولید کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ ولید فریاد کو شکست دینے کے بعد اس بغاوت کی سرکوبی کے لیے عہد کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔

لان کے چہرے پر خستگی دے چینی کے علاوہ بے آباد و نول کی سہی مجبوری اور ہولناکی جلی تھی۔ عمونہ کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ وہ صد انگشتاروں کی مانند اس اور خاموش تھی اور اشکوں کے تارے اس کی پلکوں پر چمکنے لگے تھے۔ عزرا لان دُک سے کہا۔ یہ خواب ہے یا بیداری یا ہماری سرزمین ہی بانجھ ہونے والی ہے۔

منذر کچھ کہنے والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ منذر نے جیب دروازہ لے کر دیکھا تو سامنے بستی کا ایک جوان کھڑا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ جوڑی دیو قبل بستی میں داخل ہوتے وقت ہمیں خبر سنائی تھی کہ امیر ولید کے خلاف یہ ہوجی ہے۔ اب میں آپ کو ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔ ابھی ابھی عہد کی طرف ہماری بستی کا ایک جوان آیا ہے۔ وہ وادی ارغون کے والی مالک بن نمرہ کے نام لشکر میں شامل تھا جس نے امیر عمروں کی سرکردگی میں فروندہ سے جنگ لڑی۔ وہ سیدھا عہد سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اس بغاوت میں کسی ایک نے بھی جابر کا ساتھ نہیں دیا اور امیر ولید نے جابر کو شہر بدر کر دیا ہے۔ منذر دروازہ بند کر لیا اور ننگڑا کر بھاگتا ہوا وہ عزرا لان کے پاس آیا اور مسکرا کر کہا۔ اؤ اؤ خدا کے حضور سجدہ شکر ادا کریں کہ ولید نے بغاوت پر تباہی پالیا اور جابر کو اس نے شہر بدر کر دیا ہے۔ عمونہ اور عزرا لان کے چہروں پر مسکراہٹ لگی تھی۔ پھر عمونہ نے چمڑے کا مصلے بچھایا اور تینوں اپنے رب کے حضور سجدہ کر گئے تھے۔



مریہ اور مازر کی حویلی کا محافظ پیلاطس اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا حویلی میں پہنچا۔ گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد اس نے اس کی زین اتار کر اس کے چالہ وال دیا اور پھر احتیاط سے ایک بار اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے بعد حویلی کے اندر دینی حصے کی طرف بڑھا تھا کہ اتنے میں حویلی کے اندر مریہ اور لول نہیں بھاگتی ہوئی نکلیں۔ پیلاطس کو دیکھتے ہی مریہ نے بچھا۔ پیلاطس!

شکندہ کے جنوب میں جہاں آکر سمندر کا ریتلا ساحل ختم ہو کر زرخیز زمین کے
 قطعات شروع ہوتے تھے وہاں پانی کا ایک کنواں تھا جس سے لوگ پینے کا پانی حاصل
 کرتے تھے اور اسی کنویں سے بستی کی زمین بھی سیراب ہوتی تھی۔ یہ کنواں اہل
 شکندہ کے لیے ایک نعمت تھا جو سمندر سے قریب ہونے کے باوجود انہیں
 بجائے پانی مٹا کرنے کے علاوہ بستی کے مغرب میں ایک کوہستانی سلسلے تک پھیلی ہوئی
 زمین کو سیراب کر کے ان کے لیے اناج، سبزی اور پھل پیدا کرنے کا ایک ذریعہ
 تھا۔ عموماً بھی بستی کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ اسی کنویں سے پانی بھرا کرتی تھی۔
 ایک روز جب کہ مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہو رہا تھا اور اس کی
 کرنیں سمندر کے اندر رنگ بکھیرتی ہوئی اس کی انتہاء اور تہ تک حلوں کو گئی تھیں
 عموماً کنویں پر پانی بھرنے آئی اس نے دو ٹکے اٹھا رکھے تھے۔ کنویں پر اس وقت
 اونٹ جتا ہوا تھا اور کنویں سے شفاف پیٹھا پانی نکل کر کچی نالی میں بہتا ہوا مغرب
 کی طرف جارہا تھا۔ عموماً نے اپنے دونوں ٹکے خوب دھو ما بھجھ کر بھرے۔ اتنے
 ہی بستی کی کئی ایک لڑکیاں بھی پانی بھرنے وہاں پہنچ گئی تھیں۔ سب نے اپنے
 اپنے ٹکے بھرے اور بستی کی طرف چل دیں۔ عموماً بھی ان کے ساتھ ہوئی تھی۔
 عموماً پانی کے ٹکے اٹھائے جب گھر میں داخل ہوئی تو موسم بہار کے
 ابتدائی دنوں میں چکنے والی کلی کی طرح مسکرا اٹھی۔ گھر میں عز لان اور منذر کے
 بال ولید اور ناطور بیٹھے ہوئے تھے۔ عموماً نے دونوں ٹکے پتھروں سے نہی ہوئی
 اناج کی جگہ پر رکھ دیے جس کے اوپر موٹی موٹی ریت ڈالی گئی تھی۔ پھر وہ مڑی
 اور مسکراتی ہوئی اس طرف بڑھی جہاں عز لان اور منذر کے پاس ولید اور ناطور
 بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

ولید نے بھی عموماً کی طرف دیکھا۔ وہ ویسی ہی شاداب اور ایسی ہی حسین
 لڑکی جیسی پہلے تھی اور خوشبو کے سفر کی طرح چلتی ہوئی یوں ولید کے سامنے اکھڑی
 ہوا جیسے چاند بادلوں کی تہوں کو چیر کر نکلا ہو۔ ولید سے دوبارہ ملنے

پیلطس! کیا یوسان اور اضافہ سے تمہاری ملاقات ہوئی۔ کیا تم نے ہمارا بیٹا
 پہنچا دیا۔ پیلطس نے گردن جھکاتے ہوئے غمزہ آواز میں کہا۔ میں نے ان
 کو ہتھانوں کے اندر یوسان اور اضافہ کو بہت تلاش کیا لیکن وہاں نہ کوئی لڑکا
 اور نہ آبادی ہے۔ وہ ایک ویران جگہ ہے۔ جس کے اندر کوئی انسان رہائش نہیں
 رکھتا۔ وہاں مجھے ایک گھوڑ سوار ملا تھا اس سے میں نے پوچھا کیا یہاں کوئی ایسی
 بستی ہے جس کے سردار کا نام نابال ہو اور اس کے بیٹوں کے نام یوسان اور اضافہ ہوں
 لیکن وہ گھوڑ سوار بھی مجھے کچھ نہ بتا سکا کیونکہ وہ خود ایک مسافر تھا اور جنوب سے
 شمال کی طرف سفر کر رہا تھا۔

مرسیہ اور مازر دونوں اداس اور غمگین ہو گئی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ غم
 کھڑی رہیں۔ پھر مرسیہ نے پرانندہ سے لہجے میں کہا۔ تو کیا یوسان اور اضافہ نے میں
 اپنے متعلق غلط اطلاعات فراہم کی ہیں لیکن ایسا کرنے میں ان کے لیے کیا منفعت
 تھی۔ پیلطس نے کہا۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنے متعلق دھوکے
 میں رکھا ہے لیکن انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ میں تو اب سمجھنے لگا ہوں شاید انہوں
 نے ہمیں اپنے نام بھی صحیح نہ بتائے ہوں۔

مرسیہ نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ پیلطس! پیلطس! وہ اب جو بھی
 ہیں میری اور مازر کی زندگی کے آسمان پر دو چپکتے ہوئے ستارے ہیں۔ ہم اپنی زمین
 ان سے وابستہ کر چکی ہیں۔ اب ان کی تلاش ہی ہمارا نصب العین ہے۔ میرا دل
 کہتا ہے ایک روز ہم انہیں ضرور تلاش کر لیں گے۔ پیلطس! تم کوئی ایسا اعتبار
 کا آدمی ڈھونڈو جو ان دونوں کو تلاش کرے۔ ہم اسے اس کا معقولہ عائدہ
 دیں گے۔

پیلطس جواب میں کچھ والا تھا کہ مرسیہ اور مازر کا باپ لونا حویلی میں
 داخل ہوا۔ لندا وہ تینواں خاموش ہو گئے اور پھر وہ بات کا رخ بدل کر کسی اور موضوع
 پر اُفت گزرنے لگے تھے۔

کی مسرت ہیں وہ اندھیری رات کے ستاروں سے بھی زیادہ پرسکون اور خوش دے رہی تھی۔

عمونہ جیب ولید کے سامنے آئی تو ولید نے بڑی مہمزدی اور محبت پوچھا۔ ”عمونہ! عمونہ! تم کیسی ہو؟ عمونہ نے مسکرا کر کہا۔ دیکھ لیں ویسی ہوں جیسی آپ چھوڑ کر گئے تھے۔ ولید نے سامنے ایک خالی نشست کی اشارہ کر کے کہا۔ بیٹھ جاؤ کھڑی کیوں ہو۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اب تک جا چکا ہوتا۔ عمونہ بیٹھ گئی اور فکر مند آواز میں پوچھا۔ آپ کہاں آ رہے ہیں اور کدھر جائیں گے۔

ولید نے عمونہ سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے کہا۔ میں حمرہ سے آیا ہوں ہزیرہ سارڈینیا کی طرف جاؤں گا۔ میرے ساتھ ناطور اور لشکر کا ایک حصہ بھی جا رہا ہے۔ میں اپنی ایک اندرونی بغاوت فرو کرنے کے علاوہ خرواندہ ایک عبرتناک شکست دے چکا ہوں۔ اب وہ کچھ عرصہ تک اٹھنے کے قابل نہ گا۔ اس کے دوبارہ تیاری کرنے تک میں ان مسلمان لڑکیوں کو واپس لانا چاہتا ہوں جنہیں عیسائی بحری قزاق پکڑ کر لے گئے تھے اور جن میں اس گھر کی خاتون عزلان کا بھی ہے۔ منذر بھی اس مہم میں میرے ساتھ جائے گا۔ یہ وہاں کی سب جنگوں واقف ہے لہذا میری بہتر راہنمائی کر سکے گا۔

ولید کھڑا ہو گیا، میں اب جاتا ہوں۔ عمونہ کی حالت اس اجنبی اور پرہیزگار ستارے جیسی ہو گئی تھی جو صبح سے پہلے آتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اس زردی جیسی ہو گئی تھی جس کے لیے درخت سے ٹوٹ کر گر پڑنے کا لمحہ آ گیا ہو۔ وہ خاموش رہی اور گہرے انداز میں ولید کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ دل کی صدا اور چپ کی زبان سے زحمت ہونے والے ولید سے پوچھ رہی تھی۔ آپ کب آئیں گے؟ ولید ناخاندان اور پڑھے ملاح منذر کے ساتھ باہر نکلا اور تینوں کھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ مونہ گھر کے دروازے پر کھڑی ہو کر انہیں دیکھتی رہی۔ جب وہ سمندر کے

کے کنارے کنارے گر دو غبار کے سیاہ مرغولے میں روپوش ہو گئے تو عمونہ رو پڑی اس کے دل میں دھڑکتے خون اور آنکھوں کے بہتے پانی میں ایک ہی صدا اٹھ رہی تھی۔ ولید! ولید! میرے ساتھی! میرے ہمسفر! کب آپ کو سکون کی زندگی نصیب ہوگی۔ کب میں غم و آلام میں آپ کی شریک بن سکوں گی۔

ولید کے آنے کی خوشی میں چند لمحوں کے لیے عمونہ کے چہرے پر جو چاند حسین مرثدہ، کمکشاں سے زیادہ دلفریب خوشیاں اور لذت سے بھرپور جذبات کی عکاسی ہوئی تھی وہ سب اس کے آنسوؤں میں بہہ گئی تھیں۔ وہ خاموشی کے آنسوؤں میں یوں ایک ٹک دیکھ رہی تھی گویا وہ سمندر کی آغوا میں، گہرے پانیوں میں، تلواروں کی جھنکار، ڈھالوں کی گونج اور اندھیروں سے پاک دور دراز سیاروں کے اندر اپنے ولید کا عکس تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ جانے کب تک وہ وہاں کھڑی اپنے آنسوؤں میں اپنے مستقبل کو تلاش کرتی رہتی کہ عزلان کی آواز گونجی۔ عمونہ! عمونہ! کہاں ہو میری بیٹی! ادھر میرے اس آؤ۔ عمونہ سنبھل گئی۔ جلدی جلدی اس نے اپنے آنسو پونچھ لیے اور گھر کے اندر چلی گئی۔



ہمارے لیے خطرے اور دشواری کا باعث نہ بنے۔ لہذا اس چھوٹے سے ٹاپو کے گرد
جہاں چھوٹے چاروں طرف سے اس کی نگرانی شروع ہو گئی تھی۔

اپنے شکر کو چاروں طرف پھیلانے کے بعد ولید، ناطور اور بوڑھا ملاح
نڈر اس ٹاپو پر آئے۔ ان کے سامنے ٹاپو کے اندر لاکھوں خورد و پودوں اور بیلیوں کا طویل
بلبلہ تھا جس سے صبح کے وقت تیز ہو جانے والی ہوا ٹکرا کر سائیں سائیں کی آوازیں
بدا کرتی ہوئی فضا اور ماحول کو وحشت ناک بنا رہی تھیں۔ ایک دم مندر چوٹا
اٹھا اور دوسرے جنوب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا: ادھر دیکھو وہ روز فضا
میں روشنی کیسی ہے۔ ولید اور ناطور نے بھی گھبراہٹ میں ادھر دیکھا۔ جنوب کی
پات واقعی سمندر کے ایک وسیع حصے میں صرف لمحہ بھر کو تیز روشنی پھیلی اور ختم
ہو گئی۔ ولید نے مطمئن لہجے میں ناطور اور مندر سے کہا: فکر کی کوئی بات نہیں۔ کوئی
تارہ ٹوٹ کر گرنا ہو گا۔

تھوڑی دیر تک وہ تینوں اس ٹاپو کے اندر گھومتے رہے پھر ایک جگہ
رک کر ولید نے ناطور سے کہا: ناطور! لگتا ہے اس ننھے سے جزیرے میں کوئی آبادی
نہیں ہے۔ میں کل شام تک اس جزیرے میں تمہارے ساتھ قیام کروں گا۔ پھر
میں دو جہازوں میں اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ عیسائی قزاقوں کے شہر طرس کی طرف
دراز ہو جاؤں گا۔ مندر میرے ساتھ جائے گا اور وہاں شہر کے اندر اور فوج خانے میں
میری راہنمائی کرے گا۔ میری غیر موجودگی میں یہاں احتیاط سے رہنا۔ ہو سکتا ہے کہ

ان کے وقت ساحلی آبادیوں کی جانب سے اس طرف پھیرے آتے ہوں وہ بھی ہمارے
لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس ٹاپو کے ارد گرد جو بھی شخص تمہیں نظر آئے اسے اپنے
بال نظر بند کرتے رہو۔ وہ اس وقت تک ہماری قید میں رہیں گے جب تک ہم اپنے
قتل میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔ ولید کا پھر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑا
ہوئے اس نے کہا۔

ہم پھر تفصیل سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔



سمندر میں مغرب سے مشرق کی طرف چلنے والی ہوا کے باعث سن
میں اُٹھنے والی چھوٹی چھوٹی لہریں ہلکی ہلکی سسکیوں اور آہوں میں ایک دوسرے
سے سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ ولید اور ناطور اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے اندر
کر رہے تھے۔ انہوں نے بارسلونہ سے اپنا سفر شام کی پھیلتی تاریکی میں شروع
تھا اور اب رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ ہوا چونکہ موافق تھی لہذا اندھے جہاز چر
چلائے بغیر مشرق کی طرف جزیرہ سارڈینیا کے رخ پر بھاگے جا رہے تھے اور ملے
ستاروں سے اپنا راستہ تلاش کرتے ہوئے جہازوں کا رخ صحیح سمت رکھے ہوئے
رات کی بے سکون خاموشی میں ولید اور ناطور اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے
جزیرہ سارڈینیا سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

دوسرے روز سورج طلوع ہونے سے قبل جب کہ فضا میں ابھی گہری تاریکی
ہوئی تھی جہاز ایک ٹاپو پر لنگر انداز ہوئے۔ یہ ٹاپو جزیرہ سارڈینیا کے جنوب مغربی ساحل
صرف ایک میل کے فاصلے پر تھا اور یہاں سے طارس شہر اور بندرگاہ دس میل شمال کی طرف
تھی۔ یہ ٹاپو بظاہر ویران، سنسان اور غیر آباد لگتا تھا پھر بھی ولید نے اسے چاروں طرف
سے گھیر لیا اور اپنے لشکر کو اس نے سختی کے ساتھ حکم دیا کہ چاروں طرف سخت نگہرا
کی جائے تاکہ اگر یہاں کوئی آباد ہو تو ہماری آمد کی خبر پا کر وہ بھاگنے میں کامیاب ہو

آؤ پہلے نماز ادا کریں اور اپنے رب کے حضور اپنی کامیابی کی دعا کریں۔ تینوں نمازوں سے گھنے درختوں میں سے ہوتے ہوئے ساحل کی طرف جا رہے تھے۔

دوسرے روز شام تک ولید نے اس ٹاپو میں قیام کیا۔ جہازوں اور کشتیوں کے گھنے درختوں اور سیلوں کے اندر چھپا دیا گیا تھا۔ لشکر نے اپنے ہر کشتیوں کے اندر ہی قیام رکھا تھا۔ تاہم کھانا پکانے کا انتظام ساحل پر کیا گیا۔ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ولید نے پورا جزیرہ گھوما وہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ چھوٹا سا وہ ٹاپو ویران پڑا تھا۔

جب شام گہری ہو کر رات میں ڈھل گئی تو ولید نے دو سو تجربہ کار ملاٹو جنگجو جوانوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا۔ مندر بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ سب یونانی ملاٹوں کے بھیس میں تھے اور اپنے ساتھ امنوں نے وہی دونوں جہازیاں تھیں جو ولید نے اپنے باپ کی موت کے دوسرے روز یونان اور وینس کے تاجروں کو فتح پا کر حاصل کیے تھے۔ دونوں جہاز تجارتی سامان سے بھر دیئے گئے تھے تاکہ کوشبہ نہ ہو کہ ان کے خلاف کوئی جال بنا جا رہا ہے۔

ولید نے اس رفتار سے سفر کیا کہ اگلے روز صبح سویرے طارس کی بندرگاہ میں داخل ہوا۔ ساحل کے ساتھ دونوں جہازوں کو لنگر انداز کر دیا گیا۔ طارس کے ولید کے جہازوں کی آمد پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ کیونکہ بظاہر دونوں جہاز تجارتی اور طارس کی بندرگاہ پر اکثر یونان، وینس، فرانس اور کارسیکا کے بحری جہاز آتے جاتے رہتے تھے۔ اور ان بحری اور تجارتی جہازوں کا آنا جانا اہل طارس کے لیے سود مند تھا کہ باہم تجارتی مال کے تبادلے میں انہیں منافع کے علاوہ جنس کی صورت میں غذائی مال حاصل ہوتا تھا جس کے لیے انہیں خود تک و دو نہ کرنی پڑتی تھی۔

طارس کے تاجر طبقہ نے ولید کی بھی خوب پذیرائی کی۔ کیونکہ وہ بھی اپنے جہازوں میں کھانے کی اشیاء لایا تھا۔ پہلے روز صبح سے شام تک ولید طارس کے مقامی تاجروں کے ساتھ مال کا لین دین اور تبادلہ کرتا رہا۔ اس کے علاوہ باتوں ہی باتوں میں اس نے

کے تاجروں سے طارس کے جنگجو افراد اور وہاں کے حاکم کی عسکری قوت کے ناظر خواہ معلومات حاصل کر لی تھیں۔

جب شام ڈھل گئی تو ولید نے بوڑھے اور لنگڑے ملاح مندر کے ساتھ اپنے اور طوائفوں کے بازار کا رخ کیا۔ یہ ایک بہت بڑا بازار تھا جو شہر کے شمال میں تھا۔ بازار کے وسط میں آکر ولید نے مندر سے سرگوشی کرتے ہوئے اے میہ بزرگ! ہمیں اپنے کام کی ابتدا کس طرح اور کہاں سے شروع کرنی ہے۔ تم اس بازار سے خوب آگاہی رکھتے ہو۔ لہذا میری راہنمائی کرو کہ ہم اپنے مقصد تک پہنچ سکیں۔

مندر نے ایک گہری سوچ کے بعد کہا۔ یہاں اس بازار میں اس قبحہ خانہ کے بڑی نگاہ میں ایک ایسی لڑکی ہے جس کے چہرے کے خدو خال، جس کی حرکات بات اور جس کی جسمانی ساخت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا تعلق یہاں کی مقامی نسل سے نہیں۔ اس کا لب و لہجہ اور اس کی بول چال مجھے شناسا اور شنیدہ سی ہے۔ ہم دونوں پہلے اس کے پاس چلتے ہیں اور وہیں سے اپنے کام کی ابتدا کرتے۔ ولید نے سکر تے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا اور دونوں پھر آگے بڑھنے لگے تھے۔ لنگڑا اور ٹانگ کو کھینچتا ہوا آگے آگے چل رہا تھا۔ جب کہ ولید اس کے پیچھے تھا۔

ایک عمارت کے سامنے مندر رُک گیا۔ چند لمحوں تک دروازے کے پاس سے ہو کر اس نے سوچا پھر ایک مغنی خیر نگاہ اس نے ولید پر ڈالی اور دروازے پر کھڑک کر اسے پیچھے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا اور ولید مندر کے پیچھے پیچھے اندر چلا۔ وہ ایک دیوان خانے کی طرح سجا ہوا کمرہ تھا جس میں وہ داخل ہوئے تھے اور وہاں جوان لڑکی اور ایک بوڑھی خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ لڑکی حسین تھی اس پھول کی جیسے شبنم میں دھویا گیا ہو۔ اس نکیلنے والی لباس کی طرح جس کی تراش خراش بڑی شاہ اور جانفشانی سے کی گئی ہو۔ وہ ایک رقصاں تھہرتی تھی۔ صحر کا ایک روشن

آلاؤ تھی آگ کا اندھیرے اور تاریک ویرانوں میں جلتا ہوا۔ ولید اور مندر بھی ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

ولید نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھا پھر اس کی نگاہیں جھجک گئی تھیں لڑکی چند لمحوں تک بڑے انہماک کے ساتھ مندر کو دیکھتی رہی پھر اس نے ہزارہ میں پوچھا۔ آپ اکثر یہاں آتے ہیں اور بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ کیا بار بار آپ کا یہاں اور وہ بھی فضول اور بے مقصد اچھا اور احسن کام ہے ؟

مندر کے بجائے ولید نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔ یہ کسی کی تلاش یہاں آتے ہیں۔ لڑکی نے چونک کر پوچھا۔ تلاش — کیا صحرا کے اندر رہتے دودھ کا برتن اوندھانے کے بعد تم اس کی واپسی کا تقاضا کر سکتے ہو ؟ ولید نے کہہ دیا، نہیں۔ لڑکی نے اپنی بات اور آوازیں زور دیتے ہوئے کہا۔ سنو ! یہ ایک بازار ہے اور میں اس کی ایک فحشہ اور قاصدہ ہوں۔ جو لڑکی ایک یہاں آتی ہے اس کے دامنِ عفت پر ایسا داغ لگتا ہے کہ وہ صرف اُمید و آس سے ہی آگاہ رہتی ہے۔ زندگی کے عام مد و جبر میں وہ اوروں کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ آپ کو اس بازار میں اگر کسی کی تلاش ہے تو وہ بے سود ہے۔ زندگی کے قدر جیسا تک اور شیطان کی طرح سیاہ طوفان سے گزرنے کے بعد کون پڑانی یاد اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔

لڑکی جب خاموش ہوئی تو ولید نے کہا۔ تمہارے چہرے تمہاری بات چیت اور تمہارے اطوار سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارا تعلق اس سرزمین سے نہیں جس میں اُمید و آس بیٹھی ہوئی ہو۔ لڑکی نے اُلٹا ولید سے پوچھ لیا۔ آپ کون ہیں ؟ ولید نے بڑی انکسار سے کہا۔ میں تو ایک اجنبی، ایک مسافر ہوں اور آج صبح تجارت کی غرض سے اس شہر میں داخل ہوا ہوں۔ میرا تعلق مغرب کی سرزمین سے ہے شاید تم میرا مطلب سمجھ گئی ہوگی۔ لڑکی چپ اور اداس ہو گئی تھی کشتی کے اس بے بس ملاح کی طرح جس کی کشتی تند اور تیز موجوں کی نذر ہو گئی ہو۔

ولید نے پھر بولتے ہوئے لڑکی کے ذہن پر ایک ضرب لگائی۔ بہن! مجھے لڑکی کی بات کہو۔ لڑکی نے درمیان میں بولتے ہوئے چونک کر کہا۔ بہن ! مجھے اجنبی لہجے میں مجھے مخاطب کر رہے ہو۔ کیا ایک فحشہ بھی کسی کی بہن ہو سکتی ولید نے کہا۔ ہاں میں تمہیں اپنی بہن کہتا ہوں مجھے اپنے دل کی بات کہو۔ تمہارا بھائی ہے کہ تم کچھ جھپٹنے کی کوشش کر رہی ہو۔

وہ لڑکی چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی پھر درد بھری آوازیں اس نے کہا۔ بے طرزِ تکلم اور مخاطب ہونے کا ایسا انداز اپنا یا ہے جو اس بازار اور اس فحشہ میں ایک مشتعل مثال ہی نہیں بلکہ بعید از قیاس بھی ہے۔ آپ تب ایسے کس کی بات کر رہے ہیں آپ کو اگر مجھے اس کے متعلق علم ہوتا تو میں ضرور آپ کی راہنمائی کروں گی نے بوٹھی خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ انہیں ذرا۔ لڑکی نے کاغذ طلب سمجھتے ہوئے فوراً کہہ دیا۔ یہ میری عزیز ہیں۔ آپ ان پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ نے جو کچھ کہنا ہے کہیں میں آپ کے اعتماد کو دھوکہ نہ دوں گی۔ نے فوراً کہہ دیا مجھے اس بازار میں چند ایسی عورتوں کی تلاش ہے جن کا تعلق انہم سے نہیں بلکہ کسی اور سرزمین سے ہے اور زبردستی انہیں یہاں لایا گیا ہے۔ لڑکی نے غور سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جن عورتوں کی آپ کو

بات ہے ان کا تعلق کس سرزمین سے ہے۔ کیا ان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے جس کا آپ کا کوئی تعلق کوئی رشتہ ہو۔ ولید نے کہا۔ ان کا تعلق اندلس کی وادی ارغون ہے اور ان میں میری ایک بہن بھی ہے۔ آپ کی بہن کا کیا نام ہے۔ حمورا۔ حمورا بنت ہشام۔ وہ لڑکی ولید کے اس انکشاف پر بے نشین ہو کر بڑا لڑکائی کی طرح اداس اور افسردہ ہو گئی تھی اور نہ جانے کون خیالوں میں ڈوب

ولید نے اسے خیالوں سے باہر نکالتے ہوئے کہا۔ آپ کہاں کھو گئی ہیں لڑکی! اور ہم سب آوازیں پوچھا۔ آپ کا اپنا نام کیا ہے۔ ولید نے جھٹک کر

دیا۔ ولید بن ہشام — جن عورتوں کی آپ کو تلاش ہے وہ اگر آپ کو مل جائے تو آپ انہیں کہاں لے جائیں گے۔ اگر آپ انہیں یہاں سے نکالنے کے بعد لوگوں بدنامی اور حرف گیری سے بچنے کی خاطر انہیں کسی طوفان، کسی سمندر میں ڈبو دینا میں تو بہتر ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ میں انہیں اس وادی کی طرف جاؤں گا جو ہمارے آبا کی شجاعت کے خون سے لالہ زار ہے۔ میں انہیں ارغون کی وادی کی طرف لے جاؤں گا جس کے آسمان پر انہوں نے کبھی ستاروں کو آبادی اور حالی کے گیت گاتے دیکھا۔ میں ان سے انتقام نہیں لوں گا اس لیے کہ جن حالات میں وہ یہاں لائی گئی ہیں وہ ان کی ہمت اور بس سے ماورا تھے۔ میں انہیں روم کی حقیقت غنیمت، ابدی صداقت اور سرمدی ہدایت کی طرف راہنمائی کروں گا جہاں وہ عزت و وقار کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکیں گی میں انہیں دوبارہ زندگی کی کسی طوفانی اور المناک شب کا سامنا نہ کرنے دوں گا۔

لڑکی نے چند لمحوں تک کچھ سوچا پھر بڑی رازداری سے اس نے پوچھا۔ آپ کی تمام عورتیں آپ کو مل جائیں تو آپ انہیں کیسے یہاں سے نکال لے جائیں گے اگر آپ اکیلے اور یکہ و تنہا ہیں تو اسی سرزمین کی طرف واپس لوٹ جائیں جدھر سے آئے ہیں اس لیے کہ یہ شہر قزاقوں کا شہر ہے۔ ساری رفاہیں ان کی ملکیت ہیں۔ اور کوئی ان کی موجودگی میں کسی عورت کو یہاں سے زبردستی نہیں لے جاسکتا۔ اب فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔

ولید نے چھاتی تلانتے ہوئے کہا۔ تم حوصلہ رکھو۔ میں اکیلا انہیں ہوں میرے ساتھ ایک لشکر بھی ہے اور اگر میرے لیے تعین ہو جائے کہ یہ ہماری عورتیں ہیں تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر بھی اپنی عورتوں کو یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ لڑکے نے ایک ہرزہ خیز سی ترنگ میں کہا۔ توچہ آپ ابھی لوٹ جائیے اور اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اسی وقت آئیے اس وقت تک میں آپ کی ساری عورتوں کو دھوڑ دھوڑ کر یہاں جمع کر لوں گی۔ ولید کھڑا ہوتا ہوا

میں تمہارا مشکور ہوں۔ میں کل اسی وقت پھر آؤں گا۔

منذر کے ساتھ دروازے کی طرف جاتے ہوئے ولید اچانک مڑا اور لڑکی کہا۔ میں بھی کیسا احمق ہوں تمہارا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں ہے۔ لڑکی بلیک آواز اور آداس لہجے میں کہا۔ فی الوقت میرا کوئی نام نہیں ہے۔ اب تک ایک فحہ، طوائف، جسم فروش اور رقاصہ ہوں اور اتنے ڈھیر سارے ناموں سے آپ مجھے کسی ایک نام سے پکار سکتے ہیں۔ تاہم میں آپ سے یہ کہوں گی کہ ابھی ان عورتوں میں سے ایک بد نصیب ہوں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ ولید اور منذر باہر نکل گئے، لڑکی کھڑکی میں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھ لگی۔ جب وہ اندھیرے میں روپوش ہو گئے تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر لی فیض پر گرنے لگے۔ بوڑھی خاتون نے روتے ہوئے کہا۔ اب یہاں کھڑی آنسو بہاتی ہو۔ تم نے اسے یہ کیوں نہ بتا دیا کہ تم حملدار ہو، اس کی بہن ہو۔ وادی ارغون درابنت ہشام ہو۔ لڑکی نے کھل کر روتے ہوئے کہا۔ کیسے کہہ دیتی۔ حالات نے مجھے ان رملوں پر ڈال دیا جو کہیں بھی کسی رشتے سے نہیں ملتیں۔ آہ یہ کیسا ظلم ہے، کیسی تاریک جگہ ہے جہاں میں بھائی کو بھائی کہہ کر نہیں پکار سکتی۔ وہ برسے پاس آیا بھی پر میں اسے یہ نہ کہہ سکی کہ میں ہی تیری مظلوم بہن ہوں۔ میں ہی وہ بد قسمت ہوں جس کی تجھے تلاش ہے۔

خالہ! دیکھا تم نے، میرا بھائی کیسا کٹھن لیل جوان بنا ہے۔ بالکل میرے آپ جیسا ہے۔ کل جب وہ آئے گا تو میں اسے سب کچھ کہہ دوں گی۔ کاش اسے رول سکتی۔ کاش میں اس کی خدمت کر سکتی۔ آہ! میں کیسی بد نصیب ہوں۔ چہرہ کھڑکی سے ہٹی اور بستر پر گر کر سسکیوں اور ہچکیوں میں رونے لگی۔ وہ بوڑھی خاتون اس کا سر اپنی گود میں لے کر اسی اور شقی دے رہی تھی۔ اب کب باہر تاریکی میں ولید اور منذر۔ بن تیرن سے بندر گاہ کے اس حصے کی طرف

جہاں بارسلونہ پر حملہ آور ہو گیا۔

مسلم بن تمام نے شہر سے باہر نکل کر لو تھر کا مقابلہ کیا۔ لیکن لو تھر کے لشکر کی تعداد بارسلونہ شہر کی کل آبادی سے بھی زیادہ تھی لہذا مسلم کو شکست ہوئی اور وہ قلعہ بند ہو گیا۔ مسیحیوں نے دو ایک بار شہر کو فتح کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ لہذا ان کی حالت میں انہوں نے شہر پناہ سے باہر کی ہر چیز کو آگ لگا دی اور ساحل پر مسلمانوں کی کشتیوں اور چند جہازوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔

لو تھر نے بارسلونہ کا محاصرہ کر کے وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کی اسے خطرہ لودید اگر لوٹ آیا اور اس کے آنے تک وہ بارسلونہ میں ہی پڑا رہا تو اس کے لیے بات پیدا ہو جائیں گی۔ لہذا اس نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو اپنے جہازوں کی نط کرنے کے علاوہ بارسلونہ کا محاصرہ جاری رکھنے پر مقرر کیا اور بقیہ لشکر کو لے کر مغرب کی طرف بڑھا۔ ساتھ ہی ایک قاصد اس نے فرولندہ کی طرف اس پیغام ساتھ روانہ کر دیا کہ ولید اس وقت اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنی سرزمین غیر حاضر ہے۔ لہذا آپ فوراً اس کے دونوں شہروں پر حملہ کر کے عمروں کو جنگ معروف رکھیں تاکہ مجھے مسلمانوں کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر کے اپنی حالت مستحکم کا موقع مل جائے۔

دادی ارغون کے والی مالک بن نمیرہ کو جب خبر ہوئی کہ بارسلونہ پر فرانسیسی آور ہو گئے ہیں تو وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر زرغوزہ سے روانہ ہوئے تاکہ مقصد مسلم کی مدد کر کے فرانسیسیوں کے دباؤ کو کم کرنا تھا لیکن زرغوزہ کوچ کر کے ابھی اس نے دس میل کا سفر ہی طے کیا ہو گا کہ اسے لو تھر کے لشکر کا اکڑنا پڑا جو مسلم کو شکست دینے کے بعد اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مالک بن نمیرہ اپنے مٹھی بھر لشکر کے ساتھ لو تھر کا مقابلہ نہ کر سکا۔ خود بھی میدان جنگ لڑنے لگے اور ایمان افروز جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کے سارے لشکر کو سبوں نے تہ تیغ کر دیا تھا۔ اب لو تھر کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ وہ بڑی سرعت کے

جس روز ولید اپنے لشکر کے ساتھ بارسلونہ کی بندرگاہ سے جزیرہ سارڈ کی طرف روانہ ہوا تھا اس سے دوسرے روز اچانک ایک فرانسیسی لشکر نے بارسلونہ کی بندرگاہ پر حملہ کر دیا۔ یہ لشکر جزیرہ کارسیکا سے کوچ کر کے آیا تھا۔ اصل میں لشکر فرانس کی بندرگاہ مارسلیز سے اسی لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تھا جسے بارسلونہ شمال میں ایک طوفانی اور برسات کی رات ولید شکست دے چکا تھا۔ کچھ دور تک دونوں لشکروں نے ایک ساتھ سفر کیا۔ پھر ان میں سے ایک جس کی مقدار کم تھی۔ بارسلونہ کے شمالی حصے کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرا سیدھا مشرق کی طرف سفر کرتا ہوا جزیرہ کارسیکا کی طرف چلا گیا۔ مسلمان جاسوس ان دونوں لشکروں کو ایک ہی سمجھے تھے اور انہیں اس کا علم نہ ہونے پایا تھا کہ ایک لشکر کارسیکا کی طرف چلا ہے۔

فرانسیسی مسلمانوں کو اندھیرے اور دھوکے میں رکھنے کی اس چال میں پوری طرح کامیاب رہے تھے۔ کارسیکا میں قیام کرنے والے فرانسیسی لشکر کو جب اطلاع ملی کہ ان کے لشکر کو بارسلونہ کے شمال میں ولید بن ہشام نے شکست دی ہے تو وہ موقع کی تلاش میں کارسیکا کے اندر پڑاؤ کر کے انتظار کرنے لگے۔ گوان پر ولید کے نام کی ایک دہشت بیٹھ گئی تھی پھر بھی وہ کسی مناسب وقت پر اندلس کی طرف کوچ کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ جب اس لشکر کے جاسوسوں نے خبر دی کہ ولید بن ہشام بارسلونہ سے روانہ ہو کر مشرق کی طرف کسی انجانی منزل کی طرف روانہ ہوا ہے تو اس لشکر کے سالار لو تھر کو خدشہ ہوا کہ کہیں ولید اس پر ہی حملہ کرنے کے لیے بارسلونہ سے نہ روانہ ہوا ہو۔ لہذا اس نے فوراً کارسیکا سے کوچ کیا اور ولید کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے اندر شمال کی طرف اس خیال سے ایک لمبا چمکر کاٹتے ہوئے وہ بارسلونہ کی طرف بڑھا کہ کہیں سمندر کے اندر اس کی مٹھ بیٹھ ولید سے نہ ہو جائے۔ لہذا وہ ولید سے ٹکراؤ کی پہلو تہی کرتا ہوا اچانک دوسرے روز صبح ہی

ساتھ آگے بڑھا اور کسی مزاحمت کے بغیر اس نے زرغوزہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اس خیال سے زرغوزہ کے مسلمانوں سے کوئی تعرض نہ کیا کہ اگر وہ ان کا قتل عام کرتا ہے تو شہر کے اندر وبائی امراض پھیلنے کا خطرہ ہے جب کہ وہ زرغوزہ کو اپنی ہم کامری شہر بنا کر وہاں مستقل قیام کر کے اپنے حملوں میں مزید دباؤ اور قوت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ زرغوزہ میں قیام کر کے لو تھرنے فوراً اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک لشکر کو اس نے زرغوزہ سے ساحل سمندر تک جنوب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنوب کی طرف طرطوشہ شہر کو فتح کرنے کے بعد اور آگے جنوب کی طرف بڑھ کر دادی شہر پر قبضہ کر کے یحییٰ المامون کے مرکزی شہر طلیطلہ کی طرف بڑھے۔ دوسرا لشکر اس نے زرغوزہ شہر کی حفاظت پر مقرر کیا اور تیسرے لشکر کو جو اس کی اپنی کمان داری میں تھا اسے لو تھرنے کسی ناگمانی مہم کے لیے مستعد کر دیا تھا۔

لو تھرنے صرف چند ہی یوم میں ایک انقلاب اور طوفان برپا کر دیا تھا عمروں کو جب خبر ہوئی کہ ایک فراتسیبی لشکر نے مسلم کو شکست دینے اور مالک بن نیرہ کو قتل کرنے کے بعد پوری وادی ارغون پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ تیز اندھی اور خود سر طوفان کی طرح حرہ سے نکلا اور دادی ارغون کی طرف بڑھا۔ اسے اطمینان تھا کہ مسلم بارسونہ میں محصور ہو کر شہر کو محفوظ کر چکا ہے۔ لہذا وہ دادی ارغون اور اس کے نواح میں لو تھرنے کی دراز ہوتی بساط اور پھیلتے زہر کا فوراً سد باب کرنا چاہتا تھا۔ دادی ارغون کی طرف جانے کے لیے عمروں نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی دادی نوا میں ہی داخل ہوا تھا کہ اسے خبر ملی کہ جیولوس ماریا اور پولس ایک جبرار لشکر کے ساتھ حرہ اور سویدا کا رخ کر رہے ہیں۔ عمروں غصے میں دانت پیس کر رہ گیا۔ دادی ارغون کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قدم رک گئے۔ وہ جانتا تھا کہ حرہ اور سویدا خطرے میں ہیں لہذا وہ دایس مڑا اور جیولوس ماریا کی طرف بڑھا۔

جیولوس ماریا اور پولس اپنے شہر فتالیہ کے پاس سے گزرتے ہوئے لو تھران اشارت کے شمال مغربی حصے میں ہی داخل ہوئے تھے کہ ولید نے ان کا راستہ روک دیا۔

دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کیا اور صفیں درست کرنے لگے۔ مسلمان ولید کی کمی محسوس کر رہے تھے تاہم عمروں کی سرکردگی سے مطمئن ہو کر وہ دشمن کے طوفان کا رخ موڑ دینے کا عزم کر چکے تھے۔ دونوں لشکروں میں زور زور سے جنگ کے طبل بج رہے تھے۔ جیولوس ماریا نے اس بار انفرادی لڑائی سے جنگ کا آغاز کیا۔ شاید وہ جنگ کو طویل دے کر لو تھرنے کی طرف سے مدد کی توقع رکھتا تھا۔ اس بار فرولڈنڈ اور اس کا بھائی یسی لشکر میں شامل نہ تھے۔ جیولوس ماریا لشکر کا سپہ سالار تھا۔ جبکہ پولس اس کے ایک نائب کی حیثیت میں کام کر رہا تھا۔

جیولوس ماریا کی طرف سے ایک جوان انفرادی جنگ کے لیے اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں اُترا۔ عمروں جانتا تھا کہ جنگ میں تاخیر اس کے لیے چہار سو خطرے بھر دے گی۔ لہذا وہ اس جنگ کو فوراً سمیٹ کر اس بھڑپن کو فوراً چاہتا تھا جو لو تھرنے کی صورت میں دادی ارغون پر چھا کر دھیرے دھیرے جنوب کی طرف طلیطلہ کے حکمران یحییٰ المامون کے علاقوں کی طرف پھیلتا جا رہا تھا۔ وہ ولید کی آمد سے قبل ہی اپنے مقبوضہ علاقوں کو صلیب سے خالی کر لینا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنے آقا کے سامنے شرمسار ہو۔ لہذا اس نے خود میدان میں اُتر کر انفرادی جنگ میں حصہ لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔

عمروں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اہل صف سے بنو قیس کا ایک جوان اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا نکلا اور عمروں کا راستہ روکتے ہوئے اس نے کہا۔ یا امیر! کیا ہم ایسے ہی گئے گزرے ہیں کہ آپ کو انفرادی جنگ میں ٹھہر لینے دیں۔ آپ کے ذمے اور بہت سے کام ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی کارکردگی میں آپ کو مایوس نہ کروں گا۔ مجھ پر اعتماد کیجئے۔ میں دشمن کا مہر باٹ کر آپ کے قدموں میں نہ پھینک دوں تو قیامت ایسی۔ ولید کے جواب میں سے قبل ہی اس عرب نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان میں اُتر گیا تھا۔ جب وہ عرب جیولوس ماریا کے سپاہی کے سامنے آیا تو اس نے پوچھا

کون ہو تم؟ عرب نے بڑی انکساری سے کہا۔ میں اپنے لشکر میں سب سے کم تر اور میرے لیے یہی سب سے بڑا اعزاز ہے کہ میں اپنے لشکر کا سب سے ادنیٰ ہوں۔ جیولوس ماریا کا سپاہی ایک دم پھرا اور عرب پر حملہ کر دیا۔ شاید وہ بدو کو باتوں میں الجھا کر فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن اس بدو نے اپنے دشمن تمام عیار یوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اس کے ہروار کا مناسب دفاع کیا تھا۔ جیولوس ماریا کا سپاہی ہر طرف سے پتیرے بدل کر اپنے حملہ کرنے کی استطاعت کو آندا چکا تو وہ بدو دفاع سے نکل کر جارجیت پر اتر آیا۔ دو چار انتہائی مہلک وار کرنے کے بعد بدو بدو نہ رہا تھا۔ طوفان بن گیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اپنے مقابل کو اپنے آگے آگے یوں بھگاتا رہا جس طرح منہ زور آندھی ہر چیز کو کمر رکھ دیں۔ اب اس کا مقابلہ کرنے والا محسوس کر رہا تھا اس کے مقابلے میں لشکر کا ادنیٰ سپاہی نہیں بلکہ ایک غلاب ہے جس کی جارجیت سے بچ نکلا آسان نہ تھا۔

دفعاً وہ عرب مقابلے کو آخری لمحات میں گھسیٹ لایا۔ اس نے جیولوس ماریا کے سپاہی کو بائیں ہاتھ کا چکمہ دیا اور دائیں طرف سے تلوار گما کر اس نے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ جیولوس ماریا کے لشکر میں کاٹ کھانے والی خاموشی چھا گئی تھی۔ اس عرب نے اپنے مقابل کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور اپنے گھوڑے کو اس نے واپس ایڑ لگا دی تھی۔ عمروں کے پاس آکر اس عرب نے کٹا ہوا سر اس کے قدموں میں پھینکتے ہوئے کہا۔ یا امیر! بنو نسیس کا ایک بیٹا جابر بن وہب غدار ضرور تھا لیکن ہم ایسے نہیں ہیں کہ جنگ اور آشوب میں اپنے امیر کے کام نہ آسکیں وہ عرب کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیونکہ دشمن کی طرف سے ایک اد جوان مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آتا تھا۔ دراصل جیولوس ماریا جنگ کو طول دے رہا تھا اس لیے کہ اسے فرانسیسی جرنیل کو تھر کی طرف سے ابداد کی توقع تھی اکیلا عمروں سے جنگ کرتے ہوئے بکتر رہا تھا۔

عمروں سب کچھ سمجھ رہا تھا لہذا انفرادی مقابلے کے لیے اپنے کسی جوان کو بھیجنے کے بجائے اس نے عام حملے کا حکم دے دیا تھا۔ دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور جبل اشارات کے شمال مغربی حصے کی پتھریلی زمین کے اندر تلواروں کی جھنکار اور ڈھالوں کی گونج کا ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے عمروں کی سرکردگی میں اپنے پہلے ہی حملے میں جیولوس ماریا کی اگلی کئی صفوں کو کاٹ دینے کے علاوہ کچھلی صفوں کے اندر بھی اپنے پرجوش حملوں سے ایک کھلبلی اور انتشار پیدا کر دیا تھا۔ عمروں اپنی اس تدبیر میں پوری طرح کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا کہ وہ جیولوس کو شکست دینے کے بعد لو تھر کا رنج کرے اور ولید کے آنے سے قبل ہی اسے اسپانیہ کی سرزمین سے نکال دے لیکن قدرت شاید اپنے نیک بندوں کے امتحان کی خاطر کوئی اور ہی اہم اور یک طرفہ فیصلہ کر چکی تھی جس کے آگے کسی کو روگردانی اور فرار نہ تھا۔

عین اس وقت جب کہ جیولوس ماریا اور پولس عمروں کے مقابلے سے بھاگ جانے کا ارادہ کر چکے تھے کیونکہ ان کے لشکر میں واضح طور پر شکست کے آثار پیدا ہو چکے تھے اور ان کے لشکر کا ایک حصہ بڑی طرح پسا ہو کر میدان جنگ سے منہ بھی موڑ چکا تھا۔ عمروں کا ایک آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ لو تھر ایک لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور سرعت سے حرمہ اور سویدہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ عمروں کے بالکل تلے سے زمین نکل گئی۔ اسے خبر تھی کہ اس کے پیچھے کوئی ایسی قوت نہیں جو حرمہ اور سویدہ کا دفاع کر سکے۔

قدرت نے اسے عجیب امتحان میں دوچار کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ دشمن کو عبرتناک شکست دینے والا تھا تو دوسری طرف اس کے مرکزی شہر خطرے میں تھے۔ حرمہ اور سویدہ کے ہزاروں مسلمانوں کے دفاع اور حفاظت کی خاطر عمروں نے اپنی اس فتح سے منہ موڑ کر حرمہ کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لہذا اس نے ڈیڑ بجیمت اور ترکیب کے ساتھ جنگ میں بڑی طرح مصروف اپنے لشکر کو سمیٹا

اور پیچھے ہٹنے لگا۔ عین اس وقت جب کہ جنگ زوروں پر تھی پسا ہو کر دشمن سے جان چھڑانا کوئی آسان کام نہ تھا۔

عمروس لڑتا لڑتا کچھ فاصلہ پیچھے ہٹا۔ اس سے جیولوس ماریا اور اس کے لشکروں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر قبل تک جہاں انہیں اپنی شکست صاف دکھائی دے رہی تھی اور وہ پریشانی کی حالت میں رزم گاہ سے بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے تھے وہاں اب مسلمانوں کو صرف چند لمحات کے اندر اندر حالات ان کے حق میں کروٹ لے لیں گے اور وہ شکست سے دوچار ہوتے ہوئے فتح سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ اس حالت کو دیکھتے ہوئے جیولوس ماریا نے اپنے لشکر کو لٹکارا اور پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔

عمروس اب بڑی تیزی سے پسا ہو کر عہ کے رُخ پر بڑھنے لگا۔ جنگ کرتے وقت اپنے لشکر کے آگے تھا لیکن پسا ہوتے وقت وہ لشکر کے بالکل پیچھے رہ کر اپنے سپاہیوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ عین اسی وقت جب کہ جیولوس ماریا اور پولس بڑی شدہ اور جہز و جوار کے ساتھ عمروس کا تعاقب کر کے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جبل اشارات کی سنگلاخ چٹانوں اور دیوالخ سلسلے کے اندر سے چھوٹا سا ایک لشکر نمودار ہوا وہ سب اپنے جنگی لباس کے اوپر عربوں جیسی عبا میں پہنے ہوئے تھے اور ان کا سالار جو اس لشکر کے آگے آگے سفید گھوڑے پر سوار طوفان کی طرح اڑا رہا تھا۔ اس کی سفید عبا ہوا میں بڑی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ اس لشکر کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہزار کے قریب ہوگی اور قریب آتے ہی انہوں نے اس قدر سختی اور افشار کے ساتھ جیولوس کے لشکر پر حملہ کیا تھا کہ وہ دیوانہ وار اور اک جذبہ ایمانی کے ساتھ اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے جیولوس کے لشکر کے بائیں حصے کو کاٹتے ہوئے تیز زہریلے خنجر کی طرح آگے بھڑکتے تھے اور پھر لیٹ کر ادھڑی طوفان بن کر دوبارہ جیولوس کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

ان نئے حملہ آوروں کی آندھل چھیٹ کے باعث جیولوس ماریا نے عمروس

کا تعاقب ترک کر کے اپنے لشکر کو ایک جگہ روک دیا تھا۔ عمروس کو اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ وہ اپنے پھیلے ہوئے اور منتشر لشکر کو ایک جگہ جمع کر کے منظم طریقے کے ساتھ عہ کی طرف کوچ کا بندوبست کر چکا تھا۔ وہ ان سواروں کو پریشانی اور منہ زور سے دیکھا رہ گیا تھا جنہوں نے کوہستانوں کے اندر سے نکل کر جیولوس کو تعاقب ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ عمروس پریشان تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ نئے حملہ آور کون تھے۔ وہ صرف یہ جان سکا تھا کہ آنے والے عرب تھے لیکن وہ تو یہ جاننے کو بیتاب تھا کہ وہ کون سی سرزمین ہے جہاں ایسے مجاہد پیدا ہوتے ہیں جو دوسروں کے آڑے وقت میں کام آتے ہیں۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کاش میں جان سکتا کہ یہ سفید اور مقدس عباؤں والے مجاہد کون ہیں جنہوں نے صرف ایک ہی لمحہ میں برق کا کوندا بن کر دشمن کو سر اسیمہ کر دیا تھا۔ عمروس ابھی انہی سوچوں میں غرق تھا کہ سفید عباؤں اور کھلی استینوں والے عربوں کے وہ لشکر جیولوس کے لشکر کا یا یاں بازو کاٹنے کے بعد مڑے اور باہر سے آئے تھے ادھر ہی کوہستانی سلسلے کے اندر غائب ہو گئے۔ کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔

عمروس نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور بڑی سرعت گئے ماٹھ عہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ جیولوس ماریا کچھ دیر تک دہشت زدہ نگاہوں سے اس نئے لشکر کو کوہستانی سلسلے کے اندر روپوش ہوتے دیکھتا رہا۔ اسے ہمت نہ ہوئی تھی کہ آگے بڑھ کر ان کا تعاقب کرے۔ اصل میں اسے یہ وہم ہو گیا تھا کہ یہ سب اس کے دشمن کی کوئی چال ہے۔ وہ یہ سمجھا تھا کہ عمروس نے جان بوجھ کر اپنی اختیار کی ہے اور وہ مجھے اپنے تعاقب میں لگا کر میرے تعاقب میں اپنے کسی اور لشکر کو لگا کر اور خود بھی میرے سامنے رک کر مجھے دو پاٹوں میں پلٹا جاتا ہے جیولوس اب عمروس کی طرف سے خوف آنے لگا تھا۔ لہذا اس نے وہاں سے اپنے لشکر کو بچا کر حکم دیا۔ اب وہ آہستہ آہستہ اور چاروں طرف نگاہ رکھ کر عمروس کے تعاقب کو لگ گیا تھا۔ وادی نوارا کے اندر جیولوس کی ملاقات کوٹھر سے ہوئی جو اپنے لشکر کے

منذر کی آنکھوں سے بھی سیلاب کی صورت میں آنسو بہہ نکلے تھے اور منہ دوسرے منہ
نے اس نے اپنی آنکھیں خشک کرنا شروع کر دی تھیں۔ ایک رقت آمیز منظر تھا جو کرے
بچا گیا تھا۔ حمور ابھی تک ولید سے لپٹی رو رہی تھی۔

اس بوڑھی خاتون نے حمور کو ولید سے الگ کیا اور اسے ڈھارس دھنی دیتے
پہنچ کر آیا۔ حمور سنبھلی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے ولید سے پوچھا۔ اے
میرے بھائی! میری ماں کیسی ہے۔ وہ مجھے یاد کر کے بہت روتی ہوگی کہ جس طرح تم اس
لے اکلوتے بیٹے ہو اسی طرح میں بھی اس کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میری کم شدگی کے مابعد یقیناً
وہ بیمار ہوگئی ہوگی۔ ولید نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میری ماں تو اس وقت
ہی مر گئی تھی جب میں ابھی ننھا سا بچہ ہی تھا۔ میں نے تو اپنی ماں کی شکل تک نہیں
دیکھی۔ میرے باپ نے تو مجھے یہی بتایا تھا۔

حمور نے روتے ہوئے پوچھا کیا میری ماں مر گئی۔ آہ! وہ میری جدائی کا غم
بہنے میں ہی لے کر اس دنیا سے کوچ کر گئی۔ روتی آواز میں حمور نے ذرا رک کر پھر
اپنا اے میرے بھائی! یہ تو کہو میرا شیر دل باپ کیسا ہے۔ وہ اس ہم میں تمہارے
ساتھ کیوں نہیں۔ کیا وہ اس قدر بوڑھا اور لاغر ہو چکا ہے کہ جنگ میں حصہ نہیں
لے سکتا۔ کاش میں اس کے پاس ہوتی اور اس کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتی
ولید کی گردن جھکی رہی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ حمور نے اپنی آواز میں زور پیدا
کرتے ہوئے کہا۔

یا انخی! تم بولتے کیوں نہیں۔ تم میرے استفسار کا جواب کیوں نہیں دیتے
ولید نے کھٹی گھٹی آواز میں کہا۔ میرے ابی ان عیسائی بحری قزاقوں کے ساتھ ایک جنگ
جنگ میں مارے گئے تھے۔ آج میں ان قزاقوں سے اپنی عورتوں کے اغوا کا ہی نہیں اپنے
اپ اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا انتقام بھی لوں گا۔

حمور ابچاری منہ سے کچھ نہ کہہ سکی تاہم وہ اپنے ماں باپ کے مرجانے کے غم
کے سبب کھانسی لے کر رونے لگی تھی۔ اتنے میں منذر سنبھلا اور اپنی بھیلی پلکیں صاف

ساتھ زرغوزہ کی طرف سے آ رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے تعارف کیا اور
آگے بڑھنے لگے۔

فرانسیسی جرنیل لوٹھر کی آمد پر جیولوس کے اندیشے اور دوسرے جاتے رہے
تھے اور اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ دونوں نے آگے بڑھ کر حرمہ اور سویدا
محاصرہ کر لیا جب کہ عمروں محصور ہو کر دونوں کے خلاف اپنی دفاعی جنگ کر رہا
لگا تھا۔ شمالی اندلس میں چند ہی دنوں کے اندر ایک بڑا انقلاب برپا ہو گیا تھا۔
علاقوں کے لوگ کبھی ولید کی نگرانی میں پورے سکون زندگی بسر کر رہے تھے وہ اپنے
بارھچوڑ کر محفوظ علاقوں کی طرف بھاگ رہے تھے۔

عمروں اور مسلم محصور تھے، مالک بن نیرہ قتل ہو چکا تھا اور ان سب
سے بے خبر ولید اور ناطور جن پرہ سارڈینیا میں اپنی مہم کے پیچھے لگے ہوئے تھے ولید
کا حکمران اپنی جگہ پریشان تھا کیونکہ لوٹھر کا ایک لشکر اس کے علاقوں کی طرف
بٹلنا کر رہا تھا۔



دوسرے روز ولید نے پھر منذر کے ساتھ فوج خانہ کا رخ کیا اور حمور کے
میں داخل ہوا۔ وہ اور اس کے ساتھ کی بوڑھی خاتون شاید ان دونوں کا ہی انتظا
کر رہی تھیں۔ ولید نے بیٹھتے ہی پوچھا کیا تم نے ان عورتوں کو جمع کر لیا ہے۔ جو
کا تعلق وادی ارغون سے ہے۔ میں انہیں یہاں سے نکال لے جانے کا پورا انتظام
چکا ہوں۔ بوڑھی خاتون نے ولید کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا آپ سب سے پہلے
اپنی بہن سے ملنا پسند نہ کریں گے۔

ولید نے بتائی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہاں ہے میری بہن! خاتون نے
اس حسین لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہی آپ کی بہن ہے۔ اس کا نام
ہے۔ حمور بنت ہشام۔ ولید اٹھا اور اپنے بازو پھیلا دیئے حمور بھاگی اور ولید
سے لپٹ گئی۔ وہ دھاڑیں مارتی ہوئی رونے لگی تھی۔ بوڑھی خاتون بھی روتی

کا ثبوت دیا۔ پوری بستی کے مرو کیا بوڑھے کیا جوان قافلے کے اندر خشک لکڑی اٹھارے کا سامان، مگر کم کپڑے اور چارے کے انبار لگانے لگے تھے۔

فقہاؤں میں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ تاہم بڑاؤ کے اندر کہیں کہیں آگ کے روشن ہونا شروع ہو گئے تھے۔ عزلان اور عمونہ ایک ہی بستر میں سردی سے بچنے لیے دہکی بیٹھی تھیں اور ان کا کھوڑا گردن جھکائے ان کے پاس کھڑا تھا۔ لگتا تھا، چیز پر اُداسی چھا گئی ہو۔ اتنے میں بستی کے چند بوڑھے اور جوان سامان سے لاد ہوئے چند گدھوں کے ساتھ وہاں آئے۔ ایک بوڑھے نے عمونہ کو مخاطب کرنا کہا۔ "اے بیٹی! کیا تم دونوں تنہا ہو؟" عمونہ کے بجائے عزلان نے کہا۔ "ہم دونوں ماں بیٹی تنہا کیسے ہیں۔ کیا یہ سب قافلے والے اور بستی کے لوگ جو رضا کارانہ طور پر قافلے کی خدمت کو رہے ہیں میرے بھائی اور بیٹے نہیں ہیں۔"

اس بوڑھے نے بڑی دردمندی سے کہا۔ تم نے سچ کہا خاتون! تم دونوں تنہا نہیں صرف ہم ہی نہیں، پوری ایک ملت تمہارے ساتھ ہے۔ پھر اس بوڑھے نے چند جوانوں کو اشارہ کیا جنہوں نے عزلان اور عمونہ کے قریب سب سے پہلے آگ کا اڈا روشن کیا اور ایک گدھے کے بوجھ کی فالتو لکڑیاں بھی وہاں پھینک دیں۔ اس کے بعد انہوں نے گھوڑے کے آگے چارہ ڈال دیا۔ اتنے میں اس بوڑھے نے ایک بورے کے اندر سے کھانے پینے کا کچھ سامان نکالا اور عمونہ کے آگے ڈھیر کرتے ہوئے کہا۔ اے سچی! یہ تم دونوں ماں بیٹی کا حصہ ہے کسی اور کی ضرورت ہو تو کہو۔ ایک جوان بھاگتا ہوا آیا اور عزلان کے قریب دو گرم دہلی کبیل رکھ دیئے۔ بوڑھے نے پھر پوچھا۔ کیا تمہارے پاس پانی ہے۔ عزلان نے رقت آمیز آوازیں کہا۔ اے بھائی! ہمارا مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا ہے اور وہ بوڑھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

عمونہ نے کھانے کا سامان دیکھا۔ اس میں پنیر اور گھی کی ایک چمچی تھا

مجھ سے روپوش رہی۔ میں اسے ملتا بھی رہا لیکن اس نے کیوں مجھے آج تک بیٹا کہہ کر نہ پکارا؟ میرے باپ نے کیوں مجھ سے کہا کہ میری ماں مر چکی ہے۔ کیا میری ماں اور باپ کے درمیان کوئی جھگڑا تھا یا انہوں نے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

دید کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مندر نے کہا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے! تمہاری ماں اور باپ کے درمیان کوئی جھگڑا اور علیحدگی نہ تھی۔ تمہارا باپ بچارا تو مرتے دم تک میرے اور عزلان کے اخراجات برداشت کرتا رہا۔ وہ ایک بہادر اور نیک نوجو بھائی تھا۔ اس نے میری بہن اور تمہاری ماں عزلان کو ہمیشہ اپنی جان کی طرح عزیز رکھا۔ جس روز حمورا اور اس کے ساتھ ہماری کئی دوسری لڑکیوں کو ان بحری قزاقوں نے اغوا کر لیا۔ عزلان کو اس کا سخت صدمہ ہوا اس لیے کہ وہ حمورا سے بے حد محبت کرتی تھی۔ وہ ہشام پر زور دیتی رہتی کہ حمورا کو تلاش کر کے لائے۔ ہشام نے حمورا کو بہتر تلاش کیا لیکن نہ ملی۔ عزلان نے یہی سمجھا کہ ہشام دن رات بحری قزاقی میں مصروف رہا ہے اور پوری تنگ و دو سے حمورا کو تلاش نہیں کرتا لہذا اس نے قسم کھالی کہ جب تک حمورا نہیں مل جاتی شوہر کو منہ نہ دکھاؤں گی اور بیٹے کو بیٹا کہہ کر نہ پکاروں گی۔

ناچار ہشام نے میرے اور عزلان کے رہنے کا بندوبست شفقندہ میں کر دیا اور مجھے ہشام نے یہ فرض سونپا کہ میں عیسائی ملاح کا بھیس بدل کر جزیرہ ساؤٹینیا اور کارسیکا میں حمورا کو تلاش کرتا رہوں جہاں بحری قزاقوں کے ٹھکانے ہیں، اس دوران ہشام اکثر عزلان سے ملنے شفقندہ آتا رہا لیکن وہ پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر ہشام سے گفتگو کرتی تھی، کبھی اس کے سامنے نہ آئی۔ ہشام نے بھی کبھی اسے مجبور نہ کیا تھا۔ اس طرح عزلان اپنی قسم نبھاتی رہی، نہ کبھی وہ ہشام کے سامنے آئی نہ تمہیں بیٹا کہہ کر پکارا اور اسی بنیاد پر تمہارے باپ ہشام نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ماں مر گئی ہے۔ وہ بیچاری تو ریت کے کسی ٹیلے پر کھڑی ہو کر ہر روز مجھ روگم کے اندر تم دونوں کی راہ دیکھتی ہو گی۔

دلید اور حمورا اب مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ مندر نے پھر دلید کو مخاطب

ہے بھی بڑھ کر مقام ڈھائے ہیں۔

قزاقوں کے سرغنہ نے غصے میں گرج کر ولید سے پوچھا۔ کون ہو تم اور کون تم اس لڑکی کی وکالت کر رہے ہو۔ ولید نے بھی غراتے لہجے اور کھولتی آواز میں کہا۔ میں اس کا بھائی ہوں کیا تم عربوں کے ایک امیر ہشام کے نام سے واقف ہو؟ سرغنہ نے طنزاً کہا۔ خوب جانتا ہوں اُسے۔ تو میں اسی ہشام کا بیٹا ولید بن ہشام ہوں۔ سرغنہ نے ابال کھاتے پانی کی طرح گرم لہجے میں پوچھا۔ یہاں لاکڑے آئے ہو۔ ولید ان تینوں سے نزدیک ہو کر بولا۔ ان عرب لڑکیوں کو لینے آیا ہوں جنہیں تم جیسے مکاروں نے سمندر کے اندھا غوا کر لیا تھا۔

بڑی حقارت کا اظہار کرتے ہوئے بحری قزاقوں کے اس سردار نے کہا۔ کیا تم ہم تینوں کو نہتا دیکھ کر شیر ہوتے جا رہے ہو۔ یاد رکھو میرے مسلح آدمی باہر کڑے ہیں اور میرا اشارہ پاتے ہی وہ اندھا کر تیرے ٹکڑے کر دیں گے۔ یاد رکھو ان کو یہاں سے لے جانا آسان نہیں۔ یہ ایک ناممکن کام ہے جس کے پیچھے تو چلا آیا ہے۔ بھلا ہمارے ہی شہر میں آکر تو ان عورتوں کو کیسے لے جاسکتا ہے۔ قزاقوں کا وہ سرغنہ خاموش ہو گیا کیونکہ باہر تلواروں کے ٹکڑانے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ ولید آگے بڑھا اور سرغنہ کے پیٹ میں پوری قوت سے مکتہ مارتے ہوئے اس سے عزا کر کے کہا۔ اس طرح یہاں سے اپنی عورتوں کو نکال لے جاؤں گا۔

سرغنہ کو ولید کا مکتہ لگنے پر یوں محسوس ہوا گویا اس کے پیٹ میں کسی نے لوہے کا گولہ تھوڑا دے مارا ہو۔ وہ بڑی طرح لڑکھڑایا تھا اور کمرے کی دیوار کے قریب جا کر اکتا۔ اس سرغنہ کے دونوں ساتھی ولید پر ٹوٹ پڑے ولید نے تلوار نکالنے کے بجائے ان میں سے ایک کے مکتہ مار کر اس کے سینے کی ہڈی توڑ دی۔ دوسرے کو شانوں سے بڑھ کر اس زور سے اس نے کمرے کی دیوار سے ٹکرایا تھا کہ اس کا سر چھٹ گیا۔ ان میں سے تیسرے کے ساتھ ولید کے کچھ سپاہی کمرے میں داخل ہوئے ان کے ہاتھوں اور ٹانگوں کا دتلواروں میں تھیں شاید انہوں نے قزاقوں کے سرغنہ کے ساتھ آئے

کرتے ہوئے کہا۔ ولید! ولید! اب دیر نہ کرو اپنی عورتوں کو ساتھ لیں اور یہاں سے نکل چلیں۔ ولید نے حموراک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم نے کہا تھا میں ساری کو جمع کر کے رکھوں گی کہاں ہیں وہ۔ حمورانے اس کمرے کے اندر کھٹنے والے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ وہ تو سر شام ہی اس ساتھ والے کمرے پر جمع ہو چکی ہیں۔ میں نے ان سب کو ایک دعوت کے بہانے یہاں بلایا تھا کیونکہ کے علاوہ انہیں یہاں جمع کرنا مشکل تھا۔ جاؤ ان سب کو بلا لاؤ اور یہاں۔ نکل چلیں۔ میں اس بازار میں اپنے سپاہی پھیل چکا ہوں، تم فکر مند نہ ہونا۔ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے۔

حمورا دوسرے کمرے میں جانے ہی لگی تھی کہ کمرے میں ایک خوب دراز اور بد ہیبت و بد وضع آدمی اندر آیا اس کے پیچھے پیچھے دو اور جوان بھی تھے۔ آدمی کو دیکھ کر حمورا کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ وہ خوف سے کانپنے لگی تھی۔ بوڑھا منہ شاید خطرے کی بوسہ لگ گیا تھا۔ لہذا وہ اٹھا اور چپکے اور بے فکری کے دیے پاؤں و باہر نکل گیا۔ اس بد وضع جوان نے حمورا کو مخاطب کر کے کہا۔ حمورا تم نے کیوں عورتوں اور لڑکیوں کو دعوت دی ہے جن کا تعلق عربوں سے ہے۔ کیا تم انہیں یہ یاد دلانا چاہتی ہو کہ اس سرزمین سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور کبھی انہوں نے یہاں سے بھاگ جانا ہے۔ بولو! جواب دو! ورنہ تمہیں اس کی کڑی سزا دی جائے گی۔ میں جانتا ہوں تو جس باپ کی بیٹی ہے اس کا باغی پن تیرے خون کے اندر بھی گردش کرتا ہے۔

ولید نے حمورا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم فکر مند اور خوف زدہ کیوں ہو؟ ہو تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے اور پھر تم تو اس ہشام کی بیٹی ہو جس نے کبھی سمندر طوفانوں کے آگے بھی سرنگوں نہ کیا۔ تم پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کون ہے پھر میں تمہاری طرف سے اسے جواب دیتا ہوں۔ حمورانے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ یہ یہاں کے بحری قزاقوں کا سرغنہ ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے ہم عرب لڑکیوں کو چھوڑ

ہوئے۔ اس کے مسلح جوانوں کو قتل کر دیا تھا۔ ولید نے ایک سپاہی کو مخاطب کرنا ہوئے کہا۔ تم جاؤ اور نا طور کو پیغام پہنچاؤ کہ وہ شہر پر حملہ نہ کرے۔ وہ سپاہی ہوا باہر نکل گیا۔ ولید کے اشارے پر ایک اور سپاہی آگے بڑھا اور اس نے قزاقوں کے سرغنہ اور اس کے دونوں ساتھیوں کی گردنیں کاٹ دی تھیں۔

سہر شام ہی ولید نے اپنے لشکر کو اس چھوٹے ٹاپو سے طارم شہر۔ شمال میں سمندر۔ کسے کنارے کھڑی سیاہ چٹانوں کے اندر منتقل کر دیا تھا۔ جہازوں کشتیوں کو وہاں کھڑا کر دیا گیا۔ لشکر کا زیادہ حصہ لے کر نا طور شہر سے شمال بالکل قصبہ خانہ کی دیواروں کے عقب میں گھاٹ لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ تاہم لشکر کا ہوا حصہ جہازوں اور کشتیوں کے اندر ہی رہنے دیا گیا تھا۔ ولید کا حکم ملتے ہی ناوا اپنے لشکر کے ساتھ اپنی کمین گاہ سے نکل کر شہر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ ادھر لشکر دوسرے حصے نے اپنے جہازوں کو حرکت دے کر طارم کی بندرگاہ پر حملہ کر دیا تھا۔ میں ایک کھرام مچ گیا تھا۔ گلی، کوچوں، بازاروں اور مکانوں کے اندر تک جنگ شروع ہو گئی تھی۔ ولید نے جیب دیکھا کہ نا طور نے شہر پر حملہ کر دیا ہے تو وہ عورت کو لے کر باہر نکلا۔ قصبہ خانے میں چاروں طرف جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ ولید نے بازار اندر اپنے جو سپاہی متعین کر رکھے تھے ان کی نگرانی میں عورتوں کو لے کر وہ بندرگاہ کی طرف بڑھا تھا۔ قزاقوں نے جب دیکھا کہ حملہ آور قصبہ خانہ کی لڑکیوں اور عورتوں کو نکال کر لے جا رہے ہیں تو انہوں نے ولید اور اس کے سپاہیوں پر بھرپور حملہ شروع کر دیے تھے۔ ولید اور اس کے ساتھیوں نے ساری عورتوں کو اپنے ہیز میں لے کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھا شروع کر دیا تھا۔

ایک بار بحری قزاقوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ وہ ولید کے سپاہیوں کو توڑ کر عورتوں کے اندر گھس آئے تھے۔ اس موقع پر قزاقوں نے مندر کو موت گھاٹ اتار دیا اور کچھ لڑکیوں کو بری طرح زخمی بھی کر دیا۔ جن میں جموں بھی شامل تھی جو اپنے ماموں کا ہاتھ تھامے ہوئے چل رہی تھی۔ ولید نے مندر کو مرنے اور

نورائے ساتھ اس کی ساتھی لڑکیوں کو زخمی ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے عورتوں کو مخاطب کر کے چلا کر کہا تھا۔ جو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں انہیں اٹھاؤ اور جو زخمی ہیں انہیں سہارا دے کر چلو۔ گھبراؤ نہیں، آگے بڑھتی چلی جاؤ۔

عورتوں نے بڑی ہمت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے مندر کے علاوہ بے چند مرنے والے سپاہیوں کی لاشوں کو بھی اٹھا لیا تھا۔ اتنے میں ایک جوان لڑکی جن کی آواز مسکور کن تھی اور شاید سارو دنیا میں ایک قصبہ کے ساتھ مغلیہ بھی تھی بنے اور گرد ولید کی کمانداری میں لڑنے والے سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانے کی غرض سے نا شروع کر دیا۔ اس کی آواز میں ایک سحر تھا اس کے الفاظ میں فسوں اور اس کی ایک اور لے پر کشش اور طاساتی تھی۔ اپنے سپاہیوں کو مخاطب کر کے وہ گاہ کی تھی۔

”ہم — ہم ستارہ سحر کی بیٹیاں ہیں۔ ہم دادی ارغون کی عصمت و عفت ہیں۔ ہمت! ہمت! اے عورتوں کے محافظو! ہمت اپنی تلواروں کی تیز دھار سے دشمن کو کاٹ دو۔ جن غالیچوں پر ہمارے پاؤں پڑتے ہیں وہ نرم ہیں۔ ہمارے گلوں میں موتیوں کے ہار ہیں۔ ہماری زلفیں عنبریں ہیں۔ جو بہادر دشمنوں سے بڑ کر ہماری حفاظت کریں گے ہم انہیں گلے لگائیں گی۔ پیٹھ دکھانے والوں اور بزدلوں کو ہم ٹھکرا دیں گی۔ جو دادی ارغون کے لیے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے اسلام کی سر بلندی کے لیے ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے جنگ کرتے ہیں۔ ہماری گداز و بھوت ہمت انہیں ان کے گلوں میں پڑیں گی۔“

ولید کے ساتھ لڑنے والے سپاہیوں میں کچھ ایسا جذبہ اور دلولہ پیدا ہوا کہ وہ ان کو دوزخ کی پیچھے دھکیل کر لے گئے تھے اور اس طرح انہوں نے عورتوں کو لے کر گاہ کی طرف جاتے ہوئے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔

ولید عورتوں کو لے کر جب بندرگاہ پر آیا تو اس کے سارے جہاز نگار
کھڑے تھے اور اس کے لشکر کا وہ حصہ جو شمال کی سیاہ چٹانوں کے اندر سے نکل کر آیا
تھا بندرگاہ پر قبضہ کرنے کے بعد شاید ولید ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ ولید نے ر
عورتوں کو جہاز میں بٹھا کر محفوظ کر دیا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ یہ بھول چکا تھا
کا مامل مارا جا چکا ہے اور بہن بری طرح زخمی ہے۔ اس نے ان سپاہیوں کو جو
مدد سے وہ عورتوں کو نکال کر لایا تھا جہازوں کی حفاظت پر چھوڑا اور لشکر
اس نے بندرگاہ کی طرف سے شہر پر حملہ کر دیا۔ رات کی تاریکی میں طارس شہر کے
طوفان کھڑا ہو گیا تھا۔

مغرب کی طرف سے ولید اور
جانب سے نا طور، بحری قزاقوں کا قتل عام کرتے ہوئے شہر کے اندر دلی حصے
طرف بڑھتے جا رہے تھے اور اپنے پیچھے پیچھے وہ شہر کو آگ لگاتے ہوئے راکھ
بدل رہے تھے۔ شہر کے وسط میں جا کر ولید اور نا طور آپس میں مل گئے۔ وہ
سے انہوں نے متحدہ طور پر پہلے مشرق اور پھر جنوب کی طرف یلغار کی اور پھر
شہر سے باہر ہی باہر وہ اپنے لشکر کو لے کر بندرگاہ پر آگئے تھے۔
ولید نے اپنے لشکر کو جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہونے کا حکم دیا۔

لشکر کے سپاہی اپنے زخمی ساتھیوں کو اٹھائے جہازوں میں بیٹھ گئے اور طارس
زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ ان کے سامنے طارس شہر اب پوری
طرح آگ کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ اور شعلے اس قدر بلند ہونے لگے تھے کہ
کا گرد و نواح حتیٰ کہ سمندر تک کا ایک حصہ بھی روشن ہو گیا تھا۔ ولید اپنے
نے ایک ایک بحری قزاق کو قتل کر دیا تھا۔ یہ ایک جیسا تک انتقام تھا
قزاقوں سے لیا گیا تھا۔ ولید لشکر کو کوچ کا حکم دینے والا تھا کہ ایک طبیب
بھاگتا ہوا آیا اور پریشان آواز میں کہا۔

”یا امیر! آپ کی بہن آپ کو بلارہی ہے وہ — ولید نے

بھاگتا ہٹ میں پوچھا۔ وہ زخمی ہو گئی تھی، اب وہ کیسی ہے۔ طبیب نے گردن جھٹکا
ہوئے کہا۔ ہم نے اس کا علاج ضرور کیا ہے لیکن — طبیب بچارہ خاموش
ہو گیا اور ولید اس جہاز کی طرف بھاگ رہا تھا جس میں حمور تھی۔

کچھ عورتیں حمور کو ”بھلا لادے“ رہی تھیں اور دیگر نے ان کے گرد حلقہ
بنا رکھا تھا۔ یہ جہاز ان دونوں میں سے ایک تھا جنہیں سب سے پہلے ولید طارس
کی بندرگاہ پر لایا تھا۔ ولید کو دیکھ کر عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔ ولید نے حمور
کا سر اپنی گود میں لیتے ہوئے کہا۔ ”حوصلہ رکھو میری بہن! دیکھو ہم نے سارے قزاقوں
کو قتل کر کے شہر کو آگ دی ہے۔ اور چند لمحوں تک پورا شہر جل کر راکھ ہو جائے گا۔“
حمور نے مسکراتے کی کوشش کرتے ہوئے کہا جس وقت تم نے میرے کمرے

کی قزاقوں کے سرغنہ اور اس کے دو ساتھیوں کو مارا تھا اے میرے بھائی! میں اسی
قت ہی جان گئی تھی کہ تم قزاقوں کا خاتمہ کر کے اپنی ہم میں کامیاب رہو گے۔ اے میرے
بھائی! میری سانس ختم ہو رہی ہے۔ موت اس وقت میرے سامنے کھڑی ہے جب
مماں کے پاس پہنچو۔ اے میرا سلام کہنا۔ اے کہتا تیری مجبور و بے بس بیٹی تجھے سلام
اہتی تھی۔

ولید نے حمور کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ بہت نہ ہارو میری بہن! میں تجھے پا
نے پاس لے کر چلوں گا۔ اکھڑی ہوئی سانس میں حمور نے کہا۔ اے میرے بھائی! کہ
میں اپنی ماں کو دیکھ سکتی۔ کاش میں اس کی خدمت کر سکتی۔ اس کے پاؤں دھو کر
یتی — ہائے میرا باپ! آہ میری ماں! حمور نے ایک ہچکی لی اور اس کی
گردن ڈھلک گئی۔ ولید نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا، وہ مرجی تھی۔ ولید کا آنکھوں
سے آنسو بہ نکلیے اور اس کی گردن جھک گئی تھی۔ ارد گرد بیٹھی عورتیں رونے لگی تھیں
اور ولید نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا تھا۔

جس قافلے میں عزلان اور عمونہ سفر کر رہی تھی۔ اس کا رخ جنوب مغرب کی طرف تھا۔ دونوں اس گھوڑے پر سوار تھیں۔ جو ولید نے عمونہ کو دیا تھا اور گھر کا کچھ ضروری سامان بھی انہوں نے گھوڑے پر لاد رکھا تھا۔ ایک روز شام کے قریب یہ قافلہ وادی شقر کے مغربی کنارے اور جبل طلیطلہ کے مشرقی حصے کے ساتھ ساتھ ایک ایسی بستی کے پاس سے گزرا جو آباد تھی۔ یہ علاقہ چونکہ بچہ المامون کی قلمرو میں تھا اور طروشہ شہر سے کافی دور ہونے کے علاوہ طلیطلہ سے نزدیک تھا لہذا یہاں جنگ کے اثرات نہ تھے اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں اطمینان سے رہ رہے تھے۔ اس قافلے کے رہنماؤں نے قافلے کو وہاں روک کر آرام سے رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لوگ اپنی اپنی سواریوں سے اتر گئے اور پتھر لی زمین پر ہی اپنے بستر لگا کر وہ اپنے کھانے پینے کا سامان کرنے لگے تھے۔

عمونہ پہلے خود گھوڑے سے اتری پھر اس نے عزلان کو سہارا دے کر نیچے اتارا۔ عزلان نیچے اترتے ہی زمین پر بیٹھ گئی۔ وہ بیمار تھی اور اس حالت میں نہ تھی کہ جبل پھر سکے۔ شام کی سیاہی پھیلنے کے ساتھ ساتھ چونکہ سردی بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ لہذا عمونہ نے گھوڑے سے بندھا ہوا بستر کھولا۔ پہلے زمین کو صاف کیا اور پھر وہاں بستر لگانے کے بعد اس نے عزلان کو وہاں لٹایا اور اس کے اوپر بھاری لحاف ڈال دیا تھا۔

قافلے کے جوان فوراً حرکت میں آگئے تھے اور انہوں نے دائیں ہاتھ کے پہاڑی سلسلے کے اوپر سے چھوٹے چھوٹے درخت، جنگلی بلیں، جھاڑیاں اور ببول کاٹنے شروع کر دیے تھے تاکہ رات کو آلاؤ روشن کر کے سردی سے قافلے والوں کو بچایا جاسکے۔ اپنا بیت اور دروندی کا ایک عجیب جذبہ تھا جو اسی لمحہ قافلے والوں پر طاری ہوا تھا۔ جس بستی کے قریب قافلے نے پڑاؤ کیا تھا انہیں جب معلوم ہوا کہ یہ فرانسیسیوں کے ہاتھوں لٹا ہوا مسلمانوں کا ایک قافلہ ہے اور طلیطلہ کی طرف جا رہا ہے تو انہوں نے بھی اپنی روائتی اور مذہبی اخوت، یکائیت اور ہمدردی



فرانسیسی جرنیل کو بھرنے اپنے جس لشکر کو جنوب کی طرف پیش قدمی کے لیے روانہ کیا تھا۔ اس نے جگہ جگہ اور بستی بستی تباہی مچا دی تھی۔ فرانسیسی مسلمانوں کو قتل کر کے بستیوں کو لوٹنے کے بعد آگ لگا رہے تھے۔ یہ وہی لشکر تھا جسے لو بھرنے حکم دیا تھا کہ جنوب کی طرف بڑھتا ہوا پہلے طروشہ شہر پر قبضہ کرے اور اس کے بعد وادی شقر کو پامال کر کے بچہ المامون کے دارالحکومت طلیطلہ کا رخ کرے۔ اس لشکر نے جگہ جگہ آگ اور خون کا کھیل شروع کر دیا تھا جس کے نتیجے میں ان گنت مسلمان مرد اور عورتیں کاروانوں اور قافلوں کی صورت میں ہجرت کر کے محفوظ مقامات کی طرف جا رہے تھے۔ وہاں قریبی اور محفوظ شہر چونکہ طلیطلہ پڑتا تھا لہذا زیادہ تر قافلے اسی شہر کا رخ کر رہے تھے۔ ایسے ہی ایک قافلے میں جو طلیطلہ کی طرف جا رہا تھا۔ عزلان اور عمونہ بھی سفر کر رہی تھیں۔ ان کی بستی کو بھی فرانسیسیوں نے پامال کر دیا تھا کیونکہ شمال کی طرف سے اگر طروشہ شہر کی طرف جایا جائے تو شقندہ کی بستی راستے میں پڑتی تھی۔ لہذا فرانسیسیوں نے اسے بھی لوٹ کر آگ لگا دی تھی۔ انہوں نے گھروں کے گھر ہی نہیں بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دی تھیں۔ اب تو وہ فتح کے نشہ میں چور تھے اور اس نشہ میں انہیں کوئی بھی چیز اپنی اصل حقیقت میں دکھائی ہی نہ دیتی تھی۔

ملا وہ چار روٹیاں، خشک گوشت، خرے اور خشک کرپے سنگھتھے۔ عمو نے
 مہمانے ہوئے عزلان سے کہا۔ ماں! یہ تو ہم دونوں کے لیے ایک ہفتہ بھر کے لیے
 بنی ہیں۔ اٹھو ماں! کچھ کالو بیٹی نے کچلے ددوڑے پانی پیتے کے علاوہ کچھ نہیں
 کیا۔ عزلان نے کوہنٹے ہوئے کہا۔ تم کالو بیٹی! میری طبیعت ٹھیک نہیں۔
 مجھے پھر تیز بخار ہو رہا ہے۔ عمو نے فکر مند ہو گئی اور عزلان کا ہاتھ ایسے ملا تھ میں
 بنے ہوئے کہا۔

تم ٹھیک کہتی ہو ماں! بخار تیز ہو رہا ہے۔ عزلان نے عمو کو تسلی
 دینے ہوئے کہا۔ تم کالو بیٹی! یہ جو آگ کا لاڈ روشن ہو گیا ہے۔ میرے لیے بھی
 سب سے بڑی نعمت ہے۔ ورنہ اس سردی میں شاید میں تریلاہ دیوتا کا تھما
 ماتو نہ دے سکتی۔ عمو نے ضد کرتے ہوئے کہا۔ ماں! اگر آپ نے کچھ نہ
 کیا تو میں بھی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤں گی۔ عزلان نے کہا۔ اچھا لاڈ میں بھی
 نہلا ساتھ دیتی ہوں۔ عمو نے کھانے کی ساری چیزیں عزلان کے سامنے
 رکھیں اور دونوں مل کر کھانے لگیں۔

آگ کا لاڈ خوب بھڑک اٹھا تھا۔ عزلان اور عمو کھاتے کے بعد لاڈ کے
 ان بتر میں بیٹھ کر اپنے آپ کو گرم کرنے لگی تھیں۔ پڑاؤ کے اندر جہاں بیٹھے تھے
 بانجوا تھا وہاں اب آہستہ آہستہ خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ شاید لوگ کھانا کھاتے
 کے بعد آرام کرنے لگے تھے۔ لاڈ کے پاس بیٹھی عمو نے اور عزلان چپ تھیں۔ دھاکری
 بھن میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ نہ جانے عزلان کو کیا خیال گذرا اھ اس نے غور سے غور سے
 کر کہا۔ عمو! عمو! میں سوچتی ہوں بیٹی! ولید بن ہشام کی رھا انگی کے چند ہی
 بعد کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ عموں سے بہت اچیل دیالبتہ تھیں لیکن سنا ہے۔
 لاچارے کو بھی دشمن گیرے بیٹھے ہیں۔ فرانسسیسی آگ "توان اور موت کا کھیل کھیل
 رہی رہی رہی ہیں شرمہر بھلی تاریکی نازحرا کے نور کی تھلاشی ہے یہاں سو
 آگ کسی خلیل کی منتظر ہے اور بستی بستی نگو نگو پکارتی موت کو کسی میچا کی

کرتے ہوئے اس نے ولید اور عمو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بچو نہ رو
 میں اس کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارا باپ ایک جنگ میں مارا جا چکا ہے لیکن یہ سرت
 کہہ رہا کہ تمہاری ماں بھی مر گئی ہے اس لیے کہ وہ زندہ ہے۔ وہ سمندر کے کنارے کھڑی
 کہ بہر رشتہ تم دونوں کی آمد کا انتظار کرتی ہوگی۔

ولید نے چوتھے ہوئے پوچھا۔ کیا میری ماں زندہ ہے۔ مندر نے اپنی جگہ پر
 جھٹکتے ہوئے کہا۔ ماں تمہاری ماں زندہ ہے۔ ولید نے عتاب ہو کر مندر پر سوال کیا
 یہ پچھلا کہہ دی۔ وہ کہاں ہے؟ کیا وہ روپوش ہے؟ وہ مجھے ملتی کیوں نہیں؟ کیا؟
 سے ناراض ہے؟ میرے عظیم باپ نے مجھ سے یہ کیوں کہا تھا کہ میری ماں مر گئی ہے
 مندر نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ یہ ایک راز تھا۔ نہیں بلکہ یوں کہو تمہاری ماں
 فیصلہ تھا۔ میں اس کی تفصیل تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم کہو کہ تمہاری ماں کا نام
 ہے۔ ولید نے گود میں جھکاتے ہوئے کہا۔ میں تو ایسا بد قسمت ہوں کہ میرے باپ
 نے مجھے میری ماں کا نام بھی نہ بتایا تھا۔

مندر نے اس بلا عمو کو مخاطب کر کے کہا۔ اے بیٹی! کیا تو جانتی ہے کہ
 تیری ماں کا کیا نام ہے۔ عمو نے خیر انداز میں اپنا سر اُپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ماں
 جانتی ہوں میری ماں کا نام کیا ہے۔ تو پھر کہو؟ اس کا نام عزلان تھا
 عزلان بہت رنج۔

ولید نے چوتھے ہوئے پوچھا کیا وہ ہی عزلان میری ماں ہے جو آپ کی بہن
 اور شہنشاہ کی سوتیلی بہن رہتی ہے۔ مندر نے انبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم نے کیا
 سمجھا۔ یہ بھی تمہاری ماں اور میں تم دونوں کا مومن ہوں۔ پھر مندر نے اپنے دند
 بالندہ بھیلاتے ہوئے کہا۔ میرے بچو! آؤ میرے گلے لگ جاؤ کہ تم دونوں میری عز
 اھدا کرتی ہو گاتھیں ہو۔ ولید اور عمو دونوں ہچاک کر آگے بڑھے۔

مندر سے الٹ گئے۔ مندر انہیں اپنے ساتھ چٹا کو باری باری ان دونوں بہن
 کی بہنیتاں پریم رہا تھا۔ ولید نے طغیرہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ مومن میری ماں

آنا ہی نہ شروع ہو گئی تھیں۔ عزرا ان کو نہ جانے کیا ہوا وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی اور کراہنے لگی۔ بادلوں سے خالی آسمان پر ان گنت ستارے ٹمٹماتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ رات بھر کا تنہا بار چاند مغربی پہاڑوں کی اوٹ میں ہوتا جا رہا تھا اور اڑھتی چاندنی لمحہ لمحہ ماند پڑنے لگی تھی۔ کائنات کی ہر چیز سانس روکے محو تماشا تھی۔ تھوڑی دیر بعد نور برساتا چاند اجنبی سرزمینوں کی طرف روپوش ہو گیا اور فضاؤں کے اندر اندھے اندھیرے ناپچنے لگے تھے۔ ایک دم عمو نہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی اور عزرا ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ ہاں! ہاں! تم اٹھ کر کیوں بیٹھ گئی ہو۔ ابھی تو فجر کی نماز کا وقت بھی نہیں ہوا۔ کیا تمہیں کوئی تکلیف ہے۔

عزرا نے گہری فکر مند آواز میں کہا۔ ہاں بیٹی! مجھے ایک تکلیف ہے جو آج تک میں نے کسی سے نہ کہی۔ تم چونکہ اب میری بیٹی ہو اور مجھے ماں کہہ کر پکارتی ہو۔ پھر اب میری زندگی کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہا۔ شام ہوتی ہے تو مجھے سحر کی امید نہیں ہوتی، صبح ہوتی ہے تو مجھے رات تک کو رکھنا بھی محال لگتا ہے۔ بیٹی! قبل اس کے میں تم سے ایک راز کہوں میرے ایک سوال کا جواب دو۔

عمو نے پیار سے عزرا ان کے ساتھ لپٹتے ہوئے کہا۔ پوچھو ماں! عزرا نے مدھم اور دھبی سی سرگوشی کی۔ کیا تم امیر ولید بن ہشام کو پسند کرتی ہو۔ کمونہ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی اور سنجیدہ آواز میں کہا۔ ماں! تم نے اگر یہ سوال پوچھ لیا ہے تو سنو! امیر ولید میرے جسم کی روح۔ میرے خون کی گردش اور میرے دل کی دھڑکنوں کا محور ہیں۔ ماں! وہ چاند ہیں اور میں ان کی چاندنی۔ وہ ایک روشن قندیل ہیں اور میں اس کی شمع وہ ایک مچھل دار درخت ہیں اور میں ان کا ثمر۔ ماں! سنو ماں! میرا ان کا ساتھ ایسے ہی ہے جیسے ندی اور کنارے کا،

یہ سمندر اور ساحل کا، جیسے کشتی اور چوڑا کار، جیسے جسم اور جان کا۔ عمو نے جب انوش ہوئی تو عزرا ان نے کہا۔ بیٹی! میرے پاس ایک راز ہے جسے میں نے تمہیں میں بند

ضرورت ہے۔ کون اپنے اُجڑے شہروں کا ماتم کرے گا۔ کون اس بازگشت سے خالی زندگی میں رونق اور توانائی بھرے گا۔ کون ہے جو ہسپانیہ میں جھکتی ہوئی مسلم امہ کے لیے غاروں میں گم روشنی کو نکالے۔ کون ہے جو فرانسیسیوں کے سامنے چھاتی کر ہسپانیہ کی ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر پر اپنی شجاعت کی سرخیال اندلس کی یہ فلک بوس کوہستانی چوٹیاں اور اُدھے اُدھے پہاڑوں کے حصار بڑے رگڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ بہتی ندیاں خشک اور صحرا کی شیشہ نماریت اُداس غمزدہ سی محسوس ہونے لگی ہے۔ عمو نے بھاری نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ایک خام اور عقیدت سے عزرا ان کو دیکھتی اور سنتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد عزرا ان پھر بولی۔ یہ اُسبیلیہ، قرطبہ، غرناطہ اور المریہ کے حکمران یوں خاموش بیٹھے ہیں۔ جیسے انہیں اجنبیت کا سانپ سنا گیا ہو۔ بے حسی کا پتھوڑا سنا گیا ہو۔ کسی میں کوئی حرکت نہیں ہے۔ ان کے ساتھ فرانسیسی اور فرولندہ مسلمانوں کی جہتوں اور تیناؤں کو پا مال، آرزوؤں اور امیدوں منجمد خوابوں اور تعبیروں کو ویران اور اشک بار، پھول اور شبنم روند رہے ہیں آہ! کب تک ہسپانیہ کے پھلوں سے لرے اور پرندوں سے بھرے پیڑ اُجاڑا ویران کیے جاتے رہیں گے۔ کاش ولید اور عمروں کے علاوہ بھی کوئی آدنگھ سے جاگتا کوئی بے بس اور لاچار مسلمانوں کی نصرت و چارہ سازی پر لبیک کہتا۔ عمو نے بھاری پڑی۔ اس نے عزرا ان سے لپٹ کر سکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ایسی باتیں نہ کرو! مایوس نہ ہو ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا۔ سو جاؤ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ عزرا ان چپ لپٹ گئی۔

عمو نے الاؤ میں اور لکڑیاں ڈال دیں۔ ایک بار اٹھ کر الاؤ کے قریب ہی چلا کھاتے ہوئے گھوڑے پر چادر ڈالنے اور اس کی بیٹھ تھپتھپانے کے بعد وہ بھی عزرا ان کے ساتھ بستر پر گھس گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں گہری نیند سو رہی تھیں۔ صبح ہونے سے ابھی کچھ دیر باقی تھی تاہم بستی سے مرغوں کی افانیں دینے

بائیں گئے۔
عمونہ خاموش ہو گئی کیونکہ پڑاؤ میں فجر کی اذان بلند ہوئی تھی اور اس کے بعد
بلکے کر نماز کی تیاری کرنے لگے۔ ان دونوں ماں بیٹی نے بھی فجر کی نماز ادا کی اس
کے بعد قافلہ طلیطلہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



آسمان پر ہزاروں چمکتے ستاروں کی راہنمائی میں ولید کے جہاز مغرب کی طرف جا
رہے تھے۔ اتفاقاً ہوا موافق تھی لہذا چھو چلائے بغیر ہی جہاز سمندر کے اندر بھاگے جا رہے
تھے۔ اگلے روز صبح طلوع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد ولید نے اپنے دائیں ہاتھ ایک
زراگ کے فاصلے پر ایک کشتی دیکھی جس کے بادبان سفید تھے۔ اس میں دو آدمی سوار
تھے جن میں سے ایک نے چوڑے ساتھ سُرُخ رنگ کا کپڑا باندھ رکھا تھا اور اسے
نصائیں بلند کر کے لہرا رہا تھا۔ ولید نے اپنے جہازوں کو روک دینے کا حکم دیا۔ ملاح ان
کا ان میں متعہ ہوئے انہوں نے بادبان لپیٹ دیئے اور جہازوں کے لنگر پھینک کر
انہیں سمندر کے اندر روک دیا۔

چھوٹی سی وہ کشتی جس کے اندر سے سُرُخ کپڑا لہرایا گیا تھا مڑی اور ولید کے
جہازوں کی طرف بڑھنے لگی تھی۔ کشتی جب قریب آئی تو ولید نے دیکھا اس میں اس
کا جاسوس عمر بن ربیعہ تھا اور اس کے ساتھ ایک اور جوان بھی تھا۔ دونوں مل کر
پوچھ چلاتے ہوئے کشتی کو قریب لا رہے تھے۔ عمر کو دیکھ کر ولید کچھ فکر مند اور پریشان
ہو گیا۔ وہ جان گیا تھا کہ بغیر کسی علت کے عمر اس کے پیچھے کیونکر آ سکتا ہے۔

کشتی جہاز کے ساتھ آ کر رُکی۔ عمر کشتی سے اُتر کر جب جہاز میں سوار ہوا
تو ولید نے اس سے مصافحہ کیا اور ابھی عمر کسی اور سے ملنے بھی نہ پایا تھا کہ ولید نے اس
سے پوچھ لیا۔ عمر! عمر! کیا تم خیریت سے اس طرف نکلے ہو۔ عمر نے مغموم آواز میں
ہا۔ یا امیر! خیریت ہوتی تو میں آپ کے تعاقب میں کیونکر آتا۔ جس روز آپ بابلونہ
سے سارڈینیا روانہ ہوئے تھے اس سے دوسرے ہی روز کارسیکا سے ایک فرانسیسی شکر

اس موتی کی طرح قیمتی جانا جس کی کوئی قیمت نہ چکا سکے۔ برسوں سے دن رات ہزار
میرے سینے میں دفن رہا۔ اب چونکہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی ہوں اور نہیں جانتی
کہ ولید جزیرہ سارڈینیا سے کب لوٹے گا۔ اس لیے میں تم سے سب کچھ کہہ دینا چاہتی ہوں
سنو عمونہ! ولید میرا بیٹا ہے۔ میں اُس کی ماں ہوں، سگی اور بدمذمت ماں
جو آج تک بیٹے کو بیٹا کہہ کر نہ پکار سکی۔ اسے گلے نہ لگا سکی، اس کی پیشانی نہ چوم سکی۔
میں اس کا انتظار کرتی رہی اور وہ اُنچے اُدچے مستولوں پر چڑھ کر بادبان کھولتے ہوئے
مجھے پکارتا رہا۔ میں چُپ اور خاموشی سا دھسے وقت کی منتظر رہی اور میرا ولید جہازوں
اور کشتیوں کے اندر سے پانی نکالتے ہوئے مجھے سمندر کی نیلی فضاؤں میں تلاش کرتا رہا
میں اپنی کھوئی ہوئی بیٹی کے خیالوں میں کھوئی رہی اور میرا اکلوتا بیٹا سمندری طوفانوں
میں مجھے آدازیں دیتا رہا اور اس کا باپ اسے جھوٹی تسلیاں دیتا رہا کہ اے بیٹے! تیرا
ماں مر چکی ہے۔

عزلان روپڑی اور چلا اُٹھی۔ ولید! ولید! تو کہاں ہے میرے بیٹے! مجھے
آواز دے میرے فرزند کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی ہوں۔ کاش میں نے اس قدر
کڑی شرط لگا کر اپنے شوہر اور بیٹے دونوں کو پریشان نہ کیا ہوتا۔ میرا شوہر بیٹی کی
تلاش میں طوفانوں سے لڑتا ہوا ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہو گیا اور میرا بیٹا! آہ وہ
نہ جانے اس وقت کہاں ہوگا۔ اے میرے فرزند! تو کہاں ہے۔ کاش! تو اس وقت
یہاں ہوتا اور مجھے ماں کہہ کر پکارتا۔

عمونہ بھی روپڑی اور عزلان سے لپٹتے ہوئے کہا۔ ماں! یہ سب کچھ کیسے
کیوں ہوا اور جواب میں عزلان عمونہ کو وہی داستان سنا رہی تھی جو جزیرہ سارڈینیا میں
منذر نے ولید اور حمور کو سنائی تھی۔ عزلان جب خاموش ہوئی تو عمونہ نے اسے تسلی
دیتے ہوئے کہا۔ حوصلہ رکھو ماں! عنقریب وہ جزیرہ سارڈینیا سے حمور کو لے کر واپس
لوٹیں گے۔ ماں! میں تمہیں بشارت دیتی ہوں کہ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹیں گے تو
ان کے سامنے جیولوس اور فرانسیسی جرنیل دونوں ہی اپنے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ تلاش کر

نے اُٹھ کر ہم پر حملہ کر دیا۔

ولید نے چونک کر پوچھا۔ کیا کہا؟ ایک فرانسیسی لشکر نے ہم پر حملہ کر دیا۔
عمر نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! ابھی تو آپ نے کچھ سنا ہی نہیں۔
پہلے میری پوری داستان سن لیجئے پھر آپ کو خبر ہوگی کہ بارسلونہ اور وادی ارغون پر کیا
ہوتی۔ ولید خاموش ہو گیا اور عمر اس سے بارسلونہ میں مسلم کی شکست، مالک بن نیر
جنگ میں کام آنے، وادی ارغون کے سقوط، مسلمان قافلوں کا پناہ کی خاطر طلبہ کی
طرف کوچ اور عمروں کے حرمہ کے اندر محصور ہونے کی پوری داستان کہہ رہا تھا۔

عمر اپنی داستان کہہ بھی چکا لیکن ولید خاموش تھا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی
تھی اور وہ ان جانی سوچوں کی گہرائی میں ڈوب چکا تھا۔ عمر نے پھر ولید کو مخاطب
کر کے کہا۔ یا امیر! یہ پیغام دے کر مجھے آپ کی طرف امیر عمروں نے روانہ کیا تھا۔
کیجئے میرے لیے کیا حکم ہے۔ ولید اپنے تفکرات سے چونکا اور حکیمانہ انداز میں کہا۔
عمر! تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ پھر ولید نے اپنا رخ موڑا، اپنے منہ کے ارد گرد
دونوں ہاتھ جمائے اور اپنے جہازوں کی طرف منہ کرنا شروع کر دیا۔

مجاہدو! ہماری غیر موجودگی میں فرانسیسی اور فرد لندہ بارسلونہ اور وادی
ارغون پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ میرے ساتھیو! ایک بار پھر وہ بارسلونہ سے وادی ارغون
تک کا علاقہ ہم سے چھین چکے ہیں۔ آؤ مل کر عہد کریں کہ اپنی سرزمین کی حفاظت
کرتے ہوئے ہم دشمن پر واضح کریں گے کہ رزم نگاہ میں ہمارے پاؤں ہوں گے۔
آنکھیں ستاروں پر ہوں گی۔ آؤ اپنے دشمنوں سے کہیں اب آگ بھڑکے گی۔
کھولے گا کہ ہم تمہارے خون کی بوسہ لگ چکے ہیں۔ آؤ اپنی سرزمین سے عہد کریں
کہ ہم خواہش وقوت سے لبریز ہیں۔ ہم اس کی زندگی کے خون کا منبج ہیں۔
اپنی سرزمین کے جوان اور محافظ ہیں۔ اس کے فرزند جلیل اور بازوئے شمشیر ہیں۔
اس کے دریاؤں کی روانی اور کوہستانوں کی وحشت ہیں۔ ہم وادی ارغون کے
پرچمکنے والے چاند کی جوان نظر، اس کی دھوپ کی سنہری رنگت، اس کے بادلوں کی

پرچائیں اور اس کے مسموموں کی پکار اور صدا کی حفاظت کریں گے۔ ساتھیو! اپنے
جہازوں کے لشکر اٹھاؤ۔ بادبان کھول دو اور اللہ اکبر پکارو کہ دشمن نے پھر ہمیں
رزم نگاہ کی طرف پکارا ہے۔ لشکریوں نے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے ایک
طوفانی انداز میں لشکر اٹھالیے۔ بادبان کھول دیئے اور جہاز مغرب کی طرف بھاگ
کھڑے ہوئے تھے۔



رات آدھی کے قریب جا چکی تھی۔ سرمائی برفانی اور تیز ہوائیں ایک شو
کے ساتھ دندناتی پھر رہی تھیں۔ مسلم بن حاتم جو فرانسیسی لشکر کے سامنے بارسلونہ پر
محصور ہو کر اپنا دفاع کر رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت بھی فصیل کے اوپر گھوم پھ
کر شہر کے ارد گرد پھیلے ہوئے فرانسیسی لشکر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ تیز اور سرد
ہواؤں کی مار سے بچنے کے لیے مسلم فصیل کے شمالی برج کے اندر آکر کھڑا ہو گیا
نیچے فصیل کے ساتھ کچھ فرانسیسی اس لیے جاگ کر پہرہ دے رہے تھے کہ کہیں اہل
شہر رات کے سردنائے میں ان کے لشکر پر شیخون نہ ماریں۔ ہوا اس قدر تیز اور سرد
تھی کہ فرانسیسی شہر کے ارد گرد گھوم پھرنے سے تھے۔ بلکہ پہریاروں نے شہر کے ہر
دروازے کے سامنے آگ کا لادروشن کر رکھا تھا جس کے ارد گرد بیٹھے وہ اپنے آپ
کو سردی کی مار سے بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

برج کے اندر کھڑے مسلم نے اچانک ایک جگہ اپنی نظریں گاڑ دیں۔ اس
انداز میں جیسے وہ وہاں کسی چیز کو بڑے غور اور فکر کی نگاہ سے دیکھ رہا ہو۔ برج
میں کھڑے ایک سپاہی نے مسلم سے پوچھا۔ آپ اندھیرے میں کسی چیز کو تنقیر
کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

مسلم نے فصیل سے نیچے جو کی ایک تباہ شدہ فصیل کی طرف اشارہ کر
ہوئے کہا۔ ادھر دیکھو کیا تم محسوس نہیں کرتے اور دیکھ نہیں سکتے کہ کوئی شخص زہ
پر لیٹ کر اور ریگتا ہوا فصیل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سپاہی نے غور سے اس

طرف دیکھا جس طرف اس نے اشارہ کیا تھا۔ پھر اس نے چونکتے ہوئے کہا۔ آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ کوئی فیصل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کیا فرانسیسی ہمارے خلاف کوئی سازش اور مکاری تو نہیں کر رہے۔ اگر آپ کہیں تو میں فیصل کے اوپر پہرہ دینے والے اپنے سب جوانوں کو آنے والے اس خطرے سے آگاہ کر دوں۔

مسلم نے اس سپاہی کو بڑی نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ آہستہ بولو کہیں فرانسیسی پہرہ دار سن نہ لیں۔ اس طرح رینگ کر فیصل کی طرف اکیلا آنے والا ہمارا دشمن نہیں دوسرے ہی ہو سکتا ہے۔ وہ فرانسیسیوں کے الاؤ کی تیز روشنی سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے میرا دل کہتا ہے کہ وہ آقا ولید کا جاسوس ہے۔ یا امیر عروس کا کوئی قاصد ہے اور ہمارے لیے کوئی اہم حکم لے کر آیا ہے۔

برج کے اندر کھڑے دوسرے سپاہی بھی بڑے غور سے رینگ کر فیصل کی طرف بڑھنے والے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ مسلم اور اس کا مخاطب سپاہی جو شاید اس برج کے سپاہیوں کا چھوٹا سالار تھا دونوں خاموش ہو گئے تھے کیونکہ رینگ کر آنے والے نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی اور اب وہ بالکل فیصل کے قریب پہنچ چکا تھا۔ مسلم اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اندھیرا اس قدر گہرا تھا کہ مسلم اسے پہچان نہ سکا تھا۔ فیصل کے قریب آکر رینگ کر آنے والا اٹھ کھڑا ہوا۔ مسلم نے اس کے پیو لے سے اندازہ لگایا کہ وہ کوئی خوب صورت، قد آور اور بھرے ہوئے جسم کا جوان تھا۔ مسلم کے دیکھتے ہی دیکھتے آنے والے نے اپنے کندھے سے گول چنگ میں ترکی ہوئی کند اناری اس کے چند بل کھولے اور کند کو لہرا کر اس نے فیصل پر پھینکا۔ پہلی ہی بار اس کی کند برج کے قریب ایک جگہ ٹک گئی اور اس کا لوہے کا کنڈا دیوار کے ایک چھوٹے سے سوراخ میں اٹک چکا تھا۔

لیکن لوہے کا کنڈا جب دیوار سے ٹکرایا تھا تو ایک آواز پیدا ہوئی تھی۔ جسے سن کر آگ کے پاس بیٹھے ہوئے فرانسیسی چونک گئے اور ان میں سے چار سپاہی اٹھ کر اس طرف بھاگے جہاں وہ آنے والا کند پھینکنے کے بعد اسے کھینچ کر اوپر جانے لگا۔

قبل اس کی مضبوطی کا اندازہ لگا رہا تھا۔ فرانسیسی اپنی تنگی تلواریں لیے بڑی تیزی سے اس طرف بڑھے۔ کند پھینکنے والا بھی انہیں دیکھ چکا تھا۔ لہذا وہ فوراً زمین پر لیٹ گیا اور چھپکلی کی طرح تیزی سے رینگتا ہوا وہ جو کی فیصل کے اندر چلا گیا تھا مسلم نے بھی اپنی بیداری کا ثبوت دیا اور نیچے لٹکنا ہوا کند کارسہ اس نے فوراً اوپر کھینچ لیا۔

فرانسیسی جب وہاں آئے اور قبل اس کے کہ وہ کند پھینکنے والے کا کوئی سراغ لگاتے مسلم اور اس کے سپاہیوں نے فیصل کے اوپر سے ان پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے۔ کئی پتھر ان فرانسیسیوں کو لگے اور ان میں سے ایک نے شور کرتے ہوئے کہا۔ واپس بھاگ چلو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ کوئی شترارت ہے۔ فرانسیسی پتھر کھا کر واپس بھاگ گئے۔ مسلم غور سے اندھیرے میں جو کے کھیت کی طرف دیکھتے ہوئے اس کند پھینکنے والے کا انتظار کرنے لگا۔ فرانسیسی جب دوبارہ جا کر آگ کے پاس بیٹھ گئے تو مسلم نے دیکھا کند پھینکنے والا ایک بار پھر رینگتے ہوئے جو کی فیصل سے نکلا اور فیصل کی طرف بڑھنے لگا۔

کند پھینکنے والا دوبارہ فیصل کے قریب آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ شاید وہ اپنی کند کو دہاں نہ پا کر پریشان ہو رہا تھا کہ اتنے میں مسلم نے اس کی کند کارسہ پھر نیچے لٹکا دیا۔ کند پھینکنے والا اب مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اوپر منہ کر کے سرگوشی بھی کی۔ تم کون ہو۔ مسلم نے بھی نیچے جھک کر سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ میں مسلم بن تمام ہوں۔ کند پر چڑھنے سے پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو۔ کند پھینکنے والے نے پھر گہری اور رازدارانہ سرگوشی میں کہا۔ میں ولید بن ہشام ہوں۔

مسلم اور اس کے سارے ساتھی اس انکشاف پر چونک اُٹھے۔ مسلم بچار اہمیت اور پریشانی میں کہہ رہا تھا۔ میرے آقا! اس اندھیری اور سردرات میں دشمن کے اندر آپ ایسے؟ میرے بال باپ آپ پر قربان ہوں۔ اگر آپ دشمن کے ہاتھ لگ جاتے تو ہم پر کیا زحمتی۔ ولید نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ کند کے ذریعے بڑی تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔

نکل اسی پھرتی اور مہارت کے ساتھ جس طرح وہ لنگر کی طرح پھلانگتا ہوا اپنے بحری جہازوں کے بڑے بڑے اور بلند مستولوں پر چڑھ جایا کرتا تھا۔

ولید جب مکند کے ذریعے اُد پر چڑھ کر برج میں داخل ہوا تو مسلم نے کرم وشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اگر کوئی اتنا ہی اہم کام تھا تو کسی اور کو بھیج دیا ہوتا۔ آپ ہمارے آخری خصار اور مضبوط بند ہیں۔ آپ کا یوں دشمنوں کے اندر کیلے آنا ہمارے لیے ناقابلِ برداشت اور نقصان دہ ہے۔ ولید نے برج کے ننگے اور سنگین پتھر لیے فرش پر پڑھتے ہوئے کہا۔ اگر میں کسی اور کو بھیجتا تو اس کے لیے بھی اسی قدر خطرات ہوتے ہیں قدر میرے لیے ہیں۔ مسلم! مسلم! تم جانتے ہو کشتی میں مرتے وقت میرے پ نے کیا کہا تھا۔

اس نے کہا تھا ایک مجاہد کی زندگی میں ایک آفت کے بعد دوسری آفت اور ایک عذاب کے بعد دوسرا عذاب آتا ہے۔ ہم بھی اس وقت ایسی ہی حالت میں مبتلا ہیں۔ کسی لشکر کا سالار اگر خود کو خطرات میں نہیں ڈال سکتا تو وہ اپنے لشکریوں سے بہتر امیدیں رکھنے کا حق دار نہیں ہے اور پھر مجھے تو اوروں کے لیے مثال قائم کرنی چاہیے۔ مسلم اس کے سامنے برج کے پتھر لیے فرش پر بیٹھ گیا اور شفقت آمیز، دردمند اور پُر خلوص لہجے میں پوچھا۔ آپ نے کیوں کر یہاں نے کی تکلیف کی۔

ولید نے سر کوشی کرتے ہوئے کہا۔ پہلے یہ بتاؤ میرے لشکر کے وہ گھوڑے کہاں ہیں جو ہم سار ڈینیا روانہ ہونے سے قبل یہاں چھوڑ گئے تھے۔ مسلم نے کہا۔ آپ کے گھوڑے تو یہیں ہیں پر آپ کی اس ہم کا کیا بنا؟۔ میں اس میں اُمیاب رہا ہوں۔ کیا آپ نے وہاں سے اپنی تمام لڑکیوں کو نکال لیا ہے۔ میں نے لڑکیوں کو وہاں سے نکالنے کے بعد جنگ میں بحری قزاقوں کو شکست دی اور ہاں سے روانگی کے وقت ہم نے ان کے شہر کو آگ لگا دی تھی۔ ساحل پر کھڑے ہم ان کے لٹی جہاز بھی ساتھ لے آئے ہیں جن کے اندر کافی مقدار میں کھانے پینے کی

بھی ہیں۔۔۔۔۔ ان عورتوں اور لڑکیوں کا کیا بنا جنہیں آپ ساتھ لائے ہیں۔۔۔۔۔ سے جو لڑکیاں تھیں ان کی شادیاں میں نے اپنے سپاہیوں سے کر دی ہیں اور وہ ہیں جو بڑھی تھیں انہیں مختلف لڑکیوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ وہ اس کی اور کے میاں کی خدمت کر کے پرسکون اور پاکیزہ زندگی بسر کریں۔ کیا آپ کی بہن ابھی ملی؟۔۔۔۔۔ ملی تھی لیکن وہ اور میرا ماموں منذر دونوں جنگ میں مارے مسلم نے چونک کر پوچھا کیا آپ کو خبر ہو گئی ہے کہ۔۔۔۔۔ ولید نے اس ات کاٹتے ہوئے کہا۔ ہاں منذر نے مرنے سے پہلے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔ میں اب جان چکا ہوں کہ عزلان میری ماں ہے لیکن فی الحال تم اس موضوع کو بھول جاؤ اس مقصد کی طرف آؤ جس کے لیے رات کی تاریکی کے اندر میں یہاں آیا ہوں۔

مسلم نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ مسلم! جب میں سار ڈینیا سے لوٹ رہا تھا تو راستے میں مجھے عمر بن ربیعہ ملا اس مجھے پورے حالات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اسے عمروں نے روانہ کیا تھا۔ شاید ناخبر ہو کہ اس وقت جو لوں اور فرانسیسی جرنیل لو تھر عمروں کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں نے عمروں کی طرف روانہ کر کے پیغام بھیج دیا ہے کہ وہ اس وقت تک محصور رہا نہ دفاع کرتا رہے۔ جب تک حالات ہمارے حق میں کروٹ نہیں لے لیتے۔ میں بحری جہازوں کے ساتھ اس جگہ لنگر انداز ہوا ہوں جہاں کبھی ہمارا مستقر تھا۔ جن بیل کی میں نے شادیاں کی ہیں انہیں میں نے جہازوں کے اندر ہی چھوڑا ہے وہاں بنی عورتوں کے علاوہ جہازوں کی حفاظت بھی کریں گے۔ جب کہ میرا لشکر یہاں پانچ میل شمال میں کوہتا نول کے اندر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ میں تم سے یہ طے کرنے تاکہ آنے والی صبح تم شہر سے نکل کر دشمن سے جنگ کرو، اس وقت تک میں ان کی پشت پر پہنچ چکا ہوں گا اور مجھے امید ہے ہم دونوں مل کر ہسپانیہ کے بحر پر مل بھی ان کے پاؤں نہ جھنے دیں گے۔ آج رات ہی میرے اور میرے لشکر لنگر انداز ہونے والے ہیں کیونکہ اگر فرانسیسیوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو ہم

فورا اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کا تعاقب کریں گے۔

مسلم نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ پہلے آپ دشمن پر حملہ آور ہوں اور جب دشمن آپ کی طرف متوجہ ہوگا تو مجھے شہر سے نکل کر ان کا پشت پر حملہ آور ہونے کا موقع مل جائے گا۔ ولید نے مسلم کی تجویز رد کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا قیاس درست نہیں ہے مسلم! اگر میں پہلے دشمن پر حملہ کرتا ہوں تو دشمن کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ تم شہر سے نکل کر ان کی پشت پر حملہ آور ہو سکتے ہو۔ لہذا وہ اپنی ہتھکڑیاں حفاظت کے انتظامات پہلے ہی کر لیں گے اور اگر تم حملہ آور ہو تو وہ اپنی پشت کو کوئی اہمیت نہ دیں گے کیونکہ انہیں خبر نہیں کہ میں بھی ان پر حملہ آور ہونے والا ہوں۔ اس طرح ہم ان کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں گے اور پھر تمہاری نسبت میرا حملہ کوئی زیادہ موثر ثابت نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہم سب پھیل ہوں گے جب کہ دشمن گھوڑوں پر سوار ہوگا۔ مسلم نے تو صیغی لگا ہوں سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آپ سے اندازے درست ہیں۔ دشمن کے پاس پہلے تو اس قدر گھوڑے نہ تھے لیکن زرغوزہ کی فتح کے بعد ان کے ہاتھ اس قدر گھوڑے لگے کہ اب ان کے ہر سپاہی کے پاس عمدہ اور توانا گھوڑا ہے۔ کچھ گھوڑے انہوں نے بارسلونہ کے مضافات سے بھی حاصل کر لیے ہیں۔

ولید کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ مسلم! میں اب جانتا ہوں۔ تم صبح سویرے ہی جب دشمن اپنے کھانے کا سامان کرنے میں مصروف ہو شہر سے نکل کر ان پر حملہ کر دو۔ اس طرح ان میں کھلبلی مچ جائے گی۔ تم دیکھو گے تمہارے حملہ آور ہونے سے غھوڑی ہادی بعد میں بھی دشمن کی پشت سے حملہ آور ہو چکا ہوں گا۔ اور ستوا! میرے لشکر کے گھوڑوں پر زینیں ڈالنا نہ بھولنا۔ تم شہر کے جنوبی دروازے سے نکل کر حملہ آور ہونا۔ اس طرح شمالی سمت دشمن خالی کر دے گا۔ میں صبح کے وقت دشمن کے بالکل قریب آ چکا ہوں گا۔ جب تم جنوب کی طرف سے حملہ آور ہو گے تو شمال کی طرف سے میں اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوں گا اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر تم مغربی دروازے سے باہر نکلیں گے۔

دو ایک چکر کاٹ کر دشمن کی پشت پر نمودار ہوں گے۔ تم دشمن کو شمال اور مشرق میں مندر کی طرف مت بھاگنے دینا۔ اسی صورت میں اپنے جہازوں میں بیٹھ کر انہیں فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ میں انہیں مغرب کی طرف نہ جانے دوں گا اور یہم انہیں اپنے لئے آگے اور سمندر کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بھگاؤں گے۔ جب دشمن شکست کا کر بھاگ کھڑا ہو تو تم لوٹ کر شہر میں داخل ہو جانا کہ بارسلونہ کی حفاظت کے لیے تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے اس کے بعد میں دشمن سے نمٹ لوں گا۔ ولید ہرج سے باہر نکلا اور کند کے ذریعے نیچا اترنے لگا۔ جب وہ زمین پر جا کر لیٹ گیا تو مسلم نے لہذا وہ اپنے کھینچ لی تھی۔ ولید ان کے سامنے رینگتا ہوا جو کے کھیت میں داخل ہوا تھا اور پھر جلد ہی وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔



دوسرے روز فجر کی نماز کے بعد مسلم اپنا لشکر لے کر بارسلونہ کے جنوبی دروازے سے باہر نکلا اور فرانسیسیوں پر حملہ کر دیا۔ فرانسیسی تو پہلے ہی کئی روز سے اس انتظار میں تھے کہ محصورین کھلے میدان میں نکل کر ان سے جنگ کریں۔ گو اس اچانک حملے میں ان کا کچھ نقصان ضرور ہوا تھا لیکن انہوں نے فی الفور شہر کے تین اطراف سے اپنے لشکر کو سمیٹ کر جنوبی حصے کو میدان جنگ کی شکل دے دی تھی۔ ولید نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھا اپنی کمین گاہوں سے نکل کر اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر میں داخل ہوا۔ مسلم نے پہلے ہی ان کے گھوڑے تیار کر کے ایک کھلے میدان میں جمع کر دیئے تھے۔ پورا لشکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوا پھر وہ شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔

فرانسیسی مسلم کے سامنے خونی اشتہار کھنے والے جھپڑیوں کی طرح بچھڑ گئے تھے۔ جانتے تھے کہ ان کے سامنے مسلم کے لشکر کی تعداد اس قدر کم ہے کہ وہ زیادہ دیر ان کے سامنے جم نہ سکیں گے لیکن انہیں خبر نہ تھی کہ کوئی ان سے بھی سخت دیر نہ روپ دھار کر ان کے درپے ہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ مہاکا کوئی نرم جھوٹا

یہ لوگوں کے اندر حالات کا رخ بدل دیا تھا۔ وہ اس بار بھی اپنے جنگی لباسوں
بے نقاد قبائیں پہنے ہوئے تھے اور یوں لگتے تھے گویا وہ انسان نہیں کوئی
غلام ہو، جن کا کسی خاص مقصد کے تحت وہاں نزول ہوا ہو۔ اس بار
ان کی تعداد پہلے کی نسبت کچھ زیادہ تھی لگتا تھا۔ وہ دن رات اپنی تعداد میں
بہنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اس آنے والے لشکر کا سالار آگے آگے تھا اور
وہ کوطوفان کی طرح اڑتا بلند آواز میں، سرلی دھن میں اور پر سوز آواز
آ رہا تھا۔

الدِّينُ دِينُ اللَّهِ وَنَحْنُ مُسْلِمُونَ
دین - اللہ کا دین ہے اور ہم مسلمان ہیں
اللَّهُ أَكْبَرُ هَذَا يَوْمُ الْخَزِينِ
اللہ بڑا ہے۔ یہ دن خزانوں کا دن ہے

ایک عجیب سے جذبے، ایک انوکھے دلوے اور ایک غیر معمولی رفتار کے
نے والا وہ پُر اسرار لشکر فرانسیسیوں پر حملہ آور ہوا تھا اور ان کی کئی صفوں
کے اندر درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ دشمن کے وسط میں لڑتا ہو۔ ولید
ہا تھا کہ یہ لشکر کس کا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو اچانک اس کی حمایت میں
آئے پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ فرانسیسی زیادہ دیر تک اس دو طرفہ دباؤ کو برداشت
نہ کر سکا اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان سب نے مل کر طروشہ
بجایا۔ شاید اس نیت سے کہ وہ مار دھاڑ کر کے شہر میں داخل ہو کر اپنے
مقصد لیں گے لیکن وہ ابھی ایک میل کا فاصلہ ہی طے کیے تھے کہ سامنے کی
سب کچھ الماموں نے ان کا راستہ روک کر ان کے لیے آلام کی قطاریں باندھ
بفرانسیسی بکھار گئے تھے۔ پشت کی طرف ولید اور اس پُر اسرار لشکر کا
نہا کر رہے تھے جس نے اپنا چہرہ مثل طور پر ڈھانپ رکھا تھا اور کوئی یہ
نہا تھا کہ وہ کون ہے۔

طوفانوں کی شکل اختیار کر رہا تھا۔ انہیں علم نہ تھا کہ ہلکی چھلکی لہریں طوفانی موجوں کی شکل
میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ شہر کے مغربی دروازے سے نکل کر ولید نے ایک مختصر ترین
چکر کاٹا۔ اس کے بعد فرانسیسیوں کی پشت پر نمودار ہو کر اس نے ایسی سختی اور ایسے
جبر کے ساتھ حملہ کیا تھا کہ فرانسیسی اس حملے کی سختی پر قابو پانے اور ولید کے آگے
بڑھنے کی رفتار کو روکنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ چند ساعتوں کے اندر ہی انہوں نے
اندازہ لگا لیا کہ وہ زیادہ دیر تک میدان جنگ میں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ان کا لشکر بڑی
تیزی سے کٹ کر کم ہوتا جا رہا تھا۔ آخر انہوں نے پسپائی کا فیصلہ کیا اور میدان سے
بھاگ کھڑے ہوئے۔ شمال اور مشرق کی طرف سے مسلمان نے ان کے راستے سدھو کر
دیے تھے جب کہ مغرب کی طرف انہیں ولید بڑھنے نہ دے رہا تھا۔ ولید کے اشارے
پر مسلمان اپنے لشکر کو لے کر بارسلونہ میں واپس چلا گیا اور ولید دشمن کے تعاقب میں
لگ کر ان کی تعداد کو اور کم کرنے لگا تھا۔

ولید کے آگے آگے بھاگتے ہوئے لشکر نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اس فریاد
لشکر کے ساتھ جا ملے گا جسے لو تھرتے جنوب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا اور جو
اس وقت تک ان گنت بستیاں ویران کرنے کے بعد طروشہ شہر کی طرف بڑھ رہا
تھا۔ یہی وہ لشکر تھا جس کی وجہ سے لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر طبلطلہ شہر کی طرف
بھاگ رہے تھے۔ ولید کے آگے آگے بھاگنے والے طروشہ سے پانچ میل جنوب میں
اپنے دوسرے لشکر کے ساتھ جا ملے اور دونوں لشکر وں نے پلٹ کر ولید پر حملہ
کر دیا۔ سمندر کے کنارے گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ طروشہ کچلی الماموں کا
شہر تھا گو اس وقت تک کچلی الماموں اپنے لشکر کے ساتھ طروشہ پہنچ کر اپنے
شہر کی حفاظت کے انتظامات مکمل کر چکا تھا لیکن اس کی طرف بڑھنے والے فرانسیسیوں
کو تو ولید نے راستے ہی میں روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

جنگ جب اپنے زوروں پر تھی تو مغربی پہاڑی سلسلے کے اندر وہ لشکر
بکھلا جس نے جبل اشارات سے نکل کر عمروں سے لڑنے والے جیولوس ماریا کے لشکر پر

کے دورے بھی پڑنے لگے تھے۔ کیمپ کے اندر طلبہ کے حکمران کی طرف سے بے ہیا کیے تھے جن سے عموماً بچاری عزلان کے لیے دوا حاصل کرتی تھی۔ ایک روز ایک بوڑھا اس کیمپ میں داخل ہوا۔ وہ احمد تھا۔ وہی جی نادر اور بغاوت کرنے والے جابر بن وہب کا غلام تھا جسے ولید نے دیا تھا اور اب وہ ولید کی حویلی میں رہ رہا تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی لڑکھی تھی اور کیمپ کے خیموں میں یوں چل رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کرتا ہو ایک جوان نے احمد کو روک کر پوچھا، آپ کیسے تلاش کر رہے ہیں۔ بدلتھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی کمرسیدھی کرتے ہوئے کہا۔ میں اپنی بیٹی کو رہا ہوں۔ مجھے خبر ہوئی تھی کہ وہ بھی اسی طرف ہجرت کر گئی ہے۔

اس جوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کیمپ میں اب بہت لوگ ہو گئے ہیں یوں کسی کو آسانی سے نہیں ڈھونڈا جاسکتا۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ اسے ہجرت کر کے آئی پھر میں آپ کو بتا سکوں گا کہ وہ کن خیموں میں ہے۔ بچتے ہوئے کہا۔ بارسلونہ اور طروشہ کے درمیان شفقندہ نام کی ایک بستی ہے، ہجرت کر کے آئی تھی۔ اس جوان نے بڑی ہمدردی کا مظاہر کرتے ہوئے کہا اب میں آپ کو وہاں پہنچاتا ہوں۔ شفقندہ سے جو لوگ ہجرت کر کے آئے ان کے خیمے شمال مغرب کی طرف ہیں۔ اب آپ یہ بتائیے آپ کی بیٹی کا در اس کے ساتھ کون ہے۔ احمد نے گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھوں پر لے لیا۔ بیٹی کا نام تو عموماً ہے اور اس کے ساتھ ایک بوڑھی خاتون ہے۔ عزلان ہے۔ اس جوان نے ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ آپ میرے

احمد اس جوان کے ساتھ کیمپ کے شمال مغربی حصے کی طرف بڑھا۔ پھر وہاں خیموں کے رہنے والوں سے عزلان اور عموماً کے متعلق پوچھا اور آخر میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔ جن کی آپ کو تلاش ہے وہ اس خیمے

فرانسیسی اب فرار اور جان بچانے کی دوسری راہیں تلاش کرنے لگے تھے ان میں سے کچھ تو بوکھلا ہٹ میں سمندر کے اندر کود کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بقیہ لشکر مغرب کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ ولید، یحییٰ المامون اور اس کے پڑوسر لشکر کا سالار ان کے تعاقب میں تھے۔ ایک میل کے تعاقب کے بعد جب کہ فرانسیسیوں کی تعداد کافی کم ہو گئی تھی اور ان میں مقابلہ کرنے کی سکت نہ رہی تھی وہ پڑوسر سالار اپنے لشکر کو لے کر واپس ہاتھ کے کوہستانی سلسلے کی طرف مڑ گیا۔ ولید اور یحییٰ المامون انہیں حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ اس لشکر سب جوان اپنے سالار کے ہم زبان ہو کر وہی گانا گاتے جا رہے تھے۔

دین؟ اللہ کا دین ہے اور ہم مسلمان ہیں

اللہ بڑا ہے۔ یہ دن؟ خزانوں کا دن ہے

وہ لشکر اپنے سالار کے پیچھے پیچھے ایک عجیب سی رقت کے ساتھ گاتا ہوا کوہستان طلبہ کے شمال مشرقی سلسلے میں داخل ہو کر روپوش ہو گیا۔ جب کہ ولید اور یحییٰ المامون نے فرانسیسیوں کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

طلبہ شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں جہاں تک نگاہ کام کوئی تھکا نہ نصب تھے۔ یہ وہ کیمپ تھا جو یحییٰ المامون نے قائم کیا تھا اور جس میں ولید آباد کیے گئے تھے۔ ولید کے علاقوں سے آٹھ کو پناہ لینے کی خاطر طلبہ کی طرف آئے تھے۔ انہی خیموں میں سے ایک خیمے کے اندر عزلان اور عموماً بھی رہ رہے تھے۔ ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے یہ سب خیمے یحییٰ المامون نے بنائے تھے۔ اس کے علاوہ ان بے سہارا لوگوں کو گرم کپڑے اور بستر مہیا کرنے کے لیے یحییٰ کی طرف سے ان کے کھانے کا بھی انتظام تھا۔ یہاں کیمپ میں ایک عورت کی بیماری زور پکڑ گئی تھی۔ اس کی صحت کافی حد تک گری گئی تھی اور اب اس

مزم خاتون! میرا نام احمد ہے۔ میں آقا ولید کا ایک معمولی خادم ہوں اور ان کی چلی میں ہی رہتا ہوں۔ عزلان نے نرم لہجے میں کہا۔ جہاں سے اُٹھے ہو وہیں آکر بیٹھ جاؤ۔ کسی سے مت کہنا کہ میں ولید کی ماں ہوں۔ اس کیمپ میں ہزاروں مائیں اور بہنیں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہی ہیں ان میں اگر ولید کی ماں بھی شامل ہو جائے گی تو کوئی پہاڑ نہیں ٹوٹ پڑے گا۔ میں نہیں جانتی کہیں اپنی آسائشوں کی خاطر اپنے بیٹے کا نام استعمال کروں۔ مجھے خوشی اور اطمینان ہے کہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک خیمے میں زندگی گزار رہی ہوں اور پھر اب تو میری بیماری اپنی آخری حدوں تک جا پہنچی ہے۔ شاید میری روح میرے جسم کا ساتھ چھوڑنے کیلئے میرے بیٹے ولید کا انتظار کر رہی ہے مومن بچاری رو پڑی اور عزلان سے لپٹتے ہوئے کہا۔ ایسی باتیں نہ کرو ماں! نہیں تو آپ کی عموں مر جائے گی۔

عزلان نے عموں کو تسلی دے کر چپ کر لیا۔ پھر اس نے احمد سے پوچھا۔ کیا تجھے ولید کے متعلق کوئی خبر ہے۔ احمد نے پھر اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے کہا ابھی تک جزیرہ سارڈینیا کی طرف سے آقا کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ جزیرہ سارڈینیا کی نسبت اب ان کی ضرورت یہاں زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ کاش وہ یہاں ہوتے تو فرانسیزیوں کو بتاتے کہ دادی ارغون میں داخل ہونا کیسا مشکل اور دشوار ہے۔ عزلان نے دُکھ سے کہا۔ نہ جانے وہ کہاں ہے۔ کب اس سرزمین کی طرف لوٹے گا۔ کاش وہ یہاں ہوتا اور اپنے اجرے شہروں اور خاکستری بستیوں کو دیکھتا۔ عزلان چند لمحوں تک خاموش رہی پھر اس نے عموں سے کہا۔ عموں! عموں! احمد کو کچھ کھانے کے لیے دو عموں نے فوراً کپڑے کے تھیلے سے خشک پھل اور گوشت نکالا اور ایک تھال میں ڈال کر احمد کے سامنے رکھ دیا احمد خاموشی سے کھانے لگا تھا۔

میں رہتی ہیں۔ وہ جوان واپس لوٹ گیا۔ اور احمد نے خیمے کی طرف مُڑ کر کے عموں! — تھوڑی ہی دیر بعد عموں بھاگتی ہوئی باہر نکلی اور حیرت کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ کیا آپ نے مجھے پکارا ہے۔

احمد نے بڑی شفقت سے کہا۔ بیٹی! اگر تمہارا نام عموں ہے تو نے تمہیں پکارا ہے۔ میں احمد ہوں اور آقا ولید کی حویلی میں رہتا ہوں۔ مجھے نے آپ کا پتہ کرنے اور آپ کی خبر گیری کے لیے روانہ کیا ہے۔ میں پہلے متنا تھا لیکن بستی اُجڑی پڑی تھی۔ پھر مغرب کی سمت دوسری بستیوں کی طرف بڑھ سے مجھے خبر ہوئی کہ لوگ طلیطلہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں لہذا میں ادھر جاا عموں آگے بڑھی۔ احمد کے ہاتھ سے اس نے گھوڑے کی باگ لے

اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ باندھ دیا اور وہ پہلے سے وہاں بڑا ہوا چارہ کھا تھا۔ عموں نے خیمے کا پردہ ہٹاتے ہوئے کہا۔ آپ اندر آجائیے۔ احمد خیمے ہٹا۔ اندر پورے خیمے میں چٹائی بچھی ہوئی تھی اور ایک بستر میں عزلان بڑی کراہت سے دہ بالکل لاغر ہو چکی تھی۔ عزلان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے احمد نے پوچھا۔ خاتون عزلان ہیں۔ عموں نے کہا، آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ عزلان ہیں آپ سے یہ انکشاف بھی کر دوں کہ یہ امیر ولید بن ہشام کی ماں ہیں۔

احمد پریشانی میں کھڑا ہو گیا اور پوچھتے ہوئے کہا۔ عموں بیٹی! یہ تمہیں کہا۔ اگر یہ آقا ولید کی ماں ہیں تو پھر اس خیمے میں کیوں ہیں۔ میں ابھی طلیطلہ حاکم سے اس کا ذکر کرتا ہوں۔ خدا کی قسم ان کے دلوں میں امیر ولید کے لیے عقیدت اور احترام ہے کہ وہ آپ دونوں کے لیے اپنا سکونتی محل تک خالی میں سعادت خیال کرے گا۔

احمد جب خیمے سے باہر نکلنے لگا تو عزلان نے نحیف سی آواز میں پکارا۔ ٹھہرو اجنبی! احمد رُک گیا اور احتجاجی انداز میں عزلان کی طرف دیکھ کر عزلان نے پھر پوچھا پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو۔ احمد نے بڑی انکساری سے کہا۔

اوپر سے ہم اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ انہوں نے طلیطلہ کے بچی المامون کے ساتھ فرانسیسیوں کے اس متحدہ لشکر کو بھی شکست دی اور اب لوگ کہہ رہے ہیں کہ ولید اور المامون ان دونوں لشکروں کو اپنے آگے آگے بھگاتے اور مارنے کاٹتے طلیطلہ کا طرف ہی لارہے ہیں۔

عزلان کے بیمار، خشک اور مردہ سے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے بڑے شوق سے عموذہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے بیٹی! تجھے کس نے یہ باتیں کہیں۔ عموذہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ بتانا کس نے ہے ماں! باہر کیمپ میں تو شور مچا ہوا ہے۔ لوگ ولید کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ طلیطلہ کا کوئی خبر نہ لایا ہے۔ سنا ہے طلیطلہ شہر کو فتح کی اس خوشی میں اور ولید کے استقبال کے لیے دُسن کی طرح سجایا جا رہا ہے۔ عزلان نے عموذہ کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ اہل طلیطلہ کو کیا خبر کہ ولید کی ہونے والی دُسن تو کیمپ کے ایک خیمے میں بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔ عموذہ بڑی طرح شرمائی اور پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔ آدمیاں! پہلے کھانا کھالیں۔ عزلان نے بیزارگی سے کہا۔ میرا جی نہیں چاہ رہا بیٹی! لگتا ہے آج میری بیماری اور تیز ہو گئی ہے تم اور احمد کھالو۔

عموذہ نے روٹھنے کے انداز میں کہا۔ روزمرہ کی طرح ایک لقمہ تو کھا لو ماں! عموذہ کا دل رکھنے کی خاطر عزلان نے کہہ دیا۔ اچھا لے آؤ۔ عموذہ نے عزلان کے سامنے کھانا رکھ دیا۔ عزلان نے چونک کر عموذہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عموذہ! عموذہ! باہر دف بج رہی ہے اور کوئی اعلان ہو رہا ہے۔ سنو! ولید پہنچ تو نہیں گیا۔ تینوں خاموش ہو کر سُننے کی کوشش کرنے لگے۔ کیمپ میں زور زور سے دف پیٹی جا رہی تھی اور کوئی اعلان نہ ہوا تھا۔ ہسپانیہ کے مسلمانو! ہتھیار اٹھاؤ کہ تمہاری بقا اسی میں ہے۔ اٹھو اور آزادی کے مجاہدوں کی صفوں میں شامل ہو جاؤ۔ ان تینوں کے چہروں پر خوشی کے آثار بکھر گئے تھے اور پھر وہ کھانا کھانے لگے تھے۔

اس رات کیمپ کے اندر ہزاروں مشعلیں روشن کر کے فتح کی خوشی کا اظہار کیا



بہرنی کی طرح قلائچیں پھرتی ہوئی عموذہ خیمے میں داخل ہوئی۔ وہ خوش تھی نہ کہ گلاب کی بچیلی شاخ کی طرح وہ کچھ اس طرح تبسم بہ لب تھی جیسے جیسے ہواؤں میں پھڑپھڑاتی حسن کی رنگین قبا۔ جیسے صحرا کے اندر کسی آباد نخلستان کا پُردون قہقہہ۔ وہ کیمپ سے اپنا، عزلان اور احمد کا کھانا لائی تھی جیسے اس نے خیمے کے ایک کونے میں رکھ دیا اور وہ عزلان کے سامنے کھڑی مسکرائے جا رہی تھی جیسے وہ اپنی خوشیوں اور مسرتوں پر قابو نہ رکھ سکی ہو۔ کسی آن جانی خوشی میں وہ کسی تنگ اور تنگی کی طرح رقصاں، دھنک کی طرح رنگین اور کسی چنبیلی کے نمکنے کنج کی طرح وہ خود بھی مہک اُٹھی تھی۔ پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھی اور بے خودی میں عزلان سے لپٹے ہوئے اس نے کہا۔

وہ آ رہے ہیں ماں! وہ آ رہے ہیں۔ عزلان نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے نحیف آواز میں پوچھا۔ کون آ رہے ہیں بیٹی! اپنے ہونٹوں کے دہکتے گلابوں کو حرکت دیتے ہوئے عموذہ نے کہا۔ ولید آ رہے ہیں ماں! عزلان نے تڑپ کر کہا کہاں ہے ولید! — وہ جزیرہ ساردینیا سے لوٹ آئے ہیں، وہ کامیاب رہے ہیں اور اپنی ساری لڑکیوں کو چھڑا لے گئے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی بارسلونہ کے باہر فرانسیسی لشکر کو شکست دی ہے۔ وہ لشکر ان کے آگے آگے جنوب کی طرف بھاگ کر اس لشکر میں جا ملا۔ جن

لیا تھا۔ جبکہ جنگ جہنم کی کامرانی کی صدائیں اور مسرت و شادمانی کے نغمے سنائی دیتے رہے۔ عمو نے بچاری اپنے خیمے میں آدھی رات تک جاگ کر ولید کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ نہ آیا اور وہ سونے کی تیاری کرنے لگی تو عزلات کی حالت زیادہ بگڑ گئی۔ عمو نے بچاری کو آرام کرانا اور سونا بھول گئی اور عزلان کو سنبھالنے لگی۔ عزلان کی حالت سے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صبح تک بھی زندہ نہ رہ سکے گی۔

عمو نے بچاری اسے سنبھالتی رہی اور لیٹ لیٹ کر اس سے روتی بھی رہی اب وہ بچاری عزلان ہی کو اپنی ماں سمجھتی تھی۔ جب صبح ہوئی اور کیمپ کے لوگ جاگ گئے تو عمو نے عزلان کے لیے طبیب کو بلانے اپنے خیمے سے باہر بھاگ گئی۔ اس کی غیر موجودگی میں احمد عزلان کی نگہداشت کرنے لگا تھا۔

کیمپ میں اس وقت لوگوں میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا۔ عمو نے کھانا ڈالنا بھول گئی اور وہ روئی اور سسکیاں لیتی ہوئی ان خیموں کی طرف بھاگ رہی تھی جو کیمپ کے تنہا خانے کے طور پر استعمال ہوتے تھے اور جس میں کیمپ کے دونوں طبیب بھی رہتے تھے۔ عمو نے ایک خیمے میں داخل ہوئی۔ اندر دونوں طبیب ایک چٹائی پر بیٹھے دوائیوں کی گولیاں بنا رہے تھے۔ عمو نے ان کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی اور گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ خدا کے لیے میرے ساتھ چلے میری ماں سخت بیمار ہے۔ وہ اس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گی۔ میں آپ کو اس کا معاوضہ بھی دوں گی۔

ایک طبیب کھڑا ہو گیا اور بڑی شفقت سے کہا۔ اے بیٹی! تو اس قدر منت و ناری سے کیوں کہہ رہی۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور تم سے کوئی معاوضہ نہ لگا۔ یہ ہمارا فرض ہے بیٹی! طبیب خیمے سے نکل کر عمو کے ساتھ ہو لیا۔

تھوڑی دُور آگے جا کر عمو نے ایک دم مٹھٹھک کر رک گئی۔ اس کے قریب ہی دائیں ہاتھ اس کے ولید کا گھوڑا کھڑا تھا اور ایک بوڑھا اس کی نعل بندی کر رہا تھا۔ عمو نے اس طرف بڑھ گئی۔ طبیب بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ قریب جا کر اس نے دیکھا

وہ گھوڑا واقعی ولید کا تھا لیکن وہ خود وہاں نہ تھا۔ کیمپ کے کئی جوان گھوڑے کے گرد جمع تھے اور نعل بندی والا گھوڑے کو چاندی کے نعل لگا رہا تھا۔ عمو نے یہ بھی دیکھا کہ گھوڑے کے ماتھے پر مہندی لگی ہوئی تھی۔ پاؤں میں جھانجریں اور کاٹھی پر تاروں والی جھلمل کرتی نعل تھی۔ جب گھوڑے کے نعل لگ گئے اور چند جوانوں نے گھوڑے کو ایک طرف لے جانا چاہا تو گھوڑا اڑ گیا۔ انہوں نے ہتیرا پچکارا۔ تھکی دی بر گھوڑا سیخ پا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے کان بالکل پیچھے کی طرف سیدھے اور منہ آگے کی طرف متقیم رکے کاٹنے کا انداز بنایا تھا اور دو لیتاں جھاڑنے کے لیے وہ اپنی دونوں کچھلی ٹانگوں کو بار بار تھوڑا تھوڑا دُور اُٹھانے لگا تھا۔

عمو نے فوراً آگے بڑھی اور گھوڑے کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ گھوڑا فوراً پرسکون ہو گیا۔ اور عمو نے کے ہاتھوں پر اپنے ہونٹ رگڑنے لگا تھا۔ ایک جوان نے پوچھا۔ اے خاتون کیا آپ؟ عمو نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ یہ گھوڑا مجھے اچھ طرح جانتا ہے۔ کیا آپ بتا سکیں گے اس کا مالک کہاں ہیں۔ وہ جوان پھر بولا۔ کیا آپ جانتی ہیں یہ گھوڑا؟ عمو نے پھر بیچ میں بول پڑی امیر ولید بن ہشام کا ہے۔ آپ لوگ یہ بتائیے وہ اس وقت کہاں ہیں مجھے ان سے ایک ضروری کام ہے۔ اس جوان نے کہا۔ امیر ولید اس وقت طلیطلہ کے حکمران یحییٰ کے ساتھ کیمپ میں ہیں۔ وہ رات کے پچھلے حصے میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچے تھے۔ ان کا لشکر تو کیمپ کے دائیں طرف پڑاؤ کر چکا ہے۔ جب کہ امیر اس وقت کیمپ میں کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔ ہم عقیدت کے اظہار میں ان کا گھوڑا سجا رہے تھے۔

عمو نے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بائیں جانب سے اسے ولید اور یحییٰ المامون آتے دکھائی دیئے۔ عمو نے اس کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔ خدا کے لیے جلدی کیجئے۔ مال سخت بیمار ہے۔ میں طبیب کو لینے آئی ہوں۔ آپ ماں سے چل کر ملیئے۔ وہ ہر روز آپ کو یاد کرتی رہی ہیں۔ ولید نے منہ سے کچھ بھی نہ کہا۔ وہ عمو کے ساتھ خیمے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ طلیطلہ کا حکمران یحییٰ اور طبیب بھی ان دونوں کے

پیچھے بھاگ رہے تھے۔ ولید عمونہ کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا۔ اندر احمد گردن چوکا اُداس بیٹھا ہوا تھا۔ ولید نے اُسے پکارتے ہوئے کہا۔ احمد! احمد! تم کب یہاں آئے ولید کو دیکھ کر احمد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے فوراً اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ آقا! میں کل کا یہاں آیا ہوا ہوں۔ مجھے امیر عمروں نے ان کی خیریت اور خبر گیری کے لیے ادھر روانہ کیا تھا۔ ولید عزلان کے سامنے بیٹھ گیا۔

عزلان نے آنکھیں موند رکھی تھیں اور وہ بڑے کرب کی حالت میں تھی۔ عمونہ نے عزلان کو پکارتے ہوئے کہا۔ ماں! ماں! آنکھیں کھولو اور دیکھو کون آیا ہے۔ اسی وقت یحییٰ المامون اور طبیب بھی خیمے میں داخل ہوئے اور احمد کے قریب کھڑے ہو گئے۔ عزلان نے آنکھیں کھولیں اور ولید کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر وہ غمگین ہو گئی تھی شاید ولید کی حالت دیکھ کر۔ ولید کی خون آلود قمیض پھٹی ہوئی تھی اور سر کا عمامہ بھی خون آلود تھا۔ عزلان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے پھر اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے اور ولید کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ ولید بھی ایک بچے، بالکل ننھے بچے کی طرح اپنی ماں سے لپٹ کر سسک پڑا تھا۔ ان کے پاس بیٹھی ہوئی عمونہ بھی رو دی تھی جب کہ احمد، یحییٰ المامون اور طبیب کی گڑباز جھجکی ہوئی تھیں۔

ولید نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ ماں! طبیب آیا ہے۔ اسے موقع دیں کہ وہ آپ کو دیکھے۔ عزلان نے ولید کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹے! مجھے اب طبیب کی نہیں دعا کی ضرورت ہے۔ میں ہر روز تیرا انتظار کرتی تھی۔ پر تو نے بہت دیر کو دی بیٹے! تمہارے باپ کے بعد میرے ذمے ایک کام تھا۔ شاید اسے سرانجام دینے کو قدرت نے مجھے ہمت دے رکھی تھی۔ بیٹے! تم عمونہ سے شادی کر لو۔ مرتے وقت مجھے یہ سکون تو ہوگا کہ میرے بچے کا گھر آباد ہے۔ قبل اس کے ولید کچھ کہتا عزلان نے یحییٰ المامون اور طبیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کوئی ہے جو میری آخری سانس کے وداع سے قبل ان دونوں کا نکاح پڑھا دے۔

طبیب آگے بڑھتا ہوا بولا۔ اے معترم خاتون! یہ سعادت میں حاصل کروں گا۔ عزلان نے اشارے سے طبیب کو آگے بلایا۔ طبیب ولید اور عمونہ کے درمیان بیٹھ گیا اور دونوں کا نکاح پڑھا دیا۔ طبیب جب اُٹھ کر پھر اپنی جگہ جا کھڑا ہوا، تو عزلان نے پوچھا۔ اے میرے بیٹے! حمور! کہاں ہے۔ ولید نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اے میری ماں! حمور! اور دوسری تمام لڑکیوں کو میں نے قزاقوں کے چنگل سے نکال لیا تھا لیکن ہائے افسوس قزاقوں کے ساتھ جنگ کے دوران میری بہن اور ماموں مار گئے۔ مرنے سے قبل ماموں نے مجھے تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا۔

عزلان نے غمگین آواز میں کہا۔ آہ حمور! تو کیسی بد قسمت بیٹی تھی۔ کاش میں تجھے دیکھ سکتی۔ عزلان نے آنکھیں موند لیں اور آنسو تیز دھاروں کی صورت میں اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ ولید نے اس سے لپٹتے ہوئے پکارا۔ ماں! ماں! عزلان نے آنکھیں کھولیں اور ولید کو لپٹتے ہوئے کہا۔ ایک بار پھر ماں کہہ کر پکارو بیٹا! کہ میں ساری زندگی تمہارے منہ سے یہ لفظ سننے کو ترستی رہی مجھے ماں پکارو بیٹا! کہ میں وہ بد نصیب ہوں جو اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنے سامنے پروان چڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکی۔ ولید ماں! ماں! پکارتا ہوا عزلان سے لپٹ گیا۔ ایک دم عزلان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ولید نے چونک کر اس کی نبض دیکھی۔ عزلان اپنی آخری سانس کو الوداع کہہ چکی تھی۔ ولید نے عمونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمونہ! عمونہ! ماں مرجی ہے۔

عمونہ بچاری عزلان سے لپٹ کر دھاڑیں مارتی ہوئی رونے لگی تھی۔ ولید بھی ماں سے لپٹ کر سسک پڑا تھا۔ یحییٰ المامون، طبیب اور احمد کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ باہر کیمپ میں لوگ ولید کا فتح اور کامیابی کا جشن منا رہے تھے جب کہ خیمے کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔ عمونہ رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی اور ولید دھیرے دھیرے سسک رہا تھا۔



سہ پہر کے قریب عزلان کو طبلہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔ ولید نے

اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ کچھ دیر وہ طلیطلہ شہر میں بچی المامون کے ساتھ اپنے اگلے لاٹھ عمل کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ اس دوران احمد اس کے ساتھ رہا۔ شام سے ذرا قبل وہ کیمپ میں آیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور احمد اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ عمو نے خیمے کے پاس آکر ولید نے گھوڑے کو روکا اور نیچے اُترا۔ احمد بھی اُترا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ولید خیمے میں داخل ہوا۔ اندر عمو نے بچاری عزلان کے بستر میں سر جھکائے اداس بیٹھی تھی۔ ولید کے قدموں کی آہٹ پا کر اس نے ایک بار اس کی طرف دیکھا۔ پھر اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ ولید اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اسے بکارا۔ عمو! عمو! میں جارہا ہوں۔ عمو نے وحشت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد و قریب کے ساک مرحلے اس نے پل بھر میں طے کر لیے اور ولید کے سینے پر سر رکھ کر وہ سسک پڑی تھی۔ ولید عمو کو تسلی دیتا رہا۔ عمو سنبھلی اور علیحدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ولید نے پہلے غور سے عمو کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور سوچی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے بڑی نرمی سے کہا۔ عمو! میں نے طلیطلہ کے حکمران بچی المامون سے طویل گفتگو کی ہے۔ اس کیمپ کے لوگوں کو ایک ایک ماہ کے اخراجات کے لیے رقم مہیا کی جائے گی اور انہیں واپس اپنی اپنی بستیوں کی طرف جانے کی اجازت دے دی جائے گی اس لیے کہ جن بستیوں کی طرف سے یہ لوگ ہجرت کر کے آئے ہیں وہ بے ہم نے فرانسیسیوں سے خالی کوالی ہیں۔ تم بھی آج شام بارسلونہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ احمد تمہارے ساتھ ہوگا۔ وہ بڑا مہربان اور مشفق بزرگ ہے۔ وہ راستے میں تمہاری ہر آسائش کا خیال رکھے گا۔ بارسلونہ میں تم مسلم بن تمام کے ہاں قیام کرنا اور جب تمہیں یہ خبر ہو کہ جیولوس اور لو تھقر نے حرہ اور سویڈا کا محاصرہ ختم کر دیا ہے تو احمد کو ساتھ لے کر حرہ کی طرف روانہ ہو جانا۔ میں نے آج ہی ایک آدمی عمروں کی طرف روانہ کیا ہے۔ میں نے اسے مال کے مرنے اور تم سے شادی کے سارے واقعات کہلا بھیجے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خط میں نے ناتن کی طرف بھی بھیجا ہے اور اس سے کہا ہے کہ میرے حرہ میں آنے سے قبل سارہ کی شادی عمروں سے کر دو۔ مجھے اُمید ہے۔

جب تم بارسلونہ سے نکل کر حرہ میں اپنی جوی کی اندر داخل ہو گی تو وہاں سارہ عمروں کی بیوی کی حیثیت میں تمہارا استقبال کرے گی۔ عمو نے اُداس لہجے اور بکھری بکھری پریشان آواز میں پوچھا۔ آپ اب کہاں جائیں گے۔ کیا آپ جیولوس ماریا اور لو تھقر کا ہمراہ توڑنے کی خاطر حرہ کی طرف کوچ نہ کریں گے۔

ولید نے ہلکی سی مسکراہٹ میں کہا۔ عمو! میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں۔ میں بہت جلد حرہ میں آکر تم سے ملوں گا۔ سر دست میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے زرغوزہ کی طرف کوچ کروں گا۔ کیونکہ وہاں مسلمان کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہاں کسی کی جان اور عزت محفوظ نہیں ہے اس لیے کہ شہر پر فرانسیسیوں کا قبضہ ہے اور وہ اس شہر کو اپنے رسد و ملک کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وقت ضائع کیے بغیر فوراً زرغوزہ پر قبضہ کر لوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لو تھقر کو جب یہ اطلاع ملے گی کہ میں نے بارسلونہ سے لے کر طلیطلہ کے علاوہ سمندر کی بچی کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے اس کے لشکر کو ختم کر دیا ہے تو وہ جیولوس ماریا کو حرہ کے محاصرے پر چھوٹ زرغوزہ میں ابائے گا اور یوں اس شہر میں فرانسیسیوں کی قوت زیادہ ہو جائے گی اور ہمارے لیے کئی مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے میں ابھی یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ میں شب کے کچھلے حصے میں وہاں کے لوگوں سے رابطہ قائم کر کے شہر پر اپنا قبضہ مکمل کر لینا چاہتا ہوں۔ عمو! عمو! میں جانتا ہوں میری علیحدگی اور روانگی تمہیں شاک گزرے گی۔ لیکن آزادی اور امن کی خاطر اس سے زیادہ اور بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ مجھے اُمید ہے تم میرے ساتھ تعاون کرو گی۔ میں آج صبح ہی اپنے چند جانوروں کو زرغوزہ کی طرف روانہ کر چکا ہوں۔ وہ میری آمد تک شہر پر نگاہ رکھیں گے۔

عمو نے اپنے اپنے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! آپ مطمئن رہیے میں کبھی بھی کسی موقع پر آپ کے راستے کا پتھر ثابت نہ ہوں گی۔ مسلم قوم کی سر بلندی کے لیے میں اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔ مجھے آپ جیسے شوہر پر فخر ہے۔ واللہ! میرے لیے یہ ایک بہت بڑی سعادت

ہے کہ میں آپ جیسے جرنیل کی بیوی ہوں۔ عمو نے پیچھے ہٹی۔ عز لان کے بستر کے اندر سے اس نے چھوٹی سی ایک گھٹری نکالی اور ولید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ میری بار کے زیورات ہیں۔ یہ اس وقت سے میرے پاس ہے جب میرا باپ مجھے کلیسا طریش میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ آپ انہیں سنبھال کر رکھ لیں۔

ولید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گھر کی مالک تم ہو اور زیورات مجھے سنبھالنے کو یوں کہہ رہی ہو جیسے میں نے یہ پہنے ہیں۔ ولید کی باتوں پر عمو نے کھلکھلا کر ہنس دی۔ ولید نے خیمے سے باہر کھڑے احمد کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

احمد! احمد! میرے گھوڑے کی خرچہیں لے کر اندر آؤ۔ احمد جب گھوڑے کی چرمی خرچہیں لے کر خیمے میں آیا تو ولید نے اس میں سے نقدی ایک تھیلی نکال کر عمو کو تھماتے ہوئے کہا۔ یہ سنبھالو۔ یہ وہ نقدی ہے جو مال غنیمت سے میرے حصہ میں آئی ہے۔ ولید نے ایک اور نقدی کی چھوٹی سی تھیلی نکال کر احمد کو تھماتے ہوئے کہا۔ یہ اپنے پاس رکھ لو احمد! یہ راستے میں یہاں سے بارسلوناؤ وہاں سے صحرہ کی طرف سفر کے دوران تمہارے کام آئے گی۔

احمد نے ہچکچاہٹ میں کچھ کہنا چاہا۔ لیکن ولید نے تھیلی اسے زبردستی تھام دی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ احمد! احمد! تم آج شام ہی قافلے کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو جانا۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ ابھی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ راستے میں عمو نہ کا خیال رکھنا اسے اگر ذرا سی بھی تکلیف ہوئی تو یہ روانہ نہ کر دے گی۔ عمو نے ولید کی باتوں پر ہنس دی تھی۔

احمد نے بڑے خلوص سے کہا۔ آقا! آپ عمو نے بیٹی کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی ہم کی طرف روانہ ہوں۔ میں انشاء اللہ یہاں سے صحرہ تک کے سفر کے دوران اپنی بیٹی کو کسی تکلیف کا سامنا کرنے دوں گا۔ ولید نے پہلے احمد سے مصافحہ کیا۔ پھر عمو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں تم دونوں کو خدا حافظ کہتا ہوں۔ میرا لشکر تیار کھڑا ہے۔ تینوں خیمے سے باہر آئے۔ عمو نہ کا دل اندر سے رورہا تھا۔ اسے عز لان

اگلے روز فجر کی نماز سے تھوڑی دیر قبل ولید اپنے لشکر کے ساتھ زرغوزہ شہر سے رات چار فرلانگ کے فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے لشکر کو شہر کے جنوب میں انہی نکسلی دریاہ چٹانوں کے اندر رکنے کا حکم دیا۔ جہاں پہلے بھی اُس نے اس وقت قیام کیا تھا اب وہ پہلی بار زرغوزہ پر قابض ہوا تھا۔ جب سورج طلوع ہوا اور سہرا کی میٹھی صوب چاروں طرف پھیل گئی تو ولید ان سیاہ چٹانوں کے اندر سے نکلا۔ وہ لنگڑا کر چل رہا تھا اور ایک سبزی فروش کے بھیس میں تھا اس نے ایک سیاہ رنگ کے گدھے کی باگ بڑھائی تھی جس پر سبزی لدی ہوئی تھی۔

ولید لنگڑا لنگڑا کر اور ایک ٹانگ کو گھسیٹ گھسیٹ کر چلتا ہوا شہر کی رات بڑھا۔ اس کی غیر موجودگی میں لشکر کی کمانداری نا طور بن بدر کر رہا تھا۔ شہر کے دروازے سے ولید اندر داخل ہوا۔ دروازے پر فرانسیسی محافظوں کا سخت پہرہ تھا۔ تاہم اس پر نہ کسی نے شک کیا اور نہ ہی اس سے کوئی تعرض کیا۔ منجھے سے سبزی فروشوں کی طرح آواز میں لگتا ہوا ولید شہر کے اندر آگے بڑھتا رہا۔ تین چار لمحوں پر کچھ لوگوں نے اسے آوازیں دیکر روکا۔ شاید وہ سبزی خریدنا چاہتے تھے لیکن پیر کے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ کہیں اس کے اور کوئی اسے پہچان لیں کی آمد کا ہنگامہ کھڑا کر کے فرانسیسیوں کو چوکس کر دے وہ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں

تک کہ وہ زرغوزہ کے سابق والی مالک بن نمیرہ کی حویلی سے باہر نکلا۔ اپنا گدھا اس نے روکا اور حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ جب دروازہ کھلا تو مالک بن نمیرہ کا چھوٹا بھائی حارث بن نمیرہ سامنے کھڑا تھا۔

ولید نے اپنے منہ سے نقاب ہٹا کر چہرہ اُپر اٹھایا تو حارث نے بدھاس لہجے میں کہا۔ یا امیر! آپ اس حالت میں اور یہاں۔ ولید نے اسے سرگوشی میں تنبیہ کی۔ آہستہ بولو حارث! اور میری بات غور سے سنو۔ میں ایک سبزی فروش کے بھیس میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ میرا لشکر جنوب کی سیاہ چٹانوں کے اندر پڑاؤ کیے ہوئے ہے یہاں سے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں شہر پر حملہ آور ہوں گا۔ اس دوران تم فوراً شہر کے سرکردہ لوگوں سے ملو اور انہیں کہو آزادی کے لیے اپنے ہتھیار اٹھالیں۔

تم کچھ جوانوں کو ساتھ ملا کر شہر کے جنوبی دروازے کے فرانسیسی محافظوں پر حملہ کر کے انہیں ترہیغ کر دینا اور شہر کا دروازہ کھول دینا۔ اس وقت تک میں وہاں منتظر کھڑا ہوں گا۔ ایک بار میں اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا تو پھر یہاں مقیم فرانسیسی لشکر سے نمٹنا کوئی اتنا مشکل نہ ہو گا۔ اس کے علاوہ تم محلے محلے اور گھر گھر یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا مرداؤ کیا عورتیں فرانسیسیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور جب فرانسیسی میرے ساتھ جنگ کر رہے ہوں تو وہ ان کی پشت پر حملہ کر دیں۔

یاد رکھو حارث! قدرت بار بار کسی قوم کو اسے اس کی غلطیوں کا نالہ کرنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کا موقع فراہم نہیں کرتی۔ اندلس کے اندر پہلے ہی جبل البراق سے الحضر تک اور طرطوشہ سے لے کر دریائے تاجہ کے ڈیلٹا تک مسلم قوم کئی بار اپنی جہاد غلطیوں کا اعادہ کر چکی ہے اور میری قوم ابھی تک ان کوتاہیوں کا کفارہ ادا نہیں کر سکی ہمارے جنوب میں گوا ایک نہیں کئی مسلمان حکمران ہیں لیکن وہ سب غفلت کی لپی گہری نیند میں کھو چکے ہیں کہ انہیں مسلم قوم کے اتحاد اور استواری سے کوئی دلچسپی اور لگاؤ نہیں ہے۔

حارث نے بڑی سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! آپ مطمئن بہت جلد آپ شہر کے اندر ایک انقلاب رونما ہوتا دیکھیں گے۔ ہم آپ کی باتیں فرانسیسیوں کے ساتھ آزادی کی ایک نئی صبح اور وقت کے نئے اور سنہری کی ابتدا کریں گے۔ ولید نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ حارث تمہارے جذبات قابل ہیں۔ اللہ آج کا دن زرغوزہ میں فرانسیسیوں کا آخری دن ہو گا۔ تم میرے ہم پر لدی ہوئی سبزی اُتار کر اندر لے جاؤ تاکہ شہر پناہ کے دروازے پر پکھڑے فرانسیسی بھیس میں سبزی بیچ کر واپس جا رہا ہوں۔ حارث نے سبزی اُتار کر گدھا خالی یا اور ولید اسے ہانکتا ہوا واپس جا رہا تھا۔

ولید کے شہر سے نکل جانے کے بعد حارث بن نمیرہ فوراً حرکت میں آیا تھا۔ نے فوراً شہر کے سرکردہ لوگوں سے رابطہ قائم کیا اور انہیں نئی صورت حال سے کر دیا۔ فوراً شہر کے ایک سو جنگجو مسلمان جوانوں کا دستہ تشکیل دے دیا گیا جنہیں ماہیات کے مطابق شہر کے جنوبی دروازے پر مقیم فرانسیسی سپاہیوں پر حملہ مار زرغوزہ شہر میں اندر ہی اندر ایک انقلاب ایک طوفان اور ایک محشر اٹھ کھڑا ہوا ہر گھلے کے سرکردہ آدمی نے اپنے جاننے والوں کے ذریعے شہر کے بچے بچے تک یہ پہنچا دیا تھا کہ فرانسیسیوں سے شہر خالی کرانے کا وقت آ گیا ہے۔ شہر کے ارد گرد پر فرانسیسی چوکنے ہو کر اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جب کہ شہر کے اندر مال کا غنم بہانے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے۔ شہر کے جنوبی دروازے پر قبضہ کرنے والے ان سوجوانوں کو دروازے کے قریب ہی چند مکانوں کے اندر جمع کر دیا گیا تھا رشتہ بن نمیرہ ان کے ساتھ تھا اور ان کی کمانداری کر رہا تھا۔ کسی کو کچھ علم نہ چند لمحہ بعد زرغوزہ شہر میں کیا ہونے والا ہے۔

اچانک شہر والوں نے دیکھا۔ فرانسیسی لشکر میں پھیل مچ گئی تھی اور وہ فیصلہ بوج سے دوسرے برج میں بھاگ دوڑ کرنے لگے تھے۔ شاید انہوں نے دُور سے حملہ آور ہوتے دیکھ لیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فیصلہ سے باہر اللہ اکبر کی تکبیریں

بلند ہونے لگیں جس کا مطلب تھا ولید نے شہر پر حملہ کر دیا ہے۔ فرانسیسیوں نے اندھا دھند تیر اندازی شروع کر دی تھی لیکن ولید اپنا لشکر لے کر ڈھالوں کی اوریم جنوبی دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ شہر سے باہر ولید کے لشکر کی تکبیروں کے جواب میں شہر کے لوگ بھی اللہ اکبر بکارتے ہوئے مسلح ہو کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ فرانسیسی سمجھ گئے تھے کہ انہیں ووظفر جنگ کرنا ہوگی۔ لہذا انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ شہر کے لوگوں کے ساتھ نمٹنے کے لیے فصیل سے نیچے اترنے لگا اور دوسرا حصہ ولید کے لشکر پر تیر اندازی جاری رکھے ہوئے چلا۔ چنانکہ حارث بن نیرہ اپنے ایک سو جنگجو جوانوں کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ سب اللہ اکبر بکارتے ہوئے نکلے شہر کے جنوبی دروازے سے باہر ولید نے بھی اللہ اکبر کی صدا میں بلند کی جس کا مطلب تھا کہ میں دروازے سے باہر تھا اور منتظر کھڑا ہوں۔ فرانسیسی ابھی پوری صورت حال کو سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ حارث بن نیرہ اپنے جاننا کے ساتھ دروازے کے فرانسیسی محافظوں پر ٹوٹ پڑا۔ آن کی آن میں اس نے بہر کو تہ تیغ کر کے دروازہ کھول دیا اور ولید سیلاب کے ایک ریلے کی صورت میں ولید سے نمٹنے کے لیے شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ وہ فرانسیسی جو فصیل سے اتر کر شہر کے عوام سے نمٹنے والے تھے اب ولید کے لشکر کی زد میں آ گئے تھے۔ ولید نے کچھ اڑا طرح فرانسیسیوں کو گھیر کر ان کا قتل عام شروع کیا تھا کہ وہ بُری طرح شور اور داد کرنے لگے تھے۔ شہر کی فصیل اور برجوں پر متعین فرانسیسی لشکر نے اب اپنی جگہ کو چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے نیچے اترنا شروع کر دیا تھا۔ شہر کے کھلے میدان کے علاوہ اب گلی کو چوں کے اندر بھی جنگ پھیل گئی تھی۔ شہر کی عورتیں تک جی ہو کر نکل پڑی تھیں اور فرانسیسیوں پر ٹوٹ پڑی تھیں۔

شہر میں شور و شر کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فرانسیسی اپنے جمانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے لیکن انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ ولید اب لمحہ بہ لمحہ اپنا دائر عمل پھیلاتا جا رہا تھا اور فصیل سے اترنے والے

فرانسیسی اس نے بُری طرح اپنی زدیں لے لیا تھا۔ ۱۔
گوفرانسیسیوں کا اصل زور ولید نے جنگ کی ابتدا میں ہی توڑ دیا تھا۔
۲۔ فرانسیسی دوسپہر تک مدافعت کرتے رہے اس وقت تک ان کی تعداد کم ہوتے
۳۔ نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی اور ولید نے آخری اور جاندار حملہ کر کے بچے کھچے دشمنوں
۴۔ نمایا بھی کر دیا تھا۔ سب سے پہلے شہر کو دشمن کی لاشوں سے صاف کیا گیا۔ اس
۵۔ بعد ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں ظہر کی نماز ادا کی۔ بعد میں اس نے حارث
۶۔ بنوہ کو شہر کا والی مقرر کر کے اسے تنبیہ کی کہ وہ شہر کی حفاظت کے لیے شہر کے جوانوں
۷۔ جنگی تربیت دے کر ایک لشکر تیار کرے جو کسی ناگہانی صورت میں دشمن کے سامنے
۸۔ کھڑے ہو کر زور غزوہ کا دفاع کر سکے۔ شام کا کھانا ولید نے شہر کے اندر ہی کھایا تھا اور
۹۔ ب تار کی پھیل گئی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے نکل گیا۔ کسی کو کچھ خبر نہ تھی وہ
۱۰۔ اس طرف گیا ہے یا آئندہ اس کی منزل کون سی ہے۔

جیولوس ماریا اور فرانسیسی جرنیل لوختر بڑی سرگرمی اور سختی کے ساتھ حرہ اور سویڈ
۱۔ ہمارے کیے ہوئے تھے۔ جب کہ ولید کی ہدایت کے مطابق عمروں محصور ہو کر اپنے
۲۔ دنوں شہروں کی حفاظت کر رہا تھا۔ عمروں کو اب یقین ہو چکا تھا کہ عنقریب ولید
۳۔ ناکام مدد کو آئے گا اور ایسی صورت میں دشمن زیادہ دیر تک اس کا محاصرہ جاری نہ رکھ
۴۔ سکے گا۔ ایک روز جب کہ جیولوس ماریا اور لوختر کے ساتھ عمروں کی جنگ رکی ہوئی
۵۔ تھی ایک سوار نے ندی کے خفیہ راستے کے ذریعے حرہ کے مشرقی دروازے پر آ کر
۶۔ تنگ دی۔ ایک پہریدار نے چھوٹا دروازہ کھولا اور سر باہر نکالتے ہوئے سوار سے
۷۔ پتہ نام کون مو؟

سوار نے اپنے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔ میں آقا ولید کی طرف سے امیر
۱۔ ہوں کے نام ایک اہم پیغام لے کر آیا ہوں۔ پہریدار نے فوراً دروازہ کھول دیا۔ اپنے
۲۔ دوشے کی باگ پکڑے وہ سوار اندر آیا۔ دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ

لگا دی۔ عمروں اس وقت شہر پناہ کے اُدپر گھوم پھرتے مہجڑوں کے اندر متعین اپنے لگے حالت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس محاصرے میں عمروں زیادہ دباؤ کا شکار نہ تھا کیونکہ اس قبل دلیہ اور عمروں کی موجودگی میں حصرہ کی حفاظت نا طور اور سویدا کا دفاع جابر بن کے ذمے ہوا کرتا تھا۔ اب جب کہ نا طور بن بدر ولید کے ساتھ تھا اور جابر غلاری باغوت کہ چکا تھا۔ عمروں کو دونوں کے دفاع کی خاطر بھاگ دوڑ کرنا پڑ رہی تھی۔ کی صورت میں وہ کبھی حصرہ اور کبھی سویدا کی تفصیل پر ہوا کرتا تھا اور یہ صورت حال اس لیے پریشان کن تھی اس لیے بھی کہ وہ شیر دل فرزند محصور ہو کر جنگ کرنے کا عادی نہ وہ سوار جو ابھی ابھی حصرہ شہر میں داخل ہوا تھا عمروں کو دیکھ چکا تھا لہذا اپنے گھوڑے سے اتر کر تفصیل پر چڑھ گیا تھا۔ جب وہ عمروں کے قریب گیا تو اس دیکھا عمروں ایک برج میں اپنے سپاہیوں سے گفتگو کر رہا تھا اور بوڑھا ناتن جس کی بیٹی سارہ سے عمروں کی نسبت طے ہو چکی تھی۔ عمروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ سو آگے بڑھا اور عمروں سے کہا۔ یا امیر! میں آپ کے لیے آقا ولید کا ایک پیغام لے حاضر ہوا ہوں۔ عمروں فوراً اس کی طرف متوجہ ہوا اور چونکتے ہوئے اس نے سوار سے پوچھا میرے آقا نے سیر لیے کیا حکم بھیجا ہے۔ سوار نے پُر مسرت لہجے میں کہا۔ یا امیر! آقا سارڈینیا سے واپسی پر ساحل پر اترنے کے بعد فوراً بارسلونہ سے فرانسیسیوں کو پال کر اور دشمن کے شکست خوردہ لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے وہ جنوب کی طرف بڑھے تھے جہاں ایک اور فرانسیسی لشکر بھی جو طرطوشہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا اپنے ہزیمت خوردہ لشکر سے مل گیا۔ آقا ولید نے ان دونوں فرانسیسی لشکروں کو طرطوشہ کے شمال میں شکست دی۔ یہاں طلیطلہ کا حکمران بچلی امامون بھی ان سے آن ملا اور دونوں فراسیہ کا تعاقب کر کے ان کی پوری تعداد کو تہ تیغ کر دیا تھا۔

اگلی شب کے پچھلے حصے میں آقا طلیطلہ کے باہر مسلمانوں کے اس کیمپ کے پاس خیمہ زن ہوئے جو پناہ کی خاطر ہمارے علاقوں سے بھاگ کر طلیطلہ کی طرف چلے گئے تھے۔ اسی کیمپ میں آقا کی ملاقات برسوں سے بچھڑی ہوئی اپنی ماں سے ہوئی تھی۔

ان کی خواہش پر آقا نے عموں سے شادی کر لی لیکن ہائے حیف شادی کے بعد آقا کی لڑائی ہو گئی۔ انہوں نے اپنی ماں کو طلیطلہ کے قبرستان میں دفن کیا اور ایک شب بھی اپنی بی کے پاس گزارنے کے بجائے وہ اپنے لشکر کے ساتھ زرغوزہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جس رفتار اور سرگرمی سے وہ زرغوزہ کی طرف بڑھے تھے اُسے مد نظر رکھتے ہوئے باتوں سے کہہ سکتا ہوں کہ آقا اگر راستے میں کسی رکاوٹ کے سامنے رک نہیں گئے اب تک وہ زرغوزہ فتح کر چکے ہوں گے۔

سوار خاموش ہو گیا۔ ولید کی ماں کے مرنے کا سن کر عمروں کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے۔ اس نے ڈبڈبائی آواز میں پوچھا۔ اس کے علاوہ بھی آقا نے میرے لیے کوئی نام دیا تھا۔ سوار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کے نام آقا کے دو ایسے اہم پیغامات جو ابھی تک میں آپ سے کہہ نہیں سکا ہوں۔ عمروں نے اپنی ڈبڈبائی آنکھیں تیزی جھپکتے ہوئے کہا۔ آقا نے میرے لیے کیا کہا ہے۔ سوار نے ایک بار تجسس آمیز نگاہوں بڑھے ناتن کی طرف دیکھا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

آقا نے کہا تھا آپ اس وقت تک محصور رہیں جب تک ان کی طرف سے آپ کو اور پیغام نہیں ملتا اس کے علاوہ آقا نے کہا تھا کہ میرے حصرہ میں داخل ہونے سے بل سارہ سے شادی کر لو۔ عمروں نے ایک بار ناتن کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں گئیں۔ سوار نے ناتن سے کہا۔ میرے پاس آپ کے نام آقا کا خط ہے۔ ساتھ اس نے اپنے لباس کے اندر سے تہ کیا ہوا کاغذ لگالا اور ناتن کو تھا دیا۔ ناتن نے کھول کر پڑھا اور پھر عمروں کو بھجاتے ہوئے کہا۔

آپ بھی یہ خط پڑھ لیں۔ آقا کی خواہش کے مطابق یہ شادی آج ہی ہوگی اس لئے آپ کو سپاہیوں کا ایک ایسا دستہ بھی بارسلونہ کی طرف روانہ کرنا ہوگا جو وہاں سے باحفاظت یہاں لاسکے۔ ولید کا خط عمروں نے ناتن کو واپس کر دیا۔ پھر وہ دونوں باہر نکلے۔ سوار بھی نیچے اُترا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ ولید کے پاس واپس جانے کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ اسی روز عمروں اور سارہ کی شادی ہوئی

ولید اور عمروں میں تو کیا تم بتا سکتے ہو ان کا تعلق کس مسلم حکومت سے ہے۔ پیلاطس نے ان کو دیا۔ ان کا تعلق کسی بھی مسلم حکومت سے نہیں۔ وہ آزاد ہیں بلکہ یوں کہو کہ وہ بڑا حکمران ہیں۔ ولید بن ہشام حرہ، سودا، بارسلونہ کی بندرگاہ کے علاوہ پوری ہادی ارغون اور خازن حکمران ہے۔ جب کہ عمروں اس کا نائب ہے۔

مرسیہ نے چونکتے ہوئے پوچھا کیا یہ وہی ولید بن ہشام ہے جو اس سے قبل کئی بار ولیدہ اور لیبی کے علاوہ فرانسیسیوں کے کئی لشکروں کو شکست دے چکا ہے۔ پیلاطس بتا دیتے کہ وہی ہے۔ تمہارا اندازہ درست ہے بیٹی! یہ وہی ولید بن ہشام ہے۔ مرسیہ پھر پوچھا۔ پیلاطس! پیلاطس! یہ خبر تمہیں کہاں سے ملی۔ پیلاطس نے فرش پر رکھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں آقا کے ساتھ سامان خریدنے بازار گیا تھا وہاں ایک تیارے کی دکان کے پاس کھڑے ہو کر چند آدمی اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں اتنی بات سن کر گھر بھاگ آیا۔ آقا ابھی تک وہیں کھڑے ان لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں۔ اس نے سامان کی گٹھڑی اٹھا کر دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ میں سامان آؤں پھر آتا ہوں۔

پیلاطس جب چلا گیا تو مازر نے مرسیہ سے پوچھا۔ مرسیہ! مرسیہ! اب تمہارا کیا حال ہے۔ مرسیہ نے جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ مازر بہن! میں نے ولید کی ذات محبت کی ہے۔ میں نے اس وقت یہ نہ سوچا تھا کہ وہ مسلمان ہے یا عیسائی۔ وہ میری زبوں کا محور اور خواہشوں کا معیار ہے۔ اب جب کہ مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ وہ بہادر اور شہید مسلمان جرئیل ہے تو میں پہلے سے بھی کہیں زیادہ اس سے محبت کروں گی۔ یہ کہ مسلمان ہو کر انہوں نے ایک عیسائی سے ہماری عزت بچائی اور ہمیں اپنے آدمیوں کو ان میں بھلائی بخشا یہ پہنچایا ورنہ وہ خود بھی ہمیں عصمت کے گدھر سے محروم کر سکتے۔ ان دونوں کا یہ کردار قابل ستائش ہے۔ لہذا میں اب پرتش اور عبادت کی حد تک ولید ہشام سے محبت کر دوں گی۔

مازر! مازر! میں نہیں جانتی تمہارے باطنی خیالات کیا ہیں لیکن میں تم سے کھلم

سادگی اور خاموشی سے انجام پاگئی تھی اور سارہ اپنے باپ کے گھر سے عمروں اور ولید کی حویلی میں منتقل ہو گئی تھی۔

مرسیہ اور مازر کی حویلی کا محافظ پیلاطس تقریباً بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اور اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں مرسیہ اور مازر تھیں۔ اندر آتے ہی پیلاطس نے بوکھلاہٹ میں کہا۔ میں ایک انتہائی بُری خبر لایا ہوں۔ مرسیہ اور مازر اس وقت سیر دنیے کی اولن کات رہی تھیں۔ دونوں بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئیں اور مرسیہ نے پریشان آواز میں پوچھا۔ تم کسی خبر لائے ہو۔ پیلاطس نے وحشت زدہ آواز میں کہا۔ جن دو جوانوں نے ہماری حویلی میں پناہ لی تھی۔ جنہوں نے ایک بار ہسپانیہ اور اور فرانس کی سرحد پر آپ دونوں کی جان اور عصمت بچائی تھی اور جنہوں نے اپنے نام یوسان اور رصافہ بتائے تھے وہ دونوں اصل میں مسلمان جرئیل تھے ان میں سے جو زخمی ہوا تھا ان کا نام ولید بن ہشام اور دوسرے کا نام عمروں بن جندل ہے۔ ان دونوں نے یہاں وسطی کلیسا کے راہب کو قتل کیا تھا اور جاتی بارہ کلیسا سے اس راہب کو بھی اٹھا کر لے گئے جو ان کی جاسوسی کر رہی تھی۔ پیلاطس نے اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا کچھ سالانہ ایک کپڑے میں بندھا ہوا تھا فرش پر رکھ دیا اور دونوں بہنوں کا رد عمل دیکھنے لگا۔ مرسیہ نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔ تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ ان کے نام یوسان اور رصافہ کے بجائے ولید اور عمروں ہیں اور یہ کہ وہ دونوں مسلمان جرئیل ہیں۔

پیلاطس نے اپنی سانس درست کرتے ہوئے کہا۔ کلیسا کے محافظوں کو خبر ہوئی ہے کہ شک تھا کہ راہب کا قتل کسی مسلمان نے کیا ہے۔ اپنے اس شک کی سچائی کے لیے کلیسا والوں نے قشتالیہ کے حکمران لیبی سے رابطہ قائم کیا۔ لیبی نے اس شبہ کی تردید کے لیے اپنے جاسوسوں سے کام لیا اور ان جاسوسوں نے آکر خبر دی ہے کہ وہ دونوں جنہوں نے راہب مرقس کو قتل کیا تھا دراصل مسلمانوں کے جرئیل ولید اور عمروں ہیں۔ مرسیہ نے کچھ دیر تفکر کے بعد پوچھا۔ اگر وہ دونوں مسلمان جرئیل ہیں اور ان

کہا کہ اتنی ہوں کہ جب بھی میرا بس چلائیں ولید کے پاس چلی جاؤں گی۔ اگر ہمارے باپ نے میرے راستے میں کوئی دیوار کھڑی کر دی تو میں گھر سے بھاگ نکلتے کو بھی عیب نہ جانوں گی۔

ناز نے مرسب سے پوچھتے ہوئے کہا۔ مرسب! مرسب! میری عزیز بہن! میں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔ میں ہر فیصلے میں تمہارا ساتھ دوں گی اس لیے کہ۔۔۔

ماز کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ ان کا باپ لوتا حویلی میں داخل ہوا تھا جب وہ ان کے کمرے میں آیا تو دونوں بہنوں نے دیکھا وہ سخت غصے کی حالت میں تھا۔ آتے ہی اس نے برس پڑنے والے انداز میں کہا کیا تم دونوں کو خبر ہوئی کہ یوسان اور رضا کی صلیب کیا تھی۔ مرسب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اے ہمارے باپ پیلا طس ہیں سب کچھ تیار کیا ہے۔ اگر وہ دونوں ہماری عصمتوں کے محافظ نہ ہوتے تو ہم ہرگز انہیں اپنی حویلی میں پناہ نہ دیتے۔

لوتا نے سر پٹیتے ہوئے کہا۔ میں اب اپنے آپ کو ایک ضمیر فروش اور غدار تصور کر رہا ہوں۔ کاش میں نے ان دونوں مسلمان جرنیلوں کو گرفتار کر دیا تو کاش میں اپنی حویلی میں ان دونوں کا گلا گھونٹ چکا تھا۔ وہ دونوں کئی بار فروغیہ اور لیبسی کو نکست ڈ چکے ہیں۔ وہ صلیب اور عیسائیت کے بدترین دشمن ہیں۔ کاش مجھے پہلے خبر ہوتی۔ افسوس میں عیسائیت کی خدمت کا ایک قیمتی موقع گنوا چکا ہوں۔

لوتا چند لمحے خاموش رہا پھر ان دونوں بہنوں سے کہا۔ میری بچیو! اب اس راز کو راز رکھنا۔ اگر کسی کو علم ہو گیا کہ راہب کو قتل کرنے کے بعد انہوں نے ہمارے ہال میں لی تھی تو شہر کا لبث ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ لوتا ایک نشست پر بیٹھ گیا اور اپنا سر تھامتے ہوئے کہا۔ اب کھانا لاؤ، میں نے صبح کا کچھ نہیں کھایا۔ مرسب ماز دونوں کھانے کا انتظام کرنے باہر نکل گئی تھیں۔



ایک روز جب کہ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے جیولوس مارا اور لوتھا اپنی پوری قوت اور سرگرمی سے حرا اور سویدا کا محاصرہ جاری رکھتے ہوئے اپنے خیمے میں

بٹے لیکن اس روز بھی معمول کی طرح انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ عمروں کو محصور ہو کر بنے کامادی نہ تھا۔ پھر بھی اس نے ایسے انداز میں اپنے دونوں شہروں کا دفاع کیا تھا کہ دونوں مارا اور لوتھا کو یہ محاصرہ چٹانوں سے ٹکرانے سے مترادف ثابت ہو رہا تھا۔ روزِ شام سے ذرا قبل موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ جیولوس مارا اپنے لشکر کے اپنے خیموں میں منتقل ہو گئے تھے۔ شام کے قریب جب کہ فرانسیسی لشکر کھانے، نارغ ہو چکا تھا اور بارش اسی طرح جاری تھی چند فرانسیسی گھوڑے سوار لشکر میں ملی ہوئے اور پوچھتے پوچھتے وہ اس جگہ آ گئے جہاں جیولوس اور لوتھا کا خیمہ تھا۔

سب سوار خیمے کے قریب آسمان سے برستے پانی میں کھڑے ہو گئے پھر ان سے ایک ایک گئے بڑھا اور خیمے سے باہر پہرہ دینے والے محافظوں میں سے ایک کے پاس نے گفتگو کی اور اپنے جرنیل لوتھا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ محافظ خیمے اندر جا کر اور اس فرانسیسی کا پیغام دے کر پھر باہر آ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس بڑے کے دروازے پر لوتھا اور جیولوس مارا نمودار ہوئے۔ ان دونوں نے دیکھا خیمے سے کچھ فرانسیسی کھڑے تھے جن کے جسم زخمی، لباس تار تار اور چہروں پر بوسیدگی اور ننگی تھی۔ لوتھا نے فکر مند آواز میں پوچھا۔ تم لوگ کہاں سے آئے ہو۔

جواب اسی فرانسیسی نے دیا جس نے محافظ سے کہہ کر لوتھا سے ملنے کی خواہش کی تھی۔ اس نے کہا۔ ہم اس لشکر میں شامل تھے جو زرخوزہ شہر میں مقیم تھا۔ لوتھا ہلک کر پوچھا۔ کیا تھا اس لشکر کو اس سپاہی نے بڑی ہی بے بسی اور مجبوری کا رنگ دے دیا تھا۔ زرخوزہ شہر مسلمانوں نے ہم سے چھین لیا ہے۔ لوتھا غصے اور لڑائی کی حالت میں چلا اٹھا۔ کس نے چھینا شہر۔ کیا وہ سیکلی المامون تھا یا کسی اور مسلمان نے ان کی حمایت میں تم لوگوں پر حملہ کر دیا تھا۔

سپاہی نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ وہ کوئی اور نہ تھا بلکہ خود ولید بن ہشام تھا۔ لی مارا نے وحشت آمیز آواز میں پوچھا۔ وہ تو سارٹینیا کی طرف گیا تھا۔ وہ کب لوٹا۔ سپاہی نے ایسی آواز میں جواب دیا جس میں دبا دبا ہلکا ہلکا طنز تھا۔ وہ کچھلے کئی

روز ہوئے سارڈینیا سے لوٹ آیا۔ اس نے اتنے ہی حرم اور سودا کی طرف آنے والے راستے
مسدود کر دیے۔ پھر ایک صبح اس نے بارسلونہ پر حملہ کر کے وہاں ہمارے سارے
لشکر کو تہ تیغ کر دیا اور چہرہ جنوب کی طرف ہمارے اس لشکر کے لیے روانہ ہوا جو طرہ
کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے بھی اس نے شکست دی اس کے بعد اس نے ایک شب
طلیطلہ کی طرف جلتے ہوئے گزاری اور وہاں سے اٹھ کر اس زرخیزہ پر قبضہ کر لیا۔
لوہقر نے غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہمارے لشکر نے محصور ہو کر شہر کی
حفاظت نہ کی تھی۔ سپاہی نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔ ولید بن ہشام نے اندریٰ اور
نہ جانے کس طرح اہل شہر سے رابطہ قائم کر کے ساز باز کی کہ ایک روز تنوکے قریب ہوا
نے شہر کے جنوبی دروازے کے محافظوں پر حملہ کر کے شہر کا دروازہ کھول دیا اور لوگوں نے
دیکھا ولید بن ہشام اپنے لشکر کے ساتھ اسی دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ چہرہ شہر
میں داخل ہوا اور ہمارے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ اس پر مزید یہ کہ شہر کے لوگ کیا مردانہ
عورتیں سب مسلح ہو کر باری پشت کی جانب سے حملہ آور ہو گئے اور ہمیں شکست ہوا
وہاں ہمارا پورا لشکر کام آچکا ہے۔ صرف میں اور میرے یہ چند ساتھی اپنی جانیں بچا
بھاگ بھگنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔ ولید بن ہشام نے شہر کو فتح کرنے کے بعد
سے کوچ کر لیا تھا۔ شہر کی حفاظت کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد وہ اپنی کسی اور
کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

جیولوس ماریا نے کیکپاتی اور پریشانی آواز میں کہا۔ اب اس کی منزل ہم
حملہ آور ہونے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ بارسلونہ اور پوری وادی ارغون پر
پہلے ہی قابض ہو چکا ہے۔ اب وہ ضرور چاناک اور کسی فائدہ مند موقع پر ہم پر وارد
ہوگا۔ میں اس کی خصلت کو سمجھتا ہوں۔ وہ بیکار نہیں بیٹھے گا۔ لوہقر! لوہقر! نبل
اس کے اس طوفانی بارش میں وہ ہم پر کوئی شب خون مارے ہمیں فوراً یہاں سے
کوچ کر کے جبل اشارات کے جنوب میں الیب ندی کے کنارے پڑاؤ کر کے اس کا نشانہ
کرنا چاہیے۔ اگر اس کے مقابلے میں ہم کامیاب ہو گئے تو اپنی مرضی کے مطابق پیش قدمی

ہیں گے اور اگر ہمیں ہزیمت اٹھانا پڑی تو ہماری پشت پر قتالیہ شہر ہوگا اور ہم وہاں
ہیں گے پاس پناہ لے کر اپنے لشکر کو مزید تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ اگر ہم یہیں پڑے
ہو تو ہم دو طرفہ مصیبت کا شکار ہو جائیں گے ہمارے ایک طرف ولید اور دوسری
طرف مردوں ہوگا اور یہ صورت حال یقیناً ہمارے لیے خطرے کی علامت ثابت ہوگی۔
نہ جانے کیوں ماریا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ تمہارے اندیشے درست ہیں۔ ہمیں فوراً
اسے کوچ کر جانا چاہیے۔

جیولوس نے دائیں طرف منہ کر کے زور سے پکارا۔ پولس! پولس! وادی ارغون
ابن حاکم پولس ایک خیمے سے نکلا اور جیولوس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا مجھے آواز
ہے۔ جیولوس نے کہا۔ پولس! لشکر کو کوچ کا حکم دو۔ حالات ایک دم ہماری
دل کے خلاف کر دیے گئے ہیں۔ ہم الیب ندی کے کنارے پڑاؤ کریں گے۔
میں فوراً چند سپاہیوں کو حکم دے کر کوچ کی خبر دور دور تک پھیلے ہوئے لشکر تک
ادی اور رات کی گہری تاریکی اور تیز بارش میں لوہقر اور جیولوس ماریا اپنے متحدہ لشکر
کا الیب ندی کی طرف کوچ کر رہے ہیں۔



سردی میں کپکپا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عمروں کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے ساتھ لپیٹتے
 بے پوچھا۔ تم کیا خبر لائے ہو عمر! عمر نے کہا یا امیر! جیولوس ماریا اور لو تھر یہاں سے کوچ
 پرچے ہیں۔ اب وہ اللب ندی کے کنارے خیمہ زن ہو کر جنگ کی ابتداء کریں گے۔ آقا ولید
 اس وقت یہاں سے آٹھ میل دور جبل اشارات کی وسطی غاروں کے اندر اپنے لشکر کے
 ماتہ قیام کیے ہوئے ہیں۔ آپ کے نام ان کا پیغام یہ ہے کہ آپ کل صبح اپنے لشکر
 کو دروازوں میں تقسیم کریں۔ آدھا لشکر شہر کے اندر ہی رہنے دیں اور دوسرے آدھے
 نے ساتھ آپ جیولوس اور لو تھر کے سامنے جا کر اللب ندی کے کنارے خیمہ زن ہوں۔

صبح تک ناطور بن بدر یہاں پہنچ جائیں گے اور وہ اپنے دونوں شہروں کی حفاظت
 لازمہ داری سنبھال لیں گے۔ خود آقا بھی اچانک کسی موقع پر آپ سے میدان جنگ
 بن آئیں گے۔ میں اپنا پیغام پہنچا چکا ہوں مجھے اب اجازت دیجئے میں واپس آقا
 ولید کے پاس جاؤں گا۔

عمروں نے عمر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ تیز بارش اور سخت سردی میں تمہارا
 دم کانپ رہا ہے۔ لباس بدلوا اور آگ کے پاس بیٹھ کر آرام کرو۔ صبح یہاں سے
 روانہ ہو جانا۔ عمر نے رقت آمیز آوازیں کہا۔ یا امیر! یہ موسلا دھار بارش، سردی اور
 بڑا طوفان ایک مجاہد کی زندگی میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ جو قوم سعی کے وقت
 آرام و سکون کرتی ہیں مرٹ جاتی ہیں۔ میں ابھی آقا کی طرف کوچ کر رہا ہوں تاکہ مجھے
 نہیں اطلاع کرتی ہے کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ آقا مجھے آرام کرنے کا کافی موقع
 دیں گے۔

پھر عمر نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اس نے دیکھا فصیل کے سارے
 بڑھوں میں آگ کے الاؤ روشن تھے اور سپاہی مستعد بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ عمر
 کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور اس نے عمروں سے کہا۔ یا امیر! جو قوم طوفانی
 بارش میں اس طرح جاگ کر اپنا فرض ادا کرتی ہے۔ خدا کی قسم کوئی طاقت اسے فنا اور
 کوئی غذاب اسے زیر نہیں کر سکتا۔



اسی رات موسلا دھار بارش اور گری تاریکی میں ایک سوار نے حرم کے دروازے
 پر دستک دی تھی۔ دروازے کے محافظوں میں سے ایک نے دروازہ کھولے بغیر اندر
 میں پکارتے ہوئے پوچھا۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور رات کے اس وقت تم کیا
 شہر میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ سردی کے باعث اس سوار کی کپکپاتی آواز پھر سنا دی
 دروازہ کھولو میں عمر بن ربیعہ ہوں اور آقا ولید کی طرف سے ایک اہم پیغام لے کر آیا ہوں
 محافظ نے فوراً دروازہ کھول دیا اور آگے بڑھ کر اس نے عمر بن ربیعہ کے گھوڑے کی باگ
 پکڑتے ہوئے خوش کن آواز اور پسندیدہ لے میں کہا۔ خوش آمدید! خوش آمدید! آقا
 ولید کی طرف سے ہمارے لیے آزا دی، امن اور فتح کی بشارتیں لانے والے پیغامبر
 خوش آمدید!

عمر نے سردی کے باعث ایک جھرجھری لیتے ہوئے محافظ سے پوچھا۔ کیا
 بتا سکتے ہو۔ امیر عمروں اس وقت کہاں ہے۔ دروازے کے محافظ نے قریب
 ایک روشن برج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ امیر عمروں! اس وقت اس برج
 میں ہیں۔ عمر نے گھوڑے کو اڑھ لگا اور آگے بڑھ گیا۔

شہر کے جنوبی برج میں آگ کے جلتے الاؤ کے پاس عمروں اپنے سپاہیوں
 اندر بیٹھا ہوا تھا کہ عمر، برج میں داخل ہوا۔ اس کے پہلے بھیجے ہوئے تھے۔

عمروس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمر! عمر! تمہاری باتوں میں ایک مجاہدانہ کشمکش اور فرض شناسی کا ایک لذیرس ہے۔ یقیناً تم جیسے جوان کسی خوش بخت قوم میں پیدا ہوئے ہیں۔ عمر نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموشی سے اس نے عمروس کے ساتھ مصافحہ کیا۔ تفصیل سے نیچے اتر کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑ لگا کر وہ تیز و تند سردی اور موسلا دھار بارش کی پرواہ کیے بغیر شہر سے باہر نکل گیا تھا۔



تیس چالیس مسلح سپاہیوں پر مشتمل ایک دستہ جبل ابرانس کی ایک چوٹی پر نمودار ہوا اور پھر حرہ اور سویدا کی طرف جانے کے لیے تدریجی نشیب میں اتر گیا تھا۔ ان سواروں کے درمیان عمونہ اور احمد تھے اور یہ وہی فوجی دستہ تھا جسے عمروس نے عمونہ اور احمد کو لانے کے لیے بارسلونہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ دونوں شہروں کے درمیان پہنچنے والا برساتی نالہ جو بارش کے دنوں میں طوفانی شکل اختیار کر گیا تھا، اب اتر چکا تھا اور اس میں ٹھننے ٹھننے پانی بہہ رہا تھا۔ نالے کو عبور کرنے کے بعد عمونہ اور احمد سپاہیوں کی حفاظت میں حرہ شہر میں داخل ہوئے۔

ایک کھلے میدان میں آکر سپاہی اپنے فوجی متفرق کی طرف چلے گئے اور احمد عمونہ کو لے کر ولید کی حویلی کی طرف بڑھا۔ وہ ابھی تھوڑی دُور ہی آگے گئے تھے کہ ایک طرف سے ناطور بن بدر اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ عمونہ کے سامنے آکر وہ گھوڑے سے اتر آیا اور اپنے سر کو خم دیتے ہوئے اس نے کمال عقیدت اور شفقت میں عمونہ سے کہا۔ میں اپنی بہن کو حرہ میں داخلے پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ عمونہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ناطور بھائی! آپ یہاں کب پہنچے۔ آپ تو آقا ولید کے ساتھ تھے۔ کیا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس وقت حرہ میں ہیں۔

ناطور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ نہیں میری بہن! آقا ولید اس وقت اپنے لشکر کے ساتھ جبل اشارات کی غاروں کے اندر ہیں۔ عمونہ نے پھر پوچھا۔ کیا عمونہ بھائی کی شادی ہو چکی ہے۔ ناطور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہاں! میرے عمروس کی شادی ہو چکی ہے۔

سارہ بہن اب ان کی حویلی میں ہیں اور وہ ہر روز بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی ہیں۔ کیا عمروس بھائی یہیں ہیں۔ وہ کل ہی یہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔ جیولوس ماریا اور لو تھرنے یہاں کا محاصرہ ختم کر کے اللب ندی کے کنارے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ شاید اب وہ حملہ آور ہونے کی کوئی نئی راہ تلاش کریں۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ آقا ولید نے اپنے مقبوضہ تمام علاقے واپس لے لیے ہیں۔ لہذا حرہ اور سویدا کا محاصرہ کرتے ہوئے انہیں خطرہ تھا کہ آقا ولید کہیں ان پر شب خون نہ ماریں اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر جنگ کو کوئی دوسرا رخ دینا چاہتے ہیں۔ جیولوس ماریا اور لو تھرنے پڑھ کر ضرب لگانے کے لیے آقائے امیر عمروس کو یہاں کے آدھے لشکر کے ساتھ میدان جنگ کی طرف طلب کر لیا ہے اور مجھے انہوں نے حرہ اور سویدا کی حفاظت سونپ دی ہے۔ عمونہ خاموش رہی پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہانک دیا۔ ناطور نے احمد کو مخاطب کر کے کہا۔ احمد! احمد! جب تک آقا ولید اور امیر عمروس یہاں نہیں ہیں تم روزانہ مجھ سے ملو اور گھر کے لیے کسی چیز کی ضرورت ہو مجھ سے لے جایا کرو۔ اس دوران عمونہ اور سارہ بہن کو کوئی کمی اور تنہائیت نہ ہو۔ احمد نے تشکر آمیز نگاہوں سے ناطور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ سب بھائی! یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں اور میں انہیں ضرورت کی ہر چیز بھیجا کر دوں گا۔ احمد نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور عمونہ سے جہاں۔

احمد عمونہ کی رہنمائی کرتا ہوا حویلی کے دروازے پر آیا۔ جب وہ گھوڑے سے اترتا تو اسے دیکھ کر عمونہ بھی گھوڑے سے اتر گئی۔ احمد آگے بڑھا اور دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد سارہ نے دروازہ کھولا اور عمونہ کو دیکھتے ہی وہ بھاگ کر اس سے پڑھتی ہوئی بولی۔ آج تو میں خدا سے کچھ اور مانگتی تو بھی مل جاتا۔ میں آج صبح سے ہی تمہاری آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ ایک دو روز تک تم ضرور پہنچ جاؤ گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم اور احمد چچا آ گئے ہو۔ اب اس گھر میں رونق آ جائے گی۔ احمد دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر صطیل کی طرف لے گیا اور سارہ عمونہ کا ہاتھ تھام کر حویلی

کے اندر لے جا رہی تھی۔



چند یوم کے وقفے کے بعد آسمان پر گہرے سیاہ بادل پھر گھر گھر آئے تھے اور دوبارہ موسلا دھار بارشوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ بارش، ہوا اور جاڑ کی کاٹ کھانے والی برفانی سردی نے فضاؤں کو آس اور ماحول کو وحشت ناک بنا دیا تھا۔ پہاڑوں سے پانی سیلاب کی صورت میں بہہ نکلا تھا اور ندی نالے طوفانی اختیار کرتے ہوئے پھینکا رہے تھے۔ عموں نے اپنے لشکر کے ساتھ اللہ بند کی کنارے جیولوس ماریا اور لوہتر کے لشکروں کے عین سامنے پڑا دیا۔ اس وقت یہ بارش ہو رہی تھی۔ جیولوس اور لوہتر کا لشکر خمیوں کے اندر تھا اور ان کی پشت پر اللہ بند کی کناروں سے باہر ہو کر بہہ رہی تھی۔

عموؤں چاہتا تھا کہ خمیے نصیب کر کے بارش سے پناہ حاصل کرے لیکن جیولوس اور لوہتر نے اسے اس کا موقع نہ دیا۔ شاید وہ یہ چاہتے تھے ولید کی آمد سے پہلے ہی عموؤں پر حملہ کر کے اسے شکست دی جائے اور اس کے بعد اکیلے ولید لٹا جائے۔ وہ ولید اور عموؤں کو یک جانہ ہونے دینا چاہتے تھے۔ لہذا انہوں نے عموؤں پر حملہ کر دیا تھا۔

عموؤں نے بڑی جوانمردی اور بہت کے ساتھ جیولوس اور لوہتر کے اس چال کو روکا تھا۔ گو اس کا لشکر تھکا ہارا اور بارش سردی میں ٹھٹھا ہوا تھا پھر بھی انہوں نے جم کر اپنے سے کئی گنا زیادہ لشکر کو مرک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اچانک جنرل کو ہتاتی سلسلے کے اندر سے ولید نکلا اور دشمن کے دائیں پہلو پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے اپنے پہلے ہی حملے میں دشمنوں کی کئی صفوں کو الٹ کر ان کی جنگی تنظیم کو درہم برہم کر دیا تھا۔ جیولوس اور لوہتر پریشان ہو گئے تھے۔ انہیں امید تک نہ تھی کہ ولید یوں اچانک اٹھ کر ان پر حملہ آور ہو جائے گا۔ ان کی پریشانیوں اس لیے بھی بڑھ گئی تھیں کہ ان کی پشت پر اللہ بند کی سیلاب کی حالت میں تھی اور سپاہی کی

میں اسے عبور نہ کیا جاسکتا تھا اور ان کے سامنے ولید اور عموؤں اب متحد ہو کر ایسے سرخروٹا انداز میں جنگ کر رہے تھے کہ انہیں پیچھے دھکیلنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ ولید اب عموؤں سے آگے تھا۔ دونوں کے لشکر متحد ہو کر خوب گتھ گتھ گئے تھے اور دشمن پر دباؤ ڈال کر اسے پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

اچانک جیولوس ماریا اور لوہتر کے لیے ایک اور مصیبت ٹوٹ پڑی۔ شہر ق میں جبل اشارات کی چوٹیوں کی طرف سے وہی پراسرار لشکر نمودار ہوا۔ وہ اپنی وہی دھن سپہ سالار بنے ہوئے تھے اور ایک وجہ میں ایک رجز میں ایک لے اور انوکھے میدان میں وہ اپنا وہی گانا گاتے ہوئے جیولوس ماریا اور لوہتر کے لشکروں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ ان کا سالاران کے آگے آگے تھا اور اس کی آواز نمایاں طور پر سنائی دے رہی تھی وہ سب مل کر گارہے تھے۔

الدین دین اللہ ونحن مسلمین

دین اللہ کا دین ہے اور ہم مسلمان ہیں

اللہ اکبر ہذا یومہ: یوم الخدین

اللہ بڑا ہے۔ یہ دن خزانوں کا دن ہے

رزم گاہ میں ایک طوفان اور شور شرعٹ کھڑا ہوا تھا۔ ولید عموؤں اور پراسرار لشکر کا سردار اپنے لگاتار حملوں میں اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے دشمن کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے۔ مینہ برستے میدان میں اب چاروں طرف جیولوس اور لوہتر کے لشکریوں کی لاشیں بکھرنے لگی تھیں اور زمین پر رنج ہو دالا بارش کا پانی سرخ رنگ اختیار کرنے لگا تھا۔ دشمن کے لشکر کے تینوں جنرل جیولوس، لوہتر اور پولس اب اپنے ذہنوں میں فرار کی راہیں تلاش کر رہے تھے لیکن پناہ نہ مل سکتی تھی۔ مسلمانوں نے انہیں تین اطراف سے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ جب کہ چوتھی طرف سیلاب کی حالت میں بہتی ہوئی ندی تھی جس کے اندر تھکتی ہوئی تیز اور بلند ہریں موت کا منظر پیش کر رہی تھیں۔

ولید۔ عمروں اور وہ پراسرار لشکر کا سالار دشمن کو دھکیلنے ہوئے اس قدر پیچھے لے گئے کہ کچھ فرانیسیسیوں کو قدم جانے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی اور وہ ندی میں گر گئے اور تند موجوں کا شکار ہو گئے۔ ان فرانیسیسیوں کا ندی میں گرنا جیولوس اور لوٹھر کی عبرت ناک شکست کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان کے لشکریوں نے سمجھا کہ شاید ان کے کچھ ساتھی اپنی جان بچانے کی خاطر ندی میں کود گئے ہیں۔ لہذا ان سے متاثر ہو کر کئی اور جوان بھی ندی میں کود گئے۔ پھر یہ ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کے سپاہی نیزی سے اپنے گھوڑے سمیت ندی میں کودنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف جھگڑ مچ گئی اور ہر کوئی ندی میں کود جانے کے لیے ایک دوسرے پر ہتھ لے جانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ جیولوس اور لوٹھر نے پکار پکار کر اس سپاہی کو روکنا کی انتہائی کوشش کی مگر انہیں ناکامی ہوئی۔ اب ان کے پورے لشکر میں شکست کے آثار واضح ہو گئے تھے اور ان کا ہر سپاہی لڑنے سے ہاتھ پھینچ کر ندی کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس موقع پر ولید نے اپنے لشکر کو ملکار کر اپنی آخری اور بھرپور ضرب لگاتے ہوئے بڑی سرگرمی اور ندی سے حملہ کیا جس نے دشمن کے رہے سہے اوسان بھی خطا کر دیئے اور ان کا لشکر ولید کے سامنے تیز آندھی میں اڑتے خاص و خاشاک کی مانند منتشر و پراگندہ ہو کر رہ گیا۔ اس موقع پر ولید نے فوراً جرات مندی اور حار و داعی کا ثبوت دیا۔ اس نے لڑتے لڑتے اُدھر کا رخ کیا جہاں لوٹھر شکست دیکھ کر فرار کی راہیں تلاش کر رہا تھا۔

ولید برق رفتاری سے آگے بڑھا اور لوٹھر کو اس کے محافظ دستے سمیت اپنے گیمے میں لے لیا۔ لوٹھر کے محافظ دستے نے پھر ہتھیار اٹھالیے اور جنگ کر کے لوٹھر کو سلامتی کے ساتھ ولید کے محاصرے سے نکال لے جانا چاہا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ ولید کے سپاہیوں نے محافظ دستے کے ایک ایک سپاہی کو قتل کر دیا اور لوٹھر ولید کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو گیا۔ جیولوس ماریا اور پولس ندی میں کود گئے اور اپنے چند ساتھیوں

کے ساتھ وہ نہر عبور کر کے اپنی جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ولید گرفتار ہونے والے لوٹھر سے گفتگو کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی نظر اس پراسرار لشکر کی طرف پڑی جو اپنے سالار کی ہمراہی میں اپنا وہی پسندیدہ گیت گاتا ہوا جبل اشارات کی طرف جا رہا تھا۔

ولید نے لوٹھر کو عمروں کے حوالے کیا اور خود اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہ ان کے تعاقب میں بڑھا۔ لشکر کا ایک حصہ بھی ولید کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ولید نے دور ہی سے ان کے سالار کو پکارتے ہوئے کہا۔ اے ہمارے مہربان اور محسن! ٹھہرو! میں جانا چاہتا ہوں تم کون ہو، تم کہاں سے آتے ہو اور کیوں اپنے آپ کو ہم پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ ٹھہرو! میرے دوست! میرے بھائی! مرک جاؤ۔ ولید کی پکار کا اس لشکر نے کوئی اثر نہ لیا اور وہ اپنے سالار کے پیچھے خاموشی اور سکون کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ انہوں نے اس قدر احتیاط برتی تھی کہ وہ جنگ میں کام آتے والے اپنے سپاہیوں کو تو وہیں چھوڑ گئے لیکن ان کے وہ ساتھی جو جنگ میں زخمی ہوئے تھے انہیں وہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

ولید جب اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ تو ان کا سالار کو ہتھان اشارات کی ایک چٹان کے اوپر اپنے گھوڑے کو روک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کر کے کوئی مخصوص اشارہ کیا اور اس کا لشکر جہاں تھا وہیں لک گیا۔ پھر اس سالار کے پہلو میں کھڑے ایک سوار نے حرکت کی۔ وہ شاید اس لشکر کا نائب سالار ہو گا۔ اس نے اپنی بلند اور بھاری آواز میں ولید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ امیر ولید! آپ جہاں ہیں وہیں رُک جائیے۔ ہمارے تعاقب میں نہ آئیے۔ ہم نے گنہگار مجاہدوں کی حیثیت سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ اگر آپ نے ہمارا کھوج لگانے کی کوشش کی تو ہم سمجھیں گے آپ ہمیں اللہ کی راہ میں کفار کے خلاف جنگ کرنے کی سعادت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ ولید رُک گیا۔ اور بڑی بے بسی سے ان کے سالار کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

شکر طوشہ شہر سے شمال میں فرانسیسیوں کے خلاف لڑتے ہوئے میری بھی مدد کروں۔ میں ان کا ممنون تھا۔ میں ان کے متعلق کچھ جاننا چاہتا تھا لیکن یوں لگتا ہے کہ وہ پکا ہے۔ آپ کو گناہ اور انہی ہر حرکت کو راز رکھنا چاہتے ہیں۔ عمروں! عمروں! بہت کم اپنے ہیں جن میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کاش میں ان کی کوئی مدد کر سکتا۔

وہیں ہیں جن میں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کاش میں ان کی کوئی مدد کر سکتا۔

ولید چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر اس نے ایک گہری نگاہ لو تھیر پڑائی جو عمروں کے دائیں ہاتھ سپاہیوں کے زور میں کھڑا ہوا تھا۔ ولید نے قہر آلود نگاہوں سے اس کی طرف چند لمحوں تک دیکھا۔ پھر زہرا گنتی آواز میں اس نے لو تھیر سے پوچھا۔ لو تھیر! لو تھیر! کیا تم نے اپنا انجام دیکھا۔ کیا ہم نے تمہارے غرور و نمود، فسق و فجور، عداوت و رقابت، رشک و حسد اور کبر و نخوت کے بت کو توڑ نہیں ڈالا۔ لو تھیر! لاندنس کی تلاش میں تم فرانس سے جو حیوانی خواہش لے کر نکلے تھے کیا ہم نے اسے مٹی میں ملا کر ناکام نہیں بنادیا۔ لو تھیر! تم نے میری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہماری آزادی پر شرب خون مارا تھا۔ اے لو تھیر! تم نے میری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہماری آزادی پر شرب خون مارا تھا۔ اے گروہ شیطان کے رکن! تم نے اس کا انجام دیکھا۔ ہمارے انتقام کی پیاس اور جذب کامل نے تجھے ہزیر کی حالت میں ڈال دیا اور اب تو افسوس جرم کے احساس میں ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ کیا اس وقت تو ہمارے سامنے گھاس و زرخ کی طرح بے ضرر نہیں ہے۔ لو تھیر! خاموش کھڑا رہا۔ اس کا بدن افکار، دامن چاک اور دل انجانی وحشتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ولید آگے بڑھا اور لو تھیر کا کندھا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ اے گمراہی سے کام بلا کر چلنے والے چلنے والے ابلیس۔ بتا تیرے پاس اپنی صفائی میں کچھ کہنے کو ہے۔ اگر تو مجھے مطمئن کر سکا تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔ ورنہ یہی سرزمین تیرے لیے شہر خاموشان ثابت ہوگی۔ لو تھیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایک مجرم کی طرح اس کی گردن جھکی رہی۔ یوں لگتا تھا اپنے ذہن میں پھیلی ہوئی مایوسی سے وہ پیچھا نہ چھڑا سکا ہو۔ ولید نے پھر اس پر غضب آلود نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ فرانس سے روانہ ہوتے وقت کیا تم نے یہ نہ سوچا تھا کہ ہمارا تعلق اس قوم سے ہے جس کے آباء کے سامنے موت بھی دستِ مبتہ کھڑی ہوا کرتی تھی۔ لو تھیر! ہم نے یہ آزادی بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کی ہے اور ہم میں اب اس

صرف چند ثانیے رُک کر اس پراسرار لشکر کے نائب سالار کے ایک بار پھر ولید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ امیر ولید! آپ ہمارے آقا اور رہنما ہیں۔ ہم ہر جنگ میں آپ کا ساتھ دیں گے اور یہ ہمارے لیے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔ لیکن یاد رہے کہ آپ ہماری اصلیت اور حقیقت جاننے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ہر وہ لشکر، ہر وہ دستہ جس نے ہمارا تعاقب کر کے ہمارا کھوج لگانے کی کوشش کی ہم اس پر تیر چلائیں گے آپ اور آپ کے ساتھی ہمارے متعلق اس قدر ہی جان سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم نے اپنی ملت، اپنے مذہب اور اپنی سرزمین کے دفاع کی خاطر موت پر بیعت کر رکھی ہے۔ ہاں قدرت نے اگر کبھی موقع دیا اور ہم آپ کے ساتھ مل کر وہاں تک کے درگزر حالات سنوارنے اور درست کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اے امیر! ہم آپ کے سامنے قسم کھاتے ہیں ہم اپنے آپ کو آپ کے سامنے عیاں کر دیں گے۔ ہمارے سامنے ایک مقصد ہے اور وہ پورا ہونے تک ہم ایک گناہ لشکر کی حیثیت میں آپ کا ساتھ دیتے رہیں گے۔ امیر ولید! آپ یہ جان کر لوٹ جائیے کہ ہم آپ کے اگلے غلام ہیں کہ آپ جہاں بھی ہمیں پکاریں گے ہم لبیک کہتے ہوئے آپ کا ساتھ دیں گے۔

ولید نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ بس ایک افسردگی اور بے بسی کے عالم میں وہ اس لشکر کو دیکھتا رہا جو اپنے سالار کے اشارے پر پھر حرکت میں آچکا تھا اور دوبارہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ ولید کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ پراسرار لشکر کو تباہ اشارات کے اندر روپوش ہو گیا ولید کی گردن جھک گئی تھی جیسے اس لشکر نے اسے تفکرات میں ڈبو دیا ہو۔ پھر اس نے اپنے گھوڑے کو واپس موڑ کر ایڑ لگا دی تھی۔ ولید جب عمروں کے پاس واپس آیا تو عمروں نے کہا۔ یا امیر! یہ لشکر ایک بار پہلے بھی میری مدد کر چکا ہے لیکن اس وقت ان کی تعداد کم تھی اور آج ان کی تعداد پہلے سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ ایسا لگتا ہے۔ یہ کوئی منظم گروہ ہے اور آہستہ آہستہ محنت کر کے اپنی تعداد دن بدن زیادہ کرتا جا رہا ہے۔ ان کی طاقت میں اضافہ ہمارے لیے ایک خوش آئند خبر ہے۔

ولید نے بھی عمروں کے خیالات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے

ولید نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور اپنے لشکریوں سے کہا - تم فوراً عمروں کے پاس پس
اور اسے کہو کہ دشمن سے جس قدر مال غنیمت ہمیں ملا ہے اس کا تیسرا حصہ علیحدہ کر
دے۔ ابھی بھیج دے۔ میں دیکھتا ہوں۔ اس لشکر کے سپاہی ہیں سے ہیں اور وہ ان ہی
اردوں کے اندر کہیں رہتے ہیں۔ سردی، برسات، گرمی اور موسموں کے تغیر میں کپڑوں
میں گزیر کر تے ہوں گے۔ مجھے ان سے ہمدردی ہے۔ یہ ہمارے بھائی ہمارے محسن
ہیں انہیں کسپہری اور عورت کا شکار نہ ہونے دوں گا۔ آنے والے پر آشوب دور
نہ یہ ہمارا بازو ثابت ہوں گے۔ تم فوراً عمروں کے پاس جاؤ اور سامان کے تیسرے
حصے کے علاوہ کھانے پینے کا جس قدر سامان ہے وہ سارا اٹھا کر یہاں لے آؤ۔ یہ پجارے
ہے اور کس طرح اپنی خورش کا سامان کرتے ہوں گے۔ میں انہیں منظم اور سرگرم دیکھنا
اہتا ہوں۔

ولید کا لشکر واپس چلا گیا اور خود وہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو کر نیچے دامن میں
یلے ہوئے اس لشکر کو دیکھتا رہا جس کے سپاہیوں کی سفید عبائیں خون آلود دکھائی دے
ہی تھیں۔ بارش اب تھم چکی تھی۔ آسمان پر چھائے ہوئے بادل پھٹ چکے تھے۔ جگہ
جگہ آسمان نکا ہو گیا تھا اور سورج زمین سے تانک جھانک کرنے لگا تھا۔ ولید نے پھر
اپنی پکارتے ہوئے کہا - اے میرے محسنو! مجھے اگر تمہاری ضرورت ہو تو میں تمہیں کہاں
رکھ سکوں گا۔ تم میرے جسم کا ایک حصہ ہو اور میں تم لوگوں سے ربط رکھنا چاہتا
ہوں۔ دیکھنا میری ملت کے فرزندو! مجھے مایوس نہ کرنا۔ لشکر کے سالار نے پھر اپنے
لب کے کان میں کچھ کہا اور اس نے ولید کو مخاطب کرتے ہوئے پھر پکارا۔

یا امیر! ہم ہر جگہ، ہر میدان، ہر زم گاہ میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ موت
ہمیں مصیبت ہم ہر عذاب میں آپ کا بازو ثابت ہوں گے۔ پھر اس نائب سالار نے
پنے پیچھے جہاں اشارات کی ایک بلند چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یا امیر! پہاڑ
مال چوٹی پر کھڑے ہو کر اور مشرق کی طرف منہ کر کے آپ جب بھی یہیں پکاریں گے۔
آپ کی پکار کا جواب دیں گے۔ یا امیر! آپ کی اعانت اور مدد ہمارا فرض ہے

کی حفاظت کرنے کی ہمت بھی ہے۔ جب کہ تمہاری خاموشی اس امر کی دلالت اور نشانہ
کرتی ہے کہ تم گنہگار اور مجرم ہو اور تمہیں تمہا سے اس جرم کی سزا ضرور ملے گی۔ ولید نے
ایک مخصوص اشارتی انداز میں عمروں کی طرف دیکھا۔ عمروں کے چہرے پر قہرانی چھا گیا
اس نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار نکالی اور لو تھر کا سر کاٹ کر رکھ دیا۔

ولید کو اچانک جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی ہو وہ فوراً اپنے گھوڑے پر
سوار ہوا اور اسے جبل اشارات کی طرف ایڑ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔ عمروں! عمروں! تم
دشمن کی خیمہ گاہ اور ان کے سامان پر قبضہ کر کے انہیں ایک جگہ ڈھیر کرو۔ میں اس پر
پورا سارا لشکر کے سالار سے ایک فیصلہ کرنا بھول گیا ہوں۔ میں ابھی واپس لوٹتا ہوں۔ ولید
کی حفاظت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے لشکر کا ایک حصہ پھر اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔
اپنے گھوڑے کو سر پیٹ دوڑاتا ہوا ولید پہاڑ کی ایک چوٹی پر آیا۔ اس نے دیکھا اس چوٹی
کے دوسری طرف ایک کھلے میدان کے اندر وہ لشکر مشرق کی طرف جا رہا تھا۔ اب ان
کی رفتار کم تھی اور وہ وجد میں گاتے جا رہے تھے۔

دین اللہ کا دین ہے اور ہم مسلمان ہیں

اللہ بڑا ہے۔ آج کا دن، بخراؤں کا دن ہے

ولید نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے انہیں پکارا۔ میرے بھائیو! میرے محسنو!
میری بات سنو! میں تم سے کچھ کہنا بھول گیا تھا۔ مجھے سنو! میں تمہاری بہتری کے لیے
کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں تمہارا تعاقب نہیں کر رہا۔ وہ لشکر خاموش ہو کر رک گیا۔ ولید
نے پھر اونچی آواز میں کہا۔ میرے بھائیو! دشمن کو شکست دینے کے بعد ہمارے ہاتھ بہت
سامان غنیمت لگا ہے۔ تم بھی اس میں حق دار ہو۔ ٹھہرو اور اپنا حصہ لے کر جاؤ۔ اس
لشکر کے سالار نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر اپنے نائب سالار کے کان میں کچھ کہا۔ ولید پہاڑ
کی چوٹی پر کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس لشکر کے نائب سالار نے بلند آواز میں کہا۔ یا
امیر! ہم آپ کی پیش کش قبول کرتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ ایک سعادت اور انعام ہو گا کہ
ہم خوشی اور غم میں آپ کے حصہ دار ہیں

اور آپ کبھی بھی ہمیں اپنے فرض سے غافل نہ پائیں گے۔

ولید کے سپاہی سامان لے کر آگئے۔ وہ سارا سامان دشمن کے گھوڑوں، خچروں پر لدا ہوا تھا اور پیچھے پیچھے کچھ سپاہی بکریوں کے اس ریوڑ کو ہانکتے ہوئے رہے تھے جو جو لوہے مار یا لشکر کی خوراک کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا۔ سپاہیوں نے بکریوں کو پہاڑ کی چوٹی سے اس میدان کی طرف ہانک دیا جس کے اندر وہ پراسرار لشکر کھڑا تھا۔ دو پہاڑوں کے سلسلوں کے درمیان شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا جس کے وسط میں کوئٹہ چشموں کا پانی ایک تنگ نالے کی صورت میں مشرق کی طرف بہتا تھا۔ بارش چونکہ آگیا تھی تھی۔ لہذا وہ نالہ کناروں سے باہر ہو کر بہہ رہا تھا اور اس لشکر کے سپاہی وہاں پہنچ کر اپنے اپنے زخموں کے علاوہ اپنے خونی آلود کپڑے بھی صاف کرنے لگے تھے۔

ولید کے سپاہیوں نے سامان سے لے ہوئے سارے جانوروں کو پہاڑ کے اوپر کر کھڑا کر دیا تھا۔ زیادہ تر جانوروں پر چمڑے کی بوریوں میں بند آٹا لدا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بستر، گرم آونی کپڑے، خشک پھل، بھنے ہوئے جو، نقدی کے توڑے، خشک گوشت اور سبزیاں، نئے اچھوتے خیمے، خشک دالیں، گھوڑوں کی نئی زینیں، گھریلو استعمال برتن، مرہم پٹی کا ڈھیروں سامان، سپاہیوں کو لباس مٹیا کرنے کے لیے کھلے اور بے چمڑے کپڑے، تلواریں، ڈھالیں اور تیر، زہیں، کلہاڑے، کدالیں، کھجور کے پتوں کی چابلاں، روزمرہ استعمال میں آنے والے مصالحے اور گھوڑوں کو باندھنے کے لیے لکڑی کے کھونٹوں کے علاوہ اور بہت سا سامان بھی تھا۔

ولید نے پھر اس لشکر کی طرف منہ کر کے پکارتے ہوئے کہا۔ میرے بھائیو! اپنے آدمی بھیجو اور سامان سے لے ہوئے یہ جانور ہانک کر لے جاؤ۔ یہ بکریوں کا ریوڑ جو پہاڑ کی چوٹی سے تمہاری طرف ہانکا گیا ہے۔ یہ بھی تمہارا ہی ہے۔ اس لشکر کے سالار نے اپنے ارد گرد کھڑے سپاہیوں سے کچھ کہا جس کے جواب میں پچاس گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پہاڑ کی اس چوٹی کی طرف بڑھے تھے جس کے اوپر ولید کھڑا ہوا تھا۔

وہ پچاس سوار اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پہاڑ کی بلندی پر آئے۔ پھر ان میں

پہلا دوڑا ہوا ولید کے قریب آیا۔ اس نے اپنے چہرے سے نقاب اتار رکھا تھا۔ بنے غور سے اس کی طرف دیکھا وہ عرب تھا۔ اس سوار نے ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ میرا ہمارے سالار آپ کو سلام کہتے ہیں۔ وہ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ان کی ضرورتوں کا خیال رکھا وہ اپنے آپ کو آپ کا ایک ادنیٰ اور حقیر غلام جانتے ہیں۔ بنے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کیا میں تمہارے سالار کا نام اور حسب و بھان سکوں گا۔ اس سوار نے منت کے انداز میں کہا۔ یا امیر! مجھے افسوس ہے میں سالار کے متعلق آپ سے کچھ نہ کہہ سکوں گا۔ اسے ایک راز ہی رہنے دیجئے۔ اس میں سب کی بہتری اور بھلائی ہے۔ ولید خاموش رہا۔ وہ سوار جب پیچھے ہٹنے لگا تو ولید کہا۔ اپنے امیر سے میرا سلام کہنا۔ اسے کہنا ہم سب مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کا شرف ہے سے لازمی وابدی ہے۔ ہم سب ایک عمارت کے ستونوں کی مانند ہیں جن میں سے ایک ستون بھی سرک جائے تو عمارت مخدوش ہو جاتی ہے۔

وہ سوار پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ سامان سے لے جانوروں بکریوں کے ریوڑ کو ہانکتا ہوا تائب میں آتے لگا تھا۔ ولید اپنی جگہ پر کھڑا نہیں کیٹتا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں میں جا رہے اور پورا لشکر پہلے کی طرح اپنے رب کی حمد گاتا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا تو ان کا اتحاد و خلوص دیکھ کر ولید کی آنکھیں بھرا گئیں۔ اس نے اپنے رُسے کو مڑا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ واپس ہو لیا تھا۔

ولید جب عروس کے پاس آیا تو اس نے دیکھا لشکر نے سارا مال غنیمت ایک جگہ کر رکھا تھا۔ کھلے میدان کے اندر جگہ جگہ مختلف اشیاء کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ولید ایک تیز کا جائزہ لینے لگا تھا۔ اتنے میں عروس ولید کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا۔ یا اعلیٰ! میں اس لشکر کے لیے میں کچھ سامان بھیجنا چھوٹ گیا ہوں۔ مال غنیمت میں جو آپ کوئی کے دم دیکھے ہیں۔ ان کے منہ بند ہیں۔ پہلے میں نے اندازہ لگایا تھا ان میں پانی ہوگا واجب میں نے چند ایک کا منہ کھول کر دیکھا تو پتہ چلا ان میں گھی اور شہد ہے اور یہ مال چمڑاں میں اس پراسرار لشکر کو نہیں بھیج سکا۔ ولید نے خوش طبعی سے کہا۔ کوئی

دریغ نہیں۔ پھر کسی موقع پر ہم ان کی پیکر پوری کر دیں گے۔ ولید نے اسی مال غنیمت کا نصف حصہ اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا اور دوسرا نصف حصہ ہر کارکن المال میں جمع کرانے کے لیے عہد اور سعید کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



رات گری ہو چلی تھی۔ عمونہ اور سارہ خشاء کی نماز کے بعد ایک ہی کمرے والے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ یہ جو بلی کا وہ حصہ تھا جو ولید کے حصے میں آیا اور کمرہ جس میں عمونہ اور سارہ بیٹھی ہوئی تھیں، ولید کی خواب گاہ تھا۔ عمونہ نے اگر خاص تبدیلی کر دی تھی۔ اب کمرے کی ہر چیز نئی اور صفائی نمایاں تھی۔ کچھلے دونوں پر جو برف باری ہوئی تھی۔ اس کے باعث باہر منجمد کر دینے والی ہوا چل رہی تھی نیز مکانوں کے کھڑکیاں، دروازے بچنے اور پردے بڑی طرح لہرانے لگے تھے۔ آتش دان کے ہوتی سارہ نے اپنے ہاتھ آگ کے لاد کے اور قریب کرتے ہوئے عمونہ سے کہا۔

عمونہ! عمونہ! وقت گزارنے کی خاطر اپنی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ سناؤ جس نے متاثر کیا ہو۔ عمونہ نے اپنے گلاب جیسے ہونٹ کھولتے ہوئے کہا۔ میرے سامنے کوئی واقعہ نہیں ہے۔ تم جانتی ہو میری زندگی ایک کھلی کتاب کی سی ہے۔ ماں باپ کی بعد میں نے جو زندگی کے دن گزارے ہیں۔ وہ میری زندگی کا سرمایہ اور میری حیات کا پونجی ہیں۔ اس لیے کہ اس دور میں مہربان قدرت نے آقا ولید کو میرا محسن، مہمراز بنا دیا تھا۔ سارہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ اب تو ولید بھائی تمہارے شوہر ہیں۔ تم انہیں آقا کہہ کر پکارتی ہو۔ کیا تمہیں فخر نہیں کہ اب وہ تمہارے شوہر ہیں۔

عمونہ نے رقت آمیز آواز میں کہا۔ اب تو میں ان کی بیوی ہوں۔ اگر بنا لوٹتی ہوتی تو بھی مجھے ان کی ذات پر فخر ہوتا۔ سارہ! سارہ! وہ میرے شوہر ہیں۔ جسم، میری جان کے مالک ہیں۔ پھر کیوں نہیں انہیں اپنا آقا کہہ کر پکاروں۔ وہ میرے تاج اور میری زیست کا ایک انمول نگینہ ہیں۔ میں دن کے احوال اور رات کی تارکوب ہر روز ہر لمحہ دعا کرتی ہوں کہ میرا رب میرے آقا، میرے شوہر کو ملت اور زندگی

بند اور سرگرد رکھے۔ جس ہم پر وہ اور عروس بھائی گئے ہوئے ہیں۔ ہمارا رب ان کی حفاظت اور فتح مندی کا سامان پیدا کرے۔

عمونہ دم لینے کو رک کی پھر بولتے ہوئے کہا۔ سارہ! سارا! آج دن کے وقت میری ایک گئی تھی اور میں نے ایک حسین خواب اور ایک سنہری سپنا دیکھا تھا۔ میں نے ایسے آقا اور عروس بھائی پہاڑوں سے گھری ہوئی کسی وادی میں کھڑے ہیں اور کے سامنے فرانسسی جرنیل لوٹھر کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ سارہ نے فوراً درمیان میں نہ ہوئے کہا۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ لوٹھر نے جو ہماری آزادی پر شب خون مارا ہے اس کی ہزا اسے ضرور ملے گی۔ عمونہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ سارہ! سارہ! عروس بھائی کی تمہارے ساتھ کیسا ہے۔ سارہ کا رنگ ایک بار سرخ ہو گیا۔ پھر اس نے موسم کے پردوں کی طرح چمکتے ہوئے کہا۔ عمونہ! کیا تم جانتی ہو میدان جنگ میں مجاہد کے لیے اس کی سب سے عزیز شے کیا ہوتی ہے۔ عمونہ نے فوراً جواب دیا۔

کا توار۔

سارہ نے کہا تو پھر سنو! جس طرح ایک مجاہد جنگ اور رزم گاہ میں اپنی تلوار کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح عروس بھی عزیز اور اپنی زندگی کا ساتھی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے میری دل شکنی ہوئی ہو۔ عمونہ! کیا ہم دونوں کی قسمت نہیں ہیں کہ ہمیں ولید اور عروس جیسے شوہر ملے ہیں۔ عمونہ نے جذبات میں بڑی آواز میں کہا۔ سارہ! میری خوشی کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہے۔ اگر دنیا کی ساری مال، ساری دولت میری جھبولی میں ڈال کر ان کے بدلے مجھ سے میرے ولید کو مانگا گیا ہوتا۔ مجھے اپنے پروردگار کی، میں ہر چیز کو ٹھکرا دیتی پر اپنے آقا کا ساتھ نہ چھوڑتی۔ ان کے ساتھ مجھے جنگلوں اور ویرانوں میں ننگے سر اور برہنہ پاؤں کیوں نہ بسر کرنا پڑتی۔ عمونہ کہتے کہتے رک گئی کیونکہ بوڑھا احمد بھگتا اور پکانا ہوا کمرے کی طرف آیا تھا۔ عمونہ! عمونہ بیٹی! آقا آگئے۔ امیر عروس آگئے۔ عمونہ اور سارہ دونوں آتش دان کے آگے اٹھ کھڑی ہوئیں اور دروازے کی طرف بھاگیں۔ انہوں نے دیکھا صحن میں سامان

سے لدی ہوئی دو چرخیں کھڑی تھیں اور احمد ان کی طرف بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ عمو نے پیار ہو کر پوچھا۔ احمد! احمد! کہاں ہیں آقا ولید اور عروس بھائی! احمد ان کے قریب آیا اور اپنی پھولی ہوئی سانس میں کہا۔ وہ کافی دیر ہوئی شہر میں داخل ہو چکے ہیں تم دونوں بہنیں تمہارے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ مجھے شہر میں شور مٹائی دیا۔ میں جان گیا کہ ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ ہے اور جب میں جنوبی دروازے کے کھلے میدان میں گیا تو اس وقت آقا اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو رہے تھے اور ان گنت لوگ اپنے ہاتھوں میں شعلیں اٹھائے اور رزمیہ گیت گاتے ہوئے اس کا استقبال کر رہے تھے۔ میں آقا سے رلا ہوں انہوں نے مجھے یہ بھی پوچھا تھا کہ عمو نے کیسی ہے۔ وہ آپ کے متعلق پریشان تھے۔ پھر احمد نے سادہ کہا۔ امیر عروس بھی ٹھیک ہیں۔ وہ بھی تمہارا پوچھ رہے تھے، اور ہاں۔

عمو نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا۔ احمد! احمد! باقی باتیں بعد میں ہوں گے پہلے یہ بتاؤ جیولوس، ماریا اور لوہتر کے ساتھ آقا کی جنگ کا کیا ہوا؟ احمد نے فخریہ انداز میں آقا نے جیولوس ماریا اور لوہتر کو عبرت ناک شکست دی ہے۔ دشمن کے صرف چند سپاہی میلان جنگ سے بچے ہیں جو اللب ندی میں کود کر فٹ الیہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ اور بھاگنے والوں میں جیولوس ماریا اور اس کا ایک جرنیل پولس بھی شامل ہیں اور سنو بیٹی اور آقا نے زندہ گرفتار کر لیا تھا اور اس کا سر کاٹ دیا۔

عمو نے بڑی بے تابی سے کہا۔ بابا! بابا! میرا خواب سچا ہوا بابا! احمد نے بے پیار سے پوچھا۔ تم نے کیا خواب دیکھا تھا بیٹی! احمد چچا! آج دن کے وقت جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے لوہتر کو آقا ولید اور عروس بھائی کے سامنے خون میں لت پت دیکھا تھا۔ میرا خواب سچا نکلا بابا! احمد نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم ٹھیک کہتی ہو بیٹی! پہلے تم صحن میں کھڑی ان دونوں چخروں کا سامان اتار کر سنبھال لو۔ یہ چرخیں بیت المال کی ہیں اور میں ابھی انہیں واپس لے کر جاؤں گا۔ تم دونوں بہنیں جس خچر کا چاہے سامان لے لو دونوں پر ایک جیسی چیزیں لدی ہوئی ہیں۔ یہ مال غنیمت کا وہ حصہ ہے جو آقا ولید اور امیر عروس کے حصہ میں آیا ہے۔ جنگ میں حصہ لینے والے ہر سپاہی کو اسی قدر سامان ملتا

آقا اور امیر کے حصے میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ جو مال، نقدی اور خوراک سرکاری بیت کے لیے آیا ہے۔ شہر کے جنوبی دروازے کے سامنے کھلے میدان کے اندر اس سامان کا بار لگے ہوئے ہیں اور وہ بیت المال میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ تم دونوں بہنیں جلدی کرو یہ خچرین خالی کر دو تاکہ میں انہیں واپس لے جاؤں۔ آقا اور امیر بھی تھوڑی دیر تک ریغ ہو کر بھر آ جائیں گے۔

عمو نے اور سارے آگے بڑھیں اور ایک ایک خچر سے سامان اتار کر وہ اپنے کمرے کی طرف لے جانے لگی تھی۔ جب دونوں چرخیں خالی ہو گئیں تو احمد انہیں لے کر چلا۔ عمو نے سارا سامان اسی کمرے میں ڈھیر کر دیا تھا جو ولید کی خواب گاہ تھا اور جہاں سارے کے ساتھ تھوڑی دیر قبل تک آتش دان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ عمو نے کمرے کے سامان کا جائزہ لیا۔ اس میں کھانے پینے کی خشک اشیاء کے علاوہ شہر، گھئی کے شیکیزے، لکڑی، نقدی کی پھیلی اور دیگر کئی قسم کا سامان تھا۔ عمو نے سارا سامان ترتیب سے کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ خود وہ تقریباً بھاگتی ہوئی باورچی خانے میں داخل ہوئی، آگ روشن اور ولید کے لیے کھانا تیار کرنے لگی تھی۔

باورچی خانے سے نکل کر عمو نے کمرے کی طرف گئی تھی کہ اُسے بیرونی دروازے کے قریب لٹکائی دیا۔ وہ بھاگ کر کمرے میں داخل ہو گئی اور دروازے کی اوٹ میں ہو کر دیکھنے لگی۔ امیر عروس اور احمد حویلی میں داخل ہوئے تھے۔ احمد دونوں کے گھوڑے لے کر اصرطبل لطف چلا گیا۔ عروس عمارت کے اس حصے کی طرف بڑھ گیا۔ جو اس کے تصرف میں تھا۔ مال سارہ بتیابی سے اس کا انتظار کر رہی تھی ولید اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں عمو نے تھی۔ ولید کو ادھر آتے دیکھ کر عمو نے کئی پھول گئی تھی۔ گو وہ اس کی بیوی تھی۔ پھر بھی ولید نے ابھی تک اس کے ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی کی ابتداء تو نہ کی تھی۔ نوہ دروازے کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ باورچی خانے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ولید نے دیکھا وہاں آگ روشن تھی اور چولہے پر ایک برتن میں پانی رکھا ہوا تھا۔ ولید کمرے میں داخل ہوا اور بڑے پیار سے اس نے پکارا۔ عمو! عمو! عمو نے کوئی جواب نہ دیا۔

میں پہننے کے لیے خوب موٹا اور قیمتی کپڑا تھا جسے عمو نے بڑے سلیقے کے ساتھ سیا تھا۔ وہ لباس عمو نے ولید کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ آپ لباس تبدیل کیجیے۔ اتنی دیر تک میں آپ کے لیے کھانا لاتی ہوں۔ عمو نے باہر نکل گئی اور ولید اپنا جنگی لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہننے لگا تھا۔

مختصر ڈی دیر بعد عمو نے اندر آئی کھانے کے برتن اس نے ایک طشت میں سجا رکھے تھے۔ اتنی دیر تک ولید لباس بدل چکا تھا۔ عمو نے کھانا اس کے سامنے پلنگ پر رکھا۔ پھر وہ ولید کا اتار ہوا لباس اس کی زبردستی اتار اور ڈھال اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئی تھی۔ ولید نے کھانے کا جائزہ لیا۔ چھوٹی چھوٹی اور پتلی پتلی چپاتیاں کالسی کے ایک تھال میں رومال میں لپیٹ کر رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کٹورے میں گوشت دوسرے میں خرمس کی کھیر تیسرے میں پیاز اور چوتھے میں خشک پھل تھے۔ ولید اس قدر بیڑی اپنے سامنے سلیقے، قرینے اور صفائی کے ساتھ دیکھ کر مسکرا اٹھا تھا۔ ابھی تک اس نے کھانے کی ایک چیز کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ شاید وہ عمو کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں عمو نے دوسرے کمرے سے نکلی اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے پوچھا۔ آپ بھی تک بیٹھے ہوئے ہیں، کھانا کیوں نہیں کھا رہے۔

ولید نے بڑی سادگی سے کہا۔ تم بھی تو آؤ نا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ عمو اس سے قریب ہوتی ہوئی بولی۔ پر میں تو کھا چکی ہوں۔ یہ تو صرف آپ کے لیے ہے۔ ولید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو پھر اٹھاؤ۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ عمو نے بکھری ہوئی آواز میں کہا لیکن کیوں اٹھاؤں۔ آپ کھاتے کیوں نہیں ہیں۔ ولید نے غور سے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جب تک تم میرے ساتھ بیٹھ کر نہ کھاؤ گی میں بھی کھانے کا تھوڑا سا کھاؤں گا۔ ساری عمر اکیلا بیٹھ کر ہی کھاتا رہا ہوں۔ آج جب قدرت مجھے دیکھنے والی بیوی کے رشتے میں ایک جگہ کر رہی ہے تو میں کیوں نہ اس نعمت، اس انعام سے اٹھ اٹھاؤں۔ عمو نے لبوں پر گہری خوشگوار مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے منہ سے کچھ کہا۔ تجھے اتار کر وہ ولید کے سامنے پلنگ پر بیٹھ گئی اور دونوں میاں بیوی کھا

اور اس کی سانس اور زیادہ پھولتی رہی۔ ولید نے پھر پکارا۔ عمو! عمو! کہاں ہو گیا۔ تم میری پکار کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔ عمو نے ساری گھبراہٹ اور حجاب ایک طرف پھینک دیا۔ اب وہ ولید کی بیوی جوتھی اور پھر وہ اسے پیار سے پکار رہا تھا۔

دروازے کی اوٹ سے نکل کر عمو نے بھائی اور بڑی طرح ولید سے پیٹتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! یہ آپ نے کیا کہہ دیا۔ عمو نے اور آپ کی پکار کا جواب نہ دے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ واللہ آپ کی خاطر تو میں بھڑکتی آگ اور چڑھتے آندے طوفانوں میں بھی گود جاؤں ولید نے عمو کے حریبی اور ریشمی شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ تم کیسی ہو عمو! عمو نے پیار سے کہا۔ میرے آقا! جب آپ میرے سامنے ہیں تو مجھے کوئی ڈھک، کوئی غم نہیں ہے ولید کا ہاتھ پکڑ کر عمو نے اسے پلنگ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ آپ یہاں بیٹھے ہیں ابھی آئی۔ عمو نے بھاک کر باورچی خانہ سے گرم پانی کا برتن، ایک خالی طشت اور دھنی ہوائی روٹی اٹھا لائی۔ ساری چیزیں اس نے پلنگ کے قریب رکھ دیں اور وہ ولید کے جوتے مارنے لگی تھی۔ ولید نے فوراً اس کے گداز اور سرخ ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ رہنے دو عمو! میں خود کھادوں گا۔ عمو نے ولید کے ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ نہیں میرے آقا! آپ کی خدمت کرنا میری سعادت ہے اور میں جانتی ہوں آپ مجھے اس سعادت اور ایک بیوی کے فرض سے محروم نہ کریں گے۔ ولید خاموش ہو گیا۔ عمو نے ولید کے جوتے اتارے۔ پھر پاؤں کے نیچے اس نے طشت رکھا اور نیم گرم پانی میں وہ روٹی بھگو کر ولید کے پاؤں دھونے لگی تھی۔ ولید کے پاؤں اچھی طرح صاف کرنے اور تھوڑی دیر تک انہیں ٹکڑے ٹکڑے ہلکنے اور ہاتھ منہ دھلانے کے بعد عمو نے انکو چھ سے صاف کیے اور اپنی چمکتی آواز میں ولید سے کہا۔ آپ اب پاؤں اُدپر کر لیجئے۔

ولید نے چپ چاپ پاؤں اُدپر کر لیے۔ عمو نے اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی اور ولید کے لیے ایک نیا لباس اور چڑے کے ہلکے جوتے اٹھا لائی۔ جوتے اس نے پلنگ کے پاس رکھ دیے اور لباس ولید کو دکھاتے ہوئے کہا۔ یہ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے سجا ہے۔ میں نے بار سلون کے بازار سے آپ کے لیے یہ کپڑا خریدا تھا۔ ولید نے دیکھا۔ وہ بڑیوں

کھانے لگے تھے۔



دوماہ خاموشی سے گور گئے تھے۔ اس دوران میں فرولندہ یا فرانسسیسیوں کی طرف سے کوئی شرارت نہ ہوئی تھی اور ولید عمو نے کے ساتھ پڑ سکون گھر میں زندگی بسر کرتا رہا اس عرصے میں وہ اپنی جنگی تیاریوں کی طرف سے ایک پل کے لیے غافل نہ ہوا تھا۔ جنوبی ہمسائیہ کے اپنے آقاؤں کے تشدد اور مالکان اراضی کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے غلاموں کو جوق در جوق اس کے پاس جمع ہونے لگے تھے اور وہ انہیں اپنے لشکر میں جمع کرنے لگا تھا۔ یہ سب سچے مسلمان اور پختہ کار مجاہد تھے۔ حرہ اور سوید کے سامنے ایک وسیع میدان کو ہموار کر کے جو تربیت گاہ بنائی گئی تھی اور جہاں لشکر کے کچھ حصے کی رہائش کے لیے خیمے نصب کیے گئے تھے۔ وہاں اب پتھر کی پختہ عمارتیں کھڑی کر دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ حرہ شہر کے وسط میں ایک وسیع حویلی کے اندر ایک فلاحی ادارہ قائم کیا گیا تھا جس میں دونوں شہروں کے بے سہارا اور بے آسرا لوگ رہتے تھے اور انتظامیہ کی طرف سے ان کے سارے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔

تمام قبائل کے مشائخ اور عمائدین پر مشتمل ایک مسجد شوریٰ مقرر کی گئی تھی حکومت کا سارا انتظام سنبھالتی تھی۔ ولید کی حیثیت ایک سپہ سالار کی سی تھی اور وہ ہر معاملے اور ہر فیصلے میں شوریٰ کے آگے جواب دہ تھا۔ تاہم شوریٰ کے تمام ارکان اس کا احترام کرتے تھے اور کسی نے کبھی اس کے فیصلے سے اختلاف نہ کیا تھا۔ شوریٰ کے اراکین اسے اپنا سکمران ضرور تسلیم کرتے تھے پر آمر نہیں۔

ایک روز شہر کے باہر تربیت کے کھلے میدان میں ولید پتھر ملی زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں عمروں اور ناطور بیٹھے ہوئے تھے اور اوپر دنگی ایک چھوٹے جرنیل زمین پر بیٹھے سنا رہے تھے۔ اصل میں وہ تربیت کے اوقات میں وقفے اور آرام کا وقت تھا اور زیر تربیت لشکر بھی میدان کے کناروں پر پھیلا ہوا آرام کر لیا تھا۔ ولید کے سامنے نئے تیروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جنہیں وہ اٹھا اٹھا کر ان کی پختگی اور مضبوطی

کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اپنا پورا جنگی لباس پہنے ہوئے تھا اور سر سے آہنی خودا کر اس نے اپنے سامنے دائیں طرف رکھا ہوا تھا۔ اتنے میں جنوب کی طرف سے ذرا فاصلے پر ایک گھوڑا سوار آتا دکھائی دیا اور تیز ہوا میں اس کی عمروں جیسی سفید عبا پھڑ پھڑا رہی تھی۔ وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا آ رہا تھا۔ تربیت گاہ کے قریب آ کر وہ سوار رکا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے لشکر کے ایک سپاہی سے کچھ پوچھا اور دوبارہ گھوڑے کا رخ موڑ کر اس نے اس طرف اس کو ایڑ لگا دی تھی جس جانب ولید عمروں اور ناطور بیٹھے ہوئے تھے۔

ولید نے ابھی تک اس سوار کو نہ دیکھا تھا۔ وہ اسی طرح تیروں کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر اس نے عمروں کو مخاطب کر کے کہا۔ عمروں! جس آہنگ نے یہ تیر بنائے ہیں وہ اپنے فن کا ماہر ہے۔ یہ تیر نہایت مناسب اور کڑے ہیں۔ ان کی نوک تیز اور ذریعہ ہے اور اس کے پیر دے دے سے ہیں۔ یہ جس قسم کی بھی کمان سے چھوڑے جائیں دور تک مار کر سکتے ہیں۔ تیروں کے اس صنایع کو ساری سرکاری بھٹیوں کا منتظم بنا دو اور اسے کہو ہر بھٹی میں ایسے تیر بننا چاہئیں۔ عمروں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یا میرا یہ صنایع طلیطلہ کا رہنے والا ہے۔ اور چند ہفتے ہوئے یہاں آیا ہے۔ مجھ سے اس نے بات کی اور میں نے اسے ایک بھٹی پر لگا دیا۔ اس کا روزینہ بھی میں نے معقول مقرر کیا ہے۔ یہ صرف ایک آہنگ اور صنایع ہی نہیں ایک جید عالم دین بھی ہے۔ طلیطلہ اس کا شمار شہر کے متمول لوگوں میں سے تھا لیکن وہ صرف ایک جذبے کے تحت اٹھ آیا ہے۔ کہہ رہا تھا۔ طلیطلہ اور دوسرے شہروں میں ان لوگوں کے لیے فضا مارگار نہیں رہی جو اپنے مذہب و ملت کے لیے کچھ کرنا چاہیں۔ وہ صرف تیر ہی میں تلوار، ڈھال، زرہ، خود اور نیزے کا عمدہ کاریگر ہے۔ ولید نے متاثر ہوئے کہا اس کا نام کیا ہے۔ کبھی میری اس سے ملاقات کراد اس لیے کہ میں ولید کتنے کہتے رک گیا۔ کیونکہ وہ عرب سوار جو جنوب کی طرف سے اپنا

ڈاکٹر پٹ دوڑاتا ہوا آیا تھا اب اپنے گھوڑے سے اتر کر ولید کے سامنے آکھڑا تھا۔ اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ ولید کے دیکھتے ہی

کے عیسائی حکمران مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہم اپنی قوم و ملت کی خاطر اس پر خطر راستے میں بھی دشمن کے سامنے ایک دیوار اور چٹان بن کر کھڑے رہیں گے۔

ولید نے آہستہ آہستہ اپنا سر اُپر اٹھاتے ہوئے کہا۔ مجھے تم سے کوئی خطر نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم لوگ خوب پھلو پھولو، ترقی کرو اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف اور زیادہ سرگرم ہو جاؤ۔ اپنے سالار سے جا کر کہنا جبل اشارات کے میدان تو ایک طرف اگر تم لوگ اپنی گزر بسر کے لیے حرا اور سویل کے گمراہ پھیلے ہوئے وسیع، زرخیز اور زیر کاشت میدان مانگو تو بھی میں انکار نہ کروں گا۔ اپنے سالار سے کہنا کہ عنقریب کسی وقت میں جبل اشارات میں آؤں گا اور تم لوگوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر آؤں گا۔ میں تم لوگوں کو کسمپرسی اور عورت نشینی کی زندگی بسر کرنے کے لیے تنہا نہ چھوڑوں گا۔ تم لوگ اگر جنگ میں میرا ساتھ دے سکتے ہو تو میں امن میں تم لوگوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھوں گا۔ جاؤ میری طرف سے تم لوگوں کو اجازت ہے۔ جبل اشارات کے چشموں سے فائدہ اٹھاؤ اور وہاں کے وسیع میدانوں میں کھیتی باڑی کرو اور اپنے لیے ایک نئی، پُر سکون اور خوشحال زندگی کی ابتدا کرو۔ زبیر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

یا امیر! قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے زمین و آسمان کی صناعت کی ہمیں آپ سے ایسی ہی اُمید تھی۔ اب مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے سالار اور ساتھیوں کو جا کر یہ خوشخبری کہوں کہ ہسپانیہ میں ہم تنہا نہیں ہیں کسی کا دست شفقت ہمارے پر ہے اور اس سرزمین کے اندر اب ہمیں زندہ رہنے کا حق ہے۔

زبیر رُکا پھر وہ پانی سے باہر سمندری مچھلی کی سی تڑپ کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ یا امیر! اب ہم غاروں میں گم روشنی کی طرح گھٹ گھٹ کر زندگی بسر نہ کریں گے۔ اپنی پوری توانائی سے اب ہم ایک نئے انداز میں مصروف ہوں گے۔ آپ نے ہماری تدبیروں کو فلاح اور ہماری سوچوں کو عظمت کا اعزاز بخشا ہے اب ہم اپنی بے بسی سے دشمن کا چہرہ چمکنے نہ دیں گے۔ بڑی خوشی اور تمنا کے ساتھ ہم آپ کے

دیکھتے اس سوار نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ وہ اس پُر اسرار لشکر کا وہی جوان تھا جو اپنے پچاس ساتھیوں کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر ولید سے مال غنیمت کا حصہ لینے آیا تھا۔ سوار نے مسکراتے ہوئے ولید سے کہا۔

یا امیر! میرا نام زبیر ہے کیا آپ نے مجھے پہچانا ہے۔ ولید اٹھا اور اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں تمہیں پہچان چکا ہوں تمہارا تعلق جبل اشارات کے پُر اسرار لشکر سے ہے اور تم ہی مجھ سے غنیمت کا مال لے کر گئے تھے۔ عمروں اور اطو نے بھی اُٹھ کر بڑی گرم جوشی کے ساتھ زبیر سے مصافحہ کیا۔ چاروں ننگی اور پتھری زمین پر بیٹھ گئے اور ولید نے زبیر سے پوچھا کیا تم کسی ضرورت کے تحت یہاں آئے ہو۔ زبیر فوراً سنجیدہ ہو گیا۔ اس کی گردن جھک سی گئی اور اس لہجے میں اس نے کہا۔

یا امیر! ہم جبل اشارات کی غاروں کے اندر رہتے ہیں۔ پہلے ہم رسیاں اور اُپرے بُن کر ظلیطلہ کے بازاروں میں بیچتے تھے اور اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ اب ہماری آمد زیادہ ہو گئی ہے اور یہ ذریعہ معاش ہمارے جنگ اور امن کے اخراجاً پورے نہیں کر سکتا۔ ولید نے بڑے نرم اور خوش کن لہجے میں پوچھا۔ کیا تم لوگوں کو کسی مدد کی ضرورت ہے۔ زبیر نے ملتجی ہو کر کہا۔ یا امیر! ہم آپ سے مدد نہیں ایک اجازت نامہ چاہتے ہیں۔ ولید نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ کیسا اجازت نامہ؟

زبیر نے کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔ یا امیر! آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم جبل اشارات کے درمیان کہیں کہیں جو وسیع اور سہوار میدان ہیں ان پر کھیتی باڑی کر کے اپنے لیے نہ امی زن سے رزق حاصل کریں۔ اس کے علاوہ ہم سب رضا کار ہیں اور اپنے مال باپ اور دین بھائیوں سے دور ہیں۔ ہم انہیں بھی جبل اشارات لانا چاہیے۔ کہ وہ کھیتی باڑی میں ہماری مدد کر سکیں۔ ولید نے جھکائے ستارہ اور زبیر کو ہتھکڑیاں پہنائیں۔ امیر! اگر آپ کو اندیشہ ہو کہ ہم آنے والے دور کے کسی حصہ میں آپ کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں تو آپ ہمیں جبل اشارات نہ سہی اللب ندی کے کنارے کے کوہستان کے اندر آباد ہونے کی اجازت دے دیں۔ یہ وہ راستہ ہے جہاں سے لیون اور قسطنطنیہ

تھے اور دھوکہ دہی سے وہ آگ کو ہوا سے رہا تھا۔ اس کے ارد گرد پانچ نوجوان جن کے کپڑے جسم اور بازو کی سٹول مچھلیاں اُن کی جوانمردی اور محنت شاقہ کا پتہ دیتی تھیں مختلف کاموں میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک بھٹی میں رکھنے کے لیے لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ رہا تھا۔ جب کہ دیگر چار لوہے کی آہروں پر زنی ہتھوڑوں کے ساتھ گرم بُرخ لوہے کے ٹکڑوں کو لمبا کر کے تلواروں کی شکل دے رہے تھے۔

ولید اور عمروں کو دیکھتے ہی وہ بوڑھا کھڑا ہو گیا۔ ولید نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ آپ بیٹھے رہیے۔ آپ جیسے عظیم انسان کی صحبت بھی ایک سعادت اور انعام ہے۔ بوڑھے نے بڑی عاجزی سے کہا۔ میں اس قابل کہاں کہ آپ جیسے جرنیل اور سر فروش کے لیے سعادت کا باعث بنوں۔ عمروں نے ولید سے کہا۔ یا امیر! یہ وہی صنایع ہیں جن کے بنائے ہوئے تیروں کی آپ نے تعریف کی ان کا نام حسان بن یوسف ہے۔

بوڑھے حسان نے پھر خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ میں طلبہ سے ایک مقصد لے کر نکلا تھا۔ یہاں آکر جب مجھے بھٹی پر کام مل گیا تو میں اپنے لیے ایک نعمت جانا لیکن آج آپ جیسے جرنیل کو اپنے سامنے دیکھ کر اور آپ سے گفتگو کر کے میں یوں محسوس کر رہا ہوں گویا میں ایک جست میں کندہ پھینک کر کائنات کی ان نیلی اور لامحدود فضاؤں پر سوار ہو گیا ہوں۔

ولید نے بڑی ہمدردی سے حسان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ نے یہ فن کہاں سے سیکھا۔ بوڑھا حسان فوراً سنجیدہ ہو گیا اور تکلیف دہ احساس میں اس نے کہا۔ میرے آقا! ہسپانیہ میں صنایعوں کی کمی اور کارگیروں کا قحط تھیں ہے۔ مسلم قوم خود ہی غفلت اور طوائف الملک کا شکار ہو چکی ہے۔ روزِ ہسپانیہ میں کون سا بُھرا اور فن نہ تھا۔ طلبہ ڈھالیں، تلوار، نیزہ، زرہ، تیر کمان اور خود بنانے والے صنایعوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہسپانیہ میں جنگی ہتھیار اور شیشیاں بنتی تھیں۔ غرناطہ ریشمی مصنوعات کی نفاست اور عملگی میں اپنا جواب آپ تھا۔ ان میں ریشمی کپڑے، زرہ، زربفت، تمامی اور طراز کے کاریگر تھے۔ باجہ میں چہرا صاف کرنے اور

یا۔ جانیں قربان کریں گے اور آپ کے ساتھ مل کر ہسپانیہ میں سچ کا سُورج طلوع کریں گے۔ یا امیر! آپ کے ساتھ اتحاد میں اور عزم میں ہم آپ کا ابدی سہارا اور آپ کے لیے ہم ہمیب سپاہی بنیں گے۔ ولید بڑے غور سے زمیر کی باتیں سنتا رہا اور بڑی پخت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ زمیر نے باری باری ولید، عمروں اور ناطور سے مصافحہ کیا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے اتر لگا کر جنوب کے رُخ پر سر پٹ دوڑا رہا تھا۔ تربیت گاہ میں دن بھر کی مشقت کے بعد ولید اور عمروں حراہ میں داخل ہوئے وہ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے اور اُن کے پیچھے ناطور بن بد رہتا تھا۔ جب کہ وہ لشکر جیسے وہ دن بھر تربیت دیتے رہے تھے ذرا فاصلے پر ان تینوں کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ جب وہ اپنے فوجی مستقر میں داخل ہوئے تو عمروں نے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا آپ اس صنایع سے ملیں گے جس کے بنائے ہوئے تیر آج آپ کو دکھائے گئے تھے اور جس سے ملنے کی آپ نے خواہش کی تھی۔

ولید نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں اس سے ضرور ملوں گا۔ وہ کس بھٹی پر کام کر رہا تھا۔ عمروں نے ہاتھ سے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو پھر اس طرف آئیے۔ وہ مستقر کی دائیں طرف جو بھٹیاں ہیں۔ ان میں سے ایک پر کام کرتا ہے۔ ولید نے مُڑ کر ناطور سے کہا۔ ناطور ہسپانیوں سے کہو اب وہ آرام کریں گے۔ گھر جاؤ۔ ہم دونوں بھی اس صنایع سے مل کر گھر چلے جائیں گے۔

ناطور واپس مڑ کر لشکر کو احکام جاری کرنے لگا۔ ولید اور عمروں آگے بڑھ گئے تھے۔ سپاہیوں کی رہائش کے لیے بنی ہوئی لمبی لمبی پتھر کی عمارتوں کے پیچھے گزرتے ہوئے وہ اس جانب بڑھے جہاں دفاع کا سامان تیار کرنے والی بھٹیوں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔

ایک بھٹی کے سامنے عمروں نے گھوڑا روکا اور نیچے اُتر گیا۔ ولید بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا اور دونوں ایک بھٹی کے اندر داخل ہوئے۔ اندر ایک بوڑھا چھٹی ہاتھ اور جھکی کمر کے ساتھ بھٹی پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔ اس نے کچھ لوہے بھٹی میں ڈال رکھے

نکار رہی ہوگی۔ اگر میں کسی مہم پر باہر چلا گیا ہوتا تو پھر تم کیا کرتی۔ عمو نے مسکراتے ہوئے
 ہاتھ میں مٹھن ہو جاتی کہ آپ باہر گئے ہوئے ہیں اور دن رات آپ کی کامیابی اور واپسی
 کی باتیں مانگتی رہتی لیکن جب آپ یہیں ہوں پھر تو مجھے بے چینی ہوتی ہے نا۔

ولید پیار سے عمو نے کو دیکھنے لگا۔ عمو نے آگے بڑھی۔ ولید سے اس نے خود لے لیا
 اپنے نرم، گداز اور ریشمی ہاتھ میں ولید کا ہاتھ لے کر وہ اسے مکرے میں لے گئی تھی۔ اندر
 نش دان میں آگ روشن تھی۔ عمو نے ولید کو پلنگ پر بٹھا کر خود اس کے جوتے اتارے اس
 جنگی لباس تبدیل کیا۔ پھر وہ دوسرے مکرے سے ایک نیا انگوچھا لے آئی اور اسے ولید
 کے کندھے پر رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں پہلے اُٹھ کر نہالیں۔ میں نے
 فی گرم کر رکھا ہے۔ ساری تھکاوٹ جاتی رہے گی۔

ولید نے بچوں کی سی ضد میں کہا۔ نہ تو میں لول گا ہی پر مجھے مھوک بہت لگی
 ہے۔ آج پکایا کیا ہے۔ عمو نے مسکرا کر کہا۔ ایک تو مچھلی پکی ہے۔ احمد نے بازار سے لا
 نا تھی۔ دوسرے آج آپ کے لیے میں نے انگوڑے شیرے میں خرما کی کھیر پکائی ہے۔ ولید
 نے بیتاب ہو کر کہا تو پھر لاؤ کھائیں۔ عمو نے منہں کر دوہری ہوتی ہوئی بولی۔ آپ پہلے تہا تو
 ل۔ ولید چپ چاپ نہانے کے لیے مکرے سے باہر نکل گیا اور عمو نے آتش دان کے پاس
 اٹا گانے لگی تھی۔

قبائے شب خوب پھیل گئی تھی۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے نمودار ہوا تھا اور
 ان کے نکلے جسم کو اپنی چاندنی میں نہلا گیا تھا۔ رات کی ہر لمحہ گہری ہوتی ہوئی خاموشی میں سوا
 بہ تریب مسلح سپاہی سامان سے لدی ہوئی خچروں اور گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے آگے بڑھ رہے
 تھے۔ سامان سے لدے ہوئے ان جانوروں کے آگے آگے ولید اور عمروں تھے اور ان کا رخ
 ان اشارات کی طرف تھا۔ شاید وہ اس پرامر لشکر کے لیے کچھ سامان لے کر آئے تھے۔ پہاڑ
 ایک چھوٹے سیلے کو عبور کرنے کے بعد وہ اس میدان میں داخل ہوئے جس کے اندر ایک
 پہاڑ بھی انہوں نے اس لشکر کو مال غنیمت دیا تھا۔ دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان یہ
 باطلوب میدان تھا جس کے اندر چھوٹا سا ایک ٹالہ تھا جس میں چشموں کا شفاف پانی بہتا تھا۔

رنگنے کی صنعت تھی۔ مرہہ میں زری اور قالین کا کام تھا۔ مدینہ شہر میں کالی مٹی کے
 برتنوں اور بطلیوس میں کوزہ گری اور لکڑی کا کام کرنے کے ماہر تھے۔ لقمیت میں عرب
 بوریسے اور مندے۔ المرہہ میں تجارتی جہاز اور شہر میں سونا نکال کر صاف کرنے کی فہرست
 تھی۔ اس کے علاوہ سرقسطہ کی پوستیں اور وانیہ میں خوب صورت اور روغنی برتن تیار ہوا کرتے
 تھے۔ حسان رُکا پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ میرے آقا! ہسپانیہ کے مسلمانوں
 کے پاس کیا نہیں ہے۔ اب بھی ان سارے شہروں میں عمدہ سے عمدہ کارگر موجود ہیں۔
 لیکن ہائے حیف کوئی ان سے کام لینے والا نہیں ہے۔ میں خوش قسمت ہوں کہ کھن اور
 مایوسی کے ماحول سے نکل کر ایسی جگہ آگیا ہوں جہاں سعی، جہد، جستجو، کشمکش اور قدردانی ہے
 حسان خاموش ہوا تو ولید نے کہا۔ کیا آپ کی طرح آپ کے لڑکے بھی اس میں
 پکتا نہیں ہیں۔ حسان نے کبھی آواز کبھی آواز اور پھرے ہوئے لہجے میں کہا۔ یا امیر امیری
 پہلی بیوی بانجھ تھی اور چالیس برس کی عمر میں مر گئی تھی۔ دوسری شادی میں نے ٹکے انوی
 حصے میں کی تھی اس بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ ابھی تینوں ہی نابالغ ہیں اور
 اس قابل نہیں ہیں کہ زندگی کے میدان میں میرا ہاتھ بٹا سکیں۔ ولید نے عمروں کو مخاطب کر
 کے کہا۔ عمروں! حسان کی اسجرت میں ایک درہم روزانہ کا اضافہ کر دو۔ تاکہ یہ اپنے بچوں
 کے ساتھ ایک خوش حال اور پرسکون زندگی بسر کر سکے۔

حسان ولید کو مشکور نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا۔ ولید اور عمروں دونوں باہر نکلا
 اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آہستہ آہستہ اپنی حویلی کی طرف بڑھنے لگے۔ شہر کے لوگ اپنے اپنے
 گھروں سے نکل کر بڑی عقیدت اور شوق سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں جب حویلی
 میں داخل ہوئے تو احمد بھاگتا ہوا آیا اور دونوں کے گھروں کو پکڑ کر وہ اسطبل کی طرف
 لے گیا تھا۔ ولید جو نہی حویلی کے اپنے حصے کی طرف گیا۔ باورچی خانے سے عمو نے نکلی اور پتلا
 لہجے میں اس نے پوچھا۔ آج آپ نے اتنی دیر کوی پہلے تو آپ اس وقت تک گھر پہلے
 تھے۔ ولید نے سر سے خود اتارتے ہوئے کہا۔ آج ایک بھٹی دیکھتے چلا گیا تھا۔ اس لیے
 ہو گئی۔ مجھے خبر ہے تمہیں کوفت ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ میرے آنے کا وقت ہو چکا تھا اور تم

سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا مغرب سے مشرق کی طرف چلا گیا تھا۔ رات خاموش تھی اور موت کا سننا تھا اور بڑی بڑی چٹانیں چاندنی میں چمک رہی تھیں۔ پہاڑوں کی اور اونچی چوٹیاں رات اور چاندنی میں یوں چُپ اور آداس کھڑی تھیں جیسے کوئی ساحل سمندر پر اپنے آنسوؤں سے ریت بھگوتے بھگوتے ٹھک بار گئی ہو۔ مختلف طرز کے غول کے غول اپنی مختلف آوازوں میں، آزادی، امن اور قدرت کی وحدانیت و عظمت کے گیت گاتے ہوئے رات بسر کرنے کی خاطر مشرق کی سمت درختوں کے بلند طرف جا رہے تھے۔ یوں گلتا تھا واتوں کے پروردہ اور امن کے وہ پرندے اپنے خواب کی تعبیر کی تلاش میں نیلی فضاؤں کا سینہ چینے کو ذرا کل پڑے ہوں یا۔۔۔۔۔ قرب کے حصول کے بعد وہ جو پیچیں کھولے اپنی رگی جان سے اپنے خالق کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کسی ان جانی سرزمین اور کسی آن دکبھی وادی کی طرف نکل کھڑے ہوں۔

ولید اور عمروں نے چاند لڑتے میں پارے کی طرح چمکتے ہوئے اس نالے کو دیکھا پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو اس مالکچی اور غبار آلود گپ ڈنڈی پر ڈال رہا تھا جو اُکھاتی ہوئی مشرقی پہاڑی سلسلے کے اوپر جاتی تھی۔ ان کے سپاہی بھی سامان سے لے جانوروں کو ہانکتے ہوئے ان کے پیچھے آرہے تھے۔ پہاڑ کے اوپر جا کر ولید نے گھوڑے بیٹھے ہی بیٹھے مشرق کی طرف منہ کیا پھر زور سے چلاتے ہوئے اس نے پکارا۔

ہسپانید کے فرزندو! میرے پُراسرار اور باجبروت ساتھیو! میری طرف آؤ کہ میں ولید بن ہشام ہوں اور تمہارے لیے کچھ شامان لے کر آیا ہوں۔ فضا کے اندر کی آواز تیز باز گشت کے ساتھ دُور و دُور تک بکھر گئی تھی۔ مغربی ویرانوں میں ایک آواز بلند ہوئی۔ اے امیر! رات کے اس اجاڑ میں اور جبل اشادات کے اس دیوالاؤل میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اے ہمارے آقا! ہمارے آدمی ابھی آپ کی طرف آتے ہیں۔ ولید پہچان گیا یہ اس لشکر کے نائب سالار کی آواز تھی۔

مختصر ہی وہی دیر بعد فضا میں گھوڑوں کی ٹاپوں اور ہنہناہٹ کی تیز دھڑکیوں سے سنائی دیں اور مشرق کی طرف فضا کے اندر تیرتی ہوئی چند شعلیں بھی دکھائی دیں۔

ولید نے سارے جانوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - زبیر! زبیر! یہ مارے جانور ہانک کر لے جاؤ اور اپنے سلا سے کہنا - رشتہ اتحاد میں ہم کہیں بھی اس نام نہ بھولیں گے - ہم اسے پریشان حال نہ ہونے دیں گے - اگر اس نے اس سرزمینِ ولید سے خالی کرنے کے لیے ہمارا ساتھ دیا ہے تو ہم ہر بعد و قرب اور ہر امید پر ہیں اس کا ساتھ دیں گے - یہ رات 'یہ تارے اور ہمارا خداوند گواہ ہیں کہ ہم ہر طرفی ہر لمحہ فرض کی پکار میں بے غرض اور پُر خلوص لبیک کہیں گے - ولید جیب خاموش رہا تو زبیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ سامان سے لدے جانور ہانک کر لے گیا - آسمان جانا اسی طرح شمع و عابن کہ چمک اٹھتا اور زمین پر چاندنی اور سایوں کی کشمکش سے یوں لگتا گویا چار سوزیتوں کے جنگلوں کا عکس پھیل گیا ہو - ولید اور عمروں بھی اپنے ایہل کے ساتھ کوہستانِ اشارات سے نیچے اترے اور اس بل کھاتے نالے کو عبور بنے کے بعد وہ حرہ کے رخ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے -



سب کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دے دے گا۔
مریہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا - وہ کب یہاں پہنچا ہے - لوقا نے لڑتے لڑتے

آج صبح کسی وقت یہاں پہنچا ہے اور وسطی کلیسا کے اندر ہی ٹھہر رہا ہے - میں نے
یہ کہہ لیا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ مجھے بلائے میں خود ہی اس کے پاس جا کر اپنے کتا بول
اتار کر لوں گا اور کہوں گا کہ میں نے غلط فہمی میں ان دونوں کو پناہ دی تھی اس لیے کہ
ایسا ہی لگتے تھے انہوں نے اپنے گلوں میں صلیبیں لٹکا رکھی تھیں اور میں اس سے بے
بر تھا کہ وہ ہمارے محترم راہب مرقس کے قاتل ہیں - مجھے اُمید ہے میرے سچ کہنے اور

نے عزم کا خود اقرار کرنے پر وہ مجھے معاف کر دے گا اور اگر اس نے معاف نہ بھی کیا
تو بھی وہ میری سزائیں کی ضرورت نہ دے گا - میری بیٹیو! تم دونوں کسی سے یہ مت
کہنا کہ تم ان دونوں کو پہلے سے جانتی تھیں اور یہ کہ ایک بار وہ تم دونوں کی عزت بھی بچا
تے تھے - اب تم دونوں مل کر میرے لیے دُعا کرو - میں وسطی کلیسا میں اُسقف الوتیوس
کے پاس جاتا ہوں - قبل اس کے کہ وہ بھیڑ یا نا انسان مجھے طلب کرے میں خود اس کے
پاس پہنچ کر اپنی سزا میں تخفیف کرا لینا چاہتا ہوں - اگر اس نے مجھے سزا دے دی تو
میرے منہ نہ ہونا - میری غیر موجودگی میں پاپا طرس تم دونوں کو اپنی بیٹیاں جان کر تمہاری
حفاظت اور کفالت کرے گا - میں نے اسے پورے حالات سے آگاہ کر دیا ہے -

میں نے مجھے خبر کر دی تھی کہ اُسقف الوتیوس اس غرض سے یہاں آیا ہے - وہ اس
بھی کوئی خبر لانے وسطی کلیسا کی طرف گیا ہوا ہے - میں اب جاتا ہوں اور پاپا طرس
کو ہمارے پاس بھیج دوں گا - لوقا مڑا اور خاموشی سے باہر نکل گیا - مریہ اور مازر
میری فکر اور پریشانی میں ڈوب گئی تھیں -

شام سے ذرا پہلے فرولندہ کا سب سے بڑا اور محترم مذہبی راہنما اور لیون کا
انت الوتیوس قشتالیہ شہر کے مذہبی راہنماؤں کے ساتھ شہر کے وسطی کلیسا کی عمارت
میں بیٹھا ان اسباب پر بحث کر رہا تھا جس کے تحت راہب مرقس کو قتل کیا گیا تھا - اس
بحث میں عموں کا ذکر بھی کیا گیا تھا اور اُسقف الوتیوس نے اپنا فیصلہ دیا تھا کہ عموں ایک



مریہ اور مازر کا باپ لوقا سر جھکائے اپنی حویلی میں داخل ہوا تھا - اس کی ہاتھ
بوجھل بوجھل اور گروں جھکی ہوئی تھی - لگتا تھا وہ کسی پریشانی اور الجھن میں مبتلا ہو گیا
وہ سیدھا اس کمرے میں آیا جس میں مریہ اور مازر تھیں - چند لمحوں تک وہ بڑی الجھن
اور خوفزدہ نگاہوں سے ان دونوں بہنوں کی طرف دیکھتا رہا - مریہ اور مازر اپنے باپ
کی اس حالت پر دہشت زدہ ہو گئی تھیں - ان دونوں میں بہت نہ رہی تھی کہ وہ
اس سے اس کی پریشانی، ہراس اور اعصابی ضعف کی وجہ پوچھ سکتیں - مریہ کی کانٹ
کھانے والی خاموشی کو آخر لوقا نے ہی توڑا اور اس نے مریہ اور مازر کو مخاطب کر کے کہا
میری بیٹیو! لگتا ہے ہماری بد بختی کے دن شروع ہونے والے ہیں -

والے شک کرنے لگے ہیں کہ راہب مرقس کے قاتل ولید اور عروس نے ہمارے ہاں پناہ
تھی - وہ ایسا اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس روز ایک بڑا ریوڑ ہمارے گھر کے سامنے کھڑا
غرض سے رُکا تھا اور ریوڑ کو ہانکنے والوں میں سے ایک کیوں ہماری حویلی کے اندر
ہوا تھا - سنو میری بچیو! راہب مرقس کی جگہ کسی اور کو وسطی کلیسا کا راہب مرقس
کے لیے لیون کا اُسقف الوتیوس یہاں آیا ہے - میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں
مزاج اور خوبی انسان ہے - وہ راہب مرقس کی موت کے متعلق ضرور تحقیق کرے گا
اگر اس کے کانوں میں کسی نے یہ خبر ڈال دی کہ ہم نے قاتلوں کو پناہ دی تھی تو

راہب ہو کر مسلمانوں کی جاسوسی کرتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ وہ مرقس کے قتل کی بھی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔ لہذا اُسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر لایا جائے اور اس پر کلیسا کی شرع کے مطابق مقدمہ چلایا جائے۔

قتالہ کا ایک مقامی راہب اپنی نشست سے اٹھا اور الوتیسوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے بزرگ و محترم باپ! دشمن سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے مرقس کو قتل کر کے علاوہ ہماری راہبہ کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ کیا ہمیں ان ایسا ب پر غور نہ کرنا چاہیے جن کے تحت وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ آخر وہ کہاں ٹھہرے۔ مرقس کو قتل کر کے بعد انہوں نے شہر کے اندر کس جگہ پناہ لی۔ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ قشتالیہ کے لوگوں کے اندر بھی ان کے ہمدرد اور جاسوس موجود ہیں۔

اسقف الوتیس جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جس کمرے میں یہ مذہبی راہب بیٹھے بحث کر رہے تھے اس کے دروازے پر لوتا نمودار ہوا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ الوتیس نے بارعب آواز میں پوچھا۔ تم کون ہو اور کیوں اس کا روائی ہو؟ داخل انداز ہونا چاہتے ہو۔

لوتانے بڑی مسکینیت سے کہا۔ میں ایک ایسے راز سے پردہ اٹھانا چاہتا ہوں جس کا تعلق راہب مرقس کی موت سے ہے۔ میں اپنے آپ کو مجرم اور گنہگار سمجھتا ہوں اور آپ کے سامنے از خود اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنے ذہن پر دل ہوئے ضمیر کے بوجھ کو اتار چھیننا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اندر آؤں اور آپ سے وہ ساری داستان کہوں جو ابھی تک تاریکی اور راز میں ہے۔

الوتیس نے بڑی دلچسپی سے لوتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تم اندر آ سکتے ہو لوتا اندر داخل ہوا اور الوتیس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے کہا۔ اے بزرگ باپ! راہب مرقس کو قتل کرنے کے بعد مسلمانوں کے حرنیل ولید اور عمروں نے میرا گھر میں پناہ لی تھی۔ وہ اپنے گلے میں صلیبیں لٹکائے ہوئے تھے اور عیسائی لگتے تھے اے یہ میں فریب اور دھوکا کھا گیا۔ مجھے خبر نہ تھی کہ وہ راہب مرقس کے قاتل ہیں۔ انہوں

بحث ایک شب میری حویلی کے اندر قیام کیا اور دوسرے روز وہ نہ جانے کیسے اور کیونکر سے نکل گئے تھے۔ الوتیس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ کیا ان دونوں کے ساتھ کوئی راہبہ بھی تھی۔ نہیں ان دونوں کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ الوتیس نے گرجتے ہوئے کہا۔ تم نے ان دونوں قاتلوں کو اپنے گھر میں پناہ کیوں دی۔

لوتانے کہا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ میرے علم میں یہ بات نہ تھی کہ وہ دونوں راہب کے قاتل ہیں۔ الوتیس پھر غرایا۔ تم کہتے ہو۔ کیا پورے شہر میں قاتلوں کا پتہ بتا دی نہ کرانی گئی تھی۔ پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تمہیں قاتلوں کی اصلیت کے متعلق علم نہ تھا۔ یقیناً تم خود نہیں بلکہ تمہارے گناہ تمہیں ہماری طرف کھیٹ لائے۔ لوتانے منت کرتے ہوئے کہا۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں، میں بے گناہ ہوں۔ الوتیس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ تم گھر کے کتنے فرد ہو۔ لوتانے کانپتے ہوئے کہا۔ میری صرف دو بیٹیاں ہیں۔ ان کے نام کہو۔ ان کے

امریہ اور ماز ہیں۔ کیا وہ بیاہی ہوئی ہیں۔ نہیں کنواری اور میرے ساتھ رہتی ہیں۔ چند لمحوں تک الوتیس کے چہرے پر مختلف رنگوں کی درفت ہوتی رہی۔ پھر اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے میز پر ہاتھ مارا اور جواب کلیسا کے محافظ بھاگتے ہوئے اندر آئے۔ الوتیس نے لوتا کی طرف اشارہ کر کے دلتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے گرفتار کر لو۔ آج شام کا سورج غروب ہونے سے ماہرے اس کلیسا کی چار دیواری کے اندر صلیب پر لٹکا دیا جائے۔ راہب مرقس کا لانا ہی ہے اور اس کا مصلوب ہونا مرقس کی روح کو بہترین خراج تحسین ہے۔ سنو! تم میں سے ابھی کچھ جوان جاؤ اور اس کی دونوں بیٹیوں کو بھی یہاں لے آؤ۔ ماہرے صلیب پر چڑھانے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ لیون جائیں گی اور وہاں وہ راہب بن کر کلیسا کی خدمت کریں گی۔ کلیسا کے اظہار لقا کو بکڑ کر باہر لے گئے۔ الوتیس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے صلیب پر مسکراہٹ جیسے کسی جدوجہد کے شیر شکار مل گیا ہو۔

ندی کو عبور کرنے کے بعد وادی انبیر میں داخل ہو جاتی تھی۔ شاید ان دونوں نے ولید اور عمروں کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اچانک انہیں اپنے پیچھے گھوڑوں کی تیز اور گونجدار ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ مرسیہ نے بکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔ مازر! مازر! میری ہنسنو! کیا تم ٹاپوں کی آواز سنتی ہو، گلتا ہے کوئی ہمارے تعاقب میں لگ گیا ہے مازر بھاگتے بھاگتے رُک گئی اور ٹاپوں کی آواز سننے کے بعد اس نے شاہ راہ کے کنارے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

مرسیہ! مرسیہ! آؤ ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپ جائیں۔ اگر یہ کوئی مسافر ہوئے تو بہتر اور اگر ہمارے تعاقب میں ہوئے تو ان کے گذر جانے کے بعد ہم اپنا راستہ بدل کر آگے بڑھتی رہیں گی۔ تم ٹاپوں کی آوازوں کو غور سے سنو! گلتا ہے یہ تعداد میں صرف دو ہیں۔ ہم سے غلطی ہوئی، کاش ہم اپنے آپ کو صلح کر کے روانہ ہوتیں۔ رات کے وقت جنگل میں ہمارا سامنا اگر کسی جنگلی جانور سے ہو گیا تو ہم دونو کیا کر سکتی ہیں۔ کاش ہم نے گھر سے بھاگنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا ہوتا۔ آؤ آؤ بھاگ کر آؤ مرسیہ ان جھاڑیوں کے پیچھے چھپ جائیں۔ اب تو گھوڑوں کے ہنسنے کی آوازیں بھی سنائی دینے لگی ہیں۔ وہ سوار اب بالکل قریب آگئے ہیں۔ دونوں بہنیں بھاگ کر جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئیں اور تعاقب کرنے والوں کا انتظار کرنے لگیں۔

جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھی ہوئی مرسیہ اور مازر نے دیکھا۔ مغرب کی طرف سے دو گھوڑے سر پٹ دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ ایک پر پیلا طس سوار تھا۔ جب کہ دوسرا گھوڑا خالی تھا۔ دونوں بہنیں فوراً جھاڑیوں کی اوٹ سے نکل آئیں اور مرسیہ نے پیلا طس کو پکارتے ہوئے کہا۔ پیلا طس! پیلا طس! رُک جاؤ! تم کہاں جا رہے ہو؟ پیلا طس فوراً گھوڑے کو روک کر نیچے کود گیا اور ان دونوں بہنوں کے قریب آکر اس نے کہا۔ خداوند کا شکر ہے تم دونوں مجھے یہیں مل گئی ہو۔ تم دونوں کی گھوڑے وانگی کے بعد میں یہ سوچ کر سخت پریشان ہوا تھا کہ تم دونوں نہتی ہونے کے علاوہ سواری کی سہولت سے بھی محروم ہو۔ میں تم دونوں کے لیے ایک فالتو گھوڑا لے کر آیا ہوں

پیلا طس بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا تھا۔ مرسیہ اور مازر اسے دیکھ کر ہلکے ہو گئی تھیں۔ پیلا طس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ میری بیٹیو! ہم پر مصیبت ٹوٹ پڑی ہے۔ اسقف الوتوس نے مالک کو صلیب کا حکم دے دیا ہے۔ آج شام تک انہیں صلیب پر چڑھا دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ الوتوس نے حکم دیا ہے کہ لوٹا کی دونوں بیٹیوں کو پھٹلاؤ۔ وہ میرے ساتھ لیون روانہ ہوں گی اور وہاں راہبہ بن کر کلیسا کی خدمت کریں گی۔ مرسیہ نے لمرزقی آوازیں کہا۔ پیلا طس! پیلا طس! مجھے پہلے ہی ایسا خدشہ تھا۔ میں اور مازر نے اپنی تیاری مکمل کر رکھی ہے۔ ہم یہاں سے بھاگ رہی ہیں۔ تم بھی روپوش ہو جاؤ ورنہ الوتوس تمہیں بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں نہیں جانتی ہماری منزل کیا ہے لیکن میرا دل کہتا ہے ایک بار ہم تم سے ضرور ملیں گی۔ تم نے ہمیں ایک باپ جیسی شفقت دی ہے۔

مرسیہ اور مازر بھاگتی ہوئی اندر گئیں پھر جلد ہی باہر آ گئیں انہوں نے اپنی بغلوں میں پٹلیاں دبالی تھیں اور اپنے اوپر بھاری چادریں اوٹھ لی تھیں۔ مرسیہ نے پھر لمرزقی آوازیں کہا۔ پیلا طس! پیلا طس! ہم یہاں سے جا رہی ہیں۔ تم بھی بھاگ جاؤ۔ پھر مرسیہ نے نقدی کی ایک بھاری تھیلی پیلا طس کو تھمتے ہوئے کہا۔ یہ اپنے پاس رکھ لو۔ مصیبت کے اس دور میں یہ تمہارے کام آئے گی پیلا طس نے تھیلی لے لی مرسیہ اور مازر اپنے چہرے چھپاتی ہوئی حویلی سے باہر نکل گئیں۔ پیلا طس نے ایک اس نگاہ حویلی پر ڈالی پھر وہ بھی بھاگ کر اصطبل میں آیا۔ وہاں اس نے دو گھوڑوں کو تیار کیا۔ ایک گھوڑے پر وہ خود مسلح ہو کر سوار ہوا اور دوسرے گھوڑے کی لگام اس نے اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دی اور اس حالت میں وہ حویلی سے نکل کر شہر کے اندر مشرق کی طرف دونوں گھوڑوں کو دوڑانے لگائے تھے۔

مرسیہ اور مازر قشتالیہ شہر کے مشرقی دروازے سے باہر نکل کر بھاگ رہی تھیں۔ دور مغرب میں اب سورج غروب ہو گیا تھا اور فضاؤں میں تاریکیاں سیرا کرنے لگی تھیں۔ دونوں بہنیں اس شاہراہ پر بھاگ رہی تھیں جو قشتالیہ شہر سے نکل کر اللب

اس گھوڑے کی زمین سے دو تلواریں اور ڈھالیں بھی لنگ رہی ہیں۔ یہ ضرورت کے وقت تم دونوں کے کام آ سکتی ہیں۔

میری بیٹیو! اب تم دونوں اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ سفر نہ کروں گا۔ اس لیے کہ اس طرح تم سب کے ایک ساتھ پکڑے جانے کا اندیشہ ہے۔ اسقف الویتوس نہایت منظم مزاج اور خوشی انسان ہے۔ کلیسا کے جو محافظ تم دونوں کو لے جانے جو بی کی طرف لے تھے جب وہ واپس جا کر الویتوس سے یہ کہیں گے کہ تم دونوں بھاگ گئی ہو تو وہ ضرور تمہارے تعاقب میں اپنے آدمی لگائے گا اور وہ ہر حالت میں تم دونوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔

پیلطس نے کچھ سوچا پھر ان دونوں بہنوں سے کہا۔ میں تم دونوں سے دُور رہ کر تم پر نگاہ رکھوں گا۔ اسقف الویتوس میرے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ نہ اُسے علم ہے کہ میں کون ہوں۔ اس لیے کہ تمہارے باپ نے اس سے میرا کوئی ذکر نہیں کیا اگر تم دونوں گرفتار ہو گئیں اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوا تو میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکوں گا۔ ہاں اگر میں علیحدہ ہوا تو میں کہیں نہ کہیں ضرورت کے وقت تم دونوں کے کام ضرور آؤں گا۔ اسقف الویتوس کے آدمی تمہاری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ لہذا تم دونوں اس گھوڑے پر بیٹھو اور یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ میں جانتا ہوں تم دونوں کی منزل کیا ہے۔ میں قشتالیہ کی سرحد تک تمہارا ساتھ دوں گا اس کے بعد مسلمانوں کی سرزمین شروع ہو جاتی ہے اور وہاں تمہیں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ کسی دشواری کا سامنا کیے بغیر ولید اور عمروں کے پاس پہنچ سکو گی۔

مرسیہ اور مازر دونوں گھوڑے پر سوار ہو گئیں۔ مرسیہ کو چھوٹی تھی، لیکن وہ مازر سے کہیں زیادہ ولیر، حوصلہ مند، حسین، پرکشش اور مضبوط تھی۔ وہ آگے بیٹھی، پہلے اس نے گھوڑے کی زب سے لنگتی ہوئی تلواروں اور ڈھالوں کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے گھوڑے کی لگام تھام کر اس کو ایڑ لگا دی تھی۔ گھوڑا پہلے دکی چال

چلا پھر وہ مشرق کی طرف سرپٹ دوڑ پڑا تھا۔ پیلطس بھی شاہراہ سے ہٹ کر ان کے پیچھے ہو گیا تھا۔

مرسیہ اور مازر ساری رات سفر کرتی رہیں۔ جب سورج طلوع ہوا تو انہیں علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ تاہم وہ اپنے تھکے ہوئے گھوڑے کو شاہراہ پر ہانکے جا رہی تھیں۔ اب وہ ایک طرح سے مطمئن ہو گئی تھیں کہ وہ خطرے سے باہر ہیں لیکن ان کے سارے وہمے اور خوش فہمیاں اس وقت دُور ہو گئیں جب کہ انہوں نے اپنے تعاقب میں ان گنت گھوڑوں کی بجٹی ٹاپیں سُنیں۔ قبل اس کے وہ کچھ سمجھ پائیں کہ ان کی آن میں پندرہ بیس سواروں نے انہیں آن لیا۔ اور دونوں کے گرد حلقہ بنالیا۔ اب دونوں بہنیں مجبور تھیں۔ وہ دونوں ان کے خلاف جنگ بھی نہ کر سکتی تھیں، لہذا وہ خاموش رہیں اور اپنے آپ کو حالات کے سپرد کر دیا۔

پیلطس کا کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ آنے والے ہو کلیسا کے محافظ تھے انہوں نے مرسیہ اور مازر کو گرفتار کر لیا اور واپس قشتالیہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ مرسیہ اور مازر کے چہروں پر ایک حسرت تھی۔ شاید اس ناامیدی پر کہ بندیوں پر سفر کی امیدیں گہری اور خطرناک نشیب میں گر کر رہیں اور لاچار ہو گئی تھیں۔ کلیسا کے محافظ مرسیہ اور مازر کو گرفتار کر کے وسطی کلیسا میں لائے جب وہ عمارت میں داخل ہوئے اس وقت شام ہو رہی۔ مرسیہ اور مازر نے دیکھا کلیسا کے اعلیٰ کے اندر ان کے باپ لوقا کی لاش صلیب پر لٹک رہی تھی۔ دونوں سسک سسک کر رو پڑی تھیں۔ ان کا باپ مرچکا تھا۔ اب ان کا کوئی پُرساں حال نہ تھا اور پھر انہیں اسقف الویتوس سے بھی کسی بہتری اور رحم کی توقع نہ تھی۔

الویتوس اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ جب اُسے خبر دی گئی کہ مازر اور مرسیہ دونوں گرفتار کر کے لایا گیا ہے، اس نے کھانا چھوڑ دیا اور اُٹھ کر باہر آیا۔ ایک نظر لے کر مرسیہ اور مازر پر ڈالی جو محافظوں کے حلقے میں اپنے باپ کی لاش کے پاس کھڑی تھیں۔ الویتوس نے غصہ آواز میں، کوچھا۔ تم دونوں بہنیں یہاں سے روانہ ہو کر کہاں

کواب تک، اڑھائی سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اتنی مدت کے بعد یہ مسئلہ اس قدر سرگرمی اور مذہبی جوش و خروش سے اس لیے اٹھایا جا رہا تھا کہ اسقف الویتوس یروشلم گلیل، امرہ اور انطاکیہ میں اپنے مذہب کے مقامات مقدسہ کی زیارت کو گیا ہوا تھا۔ ایک طویل مدت کے بعد وہاں سے لوٹتے ہوئے اس نے اس ٹیلے کو نئے سرے سے اٹھا کر اس میں جان ڈال دی تھی۔ اس رات ایسی تھی کہ نہ ہوائی میں گفتگو کرنے کے بعد الویتوس اگلے روز صبح سویرے ہی قشالیہ سے لیون کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ اپنے بیس مسلح محافظوں کے علاوہ مرسیہ اور مازر بھی اس کے ساتھ تھیں۔ دونوں بہنیں ایک ہی گھوڑے پر سوار تھیں جس کی لگام ایک محافظ کے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی تھی اس طرح اسقف الویتوس ایک قافلے کی صورت میں لیون کی طرف سفر کر رہا تھا۔

جب یہ قافلہ ایک کوہستانی سلسلے کی تنگ گھاٹی میں سے گزر رہا تھا، تو اچانک داییں طرف سے چند مسلح سوار قافلے پر حملہ آور ہو گئے۔ الویتوس گھبرا گیا تھا اور اپنے گھوڑے سے اتر کر وہ ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا تھا تاہم اس کے محافظ حملہ آور سے مقابلہ کرنے لگے تھے۔ حملہ آور پیشہ و جنگجو نہ گنتے تھے، اس لیے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی جنگی لباس نہ تھا۔ ان کے پاس صرف تلوار اور ڈھال تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ سب کسان ہوں اور کسی خاص مقصد کے تحت الویتو کے قافلے پر حملہ آور ہو گئے ہوں۔ ان سب نے اپنی پگڑیوں کے پلو سے اپنے چہرے ڈھانپ رکھے تھے۔

اچانک ایک سوار مرسیہ اور مازر کی طرف بڑھا اور ان سے قریب ہو کر اس نے اپنے چہرے سے جب نقاب ہٹایا تو دونوں بہنوں نے دیکھا وہ پیلاطس تھا اس نے آتے ہی اس محافظ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جس کے گھوڑے کی زین سے مرسیہ اور مازر کے گھوڑے کی لگام بندھی ہوئی تھی۔ پیلاطس نے فوراً لگام کھولی اور دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے اڑھ لگا کر گھوڑے کو بائیں طرف بھگا

جانے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ مرسیہ حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ مسلمانوں کے شہر طلیطلہ میں ہمارے کچھ عزیز ہیں ہم دونوں بہنیں ان کی طرف جانے کو روانہ ہوئی تھیں۔ الویتوس نے پھر خراتے ہوئے پوچھا۔ پر تم دونوں نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کیوں کی۔ کیا یہ صریحاً ہمیں دھوکہ اور فریب دینے کے مترادف نہیں ہے۔ مرسیہ نے پھر جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے الویتوس سے کہا۔ لے بزرگ باپ! ہم آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتیں۔ ہم چونکہ اپنے باپ کے جرم میں شامل نہ تھیں لہذا یہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ ہمیں خدشہ تھا کہ اپنے باپ کے ساتھ ہم بے گناہ بھی نہ ماری جائیں۔ الویتوس نے اس بار نرم ہو کر کہا۔ لیکن میں نے تم دونوں کے لیے کوئی سزا سنجو نہ نہیں کی، میں تو تم دونوں کو لیون لے جا کر کلیسا مقدس کی راہ بنانے کا عزم کر چکا ہوں۔ کیا تم دونوں اس کے لیے تیار نہیں ہو۔ مرسیہ نے جھٹ کہہ دیا اگر آپ ہمیں کلیسا مقدس کی راہ بانی بنائیں تو یہ ہماری سعادت اور خوش بختی ہوگی۔ ہم سمجھیں گی ہمیں اپنی بے گناہی اور مصیبت کی صحیح جزا اور انعام ملا ہے۔ ہمارے لیے اس سے بڑی اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ ہم مقدس مسیح کے معبد کی خدمت کریں۔ ہم دونوں آپ کو یقین دلاتی ہیں کہ ہم دل و جان سے راہبہ بن کر کلیسا کی خدمت کریں گی۔ الویتوس نے چند لمحوں تک دونوں بہنوں کو گھورتے ہوئے کچھ سوچا پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے اس نے کلیسا کے محافظوں سے کہا۔ ان دونوں کو کلیسا کے ایک کمرے میں بند کر دو۔ کل صبح یہ ہمارے ساتھ لیون کی طرف روانہ ہوں گی۔ مرسیہ اور مازر نے حسرت بھری ایک نگاہ صلیب پر ٹپکے ہوئے اپنے باپ کی لاش پر ڈالی پھر سپاہی انہیں کلیسا کے تنہا حصے کی طرف لے گئے اور وہاں دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔

اس رات اسقف الویتوس نے فرو زندہ کے بھائی اور قشالیہ کے حکمران سی سے ایک طویل ملاقات میں راہب مرقس کی موت، عمو نے کلیسا سے فرار اور ان کے اقرار جرم پر ایک طویل گفتگو کی۔ گوراہب مرقس کی موت اور عمو نے فرار

ہوئے کہا۔ مرسیہ! مازر! میری بیٹیو! میرے پیچھے آؤ۔ مرسیہ نے فوراً اپنے گھر کی باگیں سنبھال لیں اور اسے ایڑ لگا کر پیلاطس کے پیچھے ڈال دیا تھا۔
الوتیوس کو دیکھ رہا تھا کہ مرسیہ اور مازر بھاگ رہی ہیں لیکن اس نے کیا عمل ظاہر نہ کیا اس لیے کہ وہ جان بچانے کی خاطر پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ بول کہ حملہ آوروں کو اپنی موجودگی کا احساس دلائے اور وہ اُسے قتل کر دیں، لہذا وہ چپ سا دھڑ رہا اور پیلاطس مرسیہ اور مازر کو لے کر فرار ہونے کا میاب ہو گیا تھا۔

حملہ آور عجیب طریقہ جنگ کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ ایک جگہ اکٹھے اور گتھے کر رہتے تھے یوں لگتا تھا کہ وہ کندھے سے کندھا ملا کر ایک دوسرے کی حفاظت کر رہے ہوں۔ اس طریقہ جنگ میں ان کا اپنا کوئی نقصان نہ ہو رہا تھا اس کے برعکس وہ الوتیوس کے محافظوں کو خاصا ضرر پہنچانے کے علاوہ لڑائی کو نور طول بھی دے رہے تھے۔ شاید وہ پیلاطس کو بھاگ کر محفوظ ہو جانے کا زیادہ زیادہ موقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔ الوتیوس اسی طرح پتھر کے پیچھے چھپا رہا۔ ہر گھرے بادل چھانے ہوئے تھے اور فضاؤں میں اب اندھیرا چھانے لگا تھا ناشورج غروب ہو رہا تھا۔ الوتیوس سخت فکر مند تھا اور بار بار پتھر کے دائیں بائیں کہ وہ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ حملہ آور اسے دیکھ کر قتل نہ کر دیں فضاؤں میں جب تاریکی گہری ہو گئی تو حملہ آور لڑتے لڑتے پیچھے ہٹ گئے۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر جا کر الوتیوس کے محافظوں پر پتھر برسانے لگے۔ محافظ جو ان کے تعاقب میں آ رہے تھے جب ان پر پتھروں کی بارش ہوئی تو وہ سانبچے اتر گئے اور جواب میں وہ بھی حملہ آوروں پر پتھر اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگے۔ ان کے یہ پتھر مؤثر ثابت نہ ہوئے اس لیے کہ حملہ آور اونچائی پر اور وہ نشیب میں تھے۔ تھوڑی دیر تک وہاں جیسے کی انہوں نے ناکام کوشش کی۔ پھر وہ نیچے آ کر اس میدان کی طرف بھاگ گئے جس کے اندر جنگ کی ابتدا ہوئی تھی۔ حملہ آور پہاڑ کی

اس چوٹی سے دوسری طرف اتر کر اندھیرے میں غائب ہو گئے تھے۔
الوتیوس نے جب دیکھا کہ جنگ بند ہو گئی ہے اور حملہ آور بھاگ گئے ہیں تو وہ پتھر کی اوٹ سے نکل کر اپنے محافظوں کے اندر آیا وہ شرمندہ سا ہو رہا تھا اور صحیح طرح سے اپنے محافظوں کا سامنا نہ کر پا رہا تھا۔ شاید اس خیال اور احساس سے کہ وہ جنگ کے وقت اپنی جان بچانے کی خاطر چھپ گیا تھا۔ الوتیوس نے اپنے محافظوں کو گنا، وہ صرف دین رہ گئے تھے۔ الوتیوس نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ ایسے حملہ آوروں کا تعاقب کرنا بیکار ہے۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو اور کوچ کریں۔ محافظ چپ چاپ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ گئے اور الوتیوس پھر لیون کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

پیلاطس، مرسیہ اور مازر آدھی رات تک پہاڑی سلسلے کے اندر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے رہے۔ اصل میں وہ بھاگ کر جنوب کی طرف جانا چاہتے تھے تاکہ فرولندہ کی مملکت سے نکل کر کسی مسلمان حکمران کے علاقے میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائیں لیکن کوہستانوں کے اندر وہ یقینی طور پر اپنی راہ کا تعین نہ کر سکتے تھے اور پہاڑوں کی بھول بھلیوں کے اندر جس طرف انہیں راستہ دکھائی دیتا تھا اُدھر ہی وہ اپنے گھوڑے کو بھگائے جا رہے تھے، اس نیت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کر کے الوتیوس سے محفوظ ہو جائیں۔ آدھی رات کے بعد بارش شروع ہو گئی اور سردی شدت اختیار کر گئی تھی۔ اپنے آپ کو بارش اور سردی سے بچانے کے لیے وہ اپنے گھوڑوں سمیت ایک کھوہ میں گھس گئے۔ وہ تینوں جاتے تھے کہ ان کے پاس اس قدر مال تو کپڑے نہیں کہ وہ بھیاگ جانے کے بعد شمالی مہا نیہ کا تیز اور برفانی سردی کا مقابلہ کر سکیں لہذا جو بھی پہلی کھوہ انہیں دکھائی دی وہ اس میں گھس گئے۔

پیلاطس نے گھوڑوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اس کے اپنے گھوڑے کے ساتھ جو بستر بندھا ہوا تھا وہ اس نے اُتار کر مرسیہ سے کہا تم دونوں یہیں

سردی سے بچنے کی خاطر اس بستر میں گھس کر بیٹھ جاؤ۔ مریبہ نے بڑی ہمدردی سے کہا اور تم کیا اور ڈھو گے۔ پیلاطس نے کہا۔ میرے گھوڑے کی زین کے نیچے ایک گرم کپڑا ہے میں وہ اوڑھ کر گزارہ کر لوں گا۔ مازر بستر کھولنے لگی۔ مریبہ نے پھر پیلاطس سے پوچھا۔ پیلاطس! پیلاطس! تمہارے ساتھ جن لوگوں نے الویتوس کے محافظوں پر چڑھ کر کے ہمیں ان سے نجات دلائی ہے وہ کون تھے اور تم انہیں کہاں سے لائے تھے۔ پیلاطس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم دونوں کو جب کلیسا کے محافظ گرفتار کر کے لے گئے اس وقت میں چھپ کر تم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ الویتوس تم دونوں کو اپنے ساتھ لیون لے جائے گا۔ لہذا میں اپنی آبائی بستی کی طرف بھاگ گیا وہاں میں نے اپنے واقعہ کار کسانوں کو تمہاری رہائی پر آمادہ کر لیا اور ایک تنگ گال میں جب کہ شام ہونے والی تھی ہم سب نے مل کر الویتوس کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد۔

پیلاطس کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ کھوہ کے اندر مازر کی ہولناک اور کربناں چنچ بلند ہوئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے کسی وحشی نے اسے گند پھری سے ذبح کر دیا ہو۔ مریبہ نے بوکھلاہٹ میں پوچھا۔ مازر! مازر! کیا ہوا۔ کیا تم مذاق کر رہی ہو اگر ایسا ہے تو یہ موقع بد تمیزی ہے۔ مازر نے گڑبڑاتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں کہا۔ مریبہ! مریبہ! میری بہن! یہاں سے بھاگ چلو! یہ کھوہ سانپوں کی کھوہ ہے مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ دیکھو سیاہ رنگ کا سانپ مجھے ڈسنے کے بعد رل میں داخل ہو رہا ہے۔ پیلاطس اور مریبہ دونوں نے تلواریں سونت لیں اور مازر کی طرف بھاگے۔ مازر بستر پر اوندھے منہ پڑی تکلیف سے کرا رہی تھی۔ مریبہ نے اسے پکڑ کر سیدھا کیا اور روتی آواز میں پوچھا۔

مازر! مازر! میری عزیز بہن! سانپ نے تمہیں کس جگہ ڈسا ہے۔ مازر نے اپنے دائیں ٹخنے سے اوپر ہاتھ رکھ دیا۔ پیلاطس نے فوراً بستر کی چادر پھاڑی اور جہاں سانپ نے ڈسا تھا اس سے تھوڑا سا اوپر مازر کی پنڈلی اس نے کس کدبانہ سے زخمی کی خاطر اس بستر میں گھس کر بیٹھ جاؤ۔ مریبہ نے بڑی ہمدردی سے کہا اور تم کیا اور ڈھو گے۔ پیلاطس نے کہا۔ میرے گھوڑے کی زین کے نیچے ایک گرم کپڑا ہے میں وہ اوڑھ کر گزارہ کر لوں گا۔ مازر بستر کھولنے لگی۔ مریبہ نے پھر پیلاطس سے پوچھا۔ پیلاطس! پیلاطس! تمہارے ساتھ جن لوگوں نے الویتوس کے محافظوں پر چڑھ کر کے ہمیں ان سے نجات دلائی ہے وہ کون تھے اور تم انہیں کہاں سے لائے تھے۔ پیلاطس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم دونوں کو جب کلیسا کے محافظ گرفتار کر کے لے گئے اس وقت میں چھپ کر تم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ الویتوس تم دونوں کو اپنے ساتھ لیون لے جائے گا۔ لہذا میں اپنی آبائی بستی کی طرف بھاگ گیا وہاں میں نے اپنے واقعہ کار کسانوں کو تمہاری رہائی پر آمادہ کر لیا اور ایک تنگ گال میں جب کہ شام ہونے والی تھی ہم سب نے مل کر الویتوس کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد۔

پیلاطس کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ کھوہ کے اندر مازر کی ہولناک اور کربناں چنچ بلند ہوئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے کسی وحشی نے اسے گند پھری سے ذبح کر دیا ہو۔ مریبہ نے بوکھلاہٹ میں پوچھا۔ مازر! مازر! کیا ہوا۔ کیا تم مذاق کر رہی ہو اگر ایسا ہے تو یہ موقع بد تمیزی ہے۔ مازر نے گڑبڑاتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں کہا۔ مریبہ! مریبہ! میری بہن! یہاں سے بھاگ چلو! یہ کھوہ سانپوں کی کھوہ ہے مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ دیکھو سیاہ رنگ کا سانپ مجھے ڈسنے کے بعد رل میں داخل ہو رہا ہے۔ پیلاطس اور مریبہ دونوں نے تلواریں سونت لیں اور مازر کی طرف بھاگے۔ مازر بستر پر اوندھے منہ پڑی تکلیف سے کرا رہی تھی۔ مریبہ نے اسے پکڑ کر سیدھا کیا اور روتی آواز میں پوچھا۔

مازر! مازر! میری عزیز بہن! سانپ نے تمہیں کس جگہ ڈسا ہے۔ مازر نے اپنے دائیں ٹخنے سے اوپر ہاتھ رکھ دیا۔ پیلاطس نے فوراً بستر کی چادر پھاڑی اور جہاں سانپ نے ڈسا تھا اس سے تھوڑا سا اوپر مازر کی پنڈلی اس نے کس کدبانہ سے زخمی کی خاطر اس بستر میں گھس کر بیٹھ جاؤ۔ مریبہ نے بڑی ہمدردی سے کہا اور تم کیا اور ڈھو گے۔ پیلاطس نے کہا۔ میرے گھوڑے کی زین کے نیچے ایک گرم کپڑا ہے میں وہ اوڑھ کر گزارہ کر لوں گا۔ مازر بستر کھولنے لگی۔ مریبہ نے پھر پیلاطس سے پوچھا۔ پیلاطس! پیلاطس! تمہارے ساتھ جن لوگوں نے الویتوس کے محافظوں پر چڑھ کر کے ہمیں ان سے نجات دلائی ہے وہ کون تھے اور تم انہیں کہاں سے لائے تھے۔ پیلاطس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم دونوں کو جب کلیسا کے محافظ گرفتار کر کے لے گئے اس وقت میں چھپ کر تم پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ الویتوس تم دونوں کو اپنے ساتھ لیون لے جائے گا۔ لہذا میں اپنی آبائی بستی کی طرف بھاگ گیا وہاں میں نے اپنے واقعہ کار کسانوں کو تمہاری رہائی پر آمادہ کر لیا اور ایک تنگ گال میں جب کہ شام ہونے والی تھی ہم سب نے مل کر الویتوس کے محافظوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد۔

پیلاطس کہتے کہتے رک گیا۔ کیونکہ کھوہ کے اندر مازر کی ہولناک اور کربناں چنچ بلند ہوئی تھی۔ یوں لگا تھا جیسے کسی وحشی نے اسے گند پھری سے ذبح کر دیا ہو۔ مریبہ نے بوکھلاہٹ میں پوچھا۔ مازر! مازر! کیا ہوا۔ کیا تم مذاق کر رہی ہو اگر ایسا ہے تو یہ موقع بد تمیزی ہے۔ مازر نے گڑبڑاتے ہوئے اور منت کرنے کے انداز میں کہا۔ مریبہ! مریبہ! میری بہن! یہاں سے بھاگ چلو! یہ کھوہ سانپوں کی کھوہ ہے مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ وہ دیکھو سیاہ رنگ کا سانپ مجھے ڈسنے کے بعد رل میں داخل ہو رہا ہے۔ پیلاطس اور مریبہ دونوں نے تلواریں سونت لیں اور مازر کی طرف بھاگے۔ مازر بستر پر اوندھے منہ پڑی تکلیف سے کرا رہی تھی۔ مریبہ نے اسے پکڑ کر سیدھا کیا اور روتی آواز میں پوچھا۔

رہی تھی۔ مرسیہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ پیلطس! پیلطس! مازر کی نبض چل رہی ہے لیکن یہ بولتی کیوں نہیں۔ پیلطس اپنا گھوڑا قریب لایا۔ مازر کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ پھر گہرا آواز میں کہا۔ مازر بے ہوش ہو چکی ہے بیٹی! آؤ اپنا سفر جاری رکھیں۔ شاید خدا ہم پر مہربان ہو اور ہم صبح تک کسی ایسی بستی میں پہنچ جائیں جہاں ہم کسی طبیب سے مازر کا علاج کرا سکیں۔ مرسیہ نے روتے ہوئے پیلطس کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ ایک بار پھر وہ نے اپنے گھوڑوں کو اڑھ لگائی اور برق رفتاری سے جنوب مشرق کی طرف بڑھنے لگے۔ صبح ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ بارش اسی طرح مسلسل دھار برس رہی تھی۔ رات کے وقت چاروں طرف ایسا سکوت تھا جیسے قیامت برپا ہو گئی ہو اور کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کے سامنے خاموشی کی حالت میں اپنے اعمال و انماں کا حساب دے رہی ہو۔ ایک دم مرسیہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ پیلطس چلا اٹھا۔ مرسیہ! مرسیہ! کیا ہو رہا ہے بیٹی! مازر تو ٹھیک ہے۔ مرسیہ نے روتے ہوئے کہا۔ مازر کی نبض رک چکی ہے پیلطس! اور یہ مرگئی ہے۔ آہ میری بہن! میری ماں جانی! ہاتھ پر ہم نہ کیسی نامہربان ہے کہ جنگل کا بیابان میں جب یہاں ہمارا کوئی پرسان حال نہیں ہے موت نے مجھ سے میری بہن کو چھین لیا ہے۔ کاش ہم نے اس کھوہ میں قیام نہ کیا ہوتا۔ کاش میری بہن کو سانپ نہ ڈنسا۔ مرسیہ پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

اپنے سے تیز ہو گئی تھی۔ مرسیہ نے مازر کی طرف دیکھا۔ اس کی لاش نیلی ہو رہی تھی اور اسے جھاک چھوٹ رہی تھی۔ مرسیہ بچاری پھر رو پڑی اور اس کی آنکھیں جھولت رہنے کی وجہ سے پہلے ہی سوچ گئی تھیں پھر پانی بہانے لگی تھیں۔

پیلطس گھوڑے سے اُترا اور مرسیہ سے کہا۔ آؤ بیٹی! پہلے مازر کو وہ بائیں ہاتھ کے ٹیلے پر ڈھن کر دیں۔ اب روشنی ہو گئی ہے ہمیں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ الو تیرے آدھی ہماری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ جتنی جلدی ممکن ہو ہمیں ولندہ کی حدود سے نکل کر کسی مسکلم علاقے میں داخل ہو جانا چاہیے۔ مرسیہ نے اپنے نو پونچھتے ہوئے بڑی آس اور امید میں کہا۔ کیا ہمیں سیدھا ولید کی طرف روانہ نہ نا چاہیے۔ پیلطس نے سوچتے ہوئے کہا۔ اگر ہم سیدھے ولید کی طرف روانہ ہوتے تو اب کئی روز تک فرولندہ کی مملکت کے اندر سفر کرنا پڑتا اور اس حالت میں ہمارے بڑے جانے کا بھی خدشہ تھا۔ اس لیے کہ لیون سے جبل ابراہن تک ایک طویل مسافت اور یہ سفر ہمارے لیے یقیناً خطرناک ثابت ہوتا۔

پیلطس نے ذرا رک کر کہا۔ فرولندہ کی مملکت شرقاً غرباً کافی طویل ہے۔ بک کر شمالاً جنوباً یہ کم تر ہے۔ اگر ہم برق رفتاری سے سفر کرتے رہیں تو انیوالی ت کے کسی بھی وقت ہم فرولندہ کی حکومت سے نکل کر مسلمانوں کی کسی حکومت میں اہل ہو سکتے ہیں۔ مرسیہ! مرسیہ! میں نے پہلے ارادہ کر لیا تھا کہ میں تم دونوں بہنوں فرولندہ کی سرحد پار کرنے کے بعد واپس لوٹ جاؤں گا لیکن مازر کی موت نے مجھے اپنا غم بدلنے پر مجبور کر دیا۔ اب میں ارادہ کر چکا ہوں کہ میں تمہیں تنہا نہ چھوڑوں گا۔ ان تھی تم جاؤ گی میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ شاید اسی میں خداوند نے ہمارے لیے بہتری لائی ہو۔ مرسیہ خاموش رہی۔ پیلطس آگے بڑھا۔ پہلے مازر کی لاش گھوڑے سے اتار کر زمین پر رکھی پھر مرسیہ کو سہارا دے کر اتارا۔ دونوں گھوڑے ٹیلے کے ساتھ ساتھ گھاس

گھوڑے سے اُترتے ہی حسین مرسیہ نڈھال سی ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس

پیلطس گھوڑے سے اُتر کر مرسیہ کی طرف بڑھا اور مازر کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ مازر واقعی مر چکی تھی۔ پیلطس نے مرسیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود بھی روتی آواز میں کیا۔ صبر کرو بیٹی! خداوند کو ایسا ہی منظور تھا۔ موت ایک ایسا دشمن ہے جس سے کوئی جاندار فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ مرسیہ روتی رہی اور سفر پھر شروع ہو گیا۔ مرسیہ اور پیلطس دونوں کے کپڑے بارش میں بھیک گئے تھے اور وہ مڑا اور تیز ہوا میں کانپ رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا۔ وہ کو بتانی سے سے نکل کر میدانوں میں داخل ہو گئے تھے۔ ان کے سامنے ذرا فاصلے پر ایک بستی کے آثار بھی دکھائی دے رہے تھے۔ بارش اب ہلکی اور باریک چھوار میں بدل چکی تھی۔

کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ پیلاطس نے فکر مند ہو کر پوچھا۔ مرسیہ! مرسیہ! تم بھگیاں بیٹی! مرسیہ نے سخیفت آواز میں کہا۔ رات بھر بارش میں بھگینے سے میری سرسبز نہیں رہی۔ میں بنجار محسوس کر رہی ہوں۔ پیلاطس آگے بڑھا اور مرسیہ کی پیشانی پر رکھتے ہوئے اس نے پریشان آوازیں کہا۔ تمہیں تو بنجار ہے بیٹی!

مرسیہ کا سر جھکا گیا اور وہ بے بسی کی حالت میں سسک پڑی۔ پیلاطس پھر پوچھا۔ کیا تمہارے پاس فالتو کپڑے نہیں ہیں۔ آنسو پونچھتے ہوئے مرسیہ نے کہا۔ میرے اور مازر کے کپڑے گھوڑے کی خرچین میں ہیں۔ ان میں میری اور مازر کی گرم شالیں بھی ہیں۔ اور یہ سارا سامان دو پوٹلیوں میں بندھا ہوا ہے۔ ان ہی پوٹلیوں میں نقدی کے علاوہ کچھ زیورات بھی ہیں۔ پیلاطس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی خرچین سے دونوں پوٹلیاں نکالیں اور انہیں مرسیہ کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ تم ان میں سے کوئی لباس نکال کر پہن لو اور اوپر گرم شال اوڑھ لو۔ اب بارش ختم چکی ہے۔ گیلیلا میں مازر بنجار کی حدت کو اور تیز کر دے گا۔ تم لباس تبدیل کرو اتنی دیر تک میں مازر کو دفن کرنے کے لیے اس سامنے والے ٹیلے پر گرٹھا کھودتا ہوں اور لباس بھی تیار کر لوں گا۔

پیلاطس نے اپنے گھوڑے کی خرچین سے لباس نکالا۔ دونوں گھوڑوں کی خرچین چونکہ چمڑے کی تھیں اس لیے ان کے فالتو کپڑے بھگینے سے بچ گئے تھے۔ ٹیلے کی اوٹ پر جا کر پیلاطس نے لباس بدلا اور اپنے بھگے کپڑے نچوڑ کر اس نے پتھروں پر پھیلا دیے تھے۔ پھر وہ مازر کی لاش اٹھا کر ٹیلے کے اوپر لے گیا اور اپنے خنجر کی مدد سے لاش گرٹھا کھودنے لگا تھا۔ مرسیہ بھی لباس تبدیل کرنے کے بعد ٹیلے پر چڑھی اور گرٹھا میں پیلاطس کی مدد کرنے لگی تھی۔ دونوں نے مل کر مازر کو دفن کر دیا۔ پھر وہ ٹیلے نیچے اترے اور اپنے کپڑے سمیٹنے لگے تھے۔

پیلاطس دونوں گھوڑے پکڑ کر مرسیہ کے پاس لایا اور بڑی شفقت سے مرسیہ بیٹی! میں جانتا ہوں تمہیں جھوک لگ رہی ہوگی۔ رات مازر کی پریشانی

کچھ پہلے کا موقع نہ دیا تھا۔ میں جب تم دونوں کی رہائی کا بندوبست کرنے اپنی بیٹی لایا تھا۔ تو وہاں سے میں نے کھانے کا کچھ سامان حاصل کیا تھا۔ وہ ابھی تک میرے گھر میں ہے۔ میں بنجار محسوس کر رہی ہوں۔ پیلاطس نے اپنے گھوڑے کی خرچین کسول کرنا زاری۔ اس نے اس نے خشک گوشت، انیر اور انجیر نکالے۔ پہلے چمڑے کی خرچین کو گیلیلا میں پرکھا پھر کھانے کا سامان اس پر جانے کے بعد اس نے مرسیہ سے کہا۔ کھاؤ! مرسیہ نے ایک بار انتہائی بے بسی کی حالت میں پیلاطس کی طرف دیکھا۔ اس کی گود میں آنسو تیز ہے جتنے۔ پھر اس نے چپ چاپ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ پیلاطس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ جی نہ جھوڑو بیٹی! یسوع کے باپ کو مابھی منظور تھا۔ تم پہلے ہی بیمار ہو، مازر کے غم کو دل میں بٹھاؤ گی تو کبھر کرہ جاؤ۔ دونوں نے خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سامنے گئے۔ وہاں سے انہوں نے گرم کپڑے اور کھانے کا سامان لیا۔ دونوں نے اس خیال سے وہاں قیام نہ کیا تھا کہ الویتوس کے آدمی کہیں ان کے قریب نہ آجائیں۔ حالانکہ مرسیہ کا بنجار تیز ہوتا جا رہا تھا اور اسے آرام کی اشد ضرورت تھی۔ اس کے باوجود وہ سفر پر آمادہ اور ہمدرد تھی۔ وہ صرف اتنی دیر تک جتنی میں رُکے تھے۔ میرا ان دونوں کے گھوڑوں نے دانتے اور چارے سے اپنا پیٹ بھر لیا۔ اس کے بعد وہ پھر بڑی تیز رفتاری سے جنوب مشرق کے رخ پر بڑھنے لگے تھے۔

دوپہر کے قریب مرسیہ اور پیلاطس فرولندہ کی حدود سے نکل کر مسلمانوں کے علاقے میں داخل ہو گئے تھے۔ اب وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ رہے تھے۔ مرسیہ بنجار چونکہ اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ لہذا پیلاطس کسی ایسی بستی کی تلاش میں تھا جہاں وہ مرسیہ کا علاج کر سکے۔ دوپہر جب اپنے عروج پر سے نزول کرتی جا رہی تھی وہ دونوں دریا کے کنارے آ کر کے۔ یہاں انہوں نے اپنے گھوڑوں کو رستہ اشتی سے دریا کو پار کیا اور دوسرے کنارے اتر کر پیلاطس نے جب مرسیہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو بنجار میں وہ بے بسی کی طرح تپ رہی تھی۔

میں چھوڑ دیتی تھی۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ مچھلیاں جو وہ لڑکی دیکھ رہی تھی خوب موٹی اور ایک ہاتھ بھر لی ہوئی تھیں۔ جب وہ دونوں گھوڑوں سے اترے تو وہ لڑکی چونک کر کھڑی ہو گئی اور پریشانی کی حالت میں ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

پیلاطس نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ اے بیٹی! تو کون ہے اور یہاں کیل دیہ کے کنارے کیوں بیٹھی ہے۔ لڑکی نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ میں اکیلے نہیں ہوں۔ وہ دیکھے میرا باپ دریا کے اندر کشتی میں مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔ میرا باپ بوڑھا ہے نا میں روزانہ ان کے ساتھ آتی ہوں اور مچھلیاں پکڑنے میں ان کی مدد کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ یہ جو تم بھیڑ بکریاں دیکھ رہے ہو یہ بھی ہماری ہیں۔ جب میرا باپ مچھلیاں پکڑتا ہے تو ریوڑ کی دیکھ بھال میں کرتی ہوں۔ جب میں مچھلیاں پکڑتی ہوں تو میرا باپ ریوڑ کی نگہبانی کرتا ہے۔

پیلاطس نے پھر پوچھا۔ کیا تم مسلمان ہو۔ لڑکی نے فخریہ انداز میں کہا۔ بحمد اللہ ہم مسلمان ہیں۔ مرسیہ بھی پیلاطس کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ لڑکی نے ان دونوں کے گلوں میں لٹکتی صلیبوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں عیسائی ہو۔ اس بار مرسیہ نے جواب دیا۔ تم ٹھیک کہتی ہو بہن۔ ہم فرولندہ کے استقف الوتوس کے مظالم سے بھاگ کر نکلتے ہیں۔ ہماری داستان بہت لمبی ہے۔ سنو گی تو ہمیں عیسائی سمجھ کر تم سے نفرت نہ کرو گی۔

لڑکی نے خوش ولی سے کہا۔ تمہارا اندازہ درست نہیں ہے۔ ہم کسی بھی مذہب سے نفرت نہیں کرتے۔ اس لیے تم۔۔۔ پیلاطس نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا۔ تم نے اپنا نام نہیں بتایا بیٹی! لڑکی نے اس بار چپکتے ہوئے کہا۔ میرا نام عقیقہ ہے اور میرے باپ کا نام زیدان۔ اس لحاظ سے میرا پورا نام عقیقہ بنت زیدان ہے۔ پیلاطس نے مرسیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ ہے تو میری مالکہ پر مائیں اسے اپنی بیٹی ہی جانتا ہوں۔ یہ سخت بخار میں مبتلا ہے اور سفر کرنے کے قابل نہیں رہی کیا ہمیں یہاں کوئی طبیب مل جائے گا جس سے میں اس کا علاج کرا سکوں۔

مرسیہ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے زمین پر بیٹھ گئی اور ہانپتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ پیلاطس! پیلاطس! اب مجھ میں سفر کرنے کی بہت نہیں رہی۔ سب سے اب تک جو میں نے مسافت طے کی ہے اپنی صحت اور جان پر جبر کر کے میں تمہارا ساتھ دے سکی ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آج کا دن میری زندگی کا آخری دن ہے۔ شاید سیورس مسیح کے خداوند کو منظور نہیں کہ میں اپنی منزل تک پہنچ سکوں۔ پیلاطس! پیلاطس! میرا دل کہتا ہے ولید کا حصول میری تقدیر میں نہیں ہے۔ پیلاطس نے مرسیہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شفقت سے کہا۔ جی نہ چھوڑ بیٹی! وہ اُدھر دیکھو نیچے کی طرف دریا میں کس قدر ٹھہرے اپنے کام میں مصروف ہیں میں ان سے کسی طبیب کے متعلق پوچھتا ہوں۔ یہاں ضرور کوئی بستی ہوگی۔ اب میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہم فرولندہ کی مملکت سے باہر ہیں۔ یہ علاقہ مسلمانوں کا ہے اور وہ ہمیں اجنبی جان کر ہماری ضرورت نہ کریں گے۔

مرسیہ نے دیکھا دریا نے قاصر کے اندر کئی مچھیرے اپنی اپنی کشتیوں میں کھڑے جال پھینک پھینک کر مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ مرسیہ کے چہرے پر رونق آ گئی اور اس نے اپنی تمام قوت کو مجتمع کرتے ہوئے کہا۔ پیلاطس! پیلاطس! چلو ان ہی ریگروں سے بات کرتے ہیں۔ یہاں ضرور کوئی بستی ہوگی جس سے ان مچھیروں کا تعلق ہوگا۔ ہمیں شام ہونے سے قبل ہی کوئی ٹھکانہ تلاش کر لینا چاہیے۔ ورنہ بددعویٰ رات بھی بخار کی حالت میں مجھ سے نہ کٹ سکے گی۔

پیلاطس آگے بڑھا، سہارا دے کر اس نے مرسیہ کو گھوڑے پر بٹھایا اور دریا کے کنارے ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ وضع قطع سے عرب لگتی تھی اور اس کے پیچھے پندرہ بیس کے قریب بھیڑیں اور بکریاں چر رہی تھیں۔ وہ جب اس لڑکی کے پاس گئے تو انہوں نے جانا کہ لڑکی ایک گھڑے کے پاس بیٹھی تھی اور پانی میں ڈال ڈال کر باری باری مختلف مچھلیوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر جائزہ لیتی اور پھر

عقیقہ نے آگے بڑھ کر مرسیہ کا بازو مٹھا اور پریشانی میں کہا اسے سخت بھاری ہے۔
اس کا کافی انصاف تھا۔ ہونا چاہیے۔ پھر وہ دریائے گندھار کے کنارے سے اپنے باپ کو
پکارنے لگی تھی۔ بابا! بابا! جلدی جلدی کنارے پر آؤ۔ دیکھو یہ ڈواجنبی اور مسافر ہیں
انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے۔ جلدی آؤ بابا! جلدی۔

دریائے جال پھینک پھینک کر مچھلیاں پکڑنے والا بوڑھا اپنی بیٹی کی آواز سن کر
چکا تھا۔ اس نے جال سمیٹ کر کشتی میں پھینک دیا چپو سنبھال لے اور تیزی کے ساتھ کشتی
کو کنارے کی طرف کھینچنے لگا تھا۔ بوڑھا جب کشتی کو کنارے لایا تو عقیقہ بے حال ہو کر
بڑھی پھر دونوں باپ بیٹی نے کشتی کو کھینچ کر کنارے پر چڑھا دیا تھا اور زمین میں ایک ٹھونڈا
گاڑ کر رستے سے کشتی کو اس کھونٹے سے باندھ دیا تھا۔ عقیقہ کشتی کے اندر سے مچھلیاں نکال
کر باہر رکھنے لگی تھی۔ پھر وہ گڑھے کے پاس آئی وہاں سے بھی اس نے مچھلیاں نکالیں۔
ساری مچھلیاں اس نے ہال میں باندھیں اور پھر جال کے ساتھ ایک چپو باندھ دیا۔ پھر
ادھر مرسیہ بھی ان کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔

زیدان نے پیلاطس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ تم دونوں کون ہو۔ کہاں سے
آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ جواب میں پیلاطس کا سے اپنی داستان کہہ ڈالی۔ اس نے مرسیہ
اور راز کی ولید اور عروس کے ہاتھوں عزت بچنے سے لے کر اسیب مرقس کے قتل، ولید
اور عروس کی لوٹا کے ہاں پناہ، المسقف الوتوس کے مظالم، وہاں سے بھاگنے اور راز
کی موت تک کے سارے واقعات زیدان اور عقیقہ کو سنا ڈالے تھے۔

پیلاطس جب خاموش ہوا تو عقیقہ نے مرسیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
بابا! اسے سخت بھاری ہے، اسے فوراً علاج کی ضرورت ہے۔ زیدان نے آگے بڑھ کر مرسیہ
کی بغض کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔ عقیقہ! عقیقہ! ریوڑ کو ہانک دو
گھر چلیں۔ عقیقہ فوراً ریوڑ کو ہانکنے لگی۔ زیدان نے وہ چپو اپنے کندھے پر رکھ لیا جس
ساتھ وہ جال بندھا ہوا تھا جس میں مچھلیاں تھیں۔ پیلاطس نے زیدان سے پوچھا۔
مچھلیاں آپ کہاں بھیجتے ہیں۔ زیدان نے خوش طبعی سے کہا۔ میری بستی ساری مچھیروں کی

بستی ہے۔ سب لوگ مچھلیاں پکڑ کر بستی کے ایک تاجر کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، جو
بزرگوار گھوڑا گاڑیوں کے ذریعے شہروں میں جا کر فروخت کر دیتا ہے۔ پیلاطس خاموش
ہوا اور مرسیہ کو گھوڑے پر سوار کرانے لگا۔ عقیقہ نے بھی ریوڑ کو ہانک دیا تھا اور سب دریا
کنارے کے گھنے درختوں کی طرف مڑے۔

جب انہوں نے درختوں کے جھنڈ کو عبور کیا تو مرسیہ اور پیلاطس نے دیکھا ان
نے سامنے ایک بستی تھی۔ جو کافی رقبے میں پھیلی ہوئی تھی اور جس کے اندر دو دو درختوں تک
ہزاروں آدمی تھے۔ وہ اس سڑک کے ذریعے بستی میں داخل ہوئے۔ ایک جگہ زیدان
بستی میں داخل ہوا تو تھی۔ وہ اس سڑک کے ذریعے بستی میں داخل ہوئے۔ ایک جگہ زیدان
نے پیلاطس سے کہا۔ ذرا روکو۔ میں مچھلی بچھنے کے علاوہ طبیب کو بھی خبر کر دوں کہ وہ
میرے گھر آئے۔ یہ مکان جس کی طرف ہیں جاننے لگا ہوں اسی تاجر کا ہے جو ہم سے
پہلی خریدتا ہے۔ یہ انتہائی نیک دل اور ایماندار شخص ہے اس کا بڑا بھائی طبیب
ہونے کے علاوہ جتھے عالم اور یہاں سے وہ درختوں کی بیس کے لگ بھگ بنسینوں کا
قاضی بھی ہے۔ اس کا نام ابو العاص ہے۔ زیدان اس مکان میں داخل ہو گیا۔ پیلاطس
اور مرسیہ سڑک پر اس کا انتظار کرنے لگے تھے جب کہ عقیقہ اپنے چھوٹے سے ریوڑ کو ہانکتی
ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

زیدان نے کافی دیر کر دی۔ جب وہ اس مکان سے نکلا تو اس کے ہاتھ میں خالی
جال اور چپو تھا۔ شاید اس نے مچھلی بیچ دی تھی اس کے علاوہ اس کے ساتھ ایک اور ضعیف
شخص بھی تھا جس کی واڑھی ساری سفید تھی اور چہرے پر نور برسا تھا۔ زیدان نے پیلاطس
کو مخاطب کر کے کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے دیر کر دی۔ یہ طبیب ابو العاص ہیں
میں انہیں تمہارے حالات سنانے بیٹھ گیا تھا۔ اب یہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیں گے
ادھر مرسیہ کا علاج کریں گے۔ پیلاطس فوراً گھوڑے سے اتر گیا اور آگے بڑھ کر طبیب
ابو العاص سے مصافحہ کیا پھر وہ چاروں آگے بڑھ گئے۔

ایک گلی کا موڑ مڑنے کے بعد زیدان ایک مکان کے سامنے رُک گیا۔ وہ اس کا

کا انکار کر رہا ہوں کہ شاید امیر ولید اسے ایک انصرانی کی حیثیت سے اس کے ساتھ کوئی رشتہ قائم کرنے سے انکار کر دیں۔ مرسیہ نے فوراً اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی صلیب اتار کر پیلاطس کو تھمتے ہوئے کہا۔ پیلاطس! تو گواہ رہنا۔ میں آج سے صلیب کو خدا حافظ کہتی ہوں۔ پیلاطس نے بھی اپنے گلے سے اپنی صلیب اتاری اور دونوں صلیبیں اس نے جیب میں ڈال لیں۔

ابو العاص نے پھر ان کی دل لٹکتی دُور کرنے کی خاطر کہا۔ تم دونوں میری باتوں کا غلط مطلب نہ لینا۔ میں نے یہ سب کچھ ازراہ ہمدردی کہا ہے۔ پیلاطس نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ کیا آپ امیر ولید کے متعلق کچھ جانتے ہیں۔ ابو العاص نے فخریہ انداز میں کہا۔ امیر ولید کو کون نہیں جانتا۔ وہ اپنی ولایت کے بڑھاپے کا عصا اور اندلس میں مسلم قوم کی رگوں کا سنگِ گمانا لہو ہے۔ گودہ کسی اقلیم کا شہزادہ نہیں ہے لیکن اس نے زندگی کے سمندر میں مسلمانوں کو چراغوں کی روشنی دی ہے۔ وہ خالص دکھرا اور ہمارے لیے گوہرِ شبِ تاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اپنی شجاعت اور جرأت مندی سے دلاوی ارغون کی سرزمین کے ذرے ذرے کو سونا اور دریاؤں کے قطرے قطرے کو گوہر بنا دیا ہے۔ جہاں وہ مسلمانوں کی رگوں میں لگتا بولتا لہو اور جاکتا دھڑکتا دل ہے وہاں وہ دشمن کے سامنے قلزم کا بھرتا زور اور لہو کے سمندر بہاؤ دینے والا فرزند بھی ہے۔ اس نے کسی بار فر ولدندہ اور فرانسیدیلوں کو شکست دے کر ثابت کر دیا ہے کہ اندلس کے اندر طوائف الملوکی کے اس دیران دور میں بھی مسلمان جاگ رہے ہیں۔

مرسیہ نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ آپ ایک عالمِ دین ہیں۔ ہمیں کوئی نصیحت بھی کیجیے۔ دراصل میں اسلام کے ارکان اور اصولوں سے ایسے بے پروا ولید کے سامنے جانا چاہتی ہوں۔ میں اسلام کو ظاہری نہیں دل سے قبول کرنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

ابو العاص نے کہا۔ مرسیہ بیٹی! ہم عیسائی علیہ السلام پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور انہیں خدا کا پیغمبر جانتے ہیں لیکن وہ ایک مخصوص قوم کے لیے تھے۔ ان کے بعد

گھر تھا۔ وہ اپنے گھر کے بند دروازے پر دستک دینے ہی والا تھا کہ ایک دوسرا دروازہ کھلا اور عقیقہ نے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔ ادرہ دریاؤں خلعے میں آجائیے۔ پیلاطس نے مرسیہ کو کھوڑے سے اتارا۔ اتنی دیر میں ایک بوڑھی عورت اندر سے نکل آئی۔ عقیقہ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مرسیہ سے کہا۔

مرسیہ! مرسیہ! یہ میری ماں خیران ہیں۔ میں انہیں تمہاری ساری داستان سنا چکی ہوں۔ مرسیہ بچاری کچھ نہ کہہ سکی۔ خیران اور عقیقہ اسے سہارا دے کر اندر لے گئیں۔ زیدان پیلاطس اور مرسیہ کے گھوڑوں کی بالیں پکڑ کر دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ وہ رہائشی مکان سے علیحدہ کیا ہوا ایک حصّہ تھا جس میں ریوڑ بندھا تھا۔ زیدان نے گھوڑوں کو بھی وہیں باندھ کر ان کے آگے چارہ ڈال دیا تھا اور پھر وہ دیوانہ خانہ میں آگیا تھا۔

خیران اور عقیقہ نے طبیب ابو العاص کی ہدایت پر مرسیہ کو پلنگ پر لٹا کر اس کے اوپر ایک لمحات ڈال دیا تھا۔ بوڑھا ابو العاص چند لمحوں تک مرسیہ کی نبض کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے زیدان اور پیلاطس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے سردی لگ گئی ہے جس نے بگڑ کر بخار کی شکل اختیار کی ہے۔ اگر چند روز اور اس کا علاج نہ ہوتا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ چکی ہوتی۔ بہر حال اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں علاج شروع کرتا ہوں۔ ابو العاص نے پانی منگوایا۔ عقیقہ بھاگ کر ایک کوڑے میں پانی لے آئی۔

ابو العاص نے اپنے تھیلے کے اندر سے دو تین قسم کی سفوف جیسی دوائیاں نکالیں۔ میں ڈالیں اور پانی مرسیہ کو پلا دیا۔ پھر اس نے پیلاطس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میں نے زیدان سے سنا ہے تم دونوں امیر ولید بن ہشام کی طرف جارہے ہو وادی ارغون کا حکمران ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ امیر ولید اور عمروں کو تم لوگوں نے ایک موقع پر اپنے ہائی پناہ دی تھی۔ اس کے باوجود کیا یہ ممکن ہے کہ امیر ولید مرسیہ کو عیسائی بناتے ہوئے قبول کر لیں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں تم دونوں کو مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دے رہا ہوں۔ میرا مطلب مذہبی تعصب نہیں لیکن مرسیہ کی خیر خواہی کے لیے اس اپنے

جیب زمیں بگڑ گئی۔ کائنات ظلم سے بھر گئی تب خدائے رحیم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری دنیا کے لیے سراج طریقت اور سراخ حقیقت بنا کر مبعوث کیا۔ آپ نے دامن دہر کو خدا کے نور اور ایمان کی چمک سے بھر دیا۔ اب یہ انسان کی بستی منتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو جانتے ہوئے اس کی پیروی نہ کرے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے ہوئے ان کی اطاعت نہ کرے۔ قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے۔ یہ جانتا ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے مگر اس سے بچنے کا سامان نہ کرے۔ خدا کی نعمت کھا کر اس کا شکر ادا نہ کرے۔ یہ جانتا ہو کہ شیطان ایک صریح دشمن ہے اس سے دور نہ بھاگے۔ موت کو برحق جانتا ہو مگر اس لیے لیے کوئی سامان نہ کرے۔ ہم اپنے اقارب کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار کر دفن کر دیتے ہیں پر اس فعل سے عبرت نہیں حاصل کرتے۔

پیلطس نے تو صیغی انداز میں ابوالعاص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ کی باتوں میں ایک اثر اور آپ کے الفاظ میں رس ہے۔ میں پانتا ہوں آپ سے ایسی باتیں سیکھوں۔ ابوالعاص نے اپنا مقصد اٹھا کر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ یہ باتیں تو تمہاری انجیل میں ہیں تم نے اس کا مطالعہ کیوں نہ کیا۔ اس دوران زیدان اس کی بیوی خیران اور بیٹی عقیقہ اٹھ کر مکان کے صحن کی طرف چلے گئے تھے۔

پیلطس نے کہا۔ میں نے ایک بار نہیں کئی بار انجیل کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن مجھے کسی میں بھی ایسی باتیں نہیں ملیں۔ ابوالعاص نے سوالیہ انداز میں پوچھا کیا تم نے برناباس کی انجیل پڑھی ہے۔ پیلطس نے پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ لیکن ہمارے مذہب میں تو انجیل برناباس کو درست تصور نہیں کیا جاتا۔ عیسائی دنیا میں یہی مشہور ہے کہ انجیل برناباس ایک گمشدہ اور متروک کتاب ہے ابوالعاص نے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یہ انجیل اس لیے متروک قرار دی گئی ہے کہ اصل انجیل یہی ہے اور اس کے رائج ہونے سے مسیحیت کا موجودہ ڈھانچہ خطرے میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ جو چار انجیلیں تمہارے ہاں رائج ہیں ان کے حصے و دینی

سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری نہ تھا اور یہی کسی نے اس کا دعویٰ کیا اور نہ ہی کسی نے اپنی معلومات کی روایت کا کوئی حوالہ دیا ہے۔

ابوالعاص نے ذرا رک کر کہا۔ اس کے برعکس برناباس کتا ہے کہ وہ مسیح کے اولین بارہ حواریوں میں سے ایک ہے۔ وہ شروع سے آخر تک حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہا اور اپنی انجیل میں اس نے آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے واقعات درج کیے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارے ایک بزرگ لوقا جنہوں نے ایک انجیل بھی لکھی ہے جس کا نام لوقا کی انجیل ہے۔ اسی عالم نے اپنی کتاب اعمال میں برناباس کا ذکر کیا ہے۔ اس انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی واضح طور پر ہمارے پیغمبر آخر الزماں کی تشریف آوری کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ اور صاف طور پر ہمارے پیغمبر کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

پیلطس نے نئی دلیل پیش کرتے ہوئے کہا لیکن ہمارے ہاں تو سمجھا جاتا ہے کہ انجیل برناباس کسی مسلمان کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں انہوں نے اپنے مطلب کی باتیں شامل کر لی ہیں۔ طبیب العاص نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔ اس انجیل کو کسی مسلمان

۱۷ یوں تو ان انجیلوں کی تعداد چونتیس ہے جو لکھی گئیں اور ان چونتیس انجیلوں کی فہرست یہ ہے۔ یوحنا اول، یوحنا دوم، مرقس، پطرس، اوریاہ، بارتھلمیوس، فلپ، مرقس (مصری)، مرقس (عام)، توما (اول)، توما دوم، نیکودیمس، متھی، آسن، یعقوب، طفولیت متھی، لوقا، برناباس، متھی، ڈیوس، لیسس، لیڈس، سرخس، پال، ابیانی، یہودیہ، مارشین، ٹائیٹس، سی تھیوس، ولن ٹینس، ناصرین، ایلس، انکار ٹینس، ولادت مریم، جوڑوس اور کالمیٹ کی انجیل۔

ان سب انجیلوں میں برناباس کی انجیل ہی ایک ایسی انجیل جس کے واقعات سے تہ چلتا ہے کہ اس کے مصنف کے مستند واقعات کو جگہ دی ہے۔ ۱۹۰۶ء میں انجیل برناباس کا انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر منکوس نے کیا۔ پھر مصر کے ایک عیسائی عالم

نے کیسے لکھا۔ جب کہ اس کتاب کا ذکر آپ کے عالم لوقا نے اپنی کتاب اعمال پر کیا ہے اور لوقا ہمارے حضورؑ کی پیدائش سے پہلے ہو گزرا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے پیغمبرؑ کی پیدائش سے پچھتر برس پہلے پوپ گلاسیس اڈل کے زمانہ میں ان کتابوں کی ایک فہرست مرتب کی تھی جو موجودہ عیسائیت کے ایوان کو محفوظ ثابت ہو سکتی تھیں۔ ان کتابوں میں برناباس کی انجیل بھی شامل تھی۔ اس کے علاوہ کئی عیسائی محققین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قدیم عیسائی ادب میں انجیل برناباس کا ذکر ملتا ہے۔ اب بھی تم خیال کرتے ہو کہ یہ کسی مسلمان کی لکھی ہوئی رہے۔

پیلاطس نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ میں آپ کے علم سے متاثر ہوا ہوں یقیناً آپ نے ثابت کیا ہے کہ انجیل برناباس کا تعلق عیسائیت سے ہے۔ اب میں اس کا ضرور مطالعہ کروں گا۔ ابوالعاص اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہوا بولا میرے پاس اس انجیل کا ایک نسخہ ہے اگر تم پسند کرو تو میں اسے ابھی جا کر بھیج دوں۔ اس بار پیلاطس کے بچے بجائے مرسیہ نے کہا۔ ضرور بھیجئے میں بھی اس کا مطالعہ کروں گی۔ ابوالعاص نے پیلاطس سے کہا۔ میں اب جاتا ہوں۔ مرسیہ کو گرم رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں روزانہ خود آکر اسے دوا پلا دیا کروں گا۔ اتنے میں زیدان اندر آیا اور ابوالعاص سے کہا۔

آپ جاییے گا نہیں، میں تے مہانوں کے لیے ایک برہ ذبح کیا ہے۔ اب آپ ہمارے ساتھ کھانا کھا کر جائیں گے۔ زیدان خود آگے بڑھا اور ابوالعاص کو بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا۔ پیلاطس نے شکوہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ نے اپنے چھوٹے سے ریوڑ میں سے برہ کیوں ذبح کر دیا۔

زیدان نے بڑی انکساری سے کہا۔ ہم عربوں کے پاس مہمان نوازی ہی کی ذابک صفت ہے جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔
پیلاطس نے کچھ سکے نکالے اور ابوالعاص کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ آپ پر رکھ لیں۔ ابوالعاص کی بجائے زیدان نے کہا۔ ان سکوں کو اپنی جیب میں ڈال لو۔ نلاج کرنے کا معاوضہ نہیں لیتے۔ ان کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ بستی میں سب سے خیر ہیں اور اپنے پاس سے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔
پیلاطس خاموش رہا اور سکے جیب میں ڈال لیے۔ خیران اور عتیقہ کھانا لے آئیں اور دیوان خانے میں وہ سب مل کر کھانا کھا رہے تھے۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۱) خلیل سعادت نے عربی میں اس کا ترجمہ کیا۔ اسی عربی ترجمے سے مولوی محمد حلیم نے انجیل برناباس کا ترجمہ اردو میں کیا جو ۱۹۲۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

عمونہ اس عورت کے ساتھ آپ کی طرف چلی گئی۔ ولید نے بدحواسی میں کہا لیکن میں نے تو اسے نہیں بلایا۔ نہ ہی وہ میری طرف گئی ہے۔ اس بار عمروں نے سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اس کا مطلب ہے ہم سے دھوکہ ہوا ہے۔ اگر کسی نے میری بہن عمونہ کو نقصان پہنچایا تو اس کے جسم میں خون گردن کرنا نہ رہے گا۔

اتنے میں ایک بوڑھی عورت جو ایک ٹانگ پر لنگڑا کر چل رہی تھی قریب آئی اور ولید سے پوچھا۔ اے امیر! آپ کسے تلاش کر رہے ہیں۔ کیا آپ نے اپنی بیوی کو اس گھٹی کی طرف نہ بلایا تھا۔ ولید نے دیکھا ان کے دائیں ہاتھ ذرا فاصلے پر ایک گھٹی تھی۔ اس بڑھیا نے کہا۔ ایک جوان لڑکی اس گھٹی کی طرف سے آپ کی بیوی کو بلانے آئی تھی اور آپ کی بیوی اس گھٹی کی طرف گئی تھی۔ کیا آپ اس گھٹی میں نہ تھے۔

ولید نے اس بڑھیا کو کوئی جواب نہ دیا اور وہ اس گھٹی کی طرف بھاگا جب انہوں نے اندر جا کر دیکھا تو گھٹی خالی تھی۔ ولید اس گھٹی کے ارد گرد گھوڑوں کے گہرے اور نمایاں سموں کے نشانات کا جائزہ لینے لگا۔ پھر وہ دس پندرہ قدم مغرب کی طرف بڑھا جسے اس نے کسی کے کھوج کا تعاقب کیا ہو۔ پھر وہ عمروں کے پاس آیا اور فکر مند آواز میں کہا۔ عمروں! عمروں! میرا خیال ہے کہ عمونہ کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ میں ان کے نشانات کے تعاقب میں جاؤں گا۔ تم شادی کی رسم کے بعد واپس چلے جانا۔

عمروں نے اندوہناک آواز میں کہا۔ میں کیسے آپ کو تنہا چھوڑ سکتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ولید نے عمروں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ سنو عمروں! عمونہ کسی عیبیت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ میں اس کے اٹھانے والوں کا کھڑا تلاش کرتا ہوں اس کے بچے جاؤں گا۔ میرے خیال کے مطابق اسے عیسائی جاسوس اٹھا کر لے گئے ہیں کیونکہ وہ پہلے رامہ تھی اور وہ کسی صورت میں پسند نہیں کر سکتے کہ ایک رامہ مسلمان ہو کر کامیاب زندگی بسر کرے۔ اسے چھڑانے کے لیے شکر سے کام نہیں لیا جاسکتا۔ ہاں اگر ایسی کوئی صورت پیش آئی تو میں لوٹ آؤں گا اور تمہیں ساتھ لے جاتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔ فی الحال ہوا کیا جانا مناسب ہے۔ اگر اسے قشتالیہ کے عیسائی اٹھا کر لے گئے ہیں تو میں بھیجیں ا



ولید اور عمروں کے دو سال جنگ کے بجائے امن اور سکون سے گزر گئے تھے۔ اس دوران ولید اور عمونہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سعد رکھا گیا۔ عمروں اور سارہ کے ہاں بھی لڑکا ہوا اور اس کا نام حسن رکھا گیا تھا۔ دونوں بچے اب گھٹنوں کے بل چلنے لگے تھے لیکن شاید ہسپانیہ کی سرزمین کو یہ امن، یہ سکون پسند نہ تھا۔ ولید نے نہ پر پھر آشوب اور اندر جالیوں کے بادل منڈلانے لگے تھے۔ ان ادبار کی ابتدا طلیطلہ سے ہوئی۔ ان دنوں ولید، عمونہ، عمروں اور سارہ اپنے ایک محضر سے شکر کے ساتھ بیٹھا المامون کی بیٹی کے نکاح میں شرکت کے لیے طلیطلہ آئے ہوئے تھے۔ سیکلی نے اپنی بیٹی کی شادی بلنہ کے حکمران عبدالملک سے طے کی تھی۔ شادی کا ہنگامہ جب زور و لہر تھا اور رخصتی کی تیاری ہو رہی تھی ولید اور عمروں اس عمارت کے پاس آئے جس کے اندر وطن کو تیار کیا جا رہا تھا، ولید نے ایک بوڑھی عورت سے کہا کہ وہ عمونہ اور سارہ کو بلا بھیجے۔ خود وہ دونوں باہر رُک کر انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد سارہ باہر آئی اس نے ولید کے بیٹے سعد اور اپنے بچے حسن دونوں کو اٹھا رکھا تھا۔ ولید نے فوراً پوچھ لیا۔ سارہ! سارہ! عمونہ کہاں ہے۔ سارہ نے پریشانی میں کہا۔ یا انھی! وہ تو آپ کی طرف گئی تھی۔ تھوڑی دیر قبل ایک عورت اسے بلانے آئی تھی اس نے کہا تھا امیر ولید تمہیں بلارہے ہیں۔ لہذا

کہ وہاں جاؤں گا اور عمو نے کاسراغ لگانے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اسے اکیلا چھوڑ دوں تو اسے لے کر آؤں گا اور اگر لشکر کی ضرورت پیش آئی تو میں واپس لیٹ آؤں گا۔ اس ضد نہ کرنا۔ عمروں! یہ عموں کی زندگی اور میری عزت کا سوال ہے۔ تم کسی سے یہ ذکر نہ کرو۔ عمو نے کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہے۔ سارہ کو بھی منع کر دینا۔ ہاں بچہ الماموں سے علیحدگی میں نہ میرے یہاں سے کوچ کی مجبوری کا ذکر کر دینا۔ اس کے علاوہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ میں یہاں سے کسی مقصد کے تحت کوچ کر گیا ہوں۔ میں اس گھمبھی کے اندر بیٹھتا ہوں تم میرا گھوڑا یہاں لے آؤ۔ سارہ کو مطمئن کر دینا۔ عمروں! سچا جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی گردن جھک گئی اور وہ واپس لوٹ گیا تھا۔

ولید گھمبھی میں بیٹھ کر عمروں کا انتظار کرنے لگا تھا۔ گھمبھی بالکل خالی تھی اور ولید کی سوچوں میں ڈوب گیا تھا اتنے میں اسے کھٹکا ہوا۔ وہ جیب کو دیکھ کر گھمبھی سے باہر آیا تو اس دیکھا عمروں اس کا گھوڑا لارہا تھا۔ ولید کے قریب آکر اس نے کہا۔ میں آپ کو خدا حافظ کہتا ہوں۔ کاش میں آپ کا ساتھ دے سکتا۔ میں نے آپ کے گھوڑے کی خبر نہیں لی۔ کھانے کا سامان رکھنے کے علاوہ پانی کا مشکیزہ بھی بھردیا ہے۔ اپنے آپ کو کسی بھی صورت خطرے میں نہ ڈالیں۔ ایسی کوئی بات ہو تو لوٹ آئیے پھر ہم لشکر کے ساتھ یہاں سے روانہ ہوں گے اور دیکھیں گے کون ہماری عزت کو محبوس اور مجبور رکھ سکتا ہے۔

ولید چپ چاپ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جو نشانات اس نے دیکھے تھے ان کے تعاقب میں وہ شمال مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ عمروں نہایت مایوسی کی حالت میں کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

ولید گھوڑوں کے سموں کا تعاقب کرتا ہوا شمال مغرب کی طرف بڑھتا رہا۔ تاک کہ وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو اللب ندی کو عبور کر کے قشالیہ شہر کی طرف جاتی تھی۔ اب وہ جان گیا تھا کہ نصرانی عموں کو اٹھا کر قشالیہ لے گئے ہیں۔ اللب ندی کو عبور کر کے فروندہ کی حدود میں داخل ہونے سے قبل ولید نے اپنا لباس تبدیل کر کے اپنے گلے میں صلیب لٹکالی تھی۔ اور اس کا لباس ایک عام شہری کا لباس تھا۔ اس حالت میں

گھوڑوں کے سم تلاش کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ آسمان پر بادل چھا گئے تھے اور بارش بابرٹ باری کا اندیشہ دکھائی دینے لگا تھا۔ ولید نے اپنی رفتار اس خیال سے تیز کر دی تھی کہ بارش یا برف باری کے باعث کہیں سموں کے نشانات دب کر نہ رہ جائیں ایک روز شام ہوتے سے کچھ دیر پہلے وہ قشالیہ شہر سے باہر ایک پہاڑی سلسلے کے قریب رُک گیا۔ اس کو ہشتان کے اوپر ایک بہت بڑا اور اونچے اونچے کلسوں والا کلیسا تھا اور ان سموں کے نشانات جن کا وہ تعاقب کرتا آیا تھا پہاڑ کے اوپر اسی کلیسا کی طرف چلے گئے تھے۔

ولید کچھ دیر وہاں کھڑا پہاڑ کے اوپر اس کلیسا کے محل وقوع کا جائزہ لیتا رہا جس کی طرف سموں کے نشانات گئے تھے۔ آسمان پر گرے بادل چھائے ہوئے تھے اور فضاؤں میں تاریکی گہری ہونے لگی تھی۔ شاید سورج غروب ہو رہا تھا۔ ولید کورت بسر کرنے کی فکر ہوئی اس نے فوراً اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور قشالیہ شہر کی طرف بڑھا شہر میں داخل ہو کر ایک کم آبادی کے حصے میں اس نے ایک سرائے کے اندر رات بسر کرنے کے لیے کمرہ لے لیا اور اپنے گھوڑے کو سرائے کے اصطبل میں بندھوا کر اس نے اس کے چارے دانے کا بندوبست کر دیا تھا۔ سرائے کے مالک سے اس نے کہہ دیا تھا کہ اس کا تعلق جزیرہ سارڈینیا سے ہے اور تجارت کی غرض سے قشالیہ آیا ہے اور یہاں سے کچھ مال خرید کر سارڈینیا لے جائے گا۔ اس طرح سرائے کا مالک مطمئن ہو گیا۔ اور کسی نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا تھا۔

وہ رات ولید نے بڑی بے چینی کی حالت میں سرائے کے اندر گزاری تھی۔ اس کے ذہن میں ساری رات طرح طرح کے خیالات اٹھتے رہے۔ عموں کیسے ہوگی؟ اس پر سختی تو نہ ہو رہی ہوگی۔ کیا اس کلیسا میں اس کی عزت محفوظ ہوگی۔ اسے ضرور کسی کمرے میں قید رکھا گیا ہوگا۔ اور شاید کلیسا والے اس پر مقدمہ چلائیں۔ ایسے اور بہت سے خیالات اس کے ذہن کی گھمبھی میں آگ کے شعلوں کی مانند اٹھتے رہے اور وہ نیند سے کوسوں دور کافی رات گئے تک بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتا رہا۔ رات کے پچھلے حصے

میں اُس کی آنکھ لگ گئی تھی۔

دوسرے روز جب ولید کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا باہر تیزی سے برف گر رہی تھی۔ گلی کوچے اور میدان برف سے اٹے ہوئے تھے۔ شاید رات بھر برف باری ہوتی رہی تھی۔ ولید نے جب کھڑکی کھول کر باہر دیکھا تو گلی کو چوں میں مرد اور عورتوں کے جھنڈے کے جھنڈ اپنے آپ کو موٹے اونی کمبلوں، چمڑے اور ٹاٹ کی چادروں میں پھپھائے شہر کے مشرقی دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔ ولید پریشان ہو گیا۔ وہ سوچنے لگا یہ لوگ گمراہوں کی شکل میں کہاں جا رہے ہیں۔ ان کا رخ شہر کے مشرقی دروازے کی طرف کیوں ہے۔ کیا یہ اسی کلیسا کی طرف تو نہیں جا رہے جس میں عموئے قید ہے۔ کیا ارباب کلیسا عموئے کی قربانی تو نہیں دے رہے اور یہ لوگ نافر دیکھنے جا رہے ہیں۔

ولید نے فوراً اپنے ذہن کو جھٹک دیا۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ آپ ہی آپ کہہ اٹھا ضرور اس شہر میں انقلاب آگیا ہے جو ان گنت لوگ سروی اور برفباری کی پرواہ کیے بغیر ایک ہی سمت بھاگے چلے جا رہے ہیں۔

ولید اپنے بستر سے اٹھا اور سرائے کے مالک کے پاس آکر اس نے پوچھا: دوست! یہ لوگ گمراہوں کی شکل میں کہاں اور کس لیے جا رہے ہیں۔ سرائے کے مالک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم اجنبی ہو، شاید تمہیں علم نہیں۔ سنو! اس شہر میں ایک راہبہ تھی جو یہاں سے بھاگ کر مسلمان ہو گئی اور ایک مسلمان جرنیل سے اس نے شادی کر لی۔ شاید یہاں رہ کر بھی وہ اس سے محبت کرتی تھی اور اس کے لیے کام کرتی تھی۔ کل یہاں کے حاکم ایسی کے جاسوس اسے مسلمانوں کے علاقے سے اٹھا لائے ہیں اور آج شہر کے باہر کلیسا عیسیدور میں اس رٹکی پر راہبوں کی علامت

عیسیدور ایک بزرگ پادری تھا۔ کلیسا کے نوشتوں میں اسے اس مجلس کا رکن بتایا گیا ہے جو اس بات کا فیصلہ کرتی تھی کہ کون راہب عابد اور زاہد مسیحی اولیائے

میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ جو کبھی اس شہر میں راہبہ تھی۔ ولید اب ساری حقیقت جان گیا تھا۔ اس نے سرائے میں پہلے کھانا کھایا۔ پھر صطبل میں اپنے گھوڑے کے چارے کا انتظام کرنے کے بعد وہ سرائے سے باہر نکل گیا تھا۔

ولید سرائے سے نکل کر ایک عمارت کے چھتے تلے کھڑا ہو کر کچھ سوچتا رہا شاید وہ سوچ رہا تھا کہ کلیسا عیسیدور کے اندر سے عموئے کو کس طرح سلامتی سے نکالا جاسکتا ہے۔ وہ فوراً حرکت میں آنا چاہتا تھا کیونکہ اُسے خدشہ تھا کہ وہ راہب جو ایک عدالت کی صورت میں کلیسا عیسیدور کے اندر جمع ہوں گے وہ جلد از جلد عموئے کو مصلوب کر دینے کی کوشش کریں گے۔ ولید نے کوئی فیصلہ کیا پھر وہ برف کے اندر تیز قدم اٹھاتا ہوا دائیں ہاتھ کی طرف بڑھنے لگا۔

چند کشادہ گلیوں میں سے گزرنے کے بعد وہ بازار میں نکل آیا۔ یہاں وہ تھوڑی دیر ادھر ادھر گھوم کر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر یکایک وہ ایک تصاب کی دکان کے سامنے رگ گیا اور اس سے کچھ چربی خرید کر وہ شہر کے مشرقی حصے کی طرف بڑھنے لگا۔ چربی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں گھما کر اس نے ایک گولہ سا بنا لیا اور اس گولے کو اپنی جیب میں ڈال کر وہ ان عورتوں اور مردوں میں شامل ہو گیا تھا جو عموئے کے مقدمے کی کارروائی دیکھنے کلیسا عیسیدور کی طرف جا رہے تھے۔

کلیسا عیسیدور کے ارد گرد برف باری کے باوجود ایک میلے کا سا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ لوگ بڑی بے چینی سے مقدمے کی کارروائی شروع ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ سب سے پہلے کلیسا کے بڑے کمرے میں وہ تین پادری جمع ہوئے جنہوں نے

(بقیہ ماثرتہ صفحہ نمبر ۳۸۹) مسیحی میں شامل کرنے کا مستحق ہے۔ اس کا انتقال ایشیلیہ میں ہوا تھا اور وہیں ایک گرجے کے اندر دفن ہوا۔ قشالیہ کے اس گرجے کا نام اسی پادری کے نام پر رکھا گیا تھا۔ لاطینی زبان میں عیسیدور کا نام ہے۔ پانیا رسم لکھا گیا ہے۔

ایک عدالت کی صورت میں عموٰنہ کے خلاف کارروائی کرنا تھی۔ جب تینوں پادری ایک شر نشین پر بیٹھ گئے تو انہوں نے عموٰنہ کو طلب کیا۔

ولید یہ کارروائی بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً ان پہریداروں کے ساتھ ہو لیا جو عموٰنہ کو لینے گئے تھے۔ ایک پہریدار نے جس کی کمر سے چابی لٹک رہی تھی آگے بڑھ کر اس چابی کی دوسرے کلیسا کا ایک بھاری اور آہنی دروازہ کھولا۔ ولید ان کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے اس کمرے کے اندر سے عموٰنہ کو نکالا۔ وہ سخت پریشانی کی حالت میں تھی اور اس کا رنگ پیلا ہو رہا تھا۔ جب عموٰنہ کو باہر نکال کر دروازہ بند ہونے لگا تو ولید بھاگ کر آگے بڑھا اور جو پہریدار تالے میں چابی لکھا کر دوبارہ اسے بند کرنے لگا تھا اس سے منٹ کرتے ہوئے کہا۔

اے بھائی! میں ایک کمزور انسان اور تو کچھ نہیں کر سکتا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ اس کمرے کے دروازے میں چابی لکھا کر میں اسے بند کروں تاکہ مجھے خضر ہو کہ اس کمرے کا دروازہ میں نے بند کیا تھا جس میں عیسائیت کی ایک مجرمہ کو رکھا گیا تھا۔ ولید کی آواز سن کر عموٰنہ چونکی اور بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ولید کی اس کی طرف بیٹھ تھی لہذا وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکی تھی۔ تاہم عموٰنہ کی آنکھوں میں ایک چمک آگئی تھی۔ شاید اس خیال سے کہ اس کا شوہر اور عسبوری دیکھ رہا ہے۔

چابی لکھانے والا پہریدار فوراً پیچھے ہٹ گیا اور ولید سے کہا اگر تم اس کمرے کو بند کرنا بھی ثواب سمجھتے ہو تو میں تمہیں اس سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ ولید فوراً اپنی جیب سے چربی کا پیڑ نکال کر آگے بڑھا۔ اس نے چابی لکھا کر تالا بند کیا اور پھر چابی باہر نکال کر اس نے پہریدار کی نگاہ بچا کر چابی کو چربی پر رکھ کر ذرا دیا تو چربی کے گولے میں چابی کا مکمل اور صاف نقش بن گیا تھا۔ ولید نے چربی کا گولہ جیب میں ڈال لیا اور چابی پہریدار کو لوٹاتے ہوئے کہا۔ تمہارا احسان ہے بھائی کہ تم نے مجھے یہ اعزاز بخشا۔ ولید جب پیچھے ہٹا تو عموٰنہ نے اسے دیکھا۔ ولید نے آنکھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا،

لید کے چہرے پر ایسا سکون اور ایسی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ گویا اس کے سامنے کائنات نے سارے دھنیں کھول دیے گئے ہوں۔

عموٰنہ کو ان تین پادریوں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ باہر تیزی سے برف باری ہو رہی تھی اور لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو مقدمے کی اس کارروائی کو سننے وہاں جمع ہو گیا تھا۔ لید جب عدالت کے سامنے کھڑی ہوئی تو ایک پادری نے پوچھا کیا تمہارا نام عموٰنہ ہے۔ لید نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ میرا نام عموٰنہ ہے۔ کیا تو راہبہ تھی۔

راہبہ تھی۔ کیا تو یہاں سے بھاگ کر مسلمان ہو گئی اور ایک مسلمان ہے شادی بھی کر لی۔ یہ بھی درست ہے۔ کیا تم اپنی صفائی

عموٰنہ نے بڑی جرأت مندی سے کہا۔ ہاں میں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ دیر کوئی جرم نہیں کہ نسل آدم ایسا کرتی رہی ہے۔ کیا خود تم لوگوں کے آباؤ اجداد نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام کو نہ مانا اور اس کے بعد وہ الیاس علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام پر آئے اور نصرانی کہلائے۔ اس کے بعد آخری نبی آئے چاہیے تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آپ کے اجداد ان پر یان لاتے جس طرح وہ پہلے نبیوں کے سلسلے میں کرتے رہے ہیں لیکن یہاں آکر مصیبت کیوں برتا گیا۔ اس لیے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن پر میں یان رکھتی ہوں عرب کی سرزمین میں پیدا ہوئے اور تم لوگوں کو حسد ہوا کہ وہ تم میں سے کیوں نہ ہوئے۔ وہ اسحاق علیہ السلام کے بجائے اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے کیوں ہوئے۔

ایک دوسرے پادری نے گرجتے ہوئے کہا۔ رکواؤ سنو! تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی نبی آئے۔ عموٰنہ نے پھر پہلے سے جذبے سے کہا۔ خود قدرت اور انجیل اس کی گواہ ہیں اگر تم نے ان کا صحیح مطالعہ کیا ہوتا تو تمہیں نظر ظہم ہوتا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہی اسرائیل کو تین پیغمبروں کا شدت

سے انتظار تھا۔ ایک ایلیاہ (الیاس) دوسرے عیسیٰ اور تیسرے ہمارے رسولؑ جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تم یقیناً یہ بھی جانتے ہو گے کہ جب یحییٰ علیہ السلام آئے اور انہوں نے لوگوں کو اپنے رب کی طرف لکاتے ہوئے اصطباغ دینا شروع کیا تو بنی اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں نے ان سے پوچھا تھا کہ تم ایلیاہ (الیاس) ہو، مسیح ہو یا وہ نبیؑ جو سب سے آخر میں آئیں گے۔ یحییٰؑ نے کہا تھا کہ میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہوں۔ پھر حبيب عیسیٰؑ آئے تو بنی اسرائیل نے یہی سوال ان سے بھی کیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ عیسیٰؑ نے کیا جواب دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا ایلیاہ تو آچکا ہے مسیح ہیں ہوں اور بنی اسرائیل میرے بعد آئیں گے۔

ان سب باتوں کا تم لوگوں کو بھی علم ہے۔ یاد رکھو میرا عقیدہ خشک عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارے پیغمبرؑ کی رسالت توحید کا جو نظریہ اور رسولوں کا جو احترام پیش کرتی ہے اس نے انسانیت اور آدمیت کو شرور بنا دیا ہے۔ یاد رکھیے ہر دور میں خدائے رحیم اپنے بندے کی اصلاح کرتا رہا ہے اور انسانیت کو وہیں بدلتی رہی ہے۔ بلکہ اسی طرح جیسے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل گمراہ ہو کر فنیقی قوم کے دیوتا بعل زبوب کی عبادت کرنے لگے تھے اور حضرت الیاسؑ نے انہیں اس گمراہی سے نکالا تھا۔ ایسے ہی جب عیسیٰؑ کے بعد زمین ظلم سے بھر گئی۔ انسانیت گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوب گئی خدائے اپنے آخری نبیؑ کو مبعوث کیا جس پر ایمان لانا پوری نسل آدم کا فرض ہے۔ ورنہ انسانیت کی حالت وہی ہوگی جو تابوتِ سکینہ کی بنی اسرائیل کے ہاتھوں ہوئی۔

تیسرے پادری نے گرج کر پوچھا۔ تم نے یہ ساری باتیں کہاں سے سیکھیں۔ عمونہ نے پھر پہلے سے جذبے میں کہا انہی اوراق کی مخالف سمت سے جہاں سے تم لوگوں نے ایک سچے مذہب کے خلاف تعصب سے کام لینا سیکھا۔ میں جانتی ہوں تم مجھے انصاف نہیں دو گے۔ یقیناً میرا انصاف اسی روز ہوگا جب آسمان پھٹ جائے گا۔ سمندر بھاڑ دیے جائیں گے۔ قبریں کھول دی جائیں گی اور ستارے بکھر جائیں گے اور

ایک ہٹا کٹا اور ناکارہ ہمدردی کہا۔ اسے مت مارو یہ ایک مذہبی آدمی ہے۔ ولید کو گرتے دیکھ کر عمونہ بچاری کٹ کر رہ گئی تھی۔ پر مجبور تھی کوئی قدم نہ اٹھا سکتی تھی۔ ولید کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عمونہ کو محافظوں نے کمرے میں لکر کے تالا لگا دیا تھا۔

ولید چپ چاپ واپس شہر میں آیا اور بازار میں گھوم کر کچھ تلاش کرنے کی

ولید نے بازار کے دوسری جانب ایک بھٹیا درخانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا - میں وہاں سے کھانا کھاتا ہوں - اتنی دیر تک تم چابیاں بناؤ - پھر میں آکر لے جاتا ہوں - ولید بھٹیا درخانے میں چلا گیا - وہاں سے اس نے کھانا کھایا - پھر واپس آکر اس نے آہن گر کو مہرت ادا کی اور دونوں چابیاں لے کر وہ سرائے میں چلا گیا - شام تک وہ سرائے میں پڑا سو رہا - برف باری ابھی تک ہو رہی تھی - ولید ایک بار پھر باہر نکلا - پہلے اس نے اپنے گھوڑے کے آگے معمول سے زیادہ فانا اور چارہ ڈالا اس کے علاوہ اس نے تو برہ بھی خوراک سے بھر لیا - شاید وہ رات کی تاریکی میں کچھ کر گزرنے کا فیصلہ کر چکا تھا - پھر وہ بازار آیا وہاں سے اس نے کھانے کے سامان کے علاوہ کچھ گرم آؤنی کمبل خریدے اور دوبارہ سرائے میں آکر اس نے ساری چیزیں ایک گھٹری کی صورت میں اپنے گھوڑے کی چرمی خرچہ میں کے اندر ڈال دی تھیں - جب فضاؤں میں اندھیرا پھیل گیا تو ولید نے اصطبل کے اندر اپنے گھوڑے

ولید سمجھ گیا کہ وہ کلیسا کے محافظ ہیں اور اس کمرے میں جاگ کو پیرہ دے
 ہیں۔ ایک دم ولید چھدک کر ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دیکھا
 کے جن کمروں میں سے ایک میں عمو نہ بند تھی ان کے سامنے یہ آند تھا جو لمبی
 لاری تھی اس میں ایک محافظ ٹھہل رہا تھا۔ جب وہ ولید کے پاس سے گزرا تو
 نے دیکھا وہ وہی محافظ تھا جس نے دن کے وقت ولید کے پیٹ میں گتہ ملا
 جب وہ آگے بڑھ گیا تو ولید فوراً ستون کی اوٹ سے نکلنا اور اس کمرے کے
 آبا جس میں عمو نہ بند تھی۔ اس نے جیب کے اندر سے چابی نکالی اور اس کے
 اٹا کھل گیا اور کھلتے ہوئے اس نے ہلکی سی آواز پیدا کی تھی جو باہر ٹپکتے والے پیر دیار سے
 تھی۔ لہذا وہ فوراً پلٹ کر اس کمرے کی طرف بڑھا۔

ولید نے فوراً دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ سامنے ہی عمو نے کھڑی تھی اس نے بڑھاپے کی وجہ سے کون ہے ؟ ولید نے دھیرے سے کہا۔ چپ۔ بھو عمو نے میں تمہیں۔ عمو نے بھلاک سے پوچھا۔ اور اس کے کان میں کہا۔ میں آپ ہی کا انتقال کر چکی تھی۔

۳۹۷

ادھر ہٹ کر کھڑی ہو جاؤ۔ پریدار ادھر ہی آرہا ہے۔ میں فلا اس کا بندوبست کر لوں۔ یہ وہی ہے جس نے دن کے وقت مجھے مکتہ مارا تھا۔ عمو نے فوراً پیچھے ہٹ گئی۔ پریدار جب نزدیک آیا اور اس نے دیکھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہے تو اس نے فوراً تلوار نکال لی اور اپنے ساتھیوں کو پکارنا ہی چاہتا تھا کہ ولید طوفان کی طرح کمرے سے نکلے۔ ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ اسے پیچھے کر کے اندر لے آیا۔ عمو نے فوراً آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ ولید نے لگاتار دو کتے اس پر دیار کے پیٹ میں دے مارے اور وہ ہڈیوں سے ٹکڑے ہو کر فرش پر گر گیا۔

اس کے فرش پر گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور دوسرے کمرے میں جاگ ہوئے پریداروں میں سے کسی نے اس کا نام لے پوچھا۔ باہر کیا کر رہے ہو۔ کیسا ہے۔ باہر پرہہ دینے والے اپنے ساتھی کا جواب نہ پا کر وہ پریدار اٹھ کر آیا۔ اس وقت تک ولید عمو نے کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے نکلا اور دونوں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ محافظ واپس کمرے کی طرف جاتا ہوا شور کرنے لگا۔ وہ بھاگ گئی جلدی کرو اسے پکڑ لیں۔ ورنہ پادری ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

سب پریدار اپنے آپ کو مسلح کر کے باہر آئے اور ولید عمو نے کا تعاقب کرنے لگے۔ وہ بھاگتے ہوئے جب درختوں کے جھنڈے اندر آئے تو انہوں نے دیکھا ان سے کچھ ہی فاصلے پر ولید اور عمو نے گھوڑے پر سوار ہو چکے تھے عمو نے کمرے کے دروازے سے محفوظ رکھنے کی خاطر ولید نے اسے اپنے آگے بٹھالیا تھا۔ ولید نے جب گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور پریداروں نے محسوس کیا کہ وہ دونوں بھاگ جائیں گے تو ان میں سے کئی ایک نے اپنی کمانیں سیدھی کر کے تیر چلا کر چڑھائیں۔

ولید پر چلا دیئے تھے۔ تیروں نے ولید کو چھید کر رکھ دیا تھا۔ چار تیر اس کی دونوں رانوں پر اور ایک اس کے بائیں کندھے سے فریٹ پیسٹ ہو گیا تھا اور خون کی تیر دھاری

ولید گھوڑے کو ایڑ لگا لگا کر اسے پوری رفتار سے بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بیس میل کا فاصلہ طے کر لیا۔ کلیسا کے پریدار گوان کے تعاقب میں تھے لیکن وہ کچھ پیچھے رہ گئے تھے۔ برف باری ابھی تک جاری تھی اور رات کے وقت کائنات کی ہر شے سفید ہو رہی تھی۔ تیز سردی اور برف باری میں چاروں طرف ایک خاموشی اور ساٹھا پھیلا ہوا تھا۔ ایک دم عمو نے چونک گئی کیونکہ اس نے دیکھا ولید کے ہاتھوں سے گھوڑے کی بائیں چھوٹ گئی تھیں اور ولید کا سر عمو کے شانے پر گر گیا تھا۔ عمو نے گھبرا کر پوچھا۔ کیا ہوا۔

ولید کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر عمو نے اونچی اور روتی آواز میں کہا۔ میرے آقا! کیا ہوا آپ کو۔ ولید نے پھر بھی جب کوئی جواب نہ دیا تو عمو نے مڑ کر دیکھا چاہا۔ ولید بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس کے زخموں سے کافی خون بہہ چکا تھا اور اپنے آپ پر جبر کر کے اس نے بیس میل کی مسافت طے کی تھی۔

ولید اصل میں عمو کے سہارے گھوڑے پر پڑا ہوا تھا۔ عمو نے جب مڑی تو سہارا جاتا رہا اور ولید نیچے گر گیا۔ عمو نے پریشان ہو گئی اس نے فوراً گھوڑے کو روک لیا اور نیچے اتر کر جب اس نے ولید کی حالت دیکھی تو اس کی روح تک فنا ہو گئی۔ ولید کی دونوں رانوں میں دو دو تیر پیسٹ تھے جب کہ ایک تیر ان کے بائیں شانے کے نیچے کھبا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ولید کے جسم سے اس

تندھنوں کی حالت دیکھ کر عمونہ بھاری رونے لگی تھی۔ روتے روتے وہ بڑے
پیر پڑھ لگتی۔ سب سے پہلے اس نے گھوڑے کی خرچین سے مرہم بٹھا کا سا بار
نکالا۔ اور ولید کے جسم سے تیر کھینچ کر اس نے سارے زخموں کی مرہم بٹھی کر دی۔
عمونہ نے ولید کا سراپنی گود میں لے کر اسے کئی بار پیار سے پکارا لیکن وہ
تبدیے ہوئی پڑا تھا وہ عمونہ کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ عمونہ کچھ سوچ کر سنبھلی اور
جگہ پر ہنسی اٹھی اور ولید کو اٹھانا چاہا۔ دراصل وہ چاہتی تھی کہ ولید کو اپنے آگے
گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ جائے لیکن وہ بھاری بھر کم ولید کو اٹھانہ سکی۔ دفعہ
عمونہ لڑتے لگتی۔ وہ مغرب میں اسے گھوڑوں کی ہلکی ہلکی اور مدھم مدھمناہٹ سنائی
دی تھی۔ عمونہ نے کوئی فیصلہ کیا۔ جلدی جلدی اس نے گھوڑے کی زین سے بتر اور
خرچین گھسول کر برف پر رکھ لیے اور گھوڑے کو اس نے مار کر بھگا دیا۔ گھوڑا
مستحق کے دست پر سر پٹ دوڑ پڑا تھا۔ عمونہ نے سب سے پہلے بتر اور خرچین
اٹھا لیے اور ان دونوں کو وہ دائیں طرف ذرا فاصلے پر ایک چٹان کے نیچے رکھ آئی
وہاں وہ والیں آئی۔ ولید کے قریب آ کر وہ برف پر بیٹھ گئی۔ پھر ولید کا سر
اٹھ چھاتی اس نے اپنی پیٹھ پر رکھی اور اس کے کڑے بازوؤں میں اپنے نازک
بلند نکال کر وہ بڑی مشکل سے اسے برف پر گھسیٹتی ہوئی اس چٹان کے نیچے لے
گئی جہاں وہ بتر اور خرچین رکھ کر آئی تھی۔

یہ جہاں کو کہ تعاقب کرنے والے نزدیک آ گئے ہیں عمونہ کو سردی کا احساس
جلا کر اٹھا۔ وہ چٹان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد آٹھ دس سوار اپنے
گھوڑوں کو گھسیٹتے ہوئے اس کے پاس سے گزر گئے۔ عمونہ اٹھی اور برف باری سے بچنے
کی خاطر وہ محنت سے جگہ تلاش کرنے لگی۔ اس نے ولید کی توار اور ڈھال سنبھال لی تھی اور
بیت پریش چٹانوں کے اندر گھومنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کی تلاش کے بعد وہ ایسی جگہ ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی تھی جہاں

ولید کے ساتھ چھپ کر وہ محفوظ ہو سکتی تھی۔ چٹانوں کے اندر وہ ایک چھوٹی سی غار تھی
اس کے اندر جانے کے لیے جو راستہ تھا وہ زمین کی سطح سے تین فٹ اونچا تھا جس سے
حفاظت کا یہ احساس ہوتا تھا کہ حشرات الارض میں سے کوئی اس غار میں نہیں
جاسکتا۔ اس کے علاوہ اندر جانے کا راستہ ایسا منحہ اور بے ڈھنگا سا تھا کہ کوئی
دروہ بھی بلا جھجک اس نحی سی غار میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ عمونہ ایک بار
پھلانگ کر اندر گئی۔ اس نے دیکھا غار چھوٹی سی تھی جس کے چاروں اطراف
میں سنگاخ چٹانیں تھیں اور اس کا فرش بھی پتھر بلا اور غیر ہموار تھا بہر حال
وہ پناہ لینے کی ایک مناسب جگہ تھی۔

عمونہ غار سے نکلی۔ پہلے بھاگ کر اس نے بتر اور گھوڑے کی خرچین
غار کے اندر پھینکی۔ پھر وہ ولید کو بھی کھسیٹ کر وہاں لے آئی۔ پہلے اس
نے اپنی پوری طاقت صرف کر کے ولید کو غار کے منہ کی دیوار پر اونڈھے منہ
لٹا دیا۔ پھر وہ خود پھلانگ کر غار کے اندر گئی اور ولید کو بھی غار کے اندر کھینچ لیا
باہر کی نسبت غار کے اندر حرارت زیادہ تھی اور وہاں قدرے سکون کا احساس
ہوتا تھا۔ عمونہ نے بتر کھول کر بچھایا۔ پھر ولید کو اس نے بتر کے اندر چھپا دیا
اور اس کا سراپنی گود میں لے کر وہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے
لگی تھی۔



آدھی رات کے قریب صرہ کے جنوبی دروازے کے محافظ چونک
اٹھے تھے۔ تیز برف باری میں دروازے سے باہر انہیں کسی گھوڑے کے ہنہانے
کا آواز سنائی دی تھی۔ ایک محافظ نے چھوٹا دروازہ کھول کر جب باہر دیکھا
تو ولید کا گھوڑا برف باری میں کھڑا نہ تھے پھر پھڑانے کے علاوہ برف سے ڈھکی
زمین پر کھڑا رہا تھا۔ محافظ چلا اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے
ہوئے کہا۔ سنو! سنو میرے ساتھیو! آقا ولید کا گھوڑا آیا ہے پریر اکیلا

۴۔ حیرت ہے وہ خود کہاں ہیں۔ سارے محافظ چھوٹے دروازے سے باہر نکل آئے اور حیرت و پریشانی کے عالم میں وہ ولید کے گھوڑے کو دیکھنے لگے تھے۔ اتنے میں جنوبی دروازے کے محافظوں کے سرخیل کی بھاری بھر کم آواز گونج اٹھی۔ دروازہ کھول دو اور گھوڑے کو اندر آنے دو۔ آقا کے ساتھ ضرور کوئی ہوا پیش آیا ہے۔ ایک محافظ نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہا۔ کیا ہمیں امیر عمروں کو گھوڑے کی اطلاع نہ کرنی چاہیے۔ سرخیل نے پھر اپنا فیصلہ دیا۔ پہلے گھوڑے کو اندر آنے دو۔ پھر اس کا رد عمل دیکھنے کے بعد کوئی فیصلہ کریں گے۔ محافظوں نے دروازہ کھول دیا۔ گھوڑا ہنہانے لگا اور اندر داخل ہوا پھر وہ شہر کے اندر بھاگنے لگا۔ سرخیل نے دو محافظوں کو حکم دیا کہ گھوڑے کا تعاقب کرو۔ اگر یہ اپنی حویلی میں جاتا ہے۔ تو امیر عمروں خود بخود سب کچھ سمجھ جائیں گے۔ بصورت دیگر اسے پکڑ کر امیر عمروں کے پاس لے جاؤ۔ دو محافظ بھاگتے ہوئے گھوڑے کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

گھوڑا بھاگتا ہوا ولید کی حویلی کے دروازے پر آکھڑا ہوا۔ دروازہ بند تھا لہذا وہ ہنہانے اور کھربانے لگا تھا۔ اتنی دیر میں محافظ بھی وہاں پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے دروازے پر دھک دی۔ تھوڑی دیر بعد حویلی کا دروازہ کھلا اور احمد نمودار ہوا۔ جونہی اس نے ولید کا گھوڑا دیکھا اس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ آقا ولید کہاں ہیں۔ ایک محافظ نے سردی میں کپکپاتی آوازیں کہا۔ گھوڑا اسی طرح خالی پیٹھ آیا ہے۔ ہمیں خبر نہیں آقا کہاں ہیں۔ احمد نے دروازہ کھول دیا اور گھوڑا اندر چلا گیا۔ احمد نے محافظوں سے کہا۔ اب تم جاؤ۔ میں امیر عمروں کو اطلاع کرتا ہوں۔

محافظ واپس چلے گئے۔ احمد حویلی کا دروازہ بند کر کے جب مڑا تو اس نے دیکھا ولید کا گھوڑا اصطبل کی طرف چلا گیا تھا۔ احمد نے فوراً ایک چھت دار راہداری میں جلتی ہوئی شعل لی۔ اس کی راہنمائی میں وہ حویلی کے دائیں حصے کی طرف آیا۔

اور ایک دروازے پر دھک دی۔ اندر سے عمروں کی خوابیدہ سی آواز سنائی دی۔ کون ہے؟ احمد نے پکھری پکھری آوازیں کہا۔ یا امیر! میں احمد ہوں۔ دروازہ کھلیے آقا ولید کا گھوڑا خالی پیٹھ آگیا ہے۔ دروازہ فوراً کھل گیا اور عمروں باہر آیا اس کے پیچھے پیچھے سارہ بھی تھی۔ عمروں نے پریشان لہجے میں پوچھا۔ احمد! احمد! کیا ہاتھ نے؟ آقا ولید کا گھوڑا خالی پیٹھ آگیا ہے؟ احمد روتی ہوئی آواز میں بولا۔ میں نے ٹھیک کہا ہے۔ آقا کا گھوڑا لوٹ آیا ہے اور اس وقت وہ اصطبل میں ہے۔ سارہ نے بوکھلاتے ہوئے پوچھ لیا۔ تو پھر ولید بھائی اور عمو نہ بہن کدھر گئے۔ عمروں نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ اصطبل کی طرف بھاگا۔ احمد اور سارہ اس کے پیچھے تھے۔ اصطبل میں آکر عمروں نے ولید کے گھوڑے کو پکڑ کر پکڑا اور پھر وہ گھوڑے کی نون آلود زین دیکھ کر گری پریشانیوں میں کھو گیا تھا۔ تاہم اس نے احمد اور سارہ کا دل رکھنے کی خاطر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ احمد! احمد! گھر کا خیال رکھنا۔ آقا ولید پر ضرور کوئی مصیبت آئی ہے۔ میں لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں جاتا ہوں۔ جتنی دیر تک میں لباس بدلوں تم میرے گھوڑے پر زین ڈال دو۔ عمروں اور سارہ پھر اسی کمرے میں آئے اور سارہ عمروں کو جنگی لباس پہننے میں مدد دینے لگی تھی۔

عمروں جب تیار ہو گیا تو اس نے مڑ کر اس پلنگ کی طرف دیکھا۔ جس پر اس کا بیٹا حسن اور ولید کا بچہ سعد اکٹھے سوئے ہوئے تھے۔ عمروں نے جھک کر دونوں بچوں کی پیشانیوں کو بوسہ دیا۔ پھر وہ کمرے سے نکل کر اصطبل میں آیا۔ سارہ اس کے ساتھ تھی۔ احمد نے اس کے گھوڑے پر زین کس دی تھی۔ عمروں اگے بڑھا۔ اپنے گھوڑے کی باگ اس نے ولید کے گھوڑے کی زین سے باندھ دی۔ پھر وہ ولید کے گھوڑے پر سوار ہوا۔ احمد اور سارہ پر ایک الوداعی نگاہ ڈالی اور زین سے باہر نکل گیا تھا۔

رات کی سرد اور ٹھنڈی تاریکی میں حرہ شہر کی بڑی نوبت عمروں کے

حکم پر گونج اٹھی تھی جس کے جنوب میں سویڈا شہر کی بڑی نوبت پر بھی پڑ گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد چھوٹے سالار اور قبائل کے سردار عمروں کے پاس جمع ہو گئے۔ عمروں نے انہیں حکم دیا کہ لشکر کے ایک حصے کے کوچ کا انتظام کیا جائے۔ ساتھ ہی اس نے انہیں ولید کے گھوڑے کی خالی پیٹھ آمد کی داستان بھی کہہ دی۔ تھوڑی ہی دیر بعد سویڈا کی طرف سے ناطور اپنا گھوڑا دوڑانا ہوا آیا اور عمروں کے سامنے آکر اس نے پریشانی میں پوچھا۔ یا امیر! کیا ہوا؟ عمروں نے ولید کے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آقا کا گھوڑا لوٹ آیا ہے۔ جب کہ آقا اور عمونہ کی کوئی خبر نہیں کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نہیں تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ آقا کے گھوڑے پر اس لیے سوار ہوا ہوں کہ یہ میری رانہاں کرے گا۔ میرے بعد مستعد رہنا۔ ناطور بھی سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اتنی دیر تک لشکر بھی تیار ہو گیا اور عمروں اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ لشکر کو لے کر حرہ کو کوچ کر گیا تھا۔



رات کے آخری حصے میں برفباری رُک گئی تھی۔ تاریک غار کے اندر عمونہ کی طرح بستر کے اندر ولید کو لیے دیکھی بیٹھی تھی اور ولید ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ عمونہ روتی رہی اور رات تیزی سے بھاگتی رہی تھی۔ صبح تک آسمان صاف ہو گیا تھا اور تیز دھوپ نکل آئی تھی۔ اچانک ولید نے حرکت کی پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور عمونہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ عمونہ! عمونہ! ہم اس وقت کہاں ہیں؟ ولید کے ہوش میں آنے پر عمونہ کے چہرے پر رونق آ گئی۔ اس نے فوراً اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ ہم اس وقت ایک پہاڑی غار کے اندر ہیں۔ آپ گھوڑے سے گر گئے تھے۔ میں نے دوبارہ سوار کرانے کی کوشش کی لیکن میں کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ میں نے گھوڑے کو مار کر بھگا دیا تھا۔ امید ہے اس کے سولی میں پہنچنے پر انہی عمروں ہماری مدد کے لیے حرکت میں آچکے ہوں گے۔ کلیسا کے محافظ ہمارے تعاقب میں آئے تھے۔ وہ تلاش

میں آٹھ دس تھے اور وہ آگے نکل چکے ہیں۔ وہاں سے بھاگتے وقت آپ نے مجھے یہ کیوں نہ بتایا کہ آپ زخمی ہیں۔ آپ کا اتنا خون نکل گیا اور آپ گھوڑے کو ہانکتے رہے۔ ولید نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے نجف آواز میں کہا۔ اگر میں تمہیں اپنے زخمی ہونے کی خبر کر دیتا۔ تو تم پریشان ہو جاتیں اور ہم اس تیز رفتاری سے سفر نہ کر سکتے جس طرح میں چاہتا تھا اور اس طرح ہم دونوں کے پکڑے جانے کا اندیشہ تھا۔ اب اس غار سے باہر نکل کر دیکھو کہ ہماری مدد کو کوئی آیا ہے مجھے امید ہے عمروں میرے گھوڑے کو ساتھ لے کر آیا ہو گا اور میرا گھوڑا ایسا سدھایا ہوا ہے کہ وہ انہیں صحیح اس جگہ لے کر آئے گا۔ جہاں میں اس کے اوپر سے گر گیا تھا اور تم نے اسے مار کر بھگا دیا تھا۔

عمونہ اٹھی اور غار سے باہر آئی۔ چاروں طرف تیز دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ عمونہ بھاگتی ہوئی ایک چوٹی پر چڑھ گئی اور اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑا لی۔ اچانک عمونہ چونک اٹھی اس نے دیکھا اس کے دائیں ہاتھ کچھ سوار حرکت کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ عمونہ نے انہیں پہچان لیا۔ وہ کلیسا کے محافظ تھے۔ وہ فوراً نیچے اتر گئی اور جب وہ بھاگتی ہوئی غار میں داخل ہوئی تو ولید نے پوچھا تم بدحواس لگ رہی ہو۔ کیا ہوا؟

عمونہ نے اداس لہجے میں کہا۔ میں سامنے والے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی تھی۔ میں نے دیکھا چند سوار نیچے وادی میں گھوم رہے تھے۔ اپنے لباس سے وہ مجھے کلیسا کے محافظ لگے ہیں۔ ولید نے فکر گیر آواز میں پوچھا۔ کیا انہوں نے تمہیں دیکھا تو نہیں؟ مجھے معلوم نہیں انہوں نے مجھے دیکھا ہے یا نہیں تاہم مجھے یقین ہے کہ وہ ہماری تلاش میں ہیں۔ ولید کھڑا ہو گیا اور اپنی تلوار سنبھالیتے ہوئے کہا۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔ اب وہ یقیناً تمہارے تعاقب میں اس طرف آئیں گے۔

ولید کہتے کہتے خاموش ہو گیا کیوں کہ باہر گھوڑوں کے ہنہانے کی آواز پر

سنائی دی تھیں ولید نے جھانک کر باہر دیکھا وہ کلیسا کے محافظ تھے۔ ان میں سے ایک نے ولید کو باہر جھانکتے ہوئے دیکھ لیا اور وہ چلانے لگا تھا۔ ادھر دیکھو وہ دونوں اس سامنے والی غار میں ہیں۔ میں نے خود اسے جھانکتے ہوئے دیکھا ہے۔ کلیسا کے سارے محافظ اپنے گھوڑوں کو اس غار کی طرف دوڑانے لگے جس میں ولید اور عمونہ تھے۔

کلیسا کے محافظ ابھی غار کے منبر کے قریب اپنے گھوڑوں سے اترے ہی تھے کہ وہ پوری وادی گھوڑوں کی ٹاپوں سے گونج اٹھی اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے عمروں وہاں اپنے شکر کے ساتھ نمودار ہوا اور کلیسا کے محافظوں کا گھوڑا کر لیا تھا۔ ولید نے جب اس قدر گھوڑوں کے ہنسنے کی آوازیں سنیں تو اس نے پھر باہر جھانکا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ عمروں چند سواریوں کے ساتھ غار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب کہ اس کا لشکر ایک طرف کھڑا تھا اور ان کے گھوڑے کلیں کر رہے تھے۔ کلیسا کے محافظوں نے جب دیکھا کہ وہ لشکر مسلمانوں کا ہے تو وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر جھاگ بکلیے۔ عمروں کے اشارے پر مسلمانوں کا ایک دستہ حرکت میں آیا اور ان کے تعاقب میں اس طرح لگ گیا جیسے جیسے بھیڑیے گور خر کا شکار کرتے ہیں۔

اس دستے نے آن کی آن میں کلیسا کے محافظوں کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے گھوڑے لے کر وہ لشکر میں واپس آگئے تھے۔ اتنی دیر تک ولید اور عمونہ اپنا سامان سمیٹ کر غار سے باہر آگئے تھے۔ ولید کو زخمی دیکھ کر عمروں کے چہرے پر موائیاں اڑ گئی تھیں۔ وہ آگے بڑھا اور ولید سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ آپ کیسے زخمی ہوئے ہیں۔ جواب میں ولید نے اسے وہ پوری داستان سادہ سی بتائی جس کے تحت وہ عمونہ کو رہا کرانے پر کامیاب ہوا تھا۔ عمروں کچھ اور بھی پوچھنے والا تھا کہ ولید نے کہا۔ تم یہاں پہنچنے میں کیسے کامیاب ہوئے ہو۔ عمروں نے اطمینان بخش لہجے میں کہا۔ آپ کا گھوڑا یہاں آکر مر گیا تھا۔

جس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آپ دونوں یہیں کہیں ہیں۔ صبح کے وقت انہی کو مہتانوں کے اندر مجھے کلیسا کے محافظ بھی دکھائی دیے۔ میں ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا۔ ایک چوٹی پر مجھے عمونہ بہن دکھائی دی لہذا میں فوراً ادھر چلا آیا۔ حرم مال نے وزیر کا سر پوچھا۔ اب آپ یہ بتائیے کیا آپ کے زخموں کی مرہم پٹی ہوتی ہے۔ ولید نے آگے بڑھ کر اپنے گھوڑے کی گردن پختہ کیا ہوئے کہا۔ عمروں! عمروں نے میرے زخموں کی عارضی مرہم پٹی کر دی ہے۔ یہ دشمن کا علاقہ ہے۔ فوراً یہاں سے کوچ کر چلو۔ عمروں نے عمونہ کو ولید کے گھوڑے پر سوار کرایا۔ خود اس نے ولید کو اپنے آگے سہارا دے کر بٹھالیا۔ اور شکر واپس کوچ کر گیا تھا۔

زخمی ولید کو جب حرہ شہر میں لایا گیا تو حرا اور سویلا دونوں شہروں میں اس کے زخمی ہونے کی خبر پر لوگوں میں کہرام مچ گیا تھا۔ شکر کے ماہر طبیب حویلی میں جمع ہو گئے تھے اور دونوں شہروں کے لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ولید کی نیریت دریافت کرنے حویلی سے باہر جمع ہو گیا تھا۔ عمروں نے لوگوں کو اطمینان دلا کر لوٹا دیا اور پھر اس نے طبیبوں کو علاج شروع کرنے کا حکم دیا۔ ولید کو اسی کمرے میں رکھا گیا تھا جو اس کا اپنا کمرہ تھا۔ اور تین ماہر طبیبوں کے علاوہ ہر کسی کو باہر نکال دیا گیا تھا۔ اب کمرے میں طبیبوں کے علاوہ عمروں، ناطور، عمونہ اور سارہ تھے۔ طبیب ولید کے زخموں پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے لگے تھے۔ جب کہ ننھا سعد بارہا عمونہ کی عبا کھینچ کھینچ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عمونہ کو کسی طرف کا ہوش نہ تھا۔ وہ ولید کے کھلتے ہوئے زخموں کو دیکھ رہی تھی۔ ایک موقع پر سارہ نے بڑی طرح عمونہ کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ تم کیسی ماں ہو جو بچے کی طرف دھیان ہی نہیں دے رہی۔ عمونہ نے غمزہ اور مدغم آوازیں کہا۔ میرے شوہر ہر زندہ ہیں تو مجھے ایسے کئی بچے مل سکتے ہیں۔ میں اپنے شوہر کی سلامتی کے لیے زیادہ فکر مند ہوں۔

جس کا تعلق اس پُر اسرار لشکر سے تھا جسے ولید نے کوہستان اشارات کے اندر آباد ہونے کی اجازت دی تھی۔ ولید نے ایک پار پادوں سے سر تک زہیر کو گھوڑا پھر یوں پر زباں پھرتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔ تم کیسے آئے ہو؟ کیا تم لوگوں کو کسی شے کی ضرورت ہے؟ زہیر نے ڈوبتی آواز میں کہا۔ ہاں اندلس کے فرزندِ غریب! ہم جبل اشارات کی وادیوں کی زرخیز زمین سے اپنی ضروریات کی چیزیں پیدا کرنے لگے ہیں۔ ہمیں خبر ہوئی تھی آپ زخمی ہو گئے ہیں۔ لہذا ہمارے امیر نے مجھے آپ کی خیریت دریافت کرنے بھیجا ہے۔ ولید نے سکرلاتے ہوئے کہا۔ اپنے امیر سے میرا سلام کہنا۔ اسے کہنا، دشمن کے ساتھ یہ جنگ میری ایک ذاتی وجہ سے تھی۔ اللہ کا احسان اور شکر ہے کہ میں کامیاب رہا ہوں۔ اسے تسلی دینا کہ میں ٹھیک ہوں۔ یہ معمولی زخم ہیں جو چند یوم تک ٹھیک اور مندمل ہو جائیں گے۔ میرے زخم ایسے نہیں جن پر پریشانی کا اظہار کیا جائے۔

زہیر نے آگے بڑھ کر ولید سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میرا رب جو تیری قوم ہے آپ کو جلد صحت یاب کرے۔ مجھے اب اجازت دیجئے کہ میں اپنے امیر سے آپ کی خیریت و سلامتی کی اطلاع کروں۔

ولید نے اپنی کہنی سے ٹیکوں پر ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔ کیا تم یہاں قیام نہ کر دے۔ زہیر نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔ میں آپ کی مہانداری پر بلاشبہ فخر محسوس کرتا ہوں لیکن میرے امیر بڑی بے چینی سے میرے منتظر ہوں گے۔ وہ آپ کی سلامتی و خیریت کی اطلاع سننے کے لیے کسی کوہستان کی چوٹی پر کھڑے ہو کر میرا انتظار کر رہے ہیں گے۔ ولید کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس نے اشارے سے زہیر کو رخصت ہونے کی اجازت دے دی۔ زہیر چلا گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے طبیب بھی باہر نکل گئے۔ عمروں، عمونہ اور سارہ ولید کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

سارہ لا جواب سی ہو کر خاموش ہو گئی۔ ولید کے زخم جب کھلے تو عمروں کا رنگ سرسوں ہو کر رہ گیا۔ پھر وہ چکر لٹی اور دھڑام سے فرش پر گر گئی۔ ولید اور عمروں پریشان ہو گئے تھے۔ ایک طبیب نے آگے بڑھ کر عمونہ کی نبض پر ہاتھ رکھا اور ولید سے کہا۔ یہ بے ہوش ہو گئی ہیں۔ شاید آپ کے زخموں کی تاب نہیں لا سکیں۔ ننھا سعد رونے لگا تھا۔ سارہ نے ہمت کر کے عمونہ کو اٹھایا اور دوسرے پلنگ پر لٹا دیا۔ وہ واقعی ولید کے زخم برداشت نہ کر سکی تھی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ ایک طبیب اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ جب کہ دوسرے دو طبیب ولید کے زخموں کی مرہم پٹی کر رہے تھے۔

طبیب جلد ہی عمونہ کو ہوش میں لانے کے لیے کامیاب ہو گیا تھا اور عمونہ آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس وقت تک ولید کے زخموں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد طبیب اس کے پاس بیٹھے تھے۔ عمونہ اُنھیں پہلے اپنے قریب روتے اور نہ بولتے سعد کو اُٹھا کر باریا کیا۔ وہ فوراً عمونہ کے کندھے پر سر رکھ کر خاموش اور مڑ سکون ہو گیا پھر عمونہ ولید کے قریب آئی اور مردہ سی آواز میں پوچھا۔ آپ کیسے ہیں؟ ولید نے سکرا کر کہا۔ میں تو ٹھیک ہوں، تم اپنے آپ کو سنبھالو۔ عمونہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ احمد اندر آیا اور عمروں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یا امیر! کیا آقا اس وقت ہوش میں ہیں۔ عمروں کے بولنے سے پہلے ہی ولید نے پوچھ لیا۔ احمد! احمد! کیا بات ہے؟

احمد نے قریب آ کر کہا۔ آقا! سحلی سے باہر ایک سوار کھڑا ہے۔ وہ اپنا نام زہیر بتاتا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے کیا میں اُسے اندر آنے دوں۔ ولید نے پہلے عمونہ اور سارہ کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ پھر احمد سے کہا۔ اس سوار کو اندر آنے دو۔ عمونہ اور سارہ ساتھ والے کمرے میں چلی گئیں، احمد باہر نکل گیا تھا۔

نھوڑی دیر بعد ایک جوان اندر داخل ہوا۔ وہ زہیر تھا۔ وہی زہیر

ہے کہ حاضر ہوئے ہیں۔

پوپ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ آپ کس کے خلاف مدد کی التجا لے کر آئے ہیں۔ الویتوس نے کہا۔ ہمیں ہسپانیہ کے واحد عیسائی حکمران فرولندہ نے آپ کی خدمت میں اس لیے روانہ کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے خلاف آپ سے مدد کی درخواست کریں۔ اگلی سوچوں میں ڈوبتے ہوئے پوپ نے پوچھا۔ فرولندہ کو کس مسلم حکمران سے خطرہ ہے۔ اس بار استقف اردو نے جواب دیا۔ وادی ارغون کے مسلم حکمران ولید بن ہشام سے؛ پوپ نے استفساراً پوچھا۔ کیا وہ طاقت اور انفرادی قوت میں تم لوگوں سے زیادہ ہے۔

الویتوس نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ نہیں وہ لشکری تعداد میں ہم سے کم ہے۔ پوپ نے کندھے اچکا کر کہا۔ پھر اس سے کیا خطرہ ہے۔ الویتوس نے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ وہ ہم سے زیادہ اپنے مذہب کا پابند ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو ہم سے بہتر تربیت دے رکھی ہے۔ جنگ کے دوران ہمارے حاکم اور سالار اپنے لشکر کے وسط میں محفوظ رہ کر جنگ کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے لشکر کے سب سے آگے رہ کر اور اپنے آپ کو خطرات میں ڈال کر جنگ کرتا ہے اس کے علاوہ وہ ہمارے جرنیلوں کی نسبت بہتر طور پر جنگ کے دوران سپاہ سے کام لینا جانتا ہے۔

پوپ نے پریشان لہجے میں کہا۔ تم لوگوں نے فرانس کی حکومت سے مدد طلب کی ہوئی۔ فرانس کی سرحدیں ہم سے ملتی ہیں۔ وہ زیادہ موثر اور لازداری سے تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ الویتوس نے مایوسی میں کہا۔ فرانس کی حکومت کئی بار اپنے لشکر فرولندہ کی مدد کو روانہ کر چکی ہے لیکن ہر بار اس مسلمان جرنیل نے ہمیں شکست دی ہے۔ فرانس کی حکومت کھل کر اور اعلانیہ طور پر بھی ہسپانیہ کے مسلمانوں کے خلاف عت آراء نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں افریقہ کے کئی مسلم حکمران بھی۔ اسے خلاف جہاد کا اعلان کر کے ایک نہ ختم ہونے والی مذہبی



انی میں عیسائی دنیا کا پاپائے عظیم الکساند ثانی اپنی رہائش گاہ کے اندر چند پادریوں کو مذہبی امور پر اہم فیصلے دے رہا تھا کہ اس کا مسلح دربان اندر آیا اور اپنی گردن کو خم دیتے ہوئے اس نے الکساند ثانی سے کہا۔ ہسپانیہ کی سرزمین سے وٹو معزز استقف آئے ہیں اور وہ کسی نہایت اہم امر کے سلسلے میں پاپائے عظیم کی قدم بوسی چلتے ہیں۔ الکساند نے اپنی مغرق اور انگوری رنگ کی مندر پر پہلو بدلا پھر دربان سے کہا۔ انہیں اندر آنے دو۔ دربان باہر نکل گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی اور نیز ہوا میں کمرے کے زیتونی پردے تیزی سے لہرا رہے تھے۔ ہر ایک کی نظریں اس دروازے پر جمی ہوئی تھیں جس سے دربان باہر گیا تھا۔

چند ہی ثانیوں پر الکساند کے کمرے میں دو ڈھلی ہوئی عمر کے آدمی داخل ہوئے۔ وہ دونوں فرولندہ کے استقف تھے۔ ان دونوں میں سے ایک الویتوس اور دوسرا اردو فو تھا۔ وہ دونوں آگے بڑھے اور الکساند سے مصافحہ کیا۔ چند پارے جو ان دونوں کو جانتے تھے ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے جن کی دیکھا دیکھی باتی پادری بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پاپائے عظیم نے ان دونوں کو اپنے قریب جگہ دی اور پھر ہمدردی سے پوچھا۔ کیا تم دونوں کوئی نالش لے کر یہاں آئے ہو۔ الویتوس نے مودب ہو کر کہا۔ ہم آپ کے پاس کسی کی نالش نہیں امداد کی ایک

جنگ کی طرح ڈال دیں گے اور یہ صورتِ حال ہسپانیہ میں عیسائیت کے لیے کہیں زیادہ پرخطر اور پریشان کن ہوگی۔ ہمیں ہسپانیہ میں اس جرنیل کے علاوہ اور کسی بھی مسلم حکمران سے خطرہ نہیں۔ اس لیے کہ اس کے علاوہ اور کسی کے پاس مضبوط اور مستحکم فوجی قوت نہیں ہے۔

الوتیوس نے دم لیتے ہوئے کہا۔ یہ جرنیل اپنے علاقوں کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے کسی قطار نے اپنے گھونسلے میں انڈے دے رکھے ہوں اور وہ ان کی حفاظت میں اپنی جان تک دے ڈالنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔ اگر آپ نے اس موقع پر ہسپانیہ میں عیسائیت کی مدد کی تو مسلمان ہمارے علاقوں میں جنگلی بجا اور وحشی سانڈ کی طرح گھس آئیں گے اور آپ کے سامنے صلیب سرنگوں ہوگی اور عیسائیت سر پیٹنے والی کھولے بیلا و تلملا اٹھے گی۔ ہم آخری بار آپ کے سامنے مسیح مقدس اور مریم محترم کے نام کو وسیلہ بنا کر التجا کرتے ہیں۔ آپ ہسپانیہ میں عیسائیت کی طرف متوجہ ہوں اور مسلمانوں کے نادرست دانا دا جب ارادوں اور قہر شدید کے سامنے ایک مضبوط حصار کا انتظام کریں۔

پوپ الکساندر چند نا نیل تک خاموش ہو کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ رکھی ہوئی دستہ نما ایک مڑھی لکڑی اٹھائی اور اسے ایک طشت پر دے مارا۔ ایک زوردار آواز تیز باز گشت کے ساتھ گونج گئی تھی۔ پوپ کسی ردِ عمل کا انتظار کرنے لگا تھا۔ جلد ہی کمرے میں دربان داخل ہوا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ پوپ نے گونجی آواز میں کہا۔ گیلامی کو بلاؤ۔ دربان جھک کر باہر نکل گیا۔ مختصر ہی دیر بعد ایک بھرے جسم اور خوب لمبے قد کا ایک جوان اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر زخموں کے کئی نشانات تھے جو اس کی جنگجو یا نہ زندگی کی حکما سی کرتے تھے۔ اس جوان کا نام گیلامی تھا۔ ذات کا نام نہ تھا۔ اور مفت ریل کا رہنے والا تھا۔ کسی دور میں ایک تہزن اور قزاق تھا اس کی بہادری اور شجاعت سے متاثر ہو کر پوپ نے اسے اپنے محافظ دستوں کا سالار اعلیٰ مقرر کر دیا تھا۔

پوپ نے الوتیوس اور اردو نو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ گیلامی! یہ دونوں شمالی ہسپانیہ کے حکمران فرولندہ کے استقف ہیں۔ انہیں تمہاری اعانت کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھو کہ ہسپانیہ میں صلیب خطرے میں ہے۔ تم اٹلی سے ایک لشکر تیار کرو اور فرانس کی طرف کوچ کر جاؤ۔ وہاں اپنے آبائی وطن نارمنڈی سے تم مزید لشکر کا انتظام کرو اور اس جوار لشکر کو لے کر تم ہسپانیہ میں داخل ہو جاؤ۔ وہاں تمہیں فرولندہ کے تحت کام کرنا ہوگا۔ جب تک تم اپنی تیاری مکمل نہیں کر لیتے یہ دونوں استقف ہمارے مہاں ہوں گے۔ اب تم جاسکتے ہو۔ اور سنو! ایک بار پھر عیسائیت کی بہتری اور صلیب کی بھائی کے لیے درندے، وحشی، رہزن اور قزاق ابن جاؤ اور ہسپانیہ کے مسلمانوں پر زبانت کر دو کہ ہسپانیہ کے اندر عیسائیت کی جڑیں پاتاں تک جا چکی ہیں۔ گیلامی گردن جھکا ہوا باہر نکل گیا۔

گیلامی بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آیا تھا۔ چند ہی یوم میں اٹلی کے اندر سے اس نے نارمنوں کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا جسے لے کر وہ فرانس کی طرف کوچ کر گیا۔ فرولندہ کے دونوں استقف بھی اس کے ساتھ تھے۔ نارمنڈی پہنچ کر گیلامی نے اپنے لشکر کی تعداد میں کہیں زیادہ اضافہ کر لیا۔ اس طرح وہ الوتیوس اور اردو نو کے ہمراہ ایک جوار لشکر لے کر فرانس سے ہسپانیہ کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ ایک ٹرن پوری عیسائی دنیا ہسپانیہ کے خلاف سازش کر چکی تھی۔ جب کہ ہسپانیہ کے مسلمان غب اور بربرہ گرد و ہوں میں بٹے کر ایک دوسرے کا گریبان چاک کر رہے تھے۔ اتحاد نام کا کوئی جذبہ ان کے اندر نہ تھا۔ اس موقع پر فرانس کی حکومت بھی خاموش نہ رہی اور خفیہ طور پر اس نے کئی لشکر فرولندہ کی امداد کے لیے روانہ کر دیے تھے۔ چاروں طرف سے جال پھینکے گئے تھے اور ایک لحاظ سے ہسپانیہ کے مسلمانوں کو بے بس کر دینے کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے لیکن قدرت ان سب انتظامات سے الگ تھلک کچھ اور ہی فیصلے کرنے کا عزم کر چکی تھی۔

مرسیہ اور پیلاطس کو بوڑھے اور عرب مجھیرے زیدان کے گھر قیام کیے گئی روز ہو چکے تھے۔ مرسیہ کا بخار اتر چکا تھا اور پہلے کی طرح صحت مند، حسین اور دلکش ہو گئی تھی۔ زیدان اور اس کی بیٹی عتیقہ اور بیوی خیران نے ان دونوں کی خلوص اور شفقت سے ہمانداری کی تھی۔ ایک روز شام سے کچھ دیر قبل زیدان، عتیقہ، مرسیہ، خیران اور پیلاطس دیوان خانے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ طبیب ابوالعاص دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ طبیب ابوالعاص آتش دان کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ کمرے میں چند لمحوں تک خاموشی رہی پھر ابوالعاص نے اپنے دائیں ہاتھ طاق میں پڑی ہوئی انجیل برنا باس کی طرف دیکھتے ہوئے مرسیہ سے پوچھا۔ بیٹی! کیا تم نے اس انجیل کا مطالعہ کر لیا ہے۔ مرسیہ نے دبی دبی مسکراہٹ میں کہا۔ میرے محترم! میں نے ہی نہیں بلکہ پیلاطس بھی اس کا مطالعہ کر چکا ہے۔ ابوالعاص نے غور سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا پھر تم دونوں کے اس انجیل کے متعلق کیا خیالات ہیں۔

مرسیہ نے ایک بار غور سے پیلاطس کی طرف دیکھا۔ پھر وہ نرم انداز اور اجنبی لہجے میں کہہ رہی تھی مجھے معلوم نہیں پیلاطس کے کیا خیالات ہیں لیکن میں آج ہی اسلام قبول کرنے کا مصمم ارادہ کر چکی ہوں۔ انجیل میں صاف اور واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کائنات کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی۔ لہذا میں عرب کے اس رسول پر ایمان لاتی ہوں۔ اس لیے

پیلاطس نے مرسیہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ مرسیہ بیٹی! میں نہیں جانتا تھا تم اس قدر حسرت سے ایک اچھا اور تحسن فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی۔ بخدا میں انجیل کے مطالعہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کر گئے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن مجھے جرات نہ ہو رہی تھی کہ میں تمہارے سامنے اس کا اظہار کروں۔ اب تم نے خود ہی فیصلہ کر کے میری مشکل آسان کر دی ہے۔ زیدان نے ابوالعاص کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں محسن! میرے اس دیوان خانے میں ہی ان دونوں کو اسلام میں داخل کرنے کی ہم آوازی کیجئے۔ یہ میرے لیے سعادت ہو گی۔ ابوالعاص کے کہنے پر مرسیہ اور پیلاطس نے شہادت پڑھا اور دونوں مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد سب نے مل کر زیدان کے دیوان خانے میں کھانا کھایا اور ابھی ان اور عتیقہ برقی ہی سمیٹ رہی تھیں کہ باہر گلی میں شور بلند ہونا شروع ہو گیا جاک جاؤ! بھاگ جاؤ! دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ عنقریب اس بستی میں داخل ہونے والے ہیں۔ طبیب ابوالعاص، زیدان اور پیلاطس بوکھلاہٹ میں ناکتے ہوئے باہر آئے۔ خیران، مرسیہ اور عتیقہ بھی اٹھ کر گلی میں کھلنے والے روازے پر آکر کھڑی ہو گئی تھیں۔ فضاؤں میں اب اندھیرا پھیلنا جا رہا تھا اور ان میں مجھیرے کندھوں پر جال رکھے لوگوں کو حملہ آور سے متنبہ کرتے ہوئے بھاگ رہے تھے۔ زیدان نے آگے بڑھ کر ایک مجھیرے کو پکڑتے ہوئے پوچھا۔

بھائی! کیا ہوا، یہ تم کیسی خبر پھیل رہی ہے۔ مجھیرے نے بدحواسی میں کہا۔ زیدان! زیدان! ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے۔ یون کے عیسائی حکمران فرزندہ نے ہمارے علاقوں پر حملہ کر دیا ہے۔

زیدان نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہ حملہ آور فرزندہ کا شکر ہے۔ وہ مسلمان سپاہی بھی ہو سکتے ہیں۔ مجھیرے نے جھنجھلاہٹ میں کہا۔ اپنے آپ کو خوش فہمی میں نہ ڈالو زیدان۔ ہم نے خود حملہ آوروں کو دیکھا ہے۔ سنو! ہم دریا پر مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ لوگ گروہ درگروہ پل پار کر کے اس طرف آنے لگے۔ ہم فکر مند ہو کر جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ فرزندہ کے لشکر نے لوگوں کو دیا ہے۔ ان میں سے کچھ زخمی بھی تھے۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد ہم نے فرزندہ کے ان سپاہیوں کو بھی دیکھا جو ان لوگوں کے تعاقب میں تھے۔ ان کے گلے میں تلہیں لٹک رہی تھیں اور ان کی تلواریں خون آلود تھیں۔ ان سپاہیوں کو دیکھتے آکا ہم نے دریا کے چونی پل کو آگ لگا دی اور پل اب تک جل کر راکھ ہو گیا ہو

ہوگا۔ پل کے جل جانے سے دشمن کی پیش قدمی روک تو نہ سکے گی تاہم دریا پار کرنے میں اُنہیں کچھ تخریب ضرور ہو جائے گی اور ہم لوگوں کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ جو لوگ اس پار سے بھاگ کر آئے ہیں وہ ایشیلیہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ دریا کے اس پار کی مسلمان آبادیوں میں عیسائیوں نے آگ اور خون کا کھیل شروع کر رکھا ہے اور مسلمانوں کے گروہ کے گروہ کسی نہ کسی طرح دریا پار کے طلبیلہ اور ایشیلیہ کا رخ کر رہے ہیں۔

طیب ابو العاص اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ زیدان واپس مڑا اور اپنی بڑی خیران سے کہا۔ ضرورت کا سامان سمیٹ لو اور یہاں سے بھاگ چلیں۔ عیسائی حکمران فرولندہ نے حملہ کر دیا ہے۔ خیران، مرسبہ اور عقیقہ اندر بھاگ گئیں اور سامان سمیٹنے لگیں زیدان اور پیلاطس بھی ان کی مدد کرنے لگے تھے۔



یہ علاقہ جس پر فرولندہ کے لشکر نے حملہ کیا تھا بطلیوس کے حاکم المنظر کی عملداری میں شامل تھا۔ دراصل فرولندہ کے پاس نارمنوں اور فرانسیسیوں کے جرات لشکر پہنچنے والے تھے لہذا ان کی آمد سے قبل ہی اس نے مسلمانوں سے پیچھے ہٹا کر شروع کر دی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمرانوں پر دانت تیز اور ہاتھ صاف کرنے کے بعد بڑی قوت رکھنے والوں کو ٹکرایا جائے اور ایک تدریجی پروگرام کے تحت مسلمانوں کو اندس سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے۔

یہ لشکر جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا اس کی کمانداری جیولوس ماریا اور پولس کر رہے تھے۔ المنظر کو جب خبر ہوئی کہ فرولندہ نے اس پر حملہ کر دیا ہے تو وہ اپنے دارالحکومت بطلیوس سے نکلا اور دریائے قاصر کے کنارے جیولوس ماریا کو روکا۔ کھیلے میدان کے اندر گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں بطلیوس کے مسلمان حاکم المنظر کو ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑی۔

اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ بھاگ کر المنظر نے اپنے ایک

ذہبی قلعے بازوہ میں پناہ لی۔ لیکن جیولوس اور پولس اس کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں بھی پہنچ گئے۔ المنظر وہاں سے بھاگ کر اپنے ایک دوسرے قلعہ لمیقیہ میں جاغصور ہوا۔ دراصل وہ مزید تیاری کے لیے کچھ وقت چاہتا تھا اور کہیں محصور ہو کر اپنی قوت میں مزید اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جیولوس اور پولس نے اس کی ہر تدبیر کو ناکام بنا دیا تھا وہ پھر اس کے سر پر آئیچھے اور قلعہ لمیقیہ سے باہر اسے ایک اور عبرت خیز شکست دی۔ اس سے المنظر کا دل ٹوٹ گیا اور اس نے خراج دینا قبول کر کے جیولوس کے آگے ہتھیار ڈال کر صلح کر لی۔ اس موقع پر اگر دو مسلمان حکمران المنظر کی مدد کرتے تو یقیناً جنگ کی شکل کچھ اور ہوتی۔ لیکن مسلمان آپس میں اتحاد پیدا نہ کر سکے اور جیولوس نے دریائے جونی اور قاصر کو عبور کرنے کے بعد المنظر کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔

مسلمانوں کے لئے پٹے بد حال قافلے بڑی تیزی سے ایشیلیہ اور طلبیلہ شہروں کا رخ کر رہے تھے۔ جو قافلے طلبیلہ شہر کو جا رہے تھے اُن میں سے ایک قافلہ کے اندر طیب ابو العاص اور اس کے اہل خانہ کے علاوہ زیدان، مرسبہ، خیران، عقیقہ اور پیلاطس بھی شامل تھے۔ سب گھوڑوں پر سوار تھے خندگدھوں پر انہوں نے اپنا سامان بھی لاد رکھا تھا اور پیلاطس بھیڑ بکریوں کے اس رپوڑ کو جو زیدان کا تھا ہانک رہا تھا۔ کئی روز کے لگاتار سفر کے بعد یہ قافلہ طلبیلہ شہر سے کچھ فاصلے پر دریائے تاجہ کے کنارے خمیر زن ہو گئے۔ ان میں سے اکثریت چونکہ ماہی گیروں کی تھی لہذا وہ دریا سے مچھلیاں پکڑ کر اپنی گزر بسر کرنے لگے تھے۔

دریائے تاجہ کے کنارے پہاڑوں سے گھری ہوئی وہ ایک وسیع وادی تھی جس کے اندر وہ قافلے آباد ہوئے تھے۔ طلبیلہ شہر اور اس کے ارد گرد کی آبادیوں کے غیر حضرات نے بھی ان لوگوں کی کافی حد تک مدد کی تھی۔ مرسبہ نے دو ایک بار پیلاطس کے لاکھ ہم دونوں ولید کی طرف کوچ کر جائیں لیکن اس نے مرسبہ کو یہ کہہ کر مٹھلین کر دیا تھا کہ زیدان اس وقت بُرے دور سے گزر رہا ہے۔ لہذا اسے چھوڑ کر جانا مناسب

نہیں۔ پلاطس قریبی پہاڑوں پر زیدان کا ریوڑ چراتا اور بکریوں کا دودھ بیچ کر وہ سب اپنی گذر بسر کرنے لگے تھے۔

فروندہ کو جب جیو لوس ماریہ کی ان کامیابیوں کی خبر ہوئی تو وہ ایک لشکر لے کر لیون سے نکلا اور جیولوس کی طرف روانہ ہوا۔ دراصل فروندہ ان کامیابیوں کو آگے بڑھانا چاہتا تھا۔ دوسری طرف شیبیلیہ کا مسلمان حکمران المعتمد بھی فکر مند ہوا تھا۔ اس لیے کہ بطلیوس کا حاکم المنظر اس کا ہمسایہ تھا اور وہ جان گیا تھا کہ فروندہ نے ان کی اپنی کامیابیوں کا دائرہ وسیع کرنا چاہا تو اس کا اگلا ہدف خود المعتمد ہوگا۔ لہذا وہ اپنے دفاع کی تدبیریں سوچنے لگا۔ فروندہ کی کامیابیوں نے اس کا سکون اور نیند برباد کر دیئے تھے۔

ایک روز المعتمد اپنی دفاعی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا اور قصر کے اس کمرے میں جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا خاموشی طاری تھی کہ ایک دم المعتمد چونکا اور قصر کے حاحب اپنے قاضی معاذ بن ابی قرہ کو طلب کیا۔ قاضی معاذ ایک ایسی شخصیت تھے جن پر ہم بُرے وقت المعتمد اعتبار اور اعتماد کر سکتا تھا۔ گو المعتمد عرب تھا اور بربروں کے سخت خلاف تھا لیکن اس کے قاضی معاذ بن ابی قرہ بربر تھے۔ اس کی بھی ایک وجہ تھی اور وہ یہ تھی کہ زندہ ایک ایسا شہر تھا جہاں حکومت تو بربروں کی تھی لیکن وہاں عرب بھی آباد تھے۔

ایک بار اپنے صرف دو ملازموں کے ساتھ المعتمد زندہ چلا آیا۔ یہ شہر حالانکہ اس کی حکومت میں نہ تھا۔ یہاں بربر تھے جو اس کی جان کے دشمن تھے لیکن یہ المعتمد کی جرات مندی اور شجاعت کا اظہار ہے کہ وہ صرف دو ملازموں کے ساتھ اپنے دشمنوں کے شہر میں چلا آیا۔ بظاہر مقصد اس نے یہ بتایا تھا کہ وہ یہاں کے عربوں کی حالت کا جائزہ لینے آیا ہے لیکن اس کا مدعا اور تھا۔ اصل میں ان دنوں ان مختلف شہروں میں جہاں بربروں کی حکومت تھی اندر ہی اندر رازداری کے ساتھ وہ دولت اور زر و جواہر خرچ کر کے خفیہ طور پر بربروں کیوں اور رئیسوں کو اپنے ساتھ ملا رہا تھا۔ تاکہ بربروں کے ساتھ

یہ ایک بہت بڑی سازش تھی جس پر المعتمد خاموشی سے عمل پیرا تھا۔ زندہ نہیں بھی وہ اسی مقصد کے تحت آیا تھا۔ عربوں کی حالت کا جائزہ لینا ایک بہانہ تھا۔ یہ کہ اس سے قبل شلب اور مردو شہروں کا تنہا دورہ کر کے وہ وہاں کے بربر برنیوں کو اپنے ساتھ بلا چکا تھا۔ جیسا کہ آئے والے دور میں ثابت ہوا کہ بعد میں المعتمد نے ان شہروں پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا تھا۔ بہر حال المعتمد زندہ نہیں آیا اور بغاوت کی سرنگیں تیار کرنے لگا۔ چند ہی یوم میں اس نے کثیر زر و جواہر فروج کر کے کچھ رئیسوں کو اپنے ساتھ بلا لیا۔

زندہ میں ایک روز ایک ضیافت کے بعد المعتمد نے خوب شراب پی اور وہ دورانِ محسوس کرنے لگا۔ لہذا اپنے میزبانوں سے کہا کہ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ضیافت کی صحبت کو ختم نہ کرنا۔ اس ضیافت میں ہزاروں بربر جمع تھے۔ المعتمد اٹھا اور آرام کرنے ایک لمحہ کمرے میں چلا گیا۔ آدھ گھنٹے کے بعد جب بربروں نے محسوس کیا کہ المعتمد سو گیا ہے تو ہزاروں بربروں میں سے ایک اٹھا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

لوگو! اس وقت ایک موٹا مینڈھا ہمارے پاس ایسا موجود ہے جو خود اپنی گردن ہماری چھری کی نذر کرنا چاہتا ہے۔ یہ موقع ایسی خوش قسمتی کا ہے جو ہمارے دم و خیال میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ ہم اگر المعتمد کو پانے کے لیے اُنڈس کی تمام دولت بھی خرچ کر دیتے تو وہ ہمارے ہاتھ نہ آتا۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ وہ اس وقت ہمارے قابو میں ہے اور سو رہا ہے۔ اس بات کو سب جانتے ہیں کہ یہ شیطان غم ہے۔ لہذا آؤ اسے قتل کر دیں۔ اس طرح عربوں کے اندر کوئی ایسی قوت نہ رہے گی جو ہمسایہ بربروں کے قبضے کو روک سکے۔

ضیافت میں جس قدر لوگ تھے بربر کی تقریر سن کر دنگ رہ گئے۔ گو

مُندے کسی نے بھی کچھ نہ کہا۔ پروہاں نگاہیں زبان کا کام کرنے لگیں۔ چڑکہ معتصد بربروں کے لیے باعثِ خوف و دہشت تھا لہذا انہوں نے اس کا قتل جائز جانا لوگوں کے چہروں پر نفرت پھیل گئی اور وہ تائید کرنے لگے کہ معتصد کو قتل کر دیا جائے اندر دوسرے کمرے میں معتصد سویانہ تھا بلکہ جاگ رہا تھا۔ اس نے جب سنا کہ ضیافت میں اس کے قتل کا سامان ہیر ہاسے تو وہ بہت گھبرایا اور اپنے آپ کو کونسنے لگا کہ وہ کیوں بربروں کے اندر نہ چلا آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور بڑی انکساری کے ساتھ اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی اور اپنی سلامتی کی دعائیں مانگنے لگا۔

اچانک ضیافت کے اندر ایک ایسے عالم اور بزرگ کھڑے ہوئے جن کی مصنف مزاحی، تقویٰ اور راست بازی سے ہر کوئی متاثر تھا۔ وہ معاذ بن ابی قرہ تھے۔ غئے بین ان کی آنکھیں سُرخ تھیں اور وہ بھڑک کر وہاں جمع لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ لوگو! سنو! میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ہم کو ہرگز معتصد کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص ہماری خیر خواہی پر بھروسہ کر کے تنہا یہاں چلا آیا ہے۔ اس کی باتوں سے ظاہر ہے کہ ہماری طرف سے کسی قسم کے دھوکے اور دغا کا اسے ذمہ و گمان بھی نہیں ہے۔ پس ہماری عزت و شرافت کا تقاضہ یہی ہے کہ جو بھروسہ اُسے ہم پر ہے اسے صحیح ثابت کریں۔

لوگو! وہ عرب اور ہم بربر ہوئے تو کیا۔ ہم سب مسلمان ہیں۔ ایک خدا رسول اور کتاب کو مانتے ہیں۔ پھر ہم خود ایک ہو کر کیوں نہیں رہ سکتے۔ نہ عرب بربروں کے دشمن ہیں۔ نہ بربر عربوں کے عداویں۔ ہمارا اصل دشمن فر و لندہ ہیں جو شمال کی طرف سے ایک طوفان بن کر مسلمانوں کی کمزور حکومتوں سے تانک جھانک کر رہا ہے اگر تم نے معتصد کو قتل کیا تو اندلس میں مسلمانوں کی نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ میں تم سے اللہ کے نام پر التجا کرتا ہوں کہ ملت کی پاسانی کے لیے مسلم قوم کی فلاح اور اسلام کی سر بلندی کے لیے عرب اور بربر ہونا بھول کر صرف مسلمان کہنا

پسند کر دو۔ پھر معاذ بن ابی قرہ نے نہایت مجروح آواز میں کہا۔ اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو فلاح پاؤ گے اور اگر تم نے معتصد کو قتل کر دیا تو جان لو، میں اپنا فرض ادا کر چکا اور کل کو اپنے رب کے سامنے جواب دہ نہ ہوں گا۔

معاذ بن ابی قرہ کے الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ ضیافت میں شامل کچھ لوگ ہاڑیں مار مار کر رو پڑے اور مسلم قوم کے اتحاد کے نعرے لگانے لگے۔ جس بربر نے معتصد کے قتل کی سچیز پیش کی تھی وہ سخت شرمندہ ہوا اور لوگوں سے معافی مانگ لی۔ اندر کمرے میں معتصد بھی معاذ کی تقریر سن چکا تھا۔ جس سے اُسے تقویت ہوئی اور اس نے اُٹھ کر پہچان لیا کہ تقریر کرنے والا کون ہے۔ پھر وہ اچانک اس جگہ آگیا جہاں لوگ جمع تھے۔ اسے دیکھتے ہی ہر کوئی تعظیم سے کھڑا ہو گیا۔ ضیافت کے بعد معتصد اشبیلیہ روانہ ہو گیا لیکن زندہ شہر کے روسا کی طرف سے اس کے دل میں بدگمانی اور نفرت کی ایک گرہ پڑ گئی تھی جس نے اس کے ذہن میں فتور برپا کر دیا تھا۔

اس حادثہ کے چھ ماہ بعد معتصد نے زندہ کے رئیسوں کو اشبیلیہ میں ایک ضیافت پر مدعو کیا۔ معاذ بن ابی قرہ کو بھی اس نے بلا بھیجا۔ معتصد نے بڑے اہتمام سے ان کا استقبال کیا اور حسب دستور رئیسوں اور امراء کو حام کرنے بھیجا۔ لیکن مشہور عالم دین معاذ بن ابی قرہ کو اپنے پاس روک لیا اور حام نہ جانے دیا۔ غسل کے کمرے، ان کی دیواریں اور فرش سب سنگ مرمر کے تھے اور چھت کی جگہ ایک قبہ تھا اور دیواروں کے اندر نل نیچے کے آتش دانوں کی گرم ہوا کھینچ کر تمام کمروں کو بہت گرم رکھتے تھے۔ سب بربر غسل کر رہے تھے کہ انہیں ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے دُور کہیں معمار کام کر رہے ہوں۔

تھوڑی ہی دیر بعد حمام اس قدر گرم ہو گیا کہ برداشت کے قابل نہ رہا۔ بربروں نے چاہا کہ کواڑ کھول کر باہر نکلیں لیکن سب دروازے باہر سے بند تھے اور تمام روزن جہاں سے ہوا حاموں میں داخل ہوتی تھی بند کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح وہ سب بربر حمام کے اندر دم گھٹنے سے مر گئے۔ معتصد نے معاذ بن ابی قرہ

کو اپنے پاس روک لیا۔ ان کی خوب عزت افزائی کی۔ پہلے انہیں فوج میں ایک اعلیٰ عہدہ دیا پھر قاضی مقرر کر دیا۔

مقتصد ابھی تک اپنی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ قصر میں قاضی معاذ بن ابی قرہ داخل ہوئے۔ مقتصد فوراً اپنی نشست سے اٹھا اور آگے بڑھ کر معاذ سے مصافحہ کیا۔ پھر انہیں اسی نشست پر لا بٹھایا جہاں وہ خود بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے تفکر و تہقّق کے بعد مقتصد نے قاضی معاذ سے کہا۔ میں نے آپ کو اس لیے طلب کر لیا ہے کہ فروندہ ہمارے ہمسائے المنظر کو شکست دینے کے بعد ضرور ہماری طرف بڑھے گا۔ ہماری قوت ایسی نہیں کہ ہم اکیلے اس کا مقابلہ کر سکیں۔ کیا ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم غرناطہ، قرطبہ اور مالقہ کے بربر حکمرانوں کے علاوہ داعی ارغون کی نئی قوت ولید بن ہشام کی طرف دوستی اور بھائی چارے کا ہاتھ بندھیں۔ اگر یہ ہماری مدد پر آمادہ ہو جائیں تو ہم فروندہ کو اپنی عملداری تو کیا المنظر کی حکومت سے بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ فروندہ بے ایمان ہے۔ المنظر نے حالانکہ اسے خراج دینا قبول کر لیا ہے اس کے باوجود اس کے قلعوں بازوہ اور ملقیہ کے علاوہ وسیع رقبہ پر قبضہ برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس نے دریائے جونی اور دریائے قاصر کے درمیان کی زرخیز زمین پر اپنی فوجی گرفت مضبوط کر لی ہے۔

قاضی معاذ بن ابی قرہ کے چہرے کا رنگ سُرخ ہو گیا اور اُنہوں نے کرسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ میں ایک عرصہ ہوا آپ سے التماس کرتا رہا ہوں کہ ہسپانیہ کے اندر عرب اور بربر کی تقسیم کو ختم کر دیجئے۔ لیکن آپ نے مجھے ایک ناقص الرائے انسان جان کر اس طرف کوئی اقدام نہ کیا بلکہ آپ سے ایسے فعل سرزد ہوئے جن کی بنا پر عربوں اور بربروں کے درمیان بے تعلقی اور نفرت کی خلیج گہری ہوتی چلی گئی۔ ہم مسلمانوں میں یہ خامی ہے کہ ہم صرف مصیبت کے وقت اپنے خدا اور رسولؐ کے احکامات کی قدر کرتے ہیں۔ اب بھی اگر آپ کوشش کریں تو غرناطہ، قرطبہ اور مالقہ کے بربر حکمران آپ سے ضرور تعاون کریں گے۔

مقتصد نے چہرہ کہا۔ ولید بن ہشام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ قاضی معاذ نے گلوگیر آواز میں کہا۔ ولید بن ہشام سے متعلق میں آپ سے کچھ نہ کہوں گا۔ اس لیے کہ جب وہ تنہا فروندہ کے ساتھ اپنی آزادی، بقا اور حرمت کی جنگ کر رہا تھا، میں نے آپ سے استدعا کی تھی کہ ہمیں اپنی پوری قوت کے ساتھ اس کی مدد کرنا چاہیے لیکن آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر میری استدعا مسترد کر دی کہ ایک معمولی بحری قزاق سے تعاون ہماری توہین ہے۔ خدا کی قسم میں راتوں کی تاریکی میں رو رو کر اس کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتا تھا۔ میں نے کئی بار اپنے رب سے فریاد کیا کہ اگر زندگی میں میرا کوئی نیک کام قابل قبول ہے تو اس کے بدلے میں ولید بن ہشام کو کامیابی نصیب ہو۔

میں نے اکثر سوچا کہ اس کے پاس چلا جاؤں لیکن ہر بار یہ جان کر خاموش ہو گیا کہ میں بوڑھا اس کے لیے بوجھ کے سوا کچھ نہیں بن سکتا۔ تاہم میں اسے کئی بار اس کی نصرت پر مبارک باد کے علاوہ اسے یہ یقین دہانی بھی بھیجا چکا ہوں کہ اگر اشبیلیہ کا حکمران اس کے ساتھ نہیں ہے تو ایک ضعیف اور بوڑھے قاضی کی دعائیں ضرور اس کے ساتھ ہیں۔

پھر اچانک قاضی معاذ بن ابی قرہ غضب ناک ہو گئے اور غصے میں انکار سے برساتی آواز میں اُنہوں نے کہا۔ اے مقتصد! ولید بن ہشام ہسپانیہ کے مسلمانوں کی کشتی کا ساحل اور ان کی نسلوں کی دولت ہے۔ وہ ہماری کھیتی کا حاصل، ہماری جستجو کی محنت، غریبوں کی طاقت اور مجبوروں کا سرمایہ ہے۔ ہم اس کا لہو اور وہ ہمارا لہو ہے لیکن ہم نے اس لہو کی حفاظت نہیں کی۔ ہم اس کا پودا اور وہ ہمارا ثمر ہے۔ لیکن ہم نے اپنے ثمر کی آبیاری نہیں کی۔ وہ اُمّت کا پرچم، ملت کی مانگ اور ہماری امیدوں کے تنہا جنگل کا جگنو ہے۔ اس نے ہمارے مستقبل کو خوشیوں کے گیتوں سے اور ہسپانیہ کی گود کو رنگ اور اُمّت سے بھر دیا ہے۔ کاش! ہم نے اسے احساس دلایا ہوتا کہ ہسپانیہ میں فروندہ کے سامنے وہ اکیلا اور تنہا نہیں ہے۔

اشبیلیہ، غرناطہ، قرطبہ اور مالقہ کے حکمران اس کی پشت پر ہیں۔ اے حیف! ہم نے اس کے لیے کچھ نہ کیا اور اس نے تنہا دشمن سے ٹکرا کر اپنی کوششوں کے سبب اپنے لیے ایک مقام پیدا کر لیا۔ اگر ہم نے اس کے ہاتھ مضبوط کیے ہوتے تو آج ہم اپنے آپ کو فرولندہ کے سامنے اس طرح بے بس اور تنہا محسوس نہ کر رہے ہوتے۔ اے معتمد! ہم آج تک اپنی طلسمی خواب گاہوں میں بیٹھ کر یہی کچھ کرتے رہے ہیں۔ کہ وہ عرب اور وہ بربر ہے۔

یاد رکھیے! جو قوم اور ملت تعصب سے کام لے کر چھوٹے چھوٹے قومی گروہوں اور زبانی جماعتوں میں بٹ جاتی ہے۔ وہ بہت جلد فنا اور نابود ہو جاتی ہے۔ یاد رکھیے! حضور نبی کریمؐ نے حج الوداع کے موقع پر زبان اور نسل کے بت پرانہ اور ایک مساواتی معاشرے کی طرح ڈالی تھی۔ اے حیف! ہم نے اپنے رسولؐ کے اس فرمان کو پس پشت ڈال دیا۔ جب کہ ولید بن ہشام جسے ہم معمولی قزاق سمجھتے رہے اس پر عمل پیرا ہے۔ اس کے لشکر میں عرب، بربری حبشی و درمیانی مسلمان بھائی ایک دوسرے میں گھل مل کر رہتے ہیں اور اسی میں اس کی کامیابی اور فتح مندی کا راز ہے۔ خدا کی قسم! اسلام کی خدمت میں وہ ہم سے کہیں بہتر ہے کاش رشک و حسد کرنے کے بجائے ہم نے اس کی پیروی کی ہوتی۔

معتمد! حد درجہ بدظن منقسم مزاج انسان تھا لیکن قاضی معاذ بن ابی قرہ کی ساری باتیں وہ سر جھکا کر سنتا رہا۔ حالانکہ اس کے خلاف بولنے والا کوئی بھی شخص اس کے قہر و غضب سے بچ نہ سکتا تھا۔ اس کے خلاف بولنے والا اگر ملک چھوڑ کر کہیں دور دراز چلا جائے تو بھی معتمد کے انتقام سے بچ نہ سکتا تھا۔ معتمد کی سفاکی اور جلادوں کے متعلق ایک حکایت ہے کہ ایک مرتبہ معتمد نے اشبیلیہ کے ایک امیر و کبیر نابینا کی بہت سی جاہلاد اپنے قبضے میں کر لی۔ نابینا کو اس پر سخت غصہ آیا اور جاہلاد میں سے جو کچھ بچا اسے خود ضائع کر کے وہ حد سے زیادہ مفلسی اور فقری کی حالت میں مکہ چلا گیا اور وہاں دن رات معتمد کے

حق میں اعلانیہ طور پر بددعا کرنی شروع کر دی۔

معتمد کو جب یہ سارا حال معلوم ہوا تو اس نے ایک ایسے آدمی کو بلا لیا جو حج کرنے جا رہا تھا اور اسے دیناروں سے بھرا ہوا ایک صندوق دے کر کہا کہ جب تم مکہ پہنچو تو یہ صندوقچہ فلاں جگہ فلاں نابینا کو دے دینا۔ ساتھ ہی معتمد نے ان دیناروں پر نہایت تیز اور زود اثر زہر مل دیا اور یہ بھی کہا کہ اس نابینا سے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ یہ سوغات اسے اشبیلیہ کے حکمران معتمد نے روانہ کی ہے۔

جب وہ شخص مکہ پہنچا اور صندوقچہ نابینا کو پہنچایا تو نابینا نے کہا۔ واللہ اس کے بلانے سے تو دیناروں کی آواز آتی ہے۔ اس شخص نے کہا۔ ہاں یہ معتمد نے تمہارے لیے بھیجے ہیں۔ نابینا حیرت زدہ ہو کر کہنے لگا۔ یہ کیا بات ہے کہ اشبیلیہ میں تو معتمد مجھ پر ظلم کرتا رہا اور حجاز میں مجھے دینار بھیج رہا ہے۔ جو شخص صندوقچہ لا تھا اس نے کہا حکمرانوں کے مزاج میں تلون ہوتا ہے یا ممکن ہے معتمد نے مارے ساتھ اشبیلیہ میں جو ظلم اور زیادتی کی تھی۔ یہ اس کی تلافی ہو۔ وہ شخص چلا گیا اور نابینا وہ صندوقچہ اٹھا کر اپنے گھر لایا۔ گھر پہنچ کر احتیاط سے دروازہ بند کر کے اس نے صندوقچہ کھولا۔ اس میں دینار ہی دینار تھے۔

جب کسی مفلس انسان کو اچانک دولت مل جاتی ہے تو اسے دیکھ کر وہ بے انتہا خوش ہوتا ہے اور دولت کی چمک پر اس کی نظر لوٹنے لگتی ہے اشبیلیہ کے اندھا آنکھوں میں نور نہ رکھتا تھا کہ اس قسم کی لذت اٹھاتا لیکن کبھی بھی جو کام بشارت کرتی ہے، وہی کام لامعا در سامع سے بھی لے لیے جاتے ہیں۔ وہ اندھا بھی خوشی کے عالم میں ان دیناروں کو کبھی مٹھیاں بھر بھر کر اٹھاتا کبھی انگوٹوں سے اُلٹ کر انہیں چھنکاتا اور کبھی ایک ایک کر کے ان دیناروں کو گننے لگتا۔ تاکہ اس کی سرخوشی میں تک بڑھی کہ وہ ان دیناروں کو چومنے لگا۔

دیناروں کا منہ کو چھونا تھا کہ زہر نے فوراً اپنا اثر کیا اور رات نہ ہونے پائی تاکہ وہ غریب اندھا اس زہر کے اثر سے چل بسا۔ ایک ایسا حکمران جو ظلم اور انظلم

میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ قاضی معاذ بن ابی قرہ کے سامنے خاموش ہی نہیں شرمندگی کی حالت میں سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

قاضی معاذ بن ابی قرہ جب خاموش ہوئے تو معتقد نے غمزدہ آواز میں کہا۔ آج آپ جو بھی کہیں میں سنوں گا۔ اس لیے کہ ماضی میں میں غلطی پر تھا۔ میں نے آپ کی ہر اس رائے کو جس میں مسلم قوم کی بہتری اور اسلام کی سر بلندی ہوا کرتی تھی۔ ناقص اور خام جانا۔ میں نے ہمیشہ عرب اور بربر کی تقسیم پیدا کی۔ آج میں آپ کے سامنے اپنی ساری غلطیوں کا اعتراف کرنے کے علاوہ آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ کوئی ایسا اقدام کیجئے جس کے تحت اندلس کے سارے مسلمان حکمران متحد و منظم ہو کر فرولندہ کے سامنے ایک چٹان بن کر کھڑے ہو جائیں۔ خدا کے لیے اس قوم کے فرزندوں کو پکار کر بیدار کیجئے جنہوں نے ہسپانیہ میں داخل ہوتے وقت اپنی کشتیوں کو جلا دیا تھا اور آج ان کے فرزند گری اور غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ انہیں بیدار کیجئے۔ انہیں جھنجھوڑ دیے۔ انہیں فرولندہ کی صورت میں شمال کی طرف سے اٹھتے ہوئے خطرات سے آگاہ کیجئے جو میری مسلم قوم کے لیے ایک قہر اور عذاب ثابت ہوں گے۔

قاضی معاذ نے معتقد کے لہجے سے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ آپ ولید بن ہشام کے علاوہ غراطہ، قرطبہ اور مالقہ کے بربر حکمرانوں کی طرف اپنے وفد بھیجا کرانے والے خطرات سے آگاہ کیجئے۔ مجھے اُمید ہے وہ ضرور فرولندہ کے مقابلے میں ہماری مدد پر کمر بستہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو خطرات آج ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں کل وہ بھی ان سے دو چار ہو سکتے ہیں۔ معتقد اپنی نشست سے اٹھتا ہوا بولائیں ابھی اور اسی وقت سب کی طرف اپنے وفد روانہ کروں گا۔ پھر معتقد ایک نئے عزم کے ساتھ قاضی معاذ بن ابی قرہ کے ساتھ اپنے قصر سے باہر نکل گیا تھا۔



ولید اور عمونہ حویلی کے صحن میں اپنے گھوڑے کو نہلا رہے تھے۔ عمونہ

گھوڑے پر پانی ڈالتی جا رہی تھی۔ جب کہ ولید گھوڑے کا جسم کل رہا تھا۔ احمد پانی بھر بھر کر لا رہا تھا۔ اور صحن کے دوسری طرف سارہ اپنے اور عمونہ کے بچے کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اتنے میں حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ احمد بھاگ کر اُدھر گیا۔ دروازہ کھول کر وہ چند لمحوں تک کسی سے باتیں کرتا رہا پھر وہ ولید کے پاس آیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا خالی برتن زمین پر رکھتے ہوئے اس نے ولید سے کہا۔ آقا! اشبیلیہ کے حکمران معتقد کی طرف سے کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔ پھر یاروں نے انہیں اندر نہیں آنے دیا اور وہ شہر سے باہر جنوبی برج سے نیچے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو شخص یہاں اطلاع کرنے آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ اشبیلیہ کے حکمران معتقد نے اپنے اس وفد کو فرولندہ کے خلاف آپ کی تائید حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا ہے۔ امیر عروس بھی دیں ہیں اور انہوں نے آپ کو بلا بھیجا ہے۔ ولید نے گھوڑے کو نہلانا بند کر دیا۔ اسے لگام بڑھائی اور اپنے سادہ اور پوندلگے کپڑوں میں ہی وہ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔

عمونہ نے روکتے ہوئے کہا۔ آپ لباس تو تبدیل کر کے جائیے۔ اشبیلیہ سے آیا ہوا وفد کیا خیال کرے گا کہ ————— ولید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ عمونہ! عمونہ! زرق برق لباس کسی کی حقیقی عزت اور وقار میں اضافہ نہیں کر سکتا رت کی میزان میں وہی سرخرو اور قابل عزت ہے جو اپنی قلت کے لیے اُجالا بن کر چمکتا ہے۔ ولید کو پوندلگے لباس میں گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھے دیکھ کر عمونہ آداس ہو گئی۔

ولید کو عمونہ کی وہ آداسی آنسوؤں اور آہوں سے بھی زیادہ دل فگار لگی وہ فوراً گھوڑے پر سے اتر گیا اور عمونہ سے کہا۔ عمونہ! عمونہ! خدا کی قسم تیری خوشی میری امانت کا باعث نہیں بن سکتی۔ لاؤ میں لباس تبدیل کر لیتا ہوں۔ عمونہ کے چہرے پر سکراہٹ بکھر گئی۔ وہ ولید کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی اور اسے نیا لباس پہنانے لگی۔ اتنی دیر تک احمد گھوڑے پر زین ڈالنے لگا تھا۔ ولید کو نئے کپڑے پہنانے کے بعد عمونہ نے اسے چھوڑے دنگ کا جوبہ پہنایا۔ پھر اس نے پیار سے اس کا ہاتھ

ایک طوفان کی شکل اختیار کر چکا ہے اور بھڑکی ہوئی آگ کو بجھانے کے لیے ایک سے زائد ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ امید ہے اس پُر آشوب دور میں آپ میں ایسی نہ کریں گے۔

ولید چند لمحوں تک خاموش کھڑا رہا۔ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ سے پتہ لگ رہا تھا گویا اس کے اندر بجلیاں روپوش ہوں۔ طوفان دم بخود ہوں اور صحرا کا آئینہ خاموش اور چپ کسی مناسب وقت کی منتظر ہوں۔ پھر غصے کی حالت میں لپٹا ہوا بیکراں اندھیروں اور حوادث کی تیز رو کی مانند پھیل اور پھٹ پڑا۔

تم کن نلمان حکمرانوں کی بات کرتے ہو۔ معتمد سمیت وہ سب طامع، زہی اور غاسب ہیں۔ وہ مطربوں کے طاقتوں میں مسندوں پر تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ انہیں دربار میں بیچ انسیب ہیں کہ وہ ناچ گانے والی عورتوں سے دل ملا لیتے ہیں۔ انہیں خوب صورت کنیزوں کے برہنہ شانوں پر بوسے دے کر اپنی نامایت بزدلی اور زوال پذیری کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ تو راز باز ہیں ادباً، اور خصوصیت یہ کہ بدعتی عیسائیوں سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان کے لیے دن کے ساتھی شکاری تھے اور رات کے جلس ادباً اور اچکے ہیں۔ وہ چلتی پھرتی ایسی لاشیں ہیں جن کے بٹ خالی کر کے ملک اور کافور بھر دیا گیا ہو۔ ان کی نگاہوں میں ہر چیز کی قدر و قیمت نہیں ہے تو خالق اور اس کی مخلوق کی۔

ولید ذرا رک کر بیٹھتے ہوئے لاویہ کی طرح کہتا چلا گیا۔ ہمارے مذہب کے بنائے گئے مختلف گروہوں کو بلا کر ایک ملت کو جنم دیا تھا جسے ان ابن الوقت حکمرانوں نے شدید بغض، مبینگی، تعصب اور ایسا دوسرے سے دشمنی کی پتا پر منتشر و پراگندہ کر رکھا ہے۔ وہ ہر وقت لذیذ کھانوں اور پرانی شرابوں میں ڈوب رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ان کی لمبی لشکتی زبانیں، ان کی شہوت، شراب نوشی اور لگامی کا پتہ دیتی ہیں۔ ان کا ضمیر بزدلی اور خوف ہے اور نئی بدعتوں کے ایجاد و ترویج میں انہوں نے ہدی کے شیش محل میں بیٹھ کر اپنے جھوٹ کے عاموں کو

تھامتے ہوئے کہا۔ میرے آقا! میرا مطلب ان پیوند لگے کپڑوں سے نفرت نہیں۔ آپ کے وہ کپڑے مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ میرا مطلب اشبیلیہ کے ذوق کو زیادہ دلانا ہے کہ اگر انہوں نے مصیبت اور ضرورت کے وقت فرو لندہ کے خلاف ولید بن ہشام کی مدد نہیں کی تو کیا ہوا ہم نے خود اپنی محنت اور کشمکش سے دشمن کے سامنے ایک وقار کے ساتھ زندہ رہنے کی راہیں تلاش کر لی ہیں۔ میرے آقا! آپ میرے لیے ان چاند ستاروں کی داستان ہیں جن کی خواہش ہر لڑکی اپنی جوان خوابوں میں کرتی ہے میں اگر آپ کے دوش بدوش جنگوں اور رزم گاہوں میں حصہ نہیں لے سکتی تو میں ان ماؤں جیسی تو بن سکتی ہوں جنہوں نے خالد، طارق، قاسم و مثنی اور قتیبہ و جراح جیسے جرنیلوں کو جنم دیا تھا۔ میں اس گھوڑے کی باگ تو پکڑ سکتی ہوں جس پر آپ سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے جکتے ہیں۔ ولید نے مسکراتے ہوئے تو صیفی اللہ میں عموں کی طرف دیکھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔ گھوڑے کو فصیل کے ساتھ کھڑا کر کے ولید سیڑھیاں چڑھ کر جنوبی برج میں آیا۔ جہاں عمروں پہلے ہی اس کا منتظر کھڑا تھا۔ اور فصیل سے باہر عین جنوبی برج کے سامنے بیس کے قریب گھوڑا سوار کھڑے تھے۔ ولید نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ میں ولید بن ہشام ہوں اور میرے ساتھ میرا جرنیل عمروں بن جنبل کھڑا ہو گیا ہے۔ تم لوگ کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ اس دن کے سرجیل نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا کر فصیل کے قریب کیا اور اوپر برج کی طرف دیکھنے لگا۔

ہم معتمد کے امراء و رؤساء کا ایک وفد ہیں۔ عیسائی حکمران فرو لندہ نے ہمارے ہمسائے بطلیوس کے مسلم حکمران المنظر کے وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب اس کی نظریں اشبیلیہ پر ہیں۔ اگر وہ ہمیں نیچا دکھائے میں کامیاب ہو گیا، تو جنوب میں انحضرا اور المریر کی بندرگاہوں تک کوئی بھی مسلم قوت اس کا راستہ نہ روک سکے گی۔ ہم آپ سے التماس کرتے ہیں کہ آئیے مل کر مملکت کے اس مشترکہ دشمن کا مقابلہ کریں۔ اسی میں اسلام کی عظمت اور مسلم قوم کی بقا ہے۔ فرو لندہ اس وقت آگ

سچائی کے پرچم سمجھ کر بلند کرنا سیکھ لیا ہے۔ میری طرف سے جا کر معتقد کے علاوہ غلط قرطبہ اور مالقہ کے حکمرانوں سے بھی کہنا، کبھی تم بھی اپنے گریبانوں میں جھانکنا انہوں نے حسیناؤں کے عارض گلوں اور جسموں کی دلہیز پر صنایع بدائع سے مرصع جملوں کی جنگ کی ہے۔ جب کہ ہم نے ملت دہذب کی خاطر سہروں پر کفن باندھ کر اپنے رب کی خوشنودی کے لیے دشمنوں سے جنگ کی ہے۔ میرا زاویہ نظر الگ اور ان کا الگ ہے۔ میری حرمتیں علیحدہ اور ان کی علیحدہ ہیں۔ انہیں کہنا زندگی ان کے لیے شیریں ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ جہاں ان کے لیے زمین ہے جو اپنے رب کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ مرمی سلوں اور حسیناؤں کے جھرمٹ میں خدا کی خوشنودی کی جستجو ماند پڑ جاتی ہے۔ عرش سے فرش تک اور ازل سے ابد تک خدا نے ہمیشہ ان کی مدد کی ہے جو اس کی راہ پر مستقیم رہے۔

میں جانتا ہوں معتقد فرولندہ کے خوف سے خمیدہ مکر اور افتادہ پاموچکا ہوا جاؤ واپس چلے جاؤ اور اُسے کہنا اس وقت تم کہاں تھے جب ہم تنہا فرولندہ کے لیے اپنی آزادی اور عزت کی جنگ کو رہے تھے۔ اس وقت تمہیں مسلم قوم کے اتحاد کا خیال کیوں نہ آیا جب تم عرب اور بربر میں تعصب پھیلانے کا فرض ادا کر رہے تھے جاؤ واپس لوٹ جاؤ اور معتقد سے کہنا۔ میں اس کے ساتھ اتحاد کرنے سے انکار کرنا ہوں۔ عروس ولید کو لیے کر گریج سے نیچے اتر گیا اور معتقد کا وفد ناکام و نامراد واپس لوٹ گیا تھا۔



فرولندہ کے پاس فرانسیسی لشکر کے علاوہ پوپ الکساندر کے وفائی محافظ گیلانی کا سپہ سالاری میں نارمنوں کا ایک عظیم اور جرار لشکر بھی پہنچ گیا تھا۔ لہذا اس نے انتظار کرنا مناسب خیال نہ کیا اور پورے انڈس پر قبضہ کر لینے کا منصوبہ بنایا۔ اس قصد کے لیے اس نے چار بڑے بڑے لشکر تیار کیے۔ ایک لشکر نارمنوں کا تھا، جس کا سالار گیلانی تھا۔ اسے طلحہ کے حکمران میچی المامون اور مسر قسطہ کے حاکم احمد مقتدر سے نبٹنے پر مامور کیا۔ دوسرا لشکر فرانسیسیوں پر مشتمل تھا اس کا سالار فرولندہ نے اپنے بڑے بیٹے اوفونش کو مقرر کیا اور دوسرے دو چھوٹے بیٹوں شانجہ اور غریبہ کو اس کے نائب سالار کے طور پر کام کرنے کا حکم دیا۔

اپنے ان تینوں بیٹوں کو فرانسیسی لشکر کے ساتھ ولید بن ہشام پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی تھی۔ ساتھ ہی انہیں تنبیہ بھی کی تھی کہ ولید پر حملہ کرنے میں وہ بہل نہ کریں۔ تاہم ولید اگر دوسرے مسلمان حکمرانوں کی مدد کو نکلے تو اس کا راستہ روک کر اسے جنگ میں مصروف کر دیں۔ ان دو شکروں کے علاوہ فرولندہ نے اپنے مقامی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کا سالار جیولوس ماریا اور پولس ال کا نائب تھا۔ جب کہ دوسرا حصہ خود فرولندہ نے اپنے پاس رکھا تھا۔ فرولندہ کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اور جیولوس ماریا یلغار کرتے ہوئے جنوب کی

طرف بڑھیں گے اور قرطبہ، اشبیلیہ، مالقہ اور دیلاں سے بائیں ہاتھ گھوم کر غرناطہ کو فتح کرتے ہوئے وادی شتورہ میں داخل ہوں گے وہاں مرسیہ کی عظیم بندرگاہ پر قبضہ کرنے کے بعد جبل مورینہ اور وادی شتورہ سے ہوتے ہوئے نارمن جرنیل گیلانی سے آملیں گے۔ اس طرح ہسپانیہ میں ایک چکر کاٹنے کے بعد فرولندہ سارے مسلمان حکمرانوں کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے کا خواب دیکھ چکا تھا۔

میدان جنگ سے فرولندہ نے تین احکام اپنی حکومت کی طرف بھیجے۔ نارمن سالار کو اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ اور سرترسطہ کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ اپنے بڑے بیٹے اوفونش کو دو چھوٹے بھائیوں کے ہمراہ فرانسیسی لشکر کے ساتھ الالب ندی کے اطراف میں رُک کر ولید بن ہشام پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی۔ فرولندہ ولید پر حملہ کر کے خواہ مخواہ اسے رزم گاہ کی طرف نہ بلانا چاہتا تھا۔ وہ پہلے اس کا رُومل دیکھنا چاہتا تھا۔ پھر اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ولید اور عمروں ہسپانیہ کے دوسرے مسلمان حکمرانوں کے ساتھ مل کر مادہ جنگ ہو گئے تو اس کے لیے کئی مصیبتیں اُٹھ کھڑی ہوں گی۔ تیسرے حکم میں فرولندہ نے اپنے بھائی لیسی کو سلطنت کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی تھی۔

اب فرولندہ، جیولوس، اریا اور پولس کے ساتھ جنوب کی طرف مقتصد پر حملہ کرنے کے لیے بڑھا اور اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے اشبیلیہ کی حکومت کی شمالی سرحد کی کئی بستیوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ تختا تیزی سے جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔ اس دوران فرولندہ کو خبر ملی کہ قرطبہ، غرناطہ، مالقہ، المریہ، مرسیہ اور الخضر سے جوق در جوق جنگجو بربر مقتصد کی مدد کے لیے اشبیلیہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

دراصل مقتصد نے ان مسلمان حکومتوں کی طرف جو وفد بھیجے تھے وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے اور یہ حکومتیں جان گئی تھیں کہ اشبیلیہ کے بعد ان کی بارگاہ اُسے کی لہذا وہ مقتصد کی مدد پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ تاہم فرولندہ کے لشکر کی تعداد ایسی تھی کہ سب حکومتیں مل کر بھی فرولندہ کا کچھ نہ بگاڑ سکتی تھیں کیونکہ ان میں

حکومت کے لشکر کی تعداد میں پچیس ہزار سے زائد نہ تھی اور وہ کسی صورت بھی اپنے لشکروں کی کل تعداد روانہ نہ کر سکتے تھے۔ تاہم ایک تناسب کے ساتھ انہوں نے مقتصد کی حوصلہ افزائی ضرور کی تھی۔

اس موقع پر فرولندہ سے غلطی سرزد ہوئی اور وہ اشبیلیہ کے لیے بربروں کی ایک کاسٹن کر رک گیا اور ایک جگہ پڑاؤ کر کے حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اس موقع پر وہ اگر آگے بڑھتا رہتا تو مسلمانوں کے پاس کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو انتہائی جنوب میں جزیرہ الخضر تک فرولندہ کا راستہ روک سکتی۔ دوسری طرف اشبیلیہ کا مسلمان حکمران مقتصد جس قدر ظالم اور شرابی تھا اس سے کہیں زیادہ عقلمند، عیاردار اور بہادر بھی تھا اس موقع اس نے فوراً اپنی فطری ہوشیاری سے کام لیا۔ اپنے لشکر کا اس نے دُور ہی پڑاؤ کیا اور چند مصاحبوں کے ساتھ وہ فرولندہ کے لشکر میں آیا۔ فرولندہ اپنے لشکر میں مقتصد کو تنہا دیکھ کر اس کی جرأت مندی اور دلیری پر حیران رہ گیا۔ اس نے اپنے جیسے سے باہر نکل کر مقتصد کا استقبال کیا تھا۔ اس نے دیکھا سفید بالوں اور پیشانی پر شکنوں سے مقتصد کی شخصیت نہایت واجب التحظیم دکھائی دیتی تھی۔

حقیقت میں مقتصد ایک خوب صورت، وجیہہ اور دلیر عرب تھا۔ عمر گو سینتالیس سال سے زائد نہ تھی لیکن سلطنت کے افکار اور حکومت کی طرح میں محنت شاقہ اٹھانے کے علاوہ بڑے بیٹے کی موت کے غم نے اسے قبل از وقت بوڑھا کر دیا تھا۔ مقتصد کا بڑا بیٹا اسمعیل بڑا محتاط، صاحب الرائے اور جنگ میں بڑا شجاع اور بہادر تھا۔ وہ مقتصد کی عادات سے نالاں تھا لہذا اس نے باپ کے خلاف بغاوت کر دی جس کی پاداش میں مقتصد نے بیٹے کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا اور بعد میں کچھتاوا کرنے لگا۔

بہر حال فرولندہ، مقتصد کو اپنے جیسے میں لے گیا اور آمد کی وجہ پوچھی۔ مقتصد نے فرولندہ کو بیش قیمت تحائف پیش کیے اور اس سے التماس کی کہ وہ واپس چلا جائے۔ فرولندہ مقتصد سے سخت متاثر ہوا۔ اس نے کہا ۱۰ اس معاملہ میں پہلے میں اپنے پادریوں سے مشورہ کروں گا۔ اس کے بعد کوئی جواب دوں گا۔ پادریوں کے طویل مباحثوں کے بعد فیصلہ ہوا کہ

کر گئے تھے۔ ان دونوں کی رہائش کا انتظام اشبیلیہ کے ایک کلیسا میں کیا گیا تھا۔ ان کی مدد کے لیے ان کے ساتھ کچھ اور پادری بھی آئے تھے جن کی رہائش بھی ان دونوں کے ساتھ ہی رکھی گئی تھی۔

اشبیلیہ کا حکمران معتمد خراج دینے کے عوض فرولندہ کو ٹال چکا تھا۔ لیکن وہ مطمئن نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حالات کا جائزہ لیتے ہی فرولندہ اس پر پھر چڑھ دوڑے گا۔ اس لیے وہ اس کا معقول سدباب کرنا چاہتا تھا۔ قرطبہ، مالقہ اور غرناطہ کے حکمرانوں کو جو اس نے وفد بھجوائے تھے وہ ہمت افزا جواب لائے تھے۔ ان حکمرانوں نے پرانی چپقلش بھول کر آئندہ معتمد کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن معتمد پھر بھی مطمئن نہ تھا اس لیے کہ ان مسلمان حکمرانوں کے پاس کوئی ایسی فوجی قوت نہ تھی جس کے زور پر فرولندہ کو میدان جنگ کی طرف بلایا جاتا۔ معتمد اور قاضی معاذ بن ابی قرہ کو اس وفد کا انتظار

تھا جو انہوں نے ولید کی طرف روانہ کیا تھا۔ ان کی نگاہوں میں ولید اور عمروں ہی ایک ایسی قوت تھے جنہیں ساتھ ملا کر فرولندہ کو عبرت خیز سبق دیا جاسکتا تھا۔ ایک روز معتمد اور اس کا بیٹا محمد بن معتمد قصر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ وہی محمد بن معتمد تھا جو بعد میں معتمد کے نام سے اشبیلیہ کا حکمران بنا۔ دونوں باپ بیٹا یوں چپ اور خاموش تھے گویا وہ بڑی بے چینی سے کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ اتنے میں ایک مغنیہ اندرائی۔ وہ بلا کی حسین، دلکش اور دلز قاصت تھی۔ اس کے ہاتھ میں بربط تھا۔ اس مغنیہ کے پیچھے پیچھے ایک بارش بوڑھا تھا جس نے دف اٹھا رکھی تھی۔ یہ حسین مغنیہ اور پری جمال مطربہ اصل میں مقلیدہ کی رہنے والی تھی اور چند روز قبل ہی اشبیلیہ میں وارد ہوئی تھی۔ وہ جس قدر حسین تھی اسی قدر اس کی آواز بھی پرسوز تھی۔ معتمد کئی بار اس سے قبل بھی اسے سُن چکا تھا۔ وہ جب قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئی تو معتمد نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ آؤ غریبہ! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ مغنیہ غریبہ اور اس کے ساتھ بوڑھے نے جھجک کر آداب کیا اور معتمد کے سامنے بیٹھ گئے۔ معتمد انہیں بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ غریبہ کی

معتمد، فرولندہ کو سالانہ خراج ادا کرنا منظور کرے اور فرولندہ جو سفیر اس کے دربار میں بھیجے ان کی معرفت مسیحی شہیدہ یسیتہ کی لاش تلاش کر کے ان کے حوالے کی جائے۔

اصل میں یسیتہ اور رفینہ دو بہنیں تھیں جنہیں عیسائی دلی مانتے ہیں۔ یہ دونوں عیسائی بہنیں اس وقت اشبیلیہ میں رہتی تھیں جب یہاں بُت پرست اومانی قوم کی حکومت تھی۔ دونوں بہنیں مٹی کے برتن بنا کر بیچا کرتی تھیں۔ ایک روز کچھ بُت پرست ان کے پاس آئے انہیں اپنی دیوی و نیس کے بُت پر چڑھانے کے لیے برتنوں کی ضرورت تھی۔ یسیتہ نے ان کے ہاتھ برتن فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور اگلی رات ان کی دیوی و نیس کا بُت بھی توڑ ڈالا۔ اس جرم میں یسیتہ کو قتل کر دیا گیا اور کلیسا کی طرف سے اسے شہادت کا رتبہ دیا گیا۔

کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ یسیتہ کہاں دفن ہے۔ تاہم معتمد نے خراج دینا قبول کرنے کے علاوہ یسیتہ کی لاش تلاش کرنے میں مدد دینے کا بھی وعدہ کیا۔ معتمد کسی نہ کسی طرح فرولندہ سے خلاصی چاہتا تھا اور اس میں وہ کامیاب رہا تھا لیکن فرولندہ اپنی جگہ کامیاب تھا۔ اس نے اپنے دو اسقفوں الویتوس اور اردونو کو مقرر کیا کہ وہ معتمد کے ہاں اس کے سفیر ہوں گے اور معتمد سے خراج وصول کرنے کے علاوہ یسیتہ کی لاش بھی تلاش کریں گے۔ اس کے علاوہ فرولندہ نے الویتوس اور اردونو کے ذریعہ کام بھی اٹایا کہ وہ معتمد کی جاسوسی بھی کریں اور اسے اطلاع دیں کہ کس قدر بربر اس کی مدد کو آئے ہیں تاکہ مناسب وقت پر وہ معتمد پر حملہ کر کے اس کی سلطنت پر اپنا قبضہ مکمل کرے۔ اس کے علاوہ فرولندہ کے دوسرے لشکر بھی اپنی اپنی منزل تک نہیں پہنچے تھے۔ لہذا وہ اپنے دوسرے لشکروں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر ہی جنوب کی طرف آگے بڑھنے چاہتا تھا۔ اس طرح معتمد فرولندہ سے معاہدہ کرنے کے بعد اشبیلیہ واپس آ گیا۔ فرولندہ کی طرف سے اسقف الویتوس اور اردونو بھی خراج وصول کرنے اور یسیتہ کی لاش تلاش کرنے کے علاوہ جاسوسی کا کام سرانجام دینے کے لیے معتمد کے ساتھ اشبیلیہ آ گئے تھے۔ یہ وہی دونوں اسقف تھے جو پاپائے اعظم کے پاس مدد کی درخواست لے

خوب صورت اور نازک انگلیاں جب بربط کے تاروں پر کھیلنے لگیں تو یوں محسوس ہونے لگا کہ گویا رزم گاہ میں تلواروں کی جھنکار سنائی دینے لگی ہو۔ بوڑھا چند لمحوں تک غریب کو دیکھا رہا پھر اس نے بھی دف پر ہاتھ مارا۔ یوں محسوس ہوا گویا دف بھگا رہا تھا۔

”عرش بریں پر بختی ہے نوبت رسولؐ کی“

وہ خوش نما خوش رنگ اور حسین مغنیہ چند لمحوں تک بربط سے کھیلتی رہی پھر اس کے سرخ شکر فی لب حرکت میں آئے اور اس نے اپنی مسحور کن اور پرسوز آواز میں گانا شروع کیا۔ اس کے عربی اشعار کا مفہوم کچھ ایسا تھا۔

”اے وطن! تیرا چہرہ گوہر آب دار، جسم زر گسی اور نفس خوشبو ہے تو نور کا ایک چشمہ ہے اور حسن و خوبی تجھ میں از سر تا پا موجود ہے میں تم سے اسی طرح محبت کرتی ہوں جن طرح غزال جنگل سے محبت کرتے ہیں۔ چکور چاند کو چاہتا ہے اور انسان اپنی زندگی اور حیات سے پیار کرتا ہے۔“

اسی وقت قاضی معاذ بن قرہ وہاں آگئے اور مغنیہ کی آواز سن کر اندر جانے کے بجائے وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر مغنیہ کے اشعار سننے لگے تھے۔

”اے اندلس کے رہنے والو! تن واحد ہو کر فولندہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہو کہ یہ وہی ہے جس نے تمہاری بستیوں اور شہروں کی ایسی حالت کی جس طرح کوئی بے غیرت شوہر اپنی بیوی کو خود بیچوا بننے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے میری قوم! کاش تیری کوئی اس طرح لڑائی کرے جیسے اندھیری اور پر ہول رات میں بجلی کا کوئی کوندا بھٹکے ہوئے مسافروں کو اپنی کی منزل کی نشاندہی کر جاتا ہے۔ کاش کوئی ایسا فرزند ہوتا جو اس پُر آشوب دور میں مسلم قوم کی ایسی مدد اور رہبری کرتا جس طرح ایک بدورات کے وقت ریگستان میں اپنی منزل اور مقصد کی لیکھ معلوم کرنے میں مشاق و ماہر ہوتا ہے۔“

میرادل کہتا ہے۔ ایسی رات جس میں چاند تارے اپنا منہ چھپائے رکھتے ہیں۔ شمال کی طرف ہسپانیہ کا فرزند ولید بن ہشام اور اس کا جرنیل عمرو بن جندل آئیں گے۔ ان کے انتقام کش ہاتھوں میں تلواروں، نیزوں، برچھوں اور تیروں کا جنگل ہوگا اور دشمن ان سے بچ نہ سکے گا۔ اے اہل اشبیلیہ میں تمہیں نیک صلاح دیتی ہوں کہ اٹھو اور ولید بن ہشام کے ساتھ مل کر اس فولندہ پر حملہ آور ہو جاؤ جو اپنے اندر غیبت اور البیسی ارادے چھپائے ہوئے ہے۔ اس کے خزانے لوٹ لو اور اس کے قصر اور قلعوں کو گرا کر زمین کے برابر کر دو اور صرف اس کے کھنڈرات کو اس بات کا گواہ بنادو، کہ ہاں کبھی ہسپانیہ میں کوئی فولندہ تھا۔

مقصود اور اس کے بیٹے محمد کی گزشتہ ندامت و شرمندگی میں جھکی ہوئی تھیں غریب کی آواز اور اشعار نے کچھ ایسا اثر کیا تھا کہ دروازے کے پیچھے کھڑے قاضی معاذ بن ابی قرہ رو رہے تھے اور بار بار اپنے عامے کے پیو سے اپنی آنکھوں کو خشک کرتے جا رہے تھے۔ دف بجانے والے بوڑھے کے ہاتھ گوڑی سی مشاقی کے ساتھ دف پر کھیل رہے تھے لیکن اس مذہب، قوم اور ملت پرست بوڑھے کی آنکھیں بند تھیں ان سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ حسین و گل اندام غریب چند لمحوں کے لیے خاموش رہی اس کے گلاب جیسے چہرے سے غم اور اداسی ٹپک رہے تھے۔ پھر اس کی ہچکیوں میں غوطے کھاتی آواز بلند ہوئی۔

”اے مشرق کی طرف جانے والی ہواؤ! جب تم ارض صقلیہ پر سے گزرو تو اس سرزمین کو میرا سلام کہنا۔ میری طرف سے ان مجاہدوں کی پیشانیوں کو بوسہ دینا جو ابھی تک مذہب اور ملت کی خاطر پہاڑوں کے اندر چھپ کر جنگ کر رہے ہیں۔ ہائے حیف حوادث تقدیر نے مجھے صقلیہ سے جدا کر دیا ہے۔ آہ! اندلس کے یہ چکران

کرتی تھی کہ اندلس میں کوئی مضبوط اور مرکزی حکومت ہوگی۔ لیکن یہاں آکر یہ چلا کہ اندلس خود انتشار اور زوال کا شکار ہے۔ اب یہاں کے حالات دیکھ کر میں نے جائزہ لیا ہے کہ اندلس کا کوئی مسلم حکمران بھی عقلیہ کی مدد نہیں کر سکتا۔ یہاں ہر کوئی ایک دوسرے کا گریبان چاک کرنے کو تیار ہے اور اس پر متبذاریہ کہ عیسائی حکمران فروانہ یہاں کے ہرزہ بن پر ایک عفریت بن کر سوار ہے۔ اندلس میں صرف ایک ولید بن ہشام ہی ایسا جرنیل نظر آتا ہے جو فرواندہ سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ یہاں آکر مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے کہ میں عقلیہ کے لیے کچھ نہ کر سکوں گی۔ کیونکہ اندلس اس وقت خود فرواندہ کے خطرات سے دوچار ہے۔

قاضی معاذ بن ابی قرہ نے پرسوز لہجے میں کہا۔ تو ایک مغنیہ اور مطربہ ہو کر ہم سے بہتر ہے۔ خدا کی قسم تیرا عقلیہ سے اندلس تک سفر بھی ایک جہاد ہے۔ غریبہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ معاف کیجئے میں کوئی پیشہ ور مغنیہ اور مطربہ نہیں ہوں۔ میں صرف رزمیہ گیت گاتی ہوں اور میں نے ہمیشہ عقلیہ میں راجر کے خلاف جنگ کرنے والے مجاہدوں کے اندر رہ کر ان کا حوصلہ اور ولولہ بڑھانے کی خاطر رزمیہ گیت گائے ہیں۔ میں اپنے رب کو گواہ بنا کر اپنی مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آج تک گناہ آلود زندگی بسر کرنا تو ایک طرف کسی مرد کو اپنا جسم چھونے تک نہیں دیا۔ دف بجانے والے بوڑھے نے جذباتی پن میں چلا کر کہا۔ بیشک، اے بیٹی! تو باعصمت اور مقدس و پاکیزہ کنواری ہے۔ میں تیری پاکیزگی اور شرافت کی گواہی دیتا ہوں۔ قاضی معاذ بن ابی قرہ نے کہا۔ غریبہ بیٹی! میں تم جیسی ملت کی بیچوں پر فخر کرتا ہوں۔ کاش اندلس متحد ہوتا۔ ہمارے سروں پر فرواندہ کا خوف طاری نہ ہوتا تو ہم عقلیہ کے اپنے مسلمان بھائیوں کی ضرورت نہ دیتے۔

غریبہ جواب میں کچھ کہنے والی تھی کہ معتضد کے فصر کا دربان اندر آیا اور معتضد کو اس وفد کے آنے کی اطلاع دی جو ولید کی طرف مدد حاصل کرنے گیا تھا۔ معتضد نے

کیسے ہیں کہ کتنی کتنی قیمتی راتیں وہ جوان و خوش اندام اور نازک کمربندوں کے پہلو میں گزار کر خراب اور ضائع کر دیتے ہیں۔ کاش یہ راتیں وہ وطن و ملت کے دفاع میں دشمن سے جنگ کرتے ہوئے گزارتے انہوں نے اپنے گرد دولت کے انبار لگا لیے ہیں۔ کاش کوئی انہیں بتا کہ دولت صبح آتی ہے شام نہیں ہونے پاتی چلی جاتی ہے۔ اس سے انسان کو سکون ضرور ملتا ہے۔ پر وہ رُوح کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ کاش یہ حکمران جانتے کہ وقت ایک پرندہ ہے جو ایک بار گزر جانے کے بعد لحوں کے پھیلتے طوفان میں کھو جاتا ہے۔ اے اہل اندلس! ملت کے تسلسل سے الگ رہ کر بقا ختم ہو جاتی ہے۔ کاش چاند ستاروں کی یہ داستان سنانے کے لیے میں اس سے بہتر الفاظ تلاش کر سکتی۔“

غریبہ جب خاموش ہو گئی اور ساز بجنے بند ہو گئے تو قاضی معاذ بن ابی قرہ اندر داخل ہوئے اور غریبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے بیٹی! تیرے الفاظ تیرا دل تیرے لہجے کا سوز، تیری آواز کا الم اندلس کے لیے اجنبی ہے۔ بتا تیرا تعلق کس سرزمین سے ہے۔ غریبہ احتراماً کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ کا بوڑھا بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر غریبہ نے اپنی میٹھی آواز میں کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ قاضی معاذ بن ابی قرہ ہیں۔ ہاں! میں ہی قاضی معاذ ہوں لیکن تم نے اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ تمہارا تعلق کس سرزمین سے ہے۔ غریبہ نے گردن جھکاتے ہوئے غمزہ آواز میں کہا۔ میرا نام غریبہ ہے میرا تعلق عقلیہ سے ہے۔ آہ! ارمنڈی کے عیسائی بادشاہ راجر گس کارڈنے عقلیہ کے جنوبی شہر جرجت کے سوا سارا عقلیہ مسلمانوں سے چھین لیا ہے۔ اب گنتی کے چند مسلمان مجاہد رہ گئے ہیں جو پہاڑوں میں چھپ کر راجر سے جنگ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بجائے تنہا کب تک دفاع کا بند باندھتے رہیں گے۔ میں عقلیہ سے اندلس اس غرض سے آئی تھی کہ اہل اندلس کو عقلیہ کے مسلمان بھائیوں کی مدد پر آمادہ کر سکوں گی۔ میں یہ تہذیب

اپنی نشست پر اُچھلتے ہوئے کہا۔ اُنہیں فوراً اندر بھجو۔ تھوڑی دیر بعد وفد کے سب ارکان کمرے میں داخل ہوئے اور قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سب آگے وفد کا سرخیل تھا۔ معتقد نے ان کے چہروں کا مطالعہ کیے بغیر بے تابانہ کے عالم میں پوچھا تم ولید بن ہشام کی طرف سے ہمارے لیے کیسی خبر لائے ہو۔ وفد کے سرخیل نے کہا ہم ناکام لوٹے ہیں۔ ولید بن ہشام نے ہمارے ساتھ تعاون اور اتحاد کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔

معتقد نے مایوس کن آواز میں کہا۔ کیا اس نے ایک عرب بھائی کی مدد کرتے ہوئے انکار کر دیا ہے۔ وفد کے سرخیل نے کہا۔ وہ تسلسل پرستی کے سخت خلاف ہے اس بار قاضی معاذ نے پوچھا۔ اس نے تم سے کیا کہا اور جواب میں وفد کے سرخیل نے وہی الفاظ دہرا دیئے تھے جو غصے کی حالت میں ولید نے اُن سے کہے تھے۔ معتقد نے نہایت مایوسی کے عالم میں وفد کے ارکان کو چلے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سبصر کے اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

معتقد نے مایوس کن آواز میں کہا۔ کیا اس نے ایک عرب بھائی کی مدد کرتے ہوئے انکار کر دیا ہے۔ وفد کے سرخیل نے کہا۔ وہ تسلسل پرستی کے سخت خلاف ہے اس بار قاضی معاذ نے پوچھا۔ اس نے تم سے کیا کہا اور جواب میں وفد کے سرخیل نے وہی الفاظ دہرا دیئے تھے جو غصے کی حالت میں ولید نے اُن سے کہے تھے۔ معتقد نے نہایت مایوسی کے عالم میں وفد کے ارکان کو چلے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سبصر کے اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

قصر کا وہ کمرہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا کہ معتقد کی آواز بلند ہوئی اور اس نے قاضی معاذ بن ابی قرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ آپ کا کیا خیال ہے کیا ولید بن ہشام نے ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کی؟ قاضی معاذ نے جھڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس نے ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ ماضی میں ہم نے اس کے ساتھ کون سی بھلائی کی تھی جس کی امید پر ہم اس سے اتحاد کی توقع کر سکتے ہیں۔ بظاہر اس نے ہمارے منہ پر طمانچہ مارا ہے لیکن ہم حقیقتاً اسی قابل تھے۔ ہم نے اسے پتھر جانا لیکن وہ ہیرا ہے۔ ہم نے اس مادرِ اُمت و ملت کے فرزندِ جلیل کی خاطر آج تک راہِ سہی میں کون سا جمعو کا قدم اُٹھایا ہے۔ ہم شب و روز کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے امن کی نیند سوتے رہے اور وہ اکیلا جاگ کر فولندہ سے اپنی ہستی کا دفاع کرتا رہا۔ وہ زمان و مکان کا گناہ متارہ ہے۔ وہ اپنی ملت آپ ہے۔ ہم ہی فولندہ کے مقابلے میں جنگی تیاریاں کرنے کے بجائے کھواب اور ریشم و اطلس کے خواب

دیکھتے رہے۔ ہماری عباؤں پر خونِ ناحق کے چھینٹے ہیں۔ اب بھی وقت ہے ولید کے معافی مانگ کر ہم اپنے دامن کو دھو سکتے ہیں۔

معتقد اور اس کا بیٹا محمد دونوں سر جھکائے قاضی معاذ بن ابی قرہ کی سخت باتیں سنتے رہے۔ وہ خاموش تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے۔ معاذ سچ کہہ رہے ہیں۔ ایک دم قاضی معاذ بھڑک اُٹھے اور کھولتی آواز میں کہا۔ ولید بن ہشام یقیناً دل سے ہماری نصرت پر آمادہ ہوگا۔ وہ ہم سے ناراض ہے اسے راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ میں خود اس کے پاس جاؤں گا۔ میں اندلس کو چلنے نہ دوں گا۔ میں ہسپانیہ میں مسلمانوں کا خون نہ بہنے دوں گا۔ قاضی معاذ کمرے اور تیزی سے باہر نکل گئے۔

غریبہ چلائی ہوئی اُن کے پیچھے بھاگی میرے بزرگ! میرے محترم! میری بات سنئے! قوم اور ملت کے اس نایاب فرزند کو منانے میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ وہ ستارہ سحر ہے اس کی روشنی میں ہم اپنی کھوئی ہوئی منزل کے نشان تلاش کر سکتے ہیں۔ غریبہ کی پکار پر قاضی معاذ کے نہیں بلکہ وہ غصے اور قہر کے عالم میں پاؤں پٹختے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔ غریبہ بھی ان کے پیچھے بھاگتی ہوئی باہر چلی گئی وہ اپنا بربط قصر کے اس کمرے میں ہی پھینک گئی تھی۔ معتقد اور محمد ابھی تک گردنیں جھکائے پریشان بیٹھے تھے۔ غریبہ کے ساتھ آنے والے بوڑھے نے دف اور بربط اُٹھائے اور گردن جھکائے وہ بھی باہر نکل گیا تھا۔

ولید اپنے کمرے میں عموں کے ساتھ آداس بیٹھا تھا۔ ان کے سامنے عموں بزرگ بڑے سدھ لٹی ہوئی تھی اور سارہ اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ دونوں بچے سعد اور حسن کمرے کے فرش پر بیٹھے کھیل رہے تھے۔ عموں کچھلے کئی روز سے بیمار تھی۔ اس پر غشی کے دورے پڑ جاتے تھے اور اس کی صحت پہلے کی نسبت بہت زیادہ گڑبگڑ گئی تھی۔ ولید کے شکر کے طبیب عموں کا علاج کر رہے تھے۔

اس وقت بھی عموں پر غشی کا عالم طاری تھا۔ سارہ اس کا جسم دبا رہی تھی اور احمد طبیب کو بلانے گیا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد احمد طبیب کو لے آیا طبیب

نئے عموں کی حالت کا جائزہ لیا۔ پانی میں کوئی دوائی گھولی اور سارہ کی مدد سے بے ہوش پڑی ہوئی عموں کا منہ کھول کر دوائی اس کے حلق میں ڈال دی اور پھر وہ ولید اور عموں کے پاس بیٹھ کر رد عمل کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عموں کے جسم نے حرکت کی۔ طبیب کے چہرے پر اطمینان کی روشنی پھیل گئی۔ ولید اور عموں بھی مطمئن دکھائی دینے لگے تھے۔ جلد ہی عموں نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک بار سر گھما کر اس نے بڑے اُداس اور غمگین انداز میں ولید کی طرف دیکھا پھر اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ولید نے اُٹھ کر پیار سے پوچھا۔ عموں! عموں! اب تم کیسی ہو۔ عموں منہ سے کوئی جواب نہ دے سکی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس نے اپنی بہتری کا اظہار دیا۔ طبیب نے سارہ کو کچھ دوائیاں دے کر ان کے متعلق ہدایات دیں پھر وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ ولید پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اس سے قریب ہی ایک کونے میں پڑی ہوئی چارپائی پر احمد بیٹھ چکا تھا۔ کمرے میں گہری اور افسردہ سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اتنے میں حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک دی۔ ولید نے اپنے بائیں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ احمد! احمد! دیکھو کون آیا ہے؟ احمد اُٹھ کر باہر نکل گیا تھوڑی ہی دیر بعد وہ واپس آیا اور ولید سے کہا۔ آقا! اشبیلیہ سے ایک بزرگ اور ایک نوجوان لڑکی آپ سے ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے نام نہیں بتائے۔ میں نے بہت پوچھا۔ لیکن وہ ٹال گئے اور کہنے لگے ہم نے ولید بن ہشام سے ملنا ہے۔ ان دونوں نے اپنے کندھوں پر کفن اُٹھا رکھے ہیں۔ میں انہیں دیوان خانے میں بٹھا آں ہوں۔

ولید نے ایک بار سوالیہ انداز میں عموں کی طرف دیکھا پھر اس نے کہا۔ احمد! احمد! تم اور سارہ یہیں بیٹھ کر عموں کی دیکھ بھال کرو۔ میں اور عموں ان سے ملتے ہیں۔ احمد خاموشی سے دوبارہ اس جگہ بیٹھ گیا۔ جہاں سے اُٹھ کر وہ دروازہ کھولنے گیا تھا۔

ولید اور عموں جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ کمرے کے فرش پر ایک بوڑھا مرد اور جوان، نوجوان اور حسین لڑکی بیٹھے تھے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے دائیں کندھے پر ایک ایک کفن اُٹھا رکھا تھا۔ وہ قاضی معاذ بن ابی قرہ اور حسین مغنیہ غریبہ تھے۔ کمرے میں حالانکہ پانچ چار پائیاں لگی تھیں جن پر نئے ادبے صاف ستھرے بستر لگے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود وہ نہ جانے کیوں کمرے کے نئے فرش پر بیٹھ گئے تھے۔ ولید نے دیوان خانے کے اندر قدم رکھتے ہی حیرت اور استعجاب سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ آپ دونوں کون ہیں؟ کس غرض سے مجھے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنے کندھوں پر کفن کیوں ڈال رکھے ہیں اور چار پائیاں چھوڑ کر فرش پر کیوں بیٹھے ہیں۔ میں ولید بن ہشام ہوں اور میرے ساتھ عموں بن جندل ہے۔ قاضی معاذ بن ابی قرہ نے کہا۔ ہم دونوں اشبیلیہ سے ایک التجا لے کر آئے ہیں جب تک وہ قبول نہیں ہو جاتی ہم دونوں اسی فرش پر بیٹھے رہیں گے۔ اگر آپ نے انکار کر دیا تو ہم اپنے کفن اپنے ساتھ لائے ہیں اور واپس اشبیلیہ جانے کے بجائے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہمیں اپنے شہر حرہ کے قبرستان میں دفن کرنا ہوگا۔ ہم واپس جانے کے بجائے یہیں آپ کے سامنے اپنی جانیں دے دینا پسند کریں گے۔ قاضی معاذ نے سوز و ساز سے بھری آواز میں کہا۔

اس سے قبل بھی ایک وفد اشبیلیہ سے آپ کے پاس آیا تھا ہم ان ہی کی التجا کا اعادہ کرنے آئے ہیں۔ ولید نے بیزاری سے کہا میں معتقد سے اتحاد کے لیے انکا کرچکا ہوں۔

قاضی معاذ نے دکھتی آواز میں کہا۔ لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اگر آپ اپنے ریدہ بیدار کا زاویہ تنگ نہ کریں اور اپنے وجدان کو آزاد کریں تو میں کہہ سکتا ہوں اندلس کے مسلمان آپس میں اتحاد کر کے ہسپانیہ کو حجلہ فردوس اور رشک جنت بنا سکتے ہیں۔ اے مرنی قوم! اس طرح ملت کا ذوق جنگ آدری جاگ اُٹھے گا اور آپ دیکھیں گے اندلس کے پتے پتے اور درے درے سے ارتباط خداوندی ظاہر ہوگا۔

کا طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا - اندلس میں مسلم قوم کو آپ کی ضرورت ہے - آپ اپنی ملت کی خاطر اپنے رب کے نام کی ابتدا کیجیے - کیا آپ سرہ شہر کے اندر بیٹھ کر بادشت کو سکین گے کہ فرولندہ اشبیلیہ، قرطبہ، غرناطہ، مالقہ اور دوسرے اسلامی شہروں کی ماؤں بہنوں کے سروں سے دوپٹے نوح کر ان کی عزت و ناموس کو غیر تحفظ کر دے - اندلس کے اندر مسلمانوں کو اسیری اور زندانی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دے -

اور یہ ہم مسلمانوں کے لیے ایک نعمت ہوگی اور نور کے بے بہا دفتینوں کے حصول کی ابتداء ہوگی - یاد رکھیے ہر دریا کا ایک منبع ہر ندی کا ایک الگ منتہا ہوتا ہے لیکن مسلم قوم ایک ایسی قوم ہے جس کا ایک ہی منبع اور ایک ہی منتہا ہے - میں اس لیے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ ایسے مل کر اس پر آشوب دور کے طوفانوں میں اخوت، مساوات اور اتحاد کے گیت گاکر قوم کو ایسی تقویت بخشیں کہ فرولندہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ کر سکے -

ولید اور عمروں آگے بڑھے اور قاضی معاذ بن ابی قرہ کے ساتھ فرش پر ہی بیٹھ گئے - قاضی معاذ نے کہا - ہماری قسمت میں تو شاید اس فرش پر ہی بیٹھنا لکھا ہوا ہے - آپ دونوں تو چار پائی پر بیٹھیں - ولید نے بڑی انکساری سے کہا - آپ بے فکر رہیں میں فرش پر بیٹھنے کا عادی ہوں - میں نے اپنے آپ کو معتقد اور اندلس کے دوسرے مسلم حکمرانوں کی طرح مصنوعی خول کے اندر بند نہیں کر رکھا - میں جو کچھ ہوں آپ کے سامنے ہوں - میرا ظاہر و باطن ایک ہوگا اور جو بات زبان پر آئے گی وہی دل میں ہوگی -

قاضی معاذ بن ابی قرہ نے مایوسی بھری آواز میں کہا - میں مانتا ہوں اندلس کے دوسرے مسلم حکمران اور آپ میں اساسی فرق ہے - ان کے دل میں ملت کے لیے نہ کوئی کاوش ہے نہ تلاش - وہ اپنے اندر نہ کوئی مخفی خواہش رکھتے ہیں نہ مخلوق کی بہتری کی تمنا - وہ بے رنگ و بے لوث ہیں - وہ ہر روز سورج کو طلوع و غروب ہوتے دیکھتے ہیں - پھر بھی اس جہان کو فانی جان کر عبرت نہیں پکڑتے - میں چاہتا ہوں ماضی میں فرولندہ کے سامنے انہوں نے آپ کو تنہا چھوڑ رکھا تھا - اے مری قوم! آپ کو زیب نہیں دیتا کہ آپ ان کے نقش قدم پر چلیں ایک گدھا آپ کو لات مارے تو جواب میں کیا آپ بھی اسے لات ماریں گے -

قاضی معاذ جب خاموش ہوئے تو غریظہ اپنی بند آنکھوں کی حین پلکیں جھپکاتی ہوئی چہچہاتے پرندوں اور مسرت بھری ندیوں کی طرح بول پڑی - ولید

یاد رکھیے! مشرک قومیں صدیوں سے تاریک اور بہیمانہ ظلم کی تیاری کرتی رہی ہیں - آج اگر ہم نے آپس میں اتحاد پیدا نہ کیا تو ہمیں اپنے مظالم کی آماجگاہ بنا ڈالیں گے - عالم اسلام اس وقت اپنے بدترین دور سے گزر رہا ہے - صقلیہ پر نارمنڈی ایسا ہی بادشاہ راجہ اپنا قبضہ مکمل کر چکا ہے اور وہاں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے - یروشلم کا عیسائی حکمران مصر کے غداروں سے فائدہ اٹھا کر مصر کو لپجائی ہوئی زلوں سے دیکھ رہا ہے - انطاکیہ کا عیسائی بادشاہ مشرق کے آن گنت عیسائی ممالک کو اپنے ساتھ ملا کر اسلام کے عظیم فرزند نور الدین زنگی سے برسر پیکار ہے - اس پر آشوب دور میں بھی آپ فرولندہ کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں گے - اس وجہ سے کہ ماضی میں آپ کے ساتھ زیادتیاں ہوئی ہیں - میں مانتی ہوں کہ عیاشیاں بعید از قیاس ہیں لیکن آپ پرانے انکار و لام کو بھول کر میانہ بیستارہ سحر کی صداقت بن کر افاق تا افاق ایک نئی اور جاندار زندگی کو بیدار کیجیے - آج اندلس کے مسلمانوں کی خشک آنکھوں، شکستہ دل، تنہا روح اور خاموش قلب ان لوٹ آئے گی اور وہ اپنے اندر جہاد کا ایک نیا ذوق پیدا کر کے ان چاندستاروں کے ساتھ اپنے لیے آپ کا ساتھ دیں گے جس کی ابتدا میری قوم کے شیر دل طارق بن زیاد نے اس سر زمین پر کی تھی -

ولید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ قاضی معاذ نے اسے بوسے کا موقع ہی نہ دیا - اٹھ اٹھا اس وقت لوہا گرم ہے لہذا وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا -

والی اپنی پرسوز آواز میں اس نے ولید سے کہا۔ آپ کے پاس پھول بھی ہیں کانٹے بھی، رگیت بھی ہیں آپ بھی۔ مسکراہٹیں بھی ہیں آنسو بھی، خنیم بھی ہے زہرا بھی، امید بھی ہے مایوسی بھی۔ اجالے بھی ہیں اندھیرے بھی، آپ چاہیں تو اندلس کے مسلمانوں کی جھولی میں مسکراہٹیں، پھول، رگیت، خنیم، اجالے اور امیدیں ڈال کر انہیں مسرت انگیز نوید سنا دیں۔ آپ چاہیں تو لوگوں کے پھیلے دامن بن کانٹے، آہیں، آنسو، زہرا، مایوسی اور اندھیرے ڈال کر ان کی امیدوں اور آرزوؤں کے سفینوں کو حالات کے تند طوفانوں کے سپرد کریں۔

غریبہ رک گئی کیونکہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے اور وہ رونے لگی تھی۔ قاضی معاذ کی گردن بھی جھکی ہوئی تھی اور ان کی آنکھوں سے آنسو گزر رہے تھے۔ ولید اور عمروں کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ غریبہ نے اپنے آنسو پونچھے بغیر بچکوں اور سسکیوں میں کہا۔ اندلس میں اس وقت مسلمانوں کا اتحاد ایسا ہی ضروری دراجہ ہے جیسے تین زندہ کے لیے سانس ایک قیمتی ضرورت ہے۔ غریبہ آگے کچھ نہ کہہ سکی اس کی ہچکیاں بلند ہو گئی تھیں اور وہ الفاظ کو اپنی گرفت میں رکھنے کے قابل نہ رہی تھی۔

اس موقع پر قاضی معاذ بن ابی قرہ نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اسے ولید کی زین بڑھاتے ہوئے کہا۔ اگر آپ فرولندہ سے اپنا خون بہا نہیں لے سکتے، اگر آپ اندلس کے مسلمانوں کو یاس و ناامیدی میں ڈبوئے کا عزم کر چکے ہیں تو یہ تلوار لیجئے۔ ہم دونوں کے سر قلم کر دیجیے تاکہ آنے والے دنوں میں ہم اندلس کو روٹنے لگے اور اس کے اندر اپنی قوم کا خون بہتے نہ دیکھ سکیں۔

ولید کی پلکیں جھپک چکی تھیں، اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس تلوار کو اٹھا لیا اور پھر کپکپاتی آواز میں اس نے کہا۔ خدا کے لیے بتائیے آپ کون ماندر کہاں سے آئے ہیں؟ کیا میں سمجھ لوں اشبیلیہ کے اندر ابھی ایسے مسلمان ہیں اپنی قوم کا درد اور ملت کی غمگساری کا جذبہ رکھتے ہیں۔

اس بار اس نے قبرستان حمیری سنان اور ویران آوازیں کہا۔ ہم دونوں اپنی قدسیت کا دعویٰ اپنی معصومیت کا پرچار نہیں کرتے۔ صرف ملت کا درد ہم دونوں کو اس سرزمین کے جبالے سبوت پکے پاس لے آیا ہے۔ میں گواشبیلیہ میں تھا لیکن میں نے آپ کے ان زخموں کی گہرائی دیکھی ہے جو اپنوں نے آپ کو دیے۔ آپ اندلس کے مسلمان حکمرانوں کی سہل نگاری اور عیش پرستی پر تعجب نہ کیجئے، اس پر افسوس نہ کریں اور اپنے فکر کی لہروں کو بدل کر ان کوتاہیوں کو اپنے احساس کا دھوکہ اور رینگتے خیالوں کا ہجوم جان کر فراموش کر دیجئے۔ آپ ان کے قیاس اور نہی جستجو سے بھی آگے چلے جائیے۔ ایک بار دھاڑ کر فرولندہ کے خلاف اٹھئے، اندلس کی مساجد کے میناروں کی حفاظت کے لیے اپنے آباء کے تعمیر کردہ قلعوں کے برجوں اور کنگروں کی بھاکی خاطر، ہسپانیہ کے چاندی کی طرح چمکتے وکٹش مناظر کی پائیداری کے لیے۔ فرولندہ ایک قہر انگیز ہسم کے ساتھ ایک مدت سے سرگرم عمل ہے۔ قبل اس کے وہ ہماری تہذیب و تاریخ اور ہمارے خوابوں کی طرح وکٹش مناظر کو رسم غلامانہ کے جال میں جکڑ دے۔ پیشتر اس کے وہ ہم پر کڑی رات بن کر نازل ہو آپ ہسپانیہ کے اجالوں کی وسعت کی خاطر آزادی کا نعمہ گاتے ہوئے اٹھئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اگر ہم نے آپس میں اتحاد کر لیا تو ہمارے رب کی تائید غیبی ہمارے ساتھ ہوگی۔ جو کل آپ کے دشمن تھے آپ کے مثل شہد شیریں دوست اور قابل اعتماد رفیق بن جائیں گے اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ ایسے حالات میں اس سرزمین میں ایک بار پھر ان ہی معجزات کا ظہور ہوگا جس کا اظہار طارق بن زیاد نے اپنی کشتیاں جلا کر کیا تھا۔ یاد رکھیے جس طرح باغبان کا بیگا پڑا کھڑے رنگ آلود ہو کر ناکارہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک مجاہد کی تلوار بھی دشمن کے خون کے سامنے نکمی پڑی پڑی رنگ آلود ہو کر ناقص اور خراب ہو جاتی ہے اور دشمن جتنے تک اس کا نام و نشان مٹا دینے کا عزم کر لیتا ہے۔

قاضی معاذ جب سانس اٹنے کو رکے تو غریبہ نے ولید کے ذہن پر ضرب لگایا اور شروع کر دی۔ نثر ازل کے درختوں کی طرح آواں اور ذہن کو جگر جگر کر دینے

معاذ بن ابی قرہ نے خوش طبعی سے کہا۔ یہ غریب ہے۔ صقلیہ کی رہنے والی ہے۔ وہاں یہ راجے خلاف لڑنے والے مسلمان مجاہدوں کے اندر رہ کر زمیہ گیت گاتے ہوئے ان کو حوصلہ بڑھایا کرتی تھی۔ جب صقلیہ کے حالات زیادہ مخدوش ہو گئے تو یہ اس غرض سے اندلس آئی کہ یہاں کے حکمرانوں کو صقلیہ کے مجاہدوں کی مدد پر آمادہ کر سکے گی۔ لیکن اندلس کے پُر از خطر حالات دیکھ کر اس نے یہیں رُک کر اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہی۔ اب یہ میرے ساتھ آپ کو اندلس کے اتحاد پر رضامند کرنے آئی ہے۔ اس کی آواز میں سوز اور بیداری کی چمک ہے۔ اب جب کہ آپ ہمارا کہا مان چکے ہیں، آپ کا لاشعیر عمل کیا ہوگا۔ ولید اپنی جگہ پر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ میں آج ہی یہاں سے اشبیلیہ کی طرف روانہ ہوں گا۔ میں انتظار اور دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ شام ہونے والی ہے آپ کھانا کھالیں اس کے بعد یہاں سے روانگی ہوگی۔

ولید اور عروس اٹھ کر اس کمرے میں آئے جس میں عمونہ بیمار پڑی تھی۔ ولید نے احمد سے کہا۔ احمد! تم ان دونوں مہانوں کا کھانا ان کے کمرے میں پہنچا دو۔ احمد اٹھ کر باہر نکل گیا۔ ولید عمونہ کے پاس آیا وہ ہوش میں تھی اور آنکھیں کھولے ولید کو دیکھ رہی تھی۔ ولید اس پر جھکا اور اجازت طلب کرنے کے انداز میں کہا۔ لوندا! عمونہ! حالات نے مجھے فرولندہ کا مقابلہ کرنے کے لیے اشبیلیہ کی طرف پکارا ہے۔ فرولندہ کی طرف سے ایک بار پھر پورے اندلس کو خطر ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بیمار ہو اور تمہیں یہاں میری سخت ضرورت ہے۔ کیا تم اجازت دیتی ہو کہ میں اندلس کی پکار پر لبیک کہوں۔ قوم نے مجھ سے کچھ امیدیں والبتہ کر رکھی ہیں اور اب ان کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

عمونہ نے ڈبڈبائی آنکھوں اور دم دم آواز میں کہا۔ میرے آقا! آپ تو اشبیلیہ جانے کو کہہ رہے ہیں، خدا کی قسم مذہب و ملت کی خاطر آپ اس سے نا دور جانے کو کہتے تو عمونہ آپ کا راستہ نہ روکتی۔ اپنی ملت اپنے مذہب پر ہیں

قاضی معاذ نے دھک اور کرب میں کہا۔ پہلے آپ یہ بتائیے آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ اگر اب بھی آپ اپنی ضد پر قائم ہیں تو ہم آپ کے شہر میں گناہ مزا پسند کریں گے۔ اگر آپ وقت کے ہرغم اور زخم کو بھول کر اپنی قوم کے لیے ذوق جنگ آوری کا عزم کر چکے ہیں تو یہ اندلس کی خوش قسمتی اور حالات کے درست ہونے کی نایاب طلب ہے۔ قاضی خاموش ہو گئے۔ ولید نے دیکھا غریبہ کی آنکھوں سے ابھی تک اشکوں کے موتی گر رہے تھے پھر ولید نے تھجیر کی لذت میں مدہوش آواز میں کہا۔ آپ مطمئن رہیے۔ میں اندلس کو جلنے نہ دوں گا۔ میں یہاں اپنی قوم کا خون بہتے نہ دیکھ سکوں گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اندلس کے ہر مسلمان حکمران کے ساتھ اتحاد کر کے فرولندہ کے مکروہ عزائم کو ختم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اب بتائیے آپ کون ہیں؟

غریب نے فوراً اپنے آنسو پونچھ لیے اور اس کے سرخ ہونٹوں پر گہری مکرانٹ بکھر گئی تھی۔ قاضی معاذ نے کہا، میں اشبیلیہ کا قاضی معاذ بن ابی قرہ ہوں۔ ولید اور عروس دونوں چونک پڑے۔ ولید نے آگے بڑھ کر قاضی معاذ کے پاؤں پکڑتے ہوئے نہایت انکساری میں کہا۔ میری قوم کے بزرگ! آپ نے فرش پر بیٹھ کر مجھے اور عروس کو گنگار کیا ہے۔ خدا کی قسم آپ اس قابل ہیں کہ آپ پلنگ پر بیٹھیں اور ہم دونوں فرش پر بیٹھ کر آپ کے پاؤں دھوئیں۔

قاضی معاذ نے شفقت سے ولید اور عروس کے شانوں میں ہاتھ پھرتے ہوئے کہا۔ نہیں یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ مجاہد کے خون کا ایک قطرہ ایک عالم دین کی عمر بھر کی سیاسی سے جو وہ استعمال کرتا ہے زیادہ قیمتی اور وزنی ہے۔ ولید نے قاضی معاذ کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ اب آپ دونوں اٹھ کر پلنگ پر بیٹھیے۔ قاضی اور غریبہ دونوں خاموشی سے اٹھے اور پلنگ پر بیٹھ گئے۔

ولید نے غریبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ان کے متعلق آپ نے کچھ نہیں بتایا۔

گیا تھا۔ جبل اشارت کے پاس سے گزرتے ہوئے ولید نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ قاضی معاذ نے فوراً پوچھ لیا۔ آپ رک کیوں گئے؟ ولید نے کوہستان کی ایک چوٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہاں میرے کچھ ہمدرد اور گناہ مجاہد رہتے ہیں۔ میں انہیں اپنی روانگی کی اطلاع کرنے لگا ہوں تاکہ اگر وہ چاہیں تو اس جنگ میں حصہ لے سکیں۔ یہ سب آزاد ہیں اور میں یا عمروں ان کے کسی کام میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ ولید اور عمروں جب اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر پہاڑ پر چڑھنے لگے تو غریبہ نے پوچھا۔ کیا ہم آپ کے ساتھ نہیں آ سکتے؟ ولید نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا ضرور آجائیں۔ قاضی معاذ اور غریبہ بھی ان دونوں کے پیچھے ہو لیے اور چاروں اس چوٹی پر چڑھنے لگے جس کے اوپر کھڑے ہو کر ولید اس لشکر کو پکارتا تھا۔

جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر گئے تو نیچے دامن میں انہیں ایک پرسوز اور خوش الحان آواز سنائی۔ شاید کوئی پہریدار جاگ کر قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔ ولید عمروں قاضی معاذ اور غریبہ اپنے گھوڑوں پر سوار خاموشی سے تلاوت سننے لگے جس کا ترجمہ یوں بنتا تھا۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں۔ پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں۔ پھر اس وقت دشمنوں کی محبت میں جاگتے ہیں۔ بیشک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کیے جائیں گے۔ جتنے مڑے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے گا جو کچھ دلوں میں ہے۔

بیشک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔ جب تلاوت کرنے والے کی سحر خیز آواز بند ہوئی تو وہ چاروں ایک وجہ سے لگے پھر ولید نے زور سے پکارتے ہوئے کہا۔ میرے بھائیو! میرے عزیزو! مجھے سنو!

ہزار بار قربان ہونے کو تیار ہو سکتی ہوں۔ آپ اہل اشبیلیہ کی مدد کو ضرور جاییے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ولید کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ عمروں کے ساتھ وہ بھی وہاں سے ہٹ گیا۔ دونوں نے اپنے جنگی لباس پہنے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر باہر نکل گئے تھے۔

عشاء کے قریب ولید اور عمروں لوٹے اور دیوان خانے میں داخل ہوئے اندر قاضی معاذ بن ابی قرہ اور غریبہ عشاء کی نماز کے بعد دعا مانگ رہے تھے۔ ولید اور عمروں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب انہوں نے دعا ختم کی تو ولید نے کہا۔ کیا آپ یہاں سے کوچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میرا لشکر شہر سے باہر تیار کھڑا ہے۔ میں صرف آپ دونوں کو لینے آیا ہوں۔ اگر آپ دونوں تھکاوٹ کے باعث گھوڑے کی پیٹھ پر سفر نہ کر سکتے ہوں تو کبھی کا انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ میں رات ہی رات اس لیے یہاں سے کوچ کر رہا ہوں کہ دشمن کو ہماری روانگی کی خبر نہ ہو۔ غریبہ نے اطمینان بخش لہجے میں کہا۔ آپ ہماری تھکاوٹ کا خیال نہ کیجئے۔ آپ اور آپ کے لشکر کے ہمراہ تو حشر کے میدان تک ہم گھوڑے کی نگلی پیٹھ پر سفر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ قاضی معاذ اور غریبہ اصطبل کی طرف چلے گئے جہاں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

ولید اور عمروں پھر اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں عمو نہ تھی۔ انہوں نے دیکھا عمو نہ کھڑی نیند سوئی ہوئی تھی۔ سارہ اور احمد اس کے پاس بیٹھے جاگ رہے تھے۔ ولید اور عمروں نے ان دونوں کو الوداع کہا۔ سوہیلی کے صحن میں آکر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ معاذ اور غریبہ بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر اصطبل سے صحن میں آئے گئے اور چاروں سوہیلی سے باہر نکل گئے تھے۔

ناطور کو لشکر کا ایک حصہ دے کر عرہ اور سوہیل کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا اور باقی لشکر ولید اور عمروں کے ساتھ کوچ کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ ناطور بن بدر نے انہیں الوداع کہا اور ولید کی سرکردگی میں لشکر کوچ کر

یہ ولید بن ہشام ہوں میرے ساتھ عروس بن جندل ہے۔ سنو! بلیت نے ایک بار پھر ہمیں پکارا ہے۔ ہپانیہ کی سلامتی نے پھر ہمیں آواز دی ہے۔ کیا اس پکار اور آواز پر تم ہمارے ساتھ لبیک کہتے ہو۔ ہمارا رخ اشبیلیہ کی طرف ہے جہاں فرولندہ کی صورت میں خطرات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

جواب میں ایک آواز سنائی دی جسے ولید پہچان گیا۔ وہ اس پر اسرار لشکر کے نائب سالار کی آواز تھی۔ اس نے ولید کی پکار کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا: یا میرا ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کوچ کیجیے۔ آپ کے پیچھے پیچھے ہم بھی اشبیلیہ کا رخ کرتے ہیں۔ ہپانیہ کی آواز ہماری ماں کی آواز ہے اور اپنی ماں کی پکار کو کون فراموش کر سکتا ہے۔ جب اس نائب سالار کی آواز آنا بند ہوئی تو ولید اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیچے اُترا اور رات کی تاریکی میں وہ اشبیلیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



فرولندہ کے دونوں استقف الویتوس اور دونو جویتہ کی لاش تلاش کرنے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے اور خراج کی رقم وصول کرنے آئے تھے کئی روز تک تگ دو کرتے رہے۔ اس دوران وہ بیستہ کی لاش کو تلاش نہ کر سکے تاہم انہوں نے یہ اندازہ بخوبی لگایا تھا کہ معتضد کی امداد کے لیے باہر سے آنے والے عربوں اور بربروں کی تعداد ایسی نہیں ہے کہ وہ فرولندہ کا راستہ روک سکیں۔ انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ معتضد کے لشکر اور باہر سے آنے والوں کو اگر یک جا کیا جائے تو وہ فرولندہ کے لشکر کا ساتواں حصہ بھی نہ بنتے تھے۔ لہذا وہ معتضد سے خراج کی رقم وصول کر کے فوراً فرولندہ کے اس جانا چاہتے تھے جو ابھی تک سرحد پر خیمہ زن تھا تاکہ اسے مسلمانوں کی عسکری قوت کی اصلیت سے آگاہ کر سکیں۔ تاہم انہیں بیستہ کی لاش نہ ملنے کا تاں ساف اور دکھ ضرور تھا۔

ایک روز الویتوس کلیسا کے ایک کمرے میں تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ محقق اردونو اور دوسرے پادری کلیسا کے عبادت کے کمرے میں تھے ایک نہایت بوڑھا اور ضعیف آدمی کلیسا میں داخل ہوا۔ اس کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی۔ اس کی کمرنگی ہوئی تھی اور وہ لامٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ وہ بوڑھا اس کمرے میں آیا جس کی الویتوس بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا اندر گیا اور الویتوس سے کہا میں اشبیلیہ کے شہر قی کلیسا کا

پادری ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ شہیدہ ریتہ کی لاش نہیں ڈھونڈ سکے لیکن میں نہیں چاہتا کہ آپ خالی ہاتھ جائیں۔ آپ یہاں سے جاتی دفعہ سینٹ عیسیدور کی لاش لے جائیں۔ یہ بھی آپ کے لیے مبارک ہوں گی اور ریتہ کی لاش نہ ملنے پر فرولندہ کو جو افسوس ہوگا۔ عیسیدور کی لاش ملنے سے جاتا رہے گا۔ کیونکہ مبارک سینٹ عیسیدور کی عظمت سے آگاہ ہیں۔ الویتوس نے کہا لیکن ہمیں یہ کیسے خبر ہوگا سینٹ عیسیدور کی قبر کہاں ہے۔

بوڑھے نے زمین پر لاکھڑی مارتے ہوئے کہا۔ آپ میرے ساتھ آئیے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ الویتوس اٹھ کر اس بوڑھے کے ساتھ ہولیا۔ دونوں کلیسا سے ملحقہ قبرستان میں آئے۔ قبرستان میں دو دروازے تک پتھر کی صلیبیں کھڑی تھیں۔ اس بوڑھے نے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سینٹ عیسیدور کی قبر ہے۔ میرے علاوہ یہاں کے اور بہت سے پادری بھی سینٹ عیسیدور کی اس قبر سے واقف ہیں۔

وہ بوڑھا پادری قبر کی نشاندہی کر کے واپس چلا گیا۔ جب کہ الویتوس کلیساں آگیا۔ سینٹ عیسیدور اصل میں ۱۶۲۶ء کو ایشیلیہ میں فوت ہوا تھا۔ یہ ان بزرگ پادریوں میں شامل تھا جو کسی عابد یا بزرگ مسیحی کے مرنے پر فیصلہ کرتے تھے کہ ان میں سے کسے سینٹ اور ولی کا رتبہ دیا جائے۔ یہ وہی عیسیدور ہے جس کے نام کا کلیسا قشتالیہ شہر سے باہر تھا جہاں پادریوں نے عموماً پر اسلام قبول کرنے کے خلاف مقدمہ چلایا تھا۔

اسی رات اسقف الویتوس نے اسقف اردونو اور اپنے دوسرے ساتھی پادریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا۔ میرے بھائیو! ظاہر ہے جیت تک خداوند کی رحمت شامل حال نہ ہوگی ہم اس دشوار گزار کام کی مصیبتیں اٹھانا نہ کام واپس لوٹیں گے پس ہمیں اپنے خدا سے دعا کرنے کی خاطر تین دن تک نماز اور روزوں میں مصروف رہنا چاہیے اور خدا سے التجا کرنی چاہیے کہ وہ شہیدہ ریتہ کی قبر کو ہم پر ظاہر کر دے۔ سب نے مل کر تین روز لگانا عبادت کی اور روزے رکھے۔ اس دوران میں اسقف الویتوس

خت بیمار ہو گیا۔ تین روز کی دعا کے بعد بیمار۔ الویتوس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ بھائیو! ہم جان و دل سے خدا کے شکر گزار ہیں جس نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی ہے کہ ہمارا سیفر رائیگاں نہ جائے گا۔ شاید خدا کی رضا نہیں کہ ہم ریتہ کی ہڈیاں یہاں لے لے جائیں لیکن مشیت نے رات خواب میں مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ تم ایک ایسا نیکو شخص ہو جو اپنے ملک لے کر جاؤ جو کسی طرح شہیدہ ریتہ سے رتبہ اور فضیلت میں کم نہیں ہے۔ اور یہ مبارک تحفہ مقدس عیسیدور کا جسد ہے وہی عیسیدور جس کے سر پر کتبھی ایشیلیہ میں اسقف کا تاج رکھا گیا تھا اور جس نے اپنے اعمال سے تمام ہسپانیہ کو عزت بخشی تھی۔

میرے بھائیو! میں نے چاہا تھا کہ تمام شب بیدار رہ کر عبادت کرتا رہوں۔ لیکن بیمار تھا اس لیے نیند نے مجھ پر غلبہ کر لیا اور میں سو گیا۔ حالت خواب میں ایک نورانی اور اسقف کا لباس پہنے میرے سامنے آئی اور مجھے کہتے لگی کہ مجھے معلوم ہے کہ اور تیرے ساتھی کس غرض سے اس شہر میں آئے ہیں۔ چونکہ خدا کی مرضی نہیں ہے کہ یہ شہر ریتہ کی ہڈیوں کی برکت سے محروم ہو اس لیے خدا نے میرا جسد تم لوگوں کو غایت فرمایا ہے۔ جب اس بزرگ نے یہ بات کہی تو میں نے پوچھا۔ آپ کون ہیں جو یہ باتیں کرتے ہیں۔ تب اس نے جواب دیا کہ میں سینٹ عیسیدور ہوں۔ آقا کہہ کر وہ صورت غائب ہو گئی۔ میں فوراً بیدار ہو گیا اور جانتے میں دعا کی کہ اگر یہ خواب خداوند کی طرف سے ہے تو وہ یہ خواب تین بار مجھے دکھائے گا۔

اسقف الویتوس چند لمحوں کو دھکا پھر بڑی ٹیٹی زبان میں اپنی فرضی داستان کہنا چلا گیا۔ تو صاحبزادہ دومر تہ اور مجھے وہ خواب نظر آیا اور دونوں مرتبہ اس نورانی بزرگ نے وہی الفاظ کہے جو پہلی بار کہے گئے تھے۔ تیسری مرتبہ کے خواب میں اس نے اس بزرگ کی طرف اشارہ کیا جہاں اس کا جسد ہے۔ کلیسا سے ملحقہ قبرستان میں تین بار اس نے اپنا جسد ایک قبر پر مارتے ہوئے کہا۔ یہاں! یہاں! یہاں! مجھے میرا جسد ملے گا۔ تو بھائیو! یہ ہے میرا خواب جو میں نے تم سے کہہ دیا۔ اب دُعا کر اس جسد کو نکالیں

اور مسلمانوں سے خراج وصول کر کے واپس چلیں۔ فرزند بڑی بے چینی سے ہمارا انتظار رہا ہوگا۔ سب نے مل کر طے کیا کہ اگلے روز معتضد سے بلا جائے اور اس سے اجازت لے لی جائے کہ ہم سیتہ کے بجائے عیسیدور کا جسد نکال لے جانا چاہتے ہیں۔



سرمہ کا موسم اپنے زوروں پر آگیا تھا۔ معتضد اپنی خواب گاہ میں آتش دان کے قریب اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پریشان تھا، اسے فکر تھی کہ فرزند کہیں اچانک ہی اس پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ اسے اس انتظار کی بے چینی تھی جو وہ دن رات قاضی معاذ بن ابی قرہ کا کر رہا تھا۔ آتش دان میں جلتی آگ پر ہاتھ پھیلائے معتضد پریشان خیالوں میں کھڑا ہوا تھا کہ خواب گاہ کے دروازے پر دستک ہوئی معتضد نے بکھری بکھری آواز میں پوچھا کون ہے۔ باہر سے سردی میں کپکپاتی آواز آئی میں قاضی معاذ بن ابی قرہ ہوں۔ معتضد چونک کر کھڑا ہو گیا اور مودب لہجے میں کہا۔ میرے بزرگ! آپ کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ دستک دیئے بغیر اندر آ سکتے ہیں۔

قاضی معاذ اندر داخل ہوئے۔ معتضد نے آگے بڑھ کر ان سے مصافحہ کیا اور بے چین لہجے میں پوچھا۔ آپ کس وقت آئے ہیں۔ قاضی معاذ نے کہا۔ میں سیدھا آپ کی طرف آیا ہوں ابھی اپنے گھر بھی نہیں گیا۔ معتضد نے پریشان ہو کر پوچھا۔ آپ اکیلے آئے ہیں آپ کے ساتھ غریب بھی گئی تھی۔ قاضی معاذ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ پاکیزہ اور نیک دل لڑکی ولید کے لشکر میں ہی رہ گئی ہے۔ وہ ولید کے لشکر میں طبیبوں کے گروہ میں شامل ہو گئی ہے اور جنگ کی صورت میں وہ سپاہیوں کی مرہم بٹھی کے علاوہ ان کے زخموں کی دیکھ بھال بھی کرے گی۔ وہ کہہ رہی تھی جو کام وہ عقیلیہ میں نہ کر سکی وہ اندلس میں سر انجام دے گی۔

معتضد نے مایوس آواز میں کہا، تو اس کا مطلب ہے ولید نے پھر ہماری مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسے اطمینان دلانے ہوئے قاضی معاذ نے کہا۔ آپ پریشان نہ ہوں، میں اُسے اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ وہ اشبیلیہ شہر کے شمال مشرق

میں یہاں سے پانچ میل دور پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک وادی میں شاہ بلوط کے درختوں کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں اس کے لشکر کو جلانے کے لیے کافی لکڑی میسر ہو سکتی ہے۔ میں نے اسے کہا تھا میرے ساتھ اشبیلیہ چلو۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر مجھے مطمئن کر دیا تھا کہ میرا اشبیلیہ کی طرف آنا راز میں رہنے دیجئے۔ میں ابھی لوگوں کے سامنے نہ آؤں گا۔ اس طرح فرزند کو خبر ہو جائیگی اور وہ محتاط ہو جائے گا۔ آپ کے لیے اس نے کہا تھا۔ اشبیلیہ کے حکمران کہیں اس وادی میں اگر مجھ سے مل لیں۔ اگر وہ یہاں آنا اپنی توہین اور بے عزتی خیال کریں تو اپنے قصر میں بیٹھ کر جو حکم وہ دیں گے میں ان پر عمل کروں گا۔ وہ کہہ رہا تھا اشبیلیہ کے حکمران کے سامنے میری حیثیت ان کے ایک ادنیٰ سالار کی سی ہوگی۔ معتضد نے چلا کر کہا۔ نہیں، نہیں، یہ اس کی انکساری ہے۔ میں اسے اپنے فرزند کا سارے اور پیاروں کا۔ میں اس پر ثابت کروں گا۔ عرب کیسا ہی جھوٹا اور شترکینہ کیوں نہ رکھتا ہو وہ مہمان نوازی میں اپنی مثل نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم میں خود اس کے پاس جاؤں گا۔ اگر وہ کہے تو میں پیدل چل کر بھی اس کے پاس جانے کو تیار ہوں آپ میرے ساتھ اصطبل میں آئیے آج میں خود اپنے گھوڑے پر زین کس کر سوار ہوں گا۔ آج میں ثابت کرنا چاہتا ہوں عرب کیسا ہی بوڑھا اور ناکارہ کیوں نہ ہو گیا ہو وہ لڑائی کے فن نہیں بھولتا۔ تلوار اس کی ساتھی ہے اور ساتھی ہی رہتی ہے۔ معتضد نے پہلے اپنے آپ کو تلوار، زہر اور خود سے مرصع کیا وہ پھر وہ قاضی معاذ کے ساتھ اصطبل کی طرف چلا گیا تھا۔

اصطبل کے سائیسوں نے جب معتضد کو اپنے گھوڑے پر زین ڈالتے دیکھا تو وہ گھبرا کر آگے بڑھے اور گھوڑے پر زین کسنا چاہی لیکن معتضد نے انہیں ڈانٹ کر پیچھے ہٹا دیا۔ معتضد اس وقت اشبیلیہ کا حکمران نہیں ایک مہجر انشین عرب اور بدو لگ رہا تھا۔ ہر وقت شراب اور علم نجوم سے دل بہلاتے والا وہ معتضد اور طائفوں کے گروہ میں مسندوں پر بٹھنے والا حکمران اس وقت رسی سے زہر ملا تھا۔

ایک معمولی چھڑی سے صیقل کی ہوئی تلوار اور خوشگوار جھونکے سے طوفان کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہ قاضی معاذ بن ابی قرہ کے ساتھ اشبیلیہ شہر سے باہر نکل گیا تھا۔ اس موقع پر وہ اپنے محافظ دستہ کو فراموش کر کے اپنی حفاظت کے سارے انتظامات کو بھول چکا تھا۔

عشاء کی نماز سے تھوڑی دیر قبل مقتصد اور قاضی معاذ بن ابی قرہ کو ہستانی سلسلے میں داخل ہوئے جس کے اندر ولید خیمہ زن تھا۔ چاند اس وقت سر پر چمک رہا تھا اور قطار در قطار کھڑے شاہ بلوط کے گھنے درخت ان عرب دوشیزاؤں کا نقشہ پیش کر رہے تھے۔ جو پہاڑی چشموں سے پانی بھرنے کے بعد چاند رات میں اپنے گھروں کو لوٹتی ہیں۔

چاندنی رات میں مقتصد اور قاضی معاذ بن ابی قرہ جب اس پہاڑی سلسلے پر چڑھنے لگے جس کے دوسری جانب وادی کے اندر ولید اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا۔ اچانک رات کی سائیں سائیں کے اندر ایک گونجاؤ آواز کو ہستانی فضاؤں کا سینہ جرتی ہوئی نکل گئی۔ ٹھہرو! تم دونوں کون ہو؟ پھر ایک ساتھ کئی سنسناتے تیران گئے دایں بائیں آکر زمین میں پیوست ہو گئے۔ پھر ایک اور آواز جس میں ایک تنگم آواز بیداری کا گہرا احساس تھا گہری بازگشت کے ساتھ فضاؤں کے اندر گونج گئی۔ جہاں ہو اپنے گھوڑوں کو وہیں روک لو۔ ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو چھلنی کر دیئے جاوے۔

مقتصد اور قاضی معاذ رک گئے اور اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہو گئے اتنے میں پتھروں کی اوٹ سے کئی جوان پھلانگتے ہوئے نکلے اور ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے۔ اچانک ان جوانوں میں سے ایک جو، اُن کا سالار تھا قاضی معاذ کو پہچان گیا اور بڑی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ مجھے افسوس ہے آپ کو زحمت ہوئی۔ ہم نے رات کے وقت آپ کو پہچانا نہ تھا۔ اس لیے اپنا فرض ادا کرنے پر مجبور تھے۔

مقتصد نے تجسس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ لوگ اپنے لشکر کی

حفاظت میں پہرہ دے رہے ہیں۔ اس سالار نے کہا۔ ہمارا لشکر جہاں بھی پڑاؤ کرتا ہے اس کے ارد گرد ایک میل کا علاقہ ہماری نگاہ میں ہوتا ہے۔ اس طرح ہم پر کوئی شیخون مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مقتصد نے پھر پوچھا۔ تمہارے سالار ولید بن ہشام اس وقت کہاں ہیں۔ اس محافظ نے کہا۔ امیر اس وقت اپنے خیمے میں نقشہ بنا کر اپنے جرنیلوں کو آئندہ جنگ کے لائحہ عمل سے آگاہ کر رہے ہیں۔ آپ بے دھڑک آگے بڑھ جائیے۔ مقتصد اور قاضی معاذ دوبارہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ گئے۔

ایک میل اور آگے جا کر تدریجی نشیب شروع ہو گئی تھی اور بلوط کے درخت اور گھنے ہو گئے تھے۔ جب وہ وادی میں اترے تو انہوں نے دیکھا سامنے دور دور تک خیمے نصب تھے۔ ایک دم وہ رک گئے اور کوئی آواز سننے کی کوشش کرنے لگے۔ کوئی گارہا تھا۔ برابری کی ہم آہنگی میں اس کی آواز فضاؤں کا سینہ چیر کر دلوں میں اتر رہی تھی۔ مقتصد نے قاضی معاذ سے کہا۔ کیسی پرسوز آواز اور کیسا دل کش گیت ہے۔ میں اسے بغیر آگے نہ بڑھوں گا۔ انہوں نے دیکھا اُن کے قریب ہی ایک ٹیلے کے نیچے شاہ بلوط تلے کوئی بیٹھا گا رہا تھا۔ آواز ایسی تھی گویا فضاؤں میں جذبوں اور ولولوں کا ایک طوفان کھڑا کر دے گی۔ اس کے الفاظ کچھ ایسے مفہوم کے ساتھ فضاؤں کے اندر بکھر رہے تھے۔

ہم آدمیت کا گیت ہیں۔ ہم چاندنی رات میں محبوبہ کی دیوار کے قریب گیت نہیں گاتے۔ ہم وہ سرفروش ہیں جنہوں نے اپنی محنت پسینے کی کرامات سے اپنی سرزمین کی حفاظت کا عہد کر رکھا ہے۔ ہم کسی غیر کے بنائے ہوئے قانون کے سامنے نہیں جھکتے۔ جب استعماری قوت رکھنے والے ہمارے دشمن ہمارے سامنے بھانٹے رکھوں کی حالت میں ہوں گے تو ہماری ہر سانس سے نئی زندگی کی خوشبو پھیلے گی۔

اے ہمارے دشمنو! جان لو جس روز ہم تم پر حملہ آور ہوں اس روز تم پر آسمان غرائے گا، بادل دھاڑیں گے۔ اس روز ہم پر اپنے رب کی رحمت کے جگمگاتے ستارے یوں اتریں گے جیسے پھولوں پر آسمان سے شبنم اُترتی ہے۔ سنو دشمنو! ہم تمہاری ہوس خام اور سوئے تمام کو زخم خوردہ طائر کی مانند مجروح و مفلوج کر دیں گے۔ یاد رکھو ہمارے مجاہد ایسے ہیں جو مسکراتے ہوئے سائبان کی طرح اُفتق پر پھیل جائیں گے۔ وہ ایسے جوان ہیں جو اپنے سخت ہاتھوں میں تلواریں تھام کر تقدیر کے لب کو جنبش دیتے ہیں۔ بلند پہاڑوں کو سرنگوں کرتے ہیں اور آندھیوں پر سوار ہو کر۔۔۔۔۔

گمانے والا چند لمحوں کے لیے رُک گیا۔ اُس کے منہوں سے رستے الفاظ نے تصورات کا جمود توڑ کر رات کی سائیں سائیں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس کی آواز پھر بلند ہوئی۔

سنو! میرے ساتھیو! سنو! ہمارے لشکر کے باجہوت فرزندو! ہم ہر عہد کے ہم عصر ہیں۔ سنو! اسلام کے فرزندو! ایمان اور جذبے کے پلنے سے حیرت انگیز معجزات ظہور میں آئیں گے اور وہ وقت قریب ہے جب ہم اپنے نقطہ عروج پر آئیں گے۔ آج رات تیری شب تاب جوانی کی قسم۔ ہمارے مانوس تنفس کی صدا ایک روز پورے ہسپانیہ میں گونجے گی۔ اس روز مسلم قوم متحد ہوگی اور ہمارے عدو اس روز اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے لیے نہی پناہ گاہیں تلاش کر رہے ہوں گے لیکن ہم انہیں معاف نہیں کریں گے کہ انہیں اپنے ظلم کا حساب چکانا ہو گا۔

مقتصد نے اپنی بھینگی آنکھیں صاف کرتے ہوئے قاضی معاذ بن ابی قرہ سے کہا۔ اس گانے والے کی آواز میں سحر مزامیری ہے۔ میں نے اپنے قصر کے اندر

ان گنت گانے والوں کو نہا پر قسم رب عظیم کی ان میں کسی کی آواز میں ایسا سوز ساز نہ تھا۔ کیا آپ جانتے ہیں یہ گانے والا کون ہے جس کی آواز نے دیرانوں اور غیر کا کو ہتانوں کو تروتازہ اور نر بہت گاہ بنا دیا ہے۔ اس کے نغمہ جولاں میں ایک مقصد اس کے الفاظ میں ایک آدش اور اس کی آواز کے زیر و بم الحان میں تیز تلوار کی سوز و اثری ہے۔ ایسے شخص کو دیکھ لینا بھی ایک سعادت ہے۔

قاضی معاذ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا۔ آئیے اب آگے بڑھیں یہ گانے والا ولید بن ہشام کے لشکر کا مغنی ابو زید ہے۔ یہ صرف گانے والا ہی نہیں ایک سپاہی بھی ہے۔ امن میں اس کے ہاتھ میں بربط ہوتا ہے اور جنگ کے دوران کے دوران یہ تلوار تھام کر دوسرے سپاہیوں کی طرح جنگ کرتا ہے۔ میں اسے پہلے بھی کئی بار سن چکا ہوں۔ ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ راستے میں جہاں جہاں پڑاؤ کیا یہ مغنی شام کے کھانے کے بعد اکثر گاہ اپنے لشکر کا دل بہلایا کرتا تھا۔ اس کی آواز میں ایک سحر ہے شاید یہ بات آپ کے لیے تعجب کا باعث ہو کہ ولید بن ہشام کا یہ مغنی جس کا نام ابو زید ہے حافظ قرآن ہے اور اس کے لشکر کا قاری بھی یہی ابو زید ہے۔ ابھی تو آپ نے اس کا رزمیہ گیت ہی سنا ہے اگر آپ اسے تلاوت کرتے سنیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے چاند ستارے شبنم بن کر پھولوں پر نزول کرنے لگے ہوں۔

وہ جب آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا بلوط کے ایک لمبے اور گھنے درخت تلے ابو زید بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے موٹی اون کا ایک معمولی کبل اور رکھا تھا۔ اس کا بربط اس کے پاس پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور اس نے اپنے سر کی ٹیک درخت سے لگا رکھی تھی۔ اس نے سامنے آن گنت سپاہی بیٹھے ہوئے تھے جنہوں نے اس کے سامنے آگ کا لاؤ روشن کر رکھا تھا۔ قاضی معاذ کو دیکھ کر لشکر کے سپاہی احتزائاً کھڑے ہو گئے۔ ابو زید نے فوراً آنکھیں کھولیں اور ایک دم اپنی جگہ پر کھڑے ہونے پر اس نے قاضی معاذ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ آپ!

قاضی معاذ نے رقت انگیز آواز میں کہا۔ آپ لوگوں کا کھڑا ہونا میرے لیے

باعث تکلیف ہے۔ آپ لوگ مجھ بوڑھے سے کہیں بہتر اور افضل ہیں جو اسلام کے شہنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ سب سپاہی بیٹھ گئے۔ معتمد گھوڑے سے اُترا اور آگے بڑھ کر ابو زید سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اشبیلیہ کا حکمران معتمد ہوں۔ آپ کی آواز نے ہمیں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ آپ کی آواز میں ایک نئی داستان طرازی کے علاوہ عصیر لکڑ کی سی رس داری اور لوبان و صندل جیسی خوشبو ہے۔ کیا آپ اپنی موجودہ حالت پر خوش اور مطمئن ہیں۔

ابو زید نے بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میرے لیے یہ امر باعث صد تکریم ہے کہ میں آقا ولید کے لشکر کا ایک معمولی اور ادنیٰ سپاہی ہوں۔ معتمد نے دوبارہ اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ میں پھر آپ سے ملوں گا۔ معتمد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور قاضی معاذ کی رہبری میں آگے بڑھ گیا تھا۔

لشکر گاہ میں جگہ جگہ آگ کے الاؤ روشن تھے اور دھوئیں کے مغزلے آسمان کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ ایک خیمے کے سامنے قاضی معاذ رُک گئے۔ وہ خیمہ ولید اور عمروں کا تھا۔ کافی بڑا اور چمڑے کا خیمہ تھا۔ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر اس خیمے میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا پورے خیمے کے اندر ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ایک طرف چٹائی پر ولید اور عمروں کے بستر لگے ہوئے تھے جب کہ دائیں طرف ولید کے سامنے عمروں کے علاوہ کئی دوسرے جرنیل بھی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ چٹائی پر کولہ سے نقشہ بنا کر آئندہ جنگ کے لیے لائحہ عمل سے انہیں آگاہ کر رہا تھا۔

قاضی معاذ اور معتمد کو دیکھتے ہی ولید اور اس کے سارے جرنیل اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ قاضی معاذ نے سب کا تعارف کرایا اور پھر معتمد نے آگے بڑھ کر بڑی گرم جوشی کے ساتھ سب سے مصافحہ کیا۔ ولید نے معتمد کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی انکساری سے کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ اس خیمے میں آپ کو بیٹھنے کا وہ سامان مہیا نہ ہو سکے گا جو آپ کو اشبیلیہ کے قصر میں میسر ہے۔ معتمد نے بے دھڑک چٹائی پر بیٹھنے پر کہا۔ خدا کی قسم! ایک عرب اور بدو کا اصل مقام تو اس کا خیمہ اور چٹائی ہی ہے۔

آپ خوش قسمت ہیں جو اپنے آباء کی روایت کو نہیں بھولے۔ ہماری طرف دیکھیے۔ ہم جو اپنے اجداد کی روایات کو فراموش کر کے وقتی عیاشیوں میں کھو گئے ہیں ذلت اور بے ہودہ سامانی کا شکار ہو گئے ہیں۔

ولید، عمروں اور دوسرے جرنیل، معتمد کی باتوں سے کافی مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سب معتمد اور قاضی معاذ کے سامنے چٹائی پر بیٹھ گئے۔ معتمد نے پھر گلوگیر آواز میں کہا۔ میں اشبیلیہ کے حکمران کی حیثیت سے نہیں ایک دیوڑھ گرا اور بھکاری بن کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ ولید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ آپ ہمارے بزرگ اور بڑے ہیں۔ آپ کا ہر اشارہ ہمارے لیے حکم ہو گا۔ آپ دیکھیں گے۔ جب تک ہمارے خون میں گردش اور جسم میں حرارت ہے ہم آپ کو فرولندہ کے سامنے تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم ہر اس ظلم، اس طوفان اور اس آشوب کا مقابلہ کریں گے جو اندلس کے اندر مسلم قوم کے لیے خطرے کا باعث ہو۔ قسم ہے مجھے غارِ حرا کی اس مہتی کی جس نے دنیا کو حکمتوں کا گہوارہ بنایا۔ اس سرزمین میں انحضرت سے قبل ہر اس اور مرید سے جلیقیہ تک پھر اللہ کے نام کی گونج بلند کریں گے۔ یاد رکھیے ہم ایک ہی سلسلہ اور ایک ہی زنجیر کی مضبوط کڑیاں ہیں۔ تاریخ کے ماتھے پر فرولندہ کے ظلم کی جو داستانیں ہیں ہم انہیں مٹا کر اس سرزمین کو مسلم قوم کے لیے عروسِ آسمان بنادیں گے۔ اگر ہم اپنے رب کی اطاعت کرتے ہوئے متحد ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری ننگی تلواروں کے سامنے فرولندہ ویرانوں اور بیابانوں میں اپنے آپ کو اس کائنات کی حقیر ترین شے سمجھنے لگے گا۔ اس نے آج تک ہمارے نفاق اور انتشار سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ اس کی ساری کامیابیوں کا راز ہماری اپنی بے حسی، مذہب سے دوری اور خدا و رسول کی اطاعت سے گریز ہے۔ اگر ہم اپنے مذہب کے پابندہ کر رزم گاہ میں اُتریں تو قسم مجھے اپنے عظیم رب کی فرولندہ اندلس کے اندر اپنے لیے کوئی پناہ گاہ تک تلاش نہ کر سکے گا۔ اندلس کے اندر آج تک قدرت ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز کرتی رہی ہے۔ اب بھی اگر ہم

بیدار نہ ہونے اور اپنے رب کی اطاعت میں اتحاد نہ کیا تو یاد رکھیے بیدار و مہربان قدرت
بارہا کسی قوم کی خود فراموشیوں کو نظر انداز کرنے کے بعد ایک عذاب کی صورت میں اس
پر نازل ہوتی ہے اور ایسی قوم کی سطوت و عظمت کے ایوان کھنڈرات میں تبدیل
ہو کر مٹ جاتے ہیں۔

ولید جب خاموش ہوا تو معتضد نے کہا۔ فردلندہ نے ہمارے پاس خراج وصول
کرنے اور اپنی ایک عورت یتیم کی لاش تلاش کرنے کے لیے اپنے دو استفسار شہلیہ
بیٹھے ہیں وہ اس وقت یتیم کی لاش تلاش کرنے میں مصروف ہیں آپ ہماری راہنمائی کیجئے
کہ ہمیں ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ولید نے ہلکے ہلکے مسکراتے ہوئے کہا۔
قاضی معاذ مجھے ان تمام حالات سے پہلے ہی آگاہ کر چکے ہیں۔ جب وہ دونوں استفسار
یتیم کی لاش ڈھونڈ لیں اور واپس جانے کے لیے آپ سے خراج کی رقم طلب کریں۔ تو
آپ یتیم کی لاش کی قیمت خراج کی رقم سے دگنی طلب کریں۔ انہیں کہیں یہ لاش
ہمارے شہر میں دفن تھی اور ایسی لاش جو ہمارے لیے متبرک ہو ہم کیونکر بے قیمت تھام
سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے اس کے نتیجے میں فردلندہ برا فروختہ ہو کر آپ پر حملہ
آور ہوگا۔ آپ اشبیلیہ سے بیس میل شمال میں اس کا راستہ روکیں۔ آپ بے فکر رہیں گے
ہم آپ کے دائیں بائیں گھات میں رہ کر آپ کے ساتھ ہی ہوں گے اور فردلندہ آپ
کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ مجھے خبر ہوئی ہے کہ قرطبہ، غرناطہ، مالقہ اور دیگر مسلمان
حکمران آپ سے تعاون کر رہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو پھر لکھ رکھیے کہ فردلندہ عنقریب اپنی
تقدیر کے بدترین اور ذلت آمیز نوشتے پڑھ رہا ہوگا۔ ہم اس پر ثابت کریں گے کہ اگر وہ
جنگ کی تیاری کو تیار رہا ہے تو ہم نے بھی یہ حیات رائیگاں نہیں گزار دی۔

ولید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ جیسے کے دروازے پر زہیر نمودار ہوا۔ وہی
زہیر جس کا تعلق پراسرار شکر سے تھا اور جو اکثر ولید کے پاس آتا رہتا تھا۔ زہیر کو دیکھتے ہی
ولید کھڑ ہو گیا اور فکر مند آواز میں پوچھا۔ 'آؤ، اندر آ جاؤ، تم خیریت سے تو آئے ہو
نا؟ زہیر نے اپنی جگہ پر کھڑے ہی کھڑے کہا۔ نہیں میرے آقا! میں بیٹھوں گا نہیں مجھے

انفس ہے میں آپ کی باتوں میں دخل انداز نہ ہوا۔ میں صرف یہ اطلاع کرنے آیا ہوں
کہ ہمارا لشکر یہاں سے دو میل شمال میں اسی کوہستانی سلسلے کی ایک وادی کے اندر
خیمہ زن ہو چکا ہے۔ ہمارے امیر نے مجھے اپنے لشکر کی اطلاع آپ کو کرنے کے لیے بھیجا
ہے۔ اب میں واپس جاؤں گا۔ ہمارے امیر نے کہا تھا آقا سے کہنا اگر وہ اس جنگ
میں ہمیں کسی مخصوص محاذ پر متعین کرنا چاہیں تو یہ بھی ہماری ایک سعادت ہوگی۔

ولید نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اپنے آقا سے میرا سلام کہنا۔ اسے کہنا
جنگ میں وہ پوری طرح آزاد ہے اور جس طرف سے چاہے وہ دشمن پر حملہ آور ہو سکتا
ہے۔ اسے یہ بھی کہنا اس کو اپنے لشکر کے لیے جس قدر غلہ و روغن درکار ہوگا ہم اسے
ہٹا کر دیں گے۔ زہیر واپس چلا گیا ولید دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔

معتضد نے بڑی جستجو سے ولید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ شیخ کون تھا او
یہ کس لشکر کی آمد کی اطلاع کرنے آیا ہے۔ ولید نے کہا۔ یہ گمنام مجاہدوں کا ایک پراسرار
لشکر ہے۔ یہ لوگ جبل اشارات کی وادیوں میں رہتے ہیں اور ہر جنگ میں ہماری مدد
کرتے ہیں۔ ان کا سالار اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرتا اور کسی خاص وقت تک وہ اپنے
آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ نہ جانے اس میں اس کی کیا منفعت ہے۔ یہ لوگ انتہائی
جوشیلے اور جنگ جوی ہیں۔ میں اکثر ان کی مدد کرتا رہتا ہوں۔ معتضد نے پر جوش آواز میں
کہا۔ ایسے لوگ قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ انہیں میرا بھی پیغام سمجھوائیے کہ اشبیلیہ کی
حکومت کے تمام وسائل ان کے لیے ہیں۔ معتضد کہتے کہتے رگ گیا۔ کیونکہ

لشکر گاہ میں عشاء کی اذان ہونے لگی تھی۔ اذان دینے والا مغنی اور قاری ابوزید
تھا۔ اس کی کھٹکتی پرسوز اور دس وار آواز کو ہتھانوں، وادیوں اور بلوط کے گھنے درختوں کا
مینہ چیرتی ہوئی بلند ہو رہی تھی۔ ولید، عمروں، قاضی معاذ اور معتضد دوسرے سب جرنیلوں
کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے خیمے سے نکل کر ایک کھلے میدان کی طرف چل دیے تھے جب
لشکر کے لیے پانی اور نماز ادا کرنے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ راستے میں معتضد نے ولید سے
کہا۔ میں غریبہ کے جذبہ حریت کو بھی سلام کرتا ہوں کہ اس نے آپ کے لشکر میں کام

ہے۔ معتمد نے بھڑک کر کہا۔ تو پھر وہ چیز جو میرے شہر میں ہو اور تمہارے لیے مقدس ہو میں مفت میں تمہارے حوالے کیسے اور کیونکر کروں۔ الویتوس نے پکھرے پکھرے لہجے میں کہا میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

معتمد نے اس بار اور زیادہ تلخ ہو کر کہا۔ خراج کی جس قدر رقم فرولندہ کی طرف سے تم ہم سے لینے آئے ہو اس سے دگنی رقم ادا کرو تو سینٹ عیسیدور کا جسد تمہارے حوالے کیا جاسکتا ہے۔ الویتوس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا لیکن فرولندہ کے ساتھ آپ کا معاملہ طے ہو چکا ہے کہ آپ خراج کے ساتھ شہیدہ لیتہ کی نعش بلا قیمت ہمارے حوالے کریں گے۔ کیا ہم سمجھیں کہ آپ اپنے وعدے سے پھر رہے۔ معتمد نے بھڑک کر کہا۔ تمہارا فرولندہ کہاں اپنے وعدے اور عہد پر قائم رہنے والا ہے۔ اس نے ہمارے ہمسائے اور مسلم حکمران المنظر سے خراج بھی وصول کر لیا اور وعدے کے مطابق اس کے فتح کیے ہوئے شہر اور قلعے بھی اس نے خالی نہیں کیے۔ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی ابتدا تو تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔

الویتوس نے کہا۔ آپ کا یہ فیصلہ ایک نئی جنگ کی بنیاد ڈال دے گا۔ معتمد نے غضب ناک ہو کر کہا۔ کل شام تک تم سب ہماری سرزمین سے نکل جاؤ اور فرولندہ سے جا کر کہہ دو ہم اسے خراج دینے سے بھی انکار کرتے ہیں۔ اس کے اور ہمارے درمیان فیصلہ اب رزم گاہ میں ہی ہوگا۔ اسے کہنا ہم نے اپنی رنگ آلود تلواروں کو صاف کر کے انہیں اب دار اور چکا دار بنا دیا ہے۔ اب اگر اس کے ہاتھ دراز ہوئے تو مسلم علاقوں کی طرف بڑھے تو ہم اس کے وہ ہاتھ ہی قلم کر دیں گے جو ہم سے ہمارے حقوق چھیننے کی کوشش کریں۔ الویتوس اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا اور وہ اسی شب اشبیلیہ میں ہی مر گیا کیونکہ وہ پہلے ہی بیمار تھا اور اپنی ناکامی کو برداشت نہ کر کے ختم ہو گیا۔ اسقف اردو نو دوسرے روز اپنے ساتھی پادریوں کے ساتھ شمال کی طرف دریائے جونی کی طرف کوچ کر گیا تھا جس کے اس پار فرولندہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ولید نے کہا۔ وہ ایک نیک دل لڑکی ہے اور ایک مغنیہ ہونے کے باوجود مذہب و ملت کا درورکھتی ہے۔ میرے خیمے کے ساتھ والا خیمہ اسی کا ہے۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں کل اشبیلیہ جاؤں گی اور وہاں سے ایسی عورتوں کا گروہ تیار کرنے کی کوشش کروں گی جو جنگ میں اپنے بھائیوں کی خدمت کر سکیں۔ معتمد خاموش رہا۔ چونکہ نماز کا میدان آگیا تھا اور سب وہاں ایک چشمے کے قریب بنے حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے تھے اسقف الویتوس اپنے ساتھی اسقف اور پادریوں کے ساتھ معتمد کے قصر میں آیا۔ معتمد اس وقت بڑا پرسکون تھا کیونکہ گذشتہ شب ولید سے مل لینے کے باعث فرولندہ کی طرف سے اس کے سب تفکرات ختم ہو گئے تھے اور اس وقت وہ اپنے شیران سلطنت کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ اپنے بیٹے اسمعیل کی موت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ معتمد کو کسی نے مزاح اور مسخر کرتے دیکھا اور سنا تھا۔ الویتوس نے معتمد سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ وہ شہید لیتہ کی قبر تو تلاش نہیں کر سکے لہذا انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ لیتہ کی بجائے یہاں سے سینٹ عیسیدور کا جسد لے جائیں۔ اس کے لیے یہیں آپ سے اجازت کی ضرورت ہے۔

معتمد نہایت متانت سے الویتوس کو سن رہا۔ جب وہ اپنا خواب اور مدعا بیان کر کے خاموش ہوا تو معتمد دبے دبے طنز پر لہجے میں کہا۔ اگر سینٹ عیسیدور کی ہڈیاں آپ کی نذر ہو گئیں تو میرے لیے اشبیلیہ میں کیا رہ جائے گا۔ مگر نہیں خدا کا حکم بجالانا ضروری ہے۔ کون سی چیز ہو سکتی ہے جسے آپ جیسا محترم اور پاکیزہ نفس بزرگ طلب کرے اور میں پیش نہ کروں۔ بسم اللہ کیجیے اور سینٹ عیسیدور کا جسد جہاں کہیں بھی ہو تلاش کر کے اپنے ساتھ لے جائیے۔ میرے رنج و الم کی کوئی فکر نہ کیجیے۔ پر اس کے ساتھ ساتھ میری ایک شرط بھی ہے۔

الویتوس نے پریشانی میں پوچھا۔ آپ کی شرط کیا ہے۔ معتمد نے پھر طنز آگاہ کیا آپ کے لیے سینٹ عیسیدور کا جسد متبرک ہونے کے باعث قیمتی نہیں ہے۔ الویتوس نے اعتراف و اقرار کرتے ہوئے کہا۔ یقیناً سینٹ عیسیدور کا جسد ایک قیمتی اور مقدس شے

ہیں۔ اس کے باوجود یہ سنت اور شرع کے سخت پابند ہیں۔ لوگ ان سے بات کرنے کو ترستے ہیں۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ یہ آپ سے گفتگو کر رہے ہیں۔ کسی معاملے میں بھی ان کا دل نہ توڑیے گا۔ یہ ایک معتبر اور پاکیزہ ہستی ہے۔ آج ظہر اور عصر کی نماز بھی انہوں نے آپ کے لشکر کے ساتھ ہی ادا کی تھی۔

وہ طلائی سکے جو اس بوڑھے مجذوب کے ہاتھ میں تھے وہ اس نے آگے بڑھ کر ولید کے گھوڑے کی خرچین میں ڈال دیئے۔ دوبارہ وہ ولید کے سامنے آیا اور نازک و پاکیزہ اور نہایت شیریں آواز میں اس نے ولید سے کہا۔ وقت اپنی اعلیٰ آدرشوں کے ساتھ چمکتا ہوا تمہارا ساتھ دے گا۔ حالات تمہیں آفاق کی رفعتوں پر محیط ہونے میں مدد دیں گے۔ قدرت، وقت اور حالات کی بے نام داستانوں کو نئے عنوان دینے کی خاطر تمہارا انتخاب کر چکی ہے۔ اُمید و استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا۔ اُفق کے اس پار کامیابیاں تمہاری منتظر ہوں گی۔ بہت جلد تمہاری کامیابیوں پر واوی آواز کا سورج مسکرائے گا اور روشن ستارے خوشی میں جھلمل کر دیں گے۔ اپنے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ کہ میں تمہارے گھوڑے کی باگ پکڑ کر چند قدم تمہارے ساتھ چلنے کی سعادت حاصل کروں کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے کوچ کر رہے ہو۔ ولید نے بڑی انکساری سے کہا۔ آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ میں کیونکر اس گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں جس کی باگیں آپ نے پکڑ رکھی ہوں۔

اس مجذوب نے غصے کی حالت میں یوں ولید کی طرف دیکھا جیسے کوئی سانپ لہرا گیا ہو۔ اس لمحہ ولید کو یوں محسوس ہوا گویا وہ بوڑھا مجذوب اپنے ابروؤں کی جنبش سے زمین کا سینہ چاک کر دینے کی صلاحیت اور قوت رکھتا ہے۔ اس مجذوب کی گھنٹیوں جیسی دل کش آواز طوفانی شکل اختیار کر گئی اور بھاری آواز میں کہا۔ بیٹھو!

ولید چپ چاپ گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ وہ مجذوب چند قدم ولید کے ساتھ چلا پھر ولید کو اس نے رخصت کر دیا تھا۔ اس طرح ولید اور معتضد اپنے لشکروں کے ساتھ کوچ کر گئے تھے۔ وہ ارادہ کر چکے تھے کہ وادی آنہ کے کھلے میدانوں

جس روز استقف اردو نو اپنے ساتھی پادریوں کے ساتھ ایشیلیہ سے رخصت ہو گیا اس سے دو دن بعد ولید سے مشورہ کرنے کے بعد معتضد نے بھی کوچ کی تیاری کر لی۔ ولید نے قاضی معاذ بن ابی قرہ کے مشورے پر دیر ان کو ہتھانوں کے اندر سے اٹھ کر ایشیلیہ شہر سے باہر آ پڑاؤ کیا تھا تاکہ مسلمانوں کو حوصلہ ہو کہ معتضد اکیلا نہیں بلکہ پورے اندلس کے مسلمان اس کی حمایت پر ہیں۔ غریب نے ایشیلیہ شہر کے اندر سے چند ایسی عورتیں جمع کر لی تھیں جو مرہم پٹی کے کام میں ماہر تھیں اور وہ بھی ولید کے لشکر میں شامل ہوئی تھیں۔

شام کے وقت جب کہ ولید، عمروں اور معتضد اپنے گھوڑوں پر سوار اپنے کوچ کرتے ہوئے لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک بوڑھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھیں گرم سرخ ہو رہی تھیں اور جس نے اپنی کمر پر کچھ ٹوکریاں لاد رکھی تھیں ایک طرف سے آیا اور ولید کے قریب آکھڑا ہوا۔ قریب ہی کھڑے قاضی معاذ بن ابی قرہ اس بوڑھے کو بڑی شفقت اور محبت سے دیکھنے لگے تھے۔ غریب جو اپنے گھوڑے پر سوار اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ ذرا فاصلے پر کھڑی تھی قریب آگئی۔ ولید نے بھی اس اجنبی بوڑھے کو غور سے دیکھا۔ اسے وہ کوئی ٹوکریاں بنانے والا محسوس ہوا۔ وہ بوڑھا بڑے شکوے و غم سے ولید کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ جیسے وہ کوئی اشدافنی گفتگو کر رہا ہو۔ اور اپنے ہونٹوں کی ننگی اور ہولے ہولے سرگوشیوں میں کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہو ولید سمجھا شاید وہ کوئی پھکاری ہے اور مانگنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ ولید اپنے گھوڑے سے نیچے اُترا اور اپنی نقدی کی تھیلی سے چند سکہ نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ اس بوڑھے نے نفرت آمیز انداز میں اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ پھر اس نے اپنی بند مٹھی کھول کر ولید کے سامنے کر دی ولید نے دیکھا اس کی مٹھی طلائی سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ ولید اس بوڑھے کے اس ردِ عمل پر دنگ رہ گیا۔ اتنے میں قاضی معاذ بن ابی قرہ آگے بڑھے اور ولید کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ یہ ایشیلیہ کے ایک مجذوب بزرگ ہیں۔ اللہ والے ہیں اور ٹوکریاں بنا کر اپنی گوربیر کرتے ہیں۔ لوگ انہیں مجذوب سمجھتے

۴۶۸
میں فرولندہ کو روک کر اس سے جنگ کریں گے۔

○

ولید راستے میں ہی اپنے لشکر کے ساتھ معتمد سے علیحدہ ہو گیا۔ اس طرح معتمد برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا وادی آنہ میں آکر خیمہ زن ہو گیا۔ معتمد نے اپنے قیام کے لیے بہترین جگہ کا انتخاب کیا۔ جس میدان کے اندر وہ خیمہ زن تھا اس کی پشت پر ایک پہاڑ تھا۔ معتمد اس پہاڑ کے اوپر خیمے نصب کر کے ان میں لشکر کے لیے ہتھیاروں اور خوراک کا ذخیرہ کر کے وہاں پہرہ لگا دیا۔ اس طرح پشت کی جانب سے وہ دشمن کے ممکنہ حملے سے محفوظ ہو گیا تھا کیونکہ پہاڑ کے اوپر پہرہ دینے والے دور دور تک دشمن پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔ معتمد نے فرولندہ کو پیغام بھیجا دیا تھا کہ وہ وادی آنہ میں اس کے لشکر کا منتظر ہے۔

دو روز کے بعد فرولندہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور اُسی میدان میں معتمد کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ دوسرے روز فرولندہ کی طرف سے کچھ لوگ خراج اور سینٹ عسیدور کے جسد سے متعلق گفتگو کرنے کے لیے آئے لیکن معتمد نے صاف انکار کر دیا کہ وہ دونوں میں سے کوئی چیز بھی فرولندہ کو دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ تیسرے روز پو پھٹنے کے قریب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہونے لگیں۔ پہلے انفرادی جنگ کی ابتدا ہوئی جس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اس کے بعد عام اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

معتمد کے لشکر کی تعداد گوفرولندہ کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھی لیکن اس کے سپاہی کچھ ایسی جدت اور سوز لیلیں سے مقابلہ کر رہے تھے کہ انہوں نے فرولندہ کے ان گزشت لشکریوں کے پہلے ریلے کو بڑی کامیابی اور سختی سے روک دیا تھا۔ ان کے حوصلے اس لحاظ سے بھی بلند تھے کہ وہ تنہا اور اکیلے نہیں ہیں۔ ولید اور عمروں یہ ہیں کہیں ان پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور فرولندہ کا زور بڑھنے کی صورت میں وہ ہم سے آبلیں گے۔ معتمد کا پورا لشکر جنگ میں حصہ لے رہا تھا جب کہ فرولندہ نے ابھی تک اپنے

چند دستوں کو ہی جنگ میں مصروف کیا تھا۔ لیکن معتمد پر بہت جلد قابو پا کر اسے ایک عبرت ناک سبق دینے کی اُمید میں فرولندہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے اور زیادہ دستوں کو جنگ کی جھڑپ میں جھونکنے لگا تھا۔

فرولندہ کے لشکر کا زور جب بڑھنے لگا تو اچانک بائیں طرف سے عمروں کے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نمودار ہوا۔ ایک ایسی لغزش متانہ اور نوخیز جنوں کے ساتھ وہ فرولندہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا جیسے — جیسے کوئی بجلی کا شوخ گوند کو مہتانوں اور وادیوں کو چمکا گیا ہو۔ جیسے شہاب ثاقب کی کوئی تیز کرن نور کی حسین شمع بن کر رزم گاہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کو ند گئی ہو۔ عمروں کی آمد سے معتمد کے لشکر میں ایک نیا جوش اور جذبہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وادی آنہ کی فضا میں اللہ اکبر کی مدھر آوازوں سے گونج اٹھیں۔ بائیں ہاتھ سے ان ہی راستوں پر جہاں سے عمروں نمودار ہوا تھا اب پراسرار لشکر آنا دکھائی دیا۔ وہ اپنی کھولتی آوازوں میں اپنا وہی گیت گاتے اور وادی آنہ میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے رہے تھے۔ ان کے گیت سے فضا میں لرز اٹھی تھیں۔

الدين! دين الله ونحو مسلمين

دين! الله کا دين ہے اور ہم مسلمان ہیں

الله اکبر! هَذَا يَوْمُ يَوْمِ الْخَزَائِنِ

اللہ بڑا ہے۔ یہ دن؟ خزانوں کا دن ہے

وہ پراسرار لشکر اپنے نقاب پوش سالار کی سرکردگی میں فرولندہ کے لشکر پر اس جگہ حملہ آور ہوا تھا جہاں سے فرولندہ کا لشکر سمٹ کر عمروں کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان دونوں لشکروں کی آمد پر فرولندہ حیران ضرور ہوا تھا لیکن اب بھی وہ مطمئن تھا۔ کہ اس کے لشکر کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ تاہم عمروں اور اس پراسرار جرنیل کے حملہ آور ہونے سے فرولندہ کے لشکر میں ایک پھل ضرور پڑ گئی تھی۔ اور فرولندہ اپنے لشکر کے اس محفوظ حصے کو بھی جنگ میں جھونکنے کے

متعلق سوچ رہا تھا جو ابھی پڑاؤ کے قریب جنگ میں حصہ لینے کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ آسمان پر شمال کی طرف سے کالی کالی بدلیاں اٹھ رہی تھیں۔ مزید نو برسمبر لٹ چکی تھی اور دھوپ تیز ہو کر چڑھ آئی تھی۔ فرولندہ اپنے محفوظ دستوں کو جنگ کی طرف بلانے کا حکم دینے والا تھا کہ وہ چونک پڑا۔ اس طرف سے جہاں عمروں اور وہ پراسرار لشکر نمودار ہوئے تھے اس بار ولید اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ صبح کی لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی دھوپ میں فرولندہ نے دیکھا ولید اپنے لشکر کے آگے آگے وادی آنے میں آگے ہو کر کوسر پٹ دوڑتا آ رہا تھا۔ وہ ابھی تک یہ نہ سمجھ سکا تھا کہ یہ نئے آنے والے لشکر کون ہیں۔ رزم گاہ کے قریب آ کر ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ مل کر بلند آوازوں میں اللہ اکبر پکارا اور اس کے جواب میں عمروں اور پراسرار جرنیل کے لشکروں نے بھی جو فرولندہ سے برسرِ پیکار تھے اس زور سے اللہ اکبر پکارا کہ چاروں طرف سے رزم گاہ لرز اٹھی تھی۔ اللہ اکبر کی صدا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے نام اتحاد، اخوت، یکانگت اور احاطہ خدا و رسول کا پیغام تھی۔

میدانِ جنگ سے قریب آ کر اچانک ولید نے اپنا رخ بدلا اور اپنے لشکر کو لے کر وہ فرولندہ کے ان سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا جو پڑاؤ کے اندر اسلحہ اور خوراک کی حفاظت کو رہے تھے۔ لمحوں کے اندر انہیں ختم کرنے کے بعد ولید فرولندہ کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوا جو پڑاؤ میں ابھی تک محفوظ دستوں کی حیثیت سے پڑا ہوا تھا۔ ایک پُر خوش ہتھ لادے، خون رنگ آنکھی اور نہ تھکنے والے طوفان کی طرح ولید ان پر حملہ آور ہوا تھا اور فرولندہ کے لشکر کی ساری یکجہتی اور اتفاق بکھر گیا تھا۔ رزم گاہ کی مٹی لہو لہو ہونا شروع ہو گئی تھی۔ فرولندہ کے سارے اعتقادات اور افکارات ڈوبنے لگے تھے۔ یاس و ناامیدی میں وہ جنگ کے سارے قاعدہ و ضوابط بھول کر اناہاد دھند چلاتے ہوئے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے زوردار حملے کرنے کا حکم دینے لگا تھا۔ وطن کے جیالے مسلمان بھی اب اللہ اکبر پکارتے ہوئے ہر سمت سے حملے کر رہے تھے۔ ان میں ایک نئی زندگی جاگ اٹھی تھی اور وہ ایک حقیقت کی صورت

ہیں ابھر کر میدانِ جنگ کو مرگ و موت کا تہوار بنانے لگے تھے۔ ہر مسلمان سپاہی ایک خود فراموشی کے عالم میں اپنی روح اور تمنائوں کی گہرائی سے اپنی ملت کے گن گانے لگا تھا۔ ایک جنرل ماتم تھا جو چاروں طرف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایک طرف مسلمان اسیری اور غلامی سے نجات حاصل کرنے اور آزادی کے پرچم لہرانے کا عزم کیے ہوئے تھے، تو دوسری طرف فرولندہ کے لشکر کی حالت ان ڈوبنے، کانپنے سالیوں جیسی تھی جن کے ختم ہونے کا وقت آ گیا ہو۔ میدانِ جنگ میں فرولندہ کی سب تدبیریں دم توڑتی نظر آرہی تھیں۔ اس کی ہر آرزو بے طلب، ہر امید بے رنگ اور ہر خون فہمی بے بو ہو کر رہ گئی تھی۔

فرولندہ، جیولوس ماریا اور پولس اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے دوپہر تک مقابلہ کرتے رہے۔ اچانک ولید اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا اس طرف حملہ آور ہوا جہاں پولس جنگ کر رہا تھا۔ زوردار حملوں سے راستہ بناتا ہوا ولید برقی رفتار سے پولس کے سر پر جا پہنچا۔ دوسری طرف عمروں، معتصد اور پراسرار جرنیل نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی۔ پولس نے ولید سے بچ کر ہٹ جانا چاہا لیکن اپنے پہلے ہی وار میں ولید نے اس کا سر قلم کر دیا تھا۔ پولس کے مرتے ہی اس کے تحت لڑتے ہوئے لشکر میں افراتفری اور بھگڑ مچ گئی۔ ہر کوئی میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر بھاگنے لگا تھا۔ ان کے اس ردِ عمل سے لشکر کے دوسرے حصے پر بھی بُرا اثر پڑا۔ فرولندہ کا لشکر پہلے ہی میدانِ جنگ سے جی چڑا رہا تھا۔ اب جو ایک حصے نے جنگ سے منہ موڑا تو سارے لشکر میں بددلی کی ایک لہر پھیل گئی تھی۔ پہلے اگلے حصے میں لڑنے والوں نے پیچھ و کھائی۔ اس کے بعد پورا لشکر شمال کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ فرولندہ اور جیولوس نے اپنے لشکر پر قابو پا کر روکنے کی انتہائی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ اس وقت ان کے لشکر کی حالت اس زخمی باغی جیسی تھی جو سپاہ ہوتے ہوئے اپنے لشکر کو بھی روند ڈالتا ہے۔

ناکامی کی صورت میں فرولندہ اور جیولوس ماریا بھی بھاگ کھڑے ہوئے ولید

عمروس، مقتصد اور پراسرار لشکر نے پانچ میل تک دشمن کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو کم کی پھر وہ اسی میدان میں لوٹ آئے تھے جس کے اندر جنگ ہوئی تھی۔ پہلے شہید ہونے والوں کو دفن کر کے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد فرولندہ کے پڑاؤ کا جائزہ لیا گیا۔ ان گزرت خیمے، خدداک کے وسیع ذخائر اور اسلحہ کے ڈھیر مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ یہ جنگ فرولندہ کے لیے انتہائی نقصان دہ اور مسلمانوں کے لیے نفع بخش ثابت ہوئی تھی۔

جس وقت لشکر میں تقسیم کرنے کے لیے مالی غنیمت ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا۔ ولید نے دیکھا اس کے عین سامنے ایک قریبی ٹیلے پر وہی مجذوب کھڑا تھا جس نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے اشبیلیہ سے رخصت کیا تھا اس نے اپنا پٹھا پرانا لیکن صاف ستھرا عمامہ سر سے اتار کر جنگل کی ایک ٹیڑھی سی لکڑی سے باندھ کر فتح کے پرچم کی صورت میں بلند کر رکھا تھا۔ پھر اس نے زور سے پکارتے ہوئے کہا۔ اے ہسپانیہ میں تعاون و اتحاد کرنے والوں! تم سب کو فتح کی مبارک باد دیتا ہوں۔ یاد رکھو! قدرت اس قوم پر معجزات کا ظہور کرتی ہے جو اس کی اطاعت اور بندگی میں استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ولید اٹھ کھڑا ہوا اور اس مجذوب کی طرف بڑھا۔ عمروس، مقتصد، عزلیہ اور کچھ دوسرے جنرل بھی ولید کے ساتھ ہو لیے تھے۔ تاہم وہ پراسرار سالار اپنے لشکر کے ساتھ ایک طرف کھڑا تھا۔ اتنے فاصلے پر کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ ولید جب ٹیلے پر اس مجذوب کے پاس گیا تو اس سے پوچھا میرے محترم! آپ کب یہاں آئے۔ اس مجذوب نے بڑی انکساری سے کہا۔ میں کہیں گیا ہی کب تھا۔ میں تمہارے لشکر کے آس پاس تھا۔ ولید کچھ اور کہنے والا تھا کہ ایک سوار اپنا گھوڑا سر پٹ دوڑاتا ہوا ٹیلے پر آیا۔ جب وہ نیچے اُترا تو ولید نے دیکھا وہ احمد تھا۔ وہ اُداس، افسردہ اور پریشان پریشان تھا۔ ولید نے فوراً پوچھ لیا۔ احمد! احمد! تم کس لیے یہاں آئے ہو۔ تم پریشان کیوں ہو۔ احمد کی گردن

جھک گئی اور پکھری پکھری آوازیں اس نے کہا۔ آقا! میں ایک بُری خبر لے کر آیا ہوں۔ عمو نے بیٹی ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو گئی ہے۔ طبیبوں نے بہت علاج کیا لیکن وہ صحت مند نہ ہو سکی۔ ہم نے اُسے حویلی کے صحن میں دفن کر دیا ہے۔

ولید چند لمحوں تک اپنے ہونٹ کاٹتا رہا۔ پھر اس کی پلکیں جھپک گئیں اور گردن بے جان سی ہو کر جھک گئی۔ عمروس کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے اور وہ نہایت ہمدردی سے ولید کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

مقتصد نے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے اجنبی! مرنے والی خاتون کون تھی۔ احمد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ وہ میرے آقا کی بیوی تھیں۔ مقتصد اور عزلیہ غمگین ہو گئے تھے۔ مجذوب کی پلکیں بھی جھپک گئی تھیں۔ وہ آگے بڑھا اور ولید کے گدھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس چہرے کی کس چیز کو فنا نہیں، زندگی موت، شام سحر دھوپ سائے، مد و جزر، عروج و زوال اور فراز و نشیب یہ سب اللہ کی تقویم میں ہیں۔ ہر ایک کو اپنے خالق کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اُدول کر مرنے والی ہستی کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ سب نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کر لیے۔ اتنے میں لشکر کے اندر ظہر کی افان سنائی دی۔ دعا ختم کر کے وہ سب غانا دا کرنے کے لیے ٹیلے سے اتر کر میدان کی طرف جا رہے تھے۔



پریشانی سے دیکھنے لگی تھی کیونکہ وہ سب پیلاطس کے پاس آکر رُک گئے تھے جو شہر کی طرف جانے والی پگ ڈنڈی کے کنارے ریوڑ کو چرا رہا تھا۔ سوار کچھ دیر پیلاطس کے پاس کھڑے ہو کر باتیں کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور انہیں سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ ٹیلے رنگ کی بُل کھاتی ہوئی پگ ڈنڈی پر طلیطلہ شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ اچانک پیلاطس ریوڑ کو چھوڑ کر مرسیہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور قریب آکر زو زور سے پکارنے لگا۔

مرسیہ! مرسیہ! میں تمہارے لیے خوش خبری لایا ہوں بیٹی! پیلاطس جب قریب آیا تو مرسیہ نے پوچھا۔ تم کیسی خوش خبری لائے ہو اور وہ تمہارے پاس کھڑے سوار کون تھے؟ اور تم سے کیا کہہ رہے تھے۔ کنارے پر کھڑے زیدان اور عتیقہ بھی حال پھینک کر اُن کے قریب آ کھڑے ہوئے تھے۔ پیلاطس نے کہا۔ وہ سوار امیر ولید بن ہشام کی طرف سے طلیطلہ کے حکمران یحییٰ المامون کے نام کوئی اہم پیغام لے کر آئے ہیں۔

مرسیہ نے پیلاطس کو ٹوکتے ہوئے کہا۔ اگر وہ امیر ولید کی طرف آسے آئے ہیں تو یقیناً وہ شمال کی طرف سے آتے لیکن وہ تو جنوب مغرب کی طرف سے آئے ہیں۔ زیدان نے بھی بولتے ہوئے کہا۔ ان سواروں نے تمہارے ساتھ مسخر تو نہیں کیا۔ پیلاطس نے کہا آپ لوگ غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ امیر ولید اس وقت اپنے شہر حرہ میں نہیں لہ اپنے لشکر کے ساتھ وادی آنہ میں ہیں۔ ان کا شیر دل جرنیل عمرو بن جندل بھی ان کے ساتھ ہے اور وہ ایک جنگ میں فرولندہ کو شکست بھی دے چکے ہیں۔ زیدان نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

کیا کہا تم نے؟ کیا امیر ولید فرولندہ کو شکست دے چکے ہیں۔ پیلاطس نے ان بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ہاں امیر ولید فرولندہ کو شکست دے چکے ہیں۔ وہ سوار کہہ رہے تھے کہ امیر ولید کے ساتھ اشبیلیہ، القلہ، قمر طبر، غرناطہ اور بطلیوس کے مسلمان حکمرانوں نے اتحاد کر لیا ہے اور اس متحدہ لشکر نے وادی آنہ کے اندر فرولندہ



مرسیہ آج بے حد خوش تھی وہ دریائے تاج کے کنارے کنارے بھاگتی پھر رہی تھی۔ اس ہرنی کی طرح جسے کسی نے ہارے کی امیری سے نکال کر مرغزاروں میں کھلا چھوڑ دیا ہو۔ اس طائر کی مانند جو اپنے نفس کو توڑ کر دھلی دھلی ٹھنڈی اور ٹھکی کھلی فضاؤں کے اندر تیرنے لگا ہو۔ اس لیے کہ اس نے بوڑھے عرب زیدان، اس کی بیوی خیران اور بیٹی عتیقہ سے اگلے روز ان سے رخصت ہو کر ولید کے پاس جانے کی اجازت لے لی تھی۔ زیدان اور عتیقہ دریا سے مچھلیاں پکڑ رہے تھے اور مرسیہ دریا کنارے کی ریت پر بھاگتی پھر رہی تھی۔

گو سردی زوروں پر آگئی تھی پھر بھی دھوپ کے باعث دریائے تاج کے کنارے کی ریت جو نیم گرم سی ہو گئی تھی۔ مرسیہ اس پر ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ ان کے قریب ہی بائیں طرف پیلاطس، زیدان کے ریوڑ کو چرا رہا تھا۔ جب کہ ان سے پچھلے پھاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ تھا جو دور تک پھیلتا ہوا طلیطلہ شہر کے شمال مغربی پہاڑوں تک چلا گیا تھا۔

ایک دم گھوڑوں کی ٹاپوں پر مرسیہ چونک اُٹھی۔ اس نے دیکھا چند گھوڑے سوار اس پگ ڈنڈی پر نمودار ہوئے تھے جو جنوب مغرب سے آتی ہوئی پہاڑوں کے اندر ایک چھوٹا سا بُل کھا کر طلیطلہ شہر کی طرف چلی گئی تھی۔ مرسیہ ان سواروں کو

ہم اپنی اپنی بستیوں میں ضرور داخل ہوں گے جن پر فرولندہ قبضہ کر چکا ہے۔
زیدان خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا اور دوبارہ اپنے جال کو سمیٹنے لگا۔ مرہبہ
یقیناً بھی کام میں اس کی مدد کرنے لگی تھیں۔ پیلطس اس باریک پگ ڈنڈی کی طرف
ایک جوہنناؤں کے اندر بل کھاتی ہوئی طلیطلہ شہر کی طرف چلی گئی تھی اور جس کے دونوں
اُب جھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر ریوڑ کی کمریاں لگاس چوری رہی تھیں۔



نارن جرنیل گیلانی جو ایک دیو قامت اور خوشنوا انسان تھا فرولندہ سے
لشدرہ پروگرام کے مطابق شمال مشرقی اندلس کی طرف بڑھا۔ جب کہ فرولندہ کے بیٹوں
نے انوش، غریبہ اور شائخہ اللب ندی کے کنارے فرانسیسی لشکر کے ساتھ خیمہ زن
ہوئے تھے جس قدر لشکر کے ساتھ گیلانی مشرقی اندلس کی طرف بڑھا تھا۔ اس سے تین
لا زیادہ لشکر فرولندہ کے تینوں بیٹوں کے پاس تھا۔ گیلانی بڑی تیزی سے حرکت میں
آئے۔ ولید اور یحییٰ المامون کے علاقوں کی سرحد کے ساتھ ساتھ گزرتا ہوا وہ آگے بڑھا
اور مسلم ریاست سر قسطہ میں داخل ہوا۔

یحییٰ المامون حاکم طلیطلہ اور سر قسطہ کے مسلم حکمران احمد مقتدر کو نازن جرنیل
گیلانی کی پیش قدمی کی خبر ہو گئی تھی۔ ان دونوں نے اپنے لشکروں کو متحد کیا اور سر قسطہ
کا ریاست کے اندر دریائے دویرہ کے کنارے انہوں نے گیلانی کا رستہ روکا۔ دریا کے
تارے گھسان کی جنگ ہوئی۔ خوشنوار ناموں نے یحییٰ المامون اور احمد مقتدر کے
تجربہ کار لشکروں کو اپنے سامنے زیادہ دیر تک رکھنے کا موقع ہی نہ دیا۔ مسلمانوں نے
کئی کوشش کی کہ نارمنوں کی یلغار کو روک دیں۔ لیکن انہیں ناکامی ہوئی اور نارمنوں
نے ان دونوں کے لشکروں کو یوں منتشر کر دیا جس طرح دوپہر کے وقت صحرا کے اندر
ٹھنڈے والے بگولے خس و خاشاک کو دور دور تک بکھر کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ ایک عبرت
لشکست تھی جو المامون اور مقتدر کو ہوئی۔

یحییٰ المامون طلیطلہ کی طرف اور احمد مقتدر سر قسطہ کی طرف بھاگ گیا۔

کو عبرت ناک شکست دی ہے۔ وہ سوار کہہ رہے تھے، فرولندہ شکست کھا کر شمال کی
طرف بھاگ گیا ہے اور اس جنگ میں امیر ولید نے فرولندہ کے ایک جرنیل پولس
کو بھی قتل کر دیا ہے۔ فرولندہ جس تیزی سے مسلمانوں کے علاقوں کو روندنا ہوا جڑوں
کی طرف بڑھا تھا اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ وہ شمال کی طرف بھاگ گیا۔
پیلطس چند ثانیوں تک خاموش رہا پھر مرہبہ سے کہا۔ مرہبہ بیٹی! ان
حالات میں جب کہ امیر ولید اس وقت وادی آنہ میں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں ہم حرہ جا کر
کیا کریں گے۔ وہ سوار کہہ رہے تھے جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ فرولندہ اپنے لشکر
کی تعداد بڑھا کر پھر جنگ کی تیاری میں ہے۔ لہذا جب تک امیر ولید جنگ ختم کر کے
اپنے شہر کو نہیں لوٹتے ہم دونوں یہیں رہ کر زیدان کی خدمت کریں گے۔ یہ بھی اچھا ہی
ہوا۔ میں کئی دن سے سوچ رہا تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد ریوڑ کون چرایا کرے
لگا۔ سچ پوچھو تو مجھے ریوڑ کے جانوروں سے محبت سی ہو گئی ہے اور وہ سوار کہہ
رہے تھے کہ اگر جنگ زیادہ پھیل گئی تو ہو سکتا ہے امیر ولید طلیطلہ کی طرف بھی
آئیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم طلیطلہ شہر میں امیر ولید سے مل لیں گے۔

مرہبہ نے پڑ سکون لہجے میں کہا۔ پیلطس! پیلطس! تم ٹھیک کہتے ہو جب
تک امیر ولید جنگ میں مصروف ہیں۔ ہم دونوں یہیں رہیں گے۔ اچانک زیدان
زمین پر سجدہ زین ہو گیا اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگا۔ جب وہ کھڑا ہوا
تو اس کی پیشانی پر ریت چمک رہی تھی۔ اس نے پیلطس، مرہبہ اور عتیقہ کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ اور مالقہ کے حکمران امیر ولید سے اتحاد
کر چکے ہیں تو خدا کی قسم یہ ایک معجزہ ہے اور قدرت ہم پر مہربان ہو چکی ہے۔ اب
جب کہ مسلم قوم میں اتحاد پیدا ہو چکا ہے اندلس کے اندر دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے
نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میرا دل کہتا ہے، قدرت ہمسائیہ کے اندر مسلمانوں کے خواب
ایک انقلاب برپا کرنے کی خاطر امیر ولید بن ہشام کا انتخاب کر چکی ہے۔ پہلے مجھے امید
نہ تھی کہ ہم واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹ سکیں گے لیکن اب مجھے یقین ہے کہ ایک

کہا کہ وہ لوٹ آئیں اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ دوبارہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

اس کے بعد گیلامی نے مسلمانوں کے گھر اپنے لشکر کے سپاہیوں میں تقسیم کر دیے۔ ہر سپاہی کو جو گھر ملا وہ اس گھر کی ہر چیز کا مالک قرار دے دیا گیا۔ اس گھر کی عورتیں بچے اور مال اسباب سب کا وہ مالک قرار دیا گیا تھا۔ گھر کا مالک مسلمان اس نارمن باہی کا غلام بنا دیا گیا۔ نارمن مسلمانوں کو طرح طرح کی جسمانی اذیتیں دیتے تاکہ مال لڑکیاں انہوں نے دبا رکھا ہو تو بتا دیں۔ بعض وقت کئی مسلمان ان نارمنوں کی نذر سانی سے ہی مر گئے اور ان کا مرجانا ہی ان کے حق میں بہتر ہوتا تھا کیونکہ وحشی نارمن مسلمان لڑکوں اور جوان کنواری لڑکیوں کو ان کے شوہروں اور والدین کے سامنے بے آبرو کرتے تھے۔ ایسی بے حیائی کی حرکتیں وہ سرعام کرتے تھے اور مسلمانوں کو بیڑیاں پہنا کر بکروہ کھیل دیکھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

گیلامی نے برہنہ شہر کے اندر جس قدر جوان اور توانا مرد مسلمان تھے اور جن سے امید کی جاسکتی تھی کہ وہ جنگ میں حصہ لے سکتے ہیں اس لیے قتل کرادیے تاکہ کسی موقع پر ان کے لیے دشواری کا باعث نہ بنیں۔ شہر کے اندر اب صرف بڑھے اور بچے ہی رہ گئے تھے۔ اس طرح گیلامی نے شہر کو اپنے لیے بے ضرر بنا کر اہل اپنا مرکز قائم کر لیا۔ کئی روز تک وہ برہنہ شہر کے دفاع کو مضبوط اور قابلِ تسخیر بنانے میں مصروف رہا۔ اصل میں گیلامی اس شہر کو اپنا مرکزی ٹھکانہ بنا کر اپنی پیش قدمی بناد اور ترکتاؤ کو مسلم علاقوں کے اندر اور آگئے تک بڑھانا چاہتا تھا۔ اسے ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں فرولندہ کو شکست ہوئی ہے۔ لہذا وہ دن رات تیاریوں میں مصروف رہا۔



فرولندہ کو اپنی شکست کا سخت صدمہ ہوا کیونکہ یہ اس کے اس منصوبے کے عکس تھی جو اس نے مسلمانوں کے خلاف تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی شکست کی

گیلامی اپنے لشکر کے ساتھ ایک فاتح کی حیثیت سے آگے بڑھا اور دریائے دویہ کو پار کر کے مسلمان علاقوں میں ایک طوفانی ترک تاز شروع کر دی تھی اور دریائے مندیق تک آگے بڑھنا چاہا گیا۔ نارمنوں نے چند روز تک بے خوف و خطر ہو کر دریائے دویہ اور دریائے مندیق کے درمیانی علاقے کو لوٹا۔ آرام کرنے کے بجائے نارمنوں نے اپنی یلغار جاری رکھی دریائے مندیق کو انہوں نے پار کیا اور برہنہ کی مسلم ریاست کے دوسرے بڑے شہر اور مضبوط ترین قلعے برہنہ کی طرف بڑھے۔

اس شہر کی حفاظت کے لیے احمد مقتدر کی ایک مٹھی بھر فوج تھی جس کے سوا پہلے ہی اس خبر پر پست ہو چکے تھے کہ نارمن المامون اور مقتدر کے متحدہ لشکر کو دریائے دویہ کے کنارے شکست دے چکے ہیں لہذا نارمن لشکر جب وہاں پہنچا اور برہنہ شہر کا محاصرہ کر لیا تو وہاں کی محصور فوج نے اس شرط پر نارمنوں کی اطاعت قبول کرنے کی پیشکش کی کہ ان کی جانیں سلامت رکھی جائیں گی۔ گیلامی نے مسلمانوں کی اس مٹھی بھر فوج کے سالار سے اس شرط پر صلح کرنے کی رضامندی ظاہر کی کہ مسلمانوں کا لشکر شہر سے باہر نکل کر اپنے ہتھیار نارمنوں کے حوالے کر دے گا۔ مسلمانوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور ان کی فوج شہر سے باہر نکل آئی۔ گیلامی فوراً اپنے عہد سے پھر گیا اور برہنہ شہر کی فوج پر حملہ کر دیا۔ نارمنوں کی توقع سے بڑھ کر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا لیکن نارمنوں کے آگے وہ ٹھہر نہ سکے اور نارمنوں نے سب کو تہ تیغ کر دیا۔

شہر کے مسلمانوں کے ساتھ بھی سفاکی اور دھوکا کیا گیا۔ گیلامی نے ان سے کہا کہ وہ شہر چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں۔ اہل شہر مان گئے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ نارمنوں کے اندر وہ کران کی عزت اور مال محفوظ نہ رہیں گے۔ مسلمانوں نے اپنی تیاری کی اور شہر چھوڑنے لگے۔ جب ان گنت مسلمان شہر سے باہر جمع ہو گئے تو گیلامی نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کی تعداد کم کر دی جائے۔ مسلح نارمن نہتے مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں پر لوٹ پڑے یہاں تک کہ انہوں نے چھ ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد گیلامی نے مسلمانوں

قوت و سطوت اور جاہ و حشمت کو فراموش کر کے اپنے اندر کے خود نما اور بد باطن انسان کو قتل کر دیا ہو۔ عمر بن ربیعہ نے پہلے تینوں سے مصافحہ کیا پھر وہ ولید کے سامنے بیٹھے کہ بڑی دل سوز آواز میں کہہ رہا تھا۔

میرے آقا! میں آپ کے لیے اچھی خبر نہیں لایا ہوں۔ ہسپانیہ میں ایک بار پھر اداہ اور آشوب کا دور شروع ہو گیا ہے۔ فرولندہ اپنے بھائی لیبی اور جیولوس ماریا کے ساتھ برق رفتاری سے آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس بار اس کے لشکر کی تعداد پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ فرولندہ کے دو بیٹے افونش اور غریبہ ایک جرار لشکر کے ساتھ حرا اور سویڈا کا محاصرہ کرنے کے لیے شمال کی طرف کوچ کر گئے ہیں۔ وہ اس سے قبل اللب ندی کے کنارے فرانسیسی لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھے۔ فرولندہ نے اپنے پیسرے بیٹے شانچہ کو یحییٰ المامون کے خلاف ترکناز کرنے کے لیے روانہ کر دیا ہے۔ سب سے انتہائی افسوسناک اطلاع یہ ہے کہ نازن جرنیل گیلامی نے سر قسطہ کے حکمران احمد مقتدر کے شہر برشتہ پر قبضہ کر کے وہاں مقیم مسلم فوج کو قتل کر کے شہر کے مسلمانوں کو اپنے لشکر کا غلام بنا لیا ہے۔ برشتہ میں کسی مسلمان بیٹی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ نازن ہر نام اور اعلا یہ طور پر بدکاری کا کھیل کھیلنے میں اور کوئی انہیں روکنے والا نہیں ہے۔ اب فرولندہ نے گیلامی کو حکم دیا ہے کہ وہ سر قسطہ کی طرف بڑھے اور برشتہ کو اپنا مستقل مرکز بنائے رکھے۔ یوں لگتا ہے فرولندہ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ محاذ کھول کر ہماری قوت کو مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور کرنا چاہتا ہے۔

ولید پر بے خودی سی طاری ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سر جھکائے سوچتا رہا پھر سردا ہوں سے بھر پور آواز میں اس نے پوچھا کیا گیلامی کا راستہ کسی نے روکنے کی کوشش کی تھی۔ یحییٰ المامون اور احمد مقتدر اس وقت کہاں تھے جب گیلامی برشتہ پر قبضہ کر رہا تھا۔ عمر بن ربیعہ نے حسرتوں میں دبی دبی آواز میں کہا۔ دریائے دوبرہ کے کنارے یحییٰ المامون اور احمد مقتدر نے گیلامی کا راستہ روکا تھا لیکن گیلامی کے ساتھ نازمنوں کی ایک مضبوط قوت ہے جس کی بنا پر اس نے المامون اور مقتدر کو شکست دی اور آگے بڑھ کر

تشمیر نہ بنے دی وہ وادی آڑ سے جہاں اسے شکست ہوئی تھی میں میں پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے فی الفور ثنائیہ سے اپنے بھائی لیبی کو اس کے لشکر سمیت طلب کر لیا۔ اپنے چھوٹے بیٹے شانچہ کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر طلیطلہ کے یحییٰ المامون پر حملہ کر دے۔ اپنے دونوں بڑے بیٹوں افونش اور غریبہ کو پیغام بھیج دیا کہ وہ آگے بڑھ کر ولید کے شہروں حرا اور سویڈا کا محاصرہ کر لیں اور ہر حالت میں دونوں شہروں کو فتح کرنے کی کوشش کریں۔

دراصل فرولندہ مسلمانوں کے لیے ایک سے زیادہ محاذ کھولنا چاہتا تھا۔ اس طرح مسلمانوں کی قوت بٹ سکتی تھی اور اسے فائدہ اٹھانے کی توقع تھی۔ اس کے علاوہ نازن جرنیل گیلامی سے بھی کہا گیا کہ وہ برشتہ سے نکل کر سر قسطہ شہر پر قبضہ کرنے کے لیے مزید پیش قدمی کرے۔ یہ سب انتظامات مکمل کرنے کے بعد فرولندہ اپنے بھائی لیبی اور جیولوس ماریا کے ساتھ پھر جنوب کی طرف بڑھا اس کا رخ وادی آڑ کے ان ہی میدانوں کی طرف تھا جہاں وہ اس سے قبل شکست کا سامنا کر چکا تھا۔ ولید عمروں، مقتدر اور پراسرار جرنیل ابھی تک وادی آڑ میں ہی خیمہ زن تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کی خاطر فرولندہ عنقریب میدان جنگ کا رخ کرے گا۔

ایک روز رات کے وقت جبکہ وادی آڑ میں سرمائی تیز اور تند ہواؤں کے باعث اسلامی لشکر کے خیمے پھڑپھڑا اور ٹپٹپٹ رہنے لگے، ولید عمروں، مقتدر اور جیولوس عمر بن ربیعہ داخل ہوا۔ ولید کے خیمے سے باہر اس نے اپنے گھوڑے کو بانڈھا اور خیمے سے باہر کھڑے ہو کر اس نے پکار کر کہا۔ میرے آقا! میں عمر بن ربیعہ ہوں کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ خیمے سے ولید کی آواز آئی۔ اندر آ جاؤ عمر!

عمر بن ربیعہ اندر داخل ہوا۔ اس نے دیکھا خیمے میں ولید عمروں اور مقتدر کسی اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ مقتدر جو فتنہ انگیز یوں کا معدن اور ہسپانیہ کے اندر قاتلوں اور قزاقوں کا مسکن تصور کیا جاتا تھا بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ خیمے کے اندر چٹائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا مقتدر نے اپنی ساری انفرادی

برہنہ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔

ولید چند لمحوں تک خیمے کے ہرنس کو فراموش کر کے گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ کچھ کھانا چاہتا ہی تھا کہ عربین ربیعہ نے پوچھ لیا۔ کیا آپ برہنہ شہر کے بد حال لوگوں کی مدد کو نہ جاسکیں گے۔ ولید نے بیتاب ہو کر کہا۔ نہیں نہیں یہ نہ کہو۔ میں ان کی مدد کو ضرور جاؤں گا۔ میں ان پر واضح کر دوں گا کہ ہسپانیہ کے اندر وہ بے بس اور تنہا نہیں ہیں۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر بولا۔ عمروں! عمروں! میں آج رات کے پچھلے حصے میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر یہاں سے کوچ کروں گا۔ قبل اس کے شاہجہ کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی اور بد حالی کا سامنا کرنا پڑے میں شاہجہ اور گیلانی دونوں سے نمٹ لینا چاہتا ہوں۔ اگر ہم سب مل کر فرولندہ کا سامنا ہی کرتے رہے تو شرق میں ہمیں ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑیگا۔ گیلانی اور شاہجہ دونوں مل کر المامون اور معتقدہ کو زیر کر کے مسلم سے نمٹنے کے لیے بارسلونہ کی طرف بڑھیں گے۔ مسلم کے پاس صرف بحری قوت ہی ہے اور وہ بڑی جنگ میں گیلانی اور شاہجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ معتقدہ نے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ فرولندہ سے جنگ کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوں۔

ولید نے افسردگی میں کسی ٹوٹی ہوئی نیچف تان جیسی آواز میں کہا۔ بظاہر ایسا ہی لگتا ہے کہ مجھے فرولندہ سے نمٹ کر کسی دوسری مہم کی طرف روانہ ہونا چاہیے لیکن گیلانی اور شاہجہ کا محاذ اس سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے اگر ان دونوں نے مل کر بارسلونہ کی بندرگاہ چھین لی تو ایک طرح سے ہم مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر ولید نے عربین ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

فرولندہ نے اپنے بیٹے شاہجہ کو کب طلبہ کی طرف روانہ کیا ہے اور خبر اس نے کب ہماری طرف کوچ کیا۔ عمر نے کچھ سوچ کر شاید دونوں کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ آج سے پانچ دن پہلے شاہجہ روانہ ہو گیا تھا اور فرولندہ نے کل شام کے وقت آپ کی طرف کوچ کیا ہو گا۔ کیونکہ کل میں جب اس کے لشکر کا جائزہ لے کر آپ کی طرف

روانہ ہوا تو اس کا لشکر کوچ کی تیاری کر رہا تھا۔ ولید نے اس بار فیصلہ کن انداز میں کہا۔ عمروں! عمروں! اس میدان میں اب صرف معتقدہ قیام کریں گے۔ میں گیلانی اور شاہجہ کے پیچھے جاؤں گا۔ تم بھی اس پر اسرار سالار کو ساتھ لے کر شمال کی طرف آج رات کی تاریکی میں کوچ کر جاؤ اور اس طرف بڑھتے ہوئے فرولندہ کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کر دو۔ اس طرح اس کی رفتار سست ہو جائے گی۔ اور مجھے اُمید ہے کہ میں شاہجہ اور گیلانی سے نمٹ کر فرولندہ کے ساتھ ہونے والی جنگ میں تم لوگوں سے آملوں گا۔ اس طرح ہم دونوں محاذوں پر احسن طریقے سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ عمروں اور معتقدہ نے ولید کی اس تجویز پر اتفاق کیا۔ عربین ربیعہ باہر نکل کر اپنی کسی انجانی اور گننام منزل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ولید اور عمروں اپنے اپنے محاذ کی طرف کوچ کی تیاری کرنے لگے تھے۔



فرولندہ کا بیٹا شاہجہ بڑی تیزی سے مار دھاڑ کرتا ہوا حاکم طلبہ کیجی المامون کی حکومت میں داخل ہوا۔ المامون میں اتنا دم خم نہ تھا کہ طلبہ سے نکل کر شاہجہ کا مقابلہ کرتا تاہم آئندہ کی پیش بندی کے لیے اس نے ولید کی طرف مدد کے لیے اپنے قافلہ روانہ کر دیے تھے۔ شاہجہ نے فرانسیسی لشکر کے ساتھ المامون کی سلطنت میں داخل ہوتے ہی قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کے سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ وہ جگہ جگہ چھاپے مارتا ہوا پیش قدمی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ کیجی المامون کی سلطنت کے مشہور شہر قلعہ انہر کے سامنے نمودار ہوا۔

شہر کی محافظ فوج نے المامون سے امداد طلب کی لیکن المامون اس حالت میں نہ تھا کہ ان کی مدد کر سکتا کیونکہ نازن جرنیل گیلانی کے ہاتھوں جو اسے شکست ہوئی تھی اس سے اس کی عسکری قوت پر ایک زبردست ضرب لگی تھی تاہم اسے اُمید تھی کہ ولید بن ہشام کی طرف سے اسے مدد ضرور ملے گی۔ شاہجہ نے صرف ایک دن کے فاصلے کے بعد قلعہ انہر کو فتح کر لیا۔ شہر میں داخل ہو کر اس نے جی بھر کر مسلمانوں کا

ہیں، نرم سانہوں کو لمحوں کے ٹھنڈے طوفان میں، مسکراتے عزم اور نگاہ کی لرزش کو بچاتے
وصلوں اور نزع کے عالم میں اور نازک کرن کو بغاوت اور آگ کے شعلوں میں تبدیل
کرنے لگا تھا۔ گیلامی اپنی پوری عسکری قوت اور اپنی زندگی کا سارا جنگی تجربہ استعمال
کرنے کے بعد یوں محسوس کر رہا تھا۔ گویا قدرت نے اس پر حملہ آور ہونے والوں کو
مریت کے نیچے مضمون کی تمہید باندھنے، جاں سپاری کے زندہ فسانے رقم کرنے اور
تسلیل دینا توڑ دینے کے لیے پیدا کیا ہو۔ اس نے دیکھا چاروں طرف سے مسلمان
سیاہی اس کے لشکر کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹتے ہوئے خونناک آتشباروں کی طرح آگے
بڑھ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا ان کے دماغوں میں دشمن کے خون کی بو چڑھ گئی ہو
اور وہ اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو روند ڈالنے کا عزم کر چکے ہوں

گیلامی نے جب دیکھا کہ وہ ولید کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گیا ہے اور
اسے لشکر میں شکست کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں تو وہ اپنے لشکر کو سپاہی
کا حکم دے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ولید نے اس کے بھاگتے لشکر کا تعاقب کیا۔ گیلامی
نرا ہر گھر پر بیشتر آیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ ولید نے اس کا محاصرہ کر کے وقت
مناہج نہ کرنا چاہا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ گیلامی کو ایک عبرت خیز سبق مل گیا ہے
اور کچھ عرصہ تک وہ ہر قبیلہ سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے گا۔ لہذا اس نے وہاں
سے کوچ کیا اور فروندہ کے چھوٹے بیٹے شانجہ کی طرف بڑھا جو اس وقت اپنے
فرانسیسی لشکر کے ساتھ طلیطلہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔



ولید کو ہتان طلیطلہ کے مغرب سے گزر کر ایک مختصر ترین کاوا کاٹتا
ہوا شانجہ کے لشکر سے آگے نکل گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنا رخ دائیں اٹھ کو کیا۔ دریا
تاج کے چوٹی پہل کو پار کر کے اور اس شاہراہ کے کنارے چھوٹے بڑے ٹیلوں کے اندر گھاتا
لگا کر بیٹھ گیا جو الالب ندی کی طرف سے آتی تھی اور پہل پار کر کے طلیطلہ سے ہوتی
ہوئی مورینہ اور وہاں سے وادی شقورہ کی طرف چلی گئی تھی۔ یہیں سے ولید نے

کا قتل عام کیا۔ چند یوم تک وہ شہر میں آرام کرتا رہا۔ پھر وہاں سے نکل کر وہ طلیطلہ کی
طرف یلغار کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف نارمن سالار گیلامی احمد مقتدر کے شہر برشتہ سے نکل کر برسطہ
کی طرف بڑھا۔ برسطہ مقتدر کا مرکزی شہر تھا اور گیلامی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس
نے چاروں طرف قاصد روانہ کر دیے۔ گیلامی بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہا تھا۔
اپنے لشکر کا ایک حصہ وہ برشتہ کا نظم و نسق سنبھالنے پر بھیج دیا تھا۔ ایک روز
جب کہ وہ برسطہ سے دس میل دور کوہتاؤں سے گھری ہوئی ایک وادی سے گزر رہا تھا۔
اچانک دائیں ہاتھ سے راستہ کاٹ کر ولید اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے نمودار ہوا اور
گیلامی کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

گیلامی پریشانی کی حالت میں ولید کے لشکر کو دیکھنے لگا کیونکہ یہ لشکر اس کی
توقع کے خلاف سامنے آیا تھا۔ جب کہ اسے یقین تھا کہ المامون اور مقتدر ہیں سے
کوئی بھی اب اس کے سامنے آنے کی جرأت نہ کرے گا۔ لہذا اس نے اور اجنبی لشکر
کی آمد پر اسے وقتی طور پر حیرت ضرور ہوئی تھی۔ ولید نے بغیر کسی توقف کے آگے بڑھ
کر گیلامی پر حملہ کر دیا تھا۔ نارمنوں کا خیال تھا کہ وہ المامون اور مقتدر کے لشکروں کی
طرح اس لشکر کو بھی لمحوں کے اندر الٹ کر رکھ دیں گے لیکن ان کی ہر امید بے کما بار
ہر خواہش سرباب بن گئی۔ انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کر کے ولید کو پسپا کرنے
کی کوشش کی تھی اور وہ ناکام رہے تھے۔ گیلامی پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے ہر تدبیر
آزمائی تخریب کا ہر حربہ استعمال کیا لیکن وہ ولید کو اپنے لشکر کے اندر گھسنے سے روک
نہ سکا تھا۔ اس کی ہر تدبیر سر بسجود اور اس کی تخریب کاری کا ہر چرچم سرنگوں ہو کر رہ
گیا تھا۔

ولید نے گیلامی کے لشکر کے عین وسط میں جا کر روتے ہوئے جب انکھن
اللہ اکبر اور لاتخف کے نعرے مارے تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ نرم اور
سکون کے وقت کی چینی گھڑیوں میں، تیرگی کے ہونٹوں کو اشک آگ کے قطروں

طلیطلہ کے حکمران کیجی المامون کی طرف پیغام بھیجا یا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ پل کے مشرقی کنارے گھات میں بیٹھ جائے اور جو نہی شاخجہ کے لشکر کا ہرا دل پل کے اس پار نمودار ہو وہ اس پر حملہ کر دے۔

ولید کی آمد کا سن کر کیجی المامون فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کو اس نے پل کے مشرقی سرے کے قریب گھات میں بٹھادیا اور خود وہ ولید سے ملنے مغربی کنارے کی طرف آیا۔ اس وقت سورج غروب ہو کر شام خوب ڈھل گئی تھی اور ولید کا لشکر عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو چکا تھا۔ ولید اس وقت شاہراہ کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اور قریب ہی اس کا گھوڑا کھڑا ہوا تھا۔ المامون کو دیکھ کر ولید کھڑا ہو گیا۔ المامون بھی گھوڑے سے اتر کر بھاگ کر آگے بڑھا اور ولید کے گلے لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

اے ہسانیہ کے صدف و صفا فرزند! تیرے کارنامے سن کر مجھ کو بڑھسے کے حوصلے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ آپ کے قاصد نے مجھے بتایا تھا کہ آپ سر قسط سے دس میل جنوب مشرق میں نارمن جرنیل گیلامی کو شکست دے کر ادھر آئے ہیں۔ کاش میں اس وقت وہاں ہوتا جب گیلامی آپ کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ کاش میں اس کی بے بسی، اس کی مجبوری، اس کی بزدلی اور عبرت خیز شکست اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا۔

ولید نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ شاخجہ سے نمٹ کر میں بہت جلد واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں کیونکہ فرولندہ اپنی پہلی شکست کا بدلہ لینے کی خاطر شبلیہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس بار اس کے ساتھ حیووس ماریا کے علاوہ اس کا بھائی لیسی بھی ہے اور اس کے لشکر کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ فرولندہ کے پیٹے افونش اور غریبہ ایک جہاں فرانسیمی لشکر کے ساتھ حرا اور سویلا کی طرف بڑھ گئے ہیں لیکن اس طرف سے میں کم فکر مند ہوں۔ کیونکہ میرا جرنیل ناطور بن بدر ایسے باؤلے کتوں سے منٹنا خوب جانتا ہے وہ ان پر آگ اور گرم پانی کی ایسی بارش

کرے گا کہ وہ فصیل کے نزدیک تک نہ جاسکیں گے۔

المامون نے پوچھا۔ کیا شاخجہ کے لشکر کے متعلق آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے ولید نے اپنے سر پر خود درست کرتے ہوئے کہا۔ آپ کی آمد سے تھوڑی دیر قبل میرے جاسوس خبر لائے تھے کہ شاخجہ اپنے لشکر کے ساتھ اسی شاہراہ پر طلیطلہ کی طرف آ رہا ہے جس کے کنارے ہم اس وقت کھڑے ہیں۔ مخبروں کی اطلاع کے مطابق وہ جس رفتار سے آ رہا ہے اس کے مطابق وہ اب زیادہ سے زیادہ یہاں سے پانچ میل دور ہو گا اب آپ اپنے لشکر کی طرف چلے جائیے اور جب شاخجہ کے ہرا دل دستانے پل پار کر رہے ہوں تو آپ ان پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس طرف سے میں ان پر حملہ کر دوں گا اور دیر تک تاج کے کنارے رات کے سرد سناٹے میں ان کی بے بسی اور لاچارگی قابل دید ہوگی۔ المامون اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور پل کے اس پار چلا گیا۔ ولید بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

شاخجہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی سرعت سے جنوب مشرق کی طرف سفر کر رہا تھا۔ گیلامی کی طرح اسے بھی خوش فہمی ہو گئی تھی کہ قلعۃ النہر سے لے کر طلیطلہ کی فصیلوں تک کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہ ہو گا۔ لہذا وہ فتح کے نشے میں چور اور مسلمانوں کا مال و اسباب لوٹنے اور انہیں جی بھر کے قتل کرنے کی دھن میں ڈوبا ہوا طلیطلہ کی طرف بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ دریائے تاجہ کے اس پل پر آ گیا جس کے ایک کنارے پر ولید اور دوسرے پر کیجی المامون اس کے ساتھ مرگ و موت کا کھیل کھیلنے کی تیاری مکمل کر چکے تھے۔ شاخجہ اپنے لشکر کے وسط میں تھا اور اس کے ہرا دل دستانے بے دھڑک اس چوٹی پل پر چڑھ گئے تھے جس پر سے گزر کر شاہراہ طلیطلہ کی طرف جاتی تھی۔ زمین اپنے آب و گل کے ساتھ خاموش تھی۔ بلند و بالا اور گھنا آسمان چپ تھا۔ شاہراہ اور قرب و حوا کے پہاڑ، میدان اور نالوں پر جمود طاری تھا۔ لگتا تھا ہر چیز کی آتش احساس سرد ہو گئی ہو اور قدرت کی تکوینی قوت سکون میں عمل ہو کر رہنا مہونے والے لمحات کو پریدہ رنگی بخشنے کی خاطر اپنے ہونٹوں پر قفل لگا چکی ہو۔

چاروں طرف ایک چپ تھی، روندی مسلی کلیوں کے لیوں جیسا سکوت تھا جیسے کانٹا کی ہر شے الغت بھری رُوحوں کے سفر اور خاموش غرام میں کھو گئی ہو۔ شاید اس لیے کہ دریائے تاجہ کے کنارے قدرت کے گماشتے فرولندہ کے بیٹے شانجہ کے طالع بد کی ابتدا کرنے والے تھے رہبر حال وقت کی بے رحم تانکا جھانکی اور حالات کی ستم ظریفی سے بے پردہ شانجہ آگے بڑھتا رہا۔

شانجہ کے ہراول دستے پُل کے اس پار اترنے لگے تو فواول اور صلاؤں کی منتظر تہائی میں ایک شور اُٹھ کھڑا ہوا جیسے کسی زنداں میں قیدیوں کا شور و غل برپا ہو گیا ہو یا صدیوں سے ویران کسی راہ گزر پر پُر آن گنت زخمی روجیں جہج پکار اُٹھی ہوں۔ یحییٰ المامون شانجہ کے ہراول دستوں پر حملہ آور ہو گیا تھا اور فرانسیسی لوگ کھلا ہٹوں میں ہاؤموں کی آوازیں بلند کر رہے تھے۔ فرانسیسی ابھی سنبھل کر کسی ترتیب اور تنظیم کے ساتھ المامون سے نمٹنا چاہتے تھے کہ ولید بھی گھات سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو گیا ولید نے اپنے لشکر کے ساتھ دو سمتوں پر حملہ کر دیا تھا۔ خود وہ براہ راست اس طرف حملہ آور ہوا جہاں شانجہ لڑ رہا تھا۔ جب کہ اس کے لشکر کا چھوٹا سا ایک حصہ فرانسیسیوں کو کاٹتا ہوا پُل پر آگے بڑھنے لگا۔ اب ایک طرف سے المامون اور دوسری طرف ولید کے لشکر کا حصہ بڑھے تھے اور انہوں نے پُل کو فرانسیسیوں سے پاک کر دیا تھا۔ اکثر فرانسیسی دریا میں کود کر مر گئے جو بچے وہ تلواریں نظر ہو گئے۔

پُل کو صاف کرنے کے بعد ولید کے دستے اور یحییٰ المامون بھی ولید کے ساتھ آئے تھے تاریک رات کے اندر اُٹھتے بے کراں شور میں شانجہ اپنے آپ کو طوفانوں میں گھرا دیکھ رہا تھا۔ ولید کے لشکر کا ہر سپاہی ان مظالم کا انتقام لینے پر چل گیا تھا جو شانجہ نے المامون کے شہر قلعہ انہر پر ڈھائے تھے۔ ولید کے حملوں میں لالہ سحر کی سہیل بھورتی اور صبح کی زرفشانی جیسی تانہنگ تھی۔ اپنے تیز اور مسلسل حملوں سے اس نے فرانسیسیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اچانک کسی مسلمان سپاہی نے اونچی آوازیں شانجہ کو مخاطب کر کے کہا۔

اے فرولندہ کے بیٹے شانجہ! دریائے تاجہ کا یہ کنارہ تیرے لشکر کا قبرستان بنے گا ہم اس سے قبل سرفسطہ سے باہر نازن جرنیل گیلانی کو شکست دے کر آئے ہیں۔ جانتے ہو ہمارے سالار اس وقت کون ہیں، تم اس وقت ہمارے سالار اعلیٰ ولید بن ہشام سے جنگ کر رہے ہو جس نے بارہا ہمارے باپ کے جوار لشکر کو عبرت ناک شکست دی ہے۔ ولید بن ہشام کا نام سن کر شانجہ کی سوال کناں آنکھیں پتھر گئی تھیں۔ اس کی بھوکی آنکھوں میں جہاں پہلے لغزش و بے راہ و روی تھی وہاں اب خاک و خاکسراؤں رہے تھے۔ ولید کے نام سے شانجہ کے حوصلے پست ہو گئے تھے اور جنگی ضرورتوں کا دھیان اس کے ذہن میں دھندلاؤ دھنڈا چلا گیا تھا۔ آدھی رات تک جنگ ہوتی رہی اس کے بعد فرانسیسی جنگ سے منہ موڑنے لگے پھر شانجہ انہیں لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ شانجہ کے لشکر کی تعداد اب بھی ولید اور المامون کے متحدہ لشکر سے زیادہ تھی۔

ولید نے دس میل تک شمال کی طرف اندھیرے میں بھاگتے شانجہ کا تعاقب کیا۔ پھر وہ جنگ میں کام آنے والے سپاہیوں کی تدفین اور زخمیوں کی دیکھ بھال کے لیے دریائے تاجہ کے پُل کی طرف لوٹ گیا تھا۔



مرسیہ اور عقیقہ صبح کا کھانا پکا رہی تھیں۔ خیران کھلے آسمان تلے بندھی ہوئی بکریوں کا دودھ دودھ رہی تھی۔ اپنے بچے سے باہر مرسیہ اور عقیقہ نے مٹی کا چولہا بنا رکھا تھا جہاں وہ کھانا تیار کرتی تھیں۔ زیدان اور پیلاطس فجر کی نماز ادا کرنے اس کھلے میدان کی طرف گئے ہوئے تھے جہاں کیمپ کے لوگ طبیب ابوالعاص کی امانت میں باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ ایک دم پیلاطس خمیوں کے بھیج بیچ بھاگتا ہوا نظر آیا۔ وہ مرسیہ کو پکارا ہوا آ رہا تھا۔ مرسیہ! مرسیہ! آقا ولید آگئے۔ آقا ولید آگئے۔

مرسیہ خوشی سے دیوانی ہو کر چلنے کے پاس سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پیلاطس سے پوچھا۔ پیلاطس! پیلاطس! کہاں ہیں آقا ولید! خدا کی قسم میں ان سے ضرور ملوں گی۔ پیلاطس نے اپنی سانس درست کرتے ہوئے کہا۔ وہ یہاں سے

پانچ میل مشرق کی طرف دریائے تاجہ کے پل پر ہیں۔ فردلندہ کے بیٹے شانجھ نے طلیطلہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن آقا ولید بروقت اہل طلیطلہ کی مدد کو آگئے اور دریائے تاجہ کے کنارے انہوں نے شانجھ کو عبرت خیز شکست دی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک جنگ میں خوشنوار مارن جرنیل کیلامی کو بھی شکست دے چکے ہیں اس وقت وہ دریائے تاجہ کے کنارے پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ شاید وہ آج ہی کسی وقت اشبیلیہ کی طرف کوچ کر جائیں۔ اس کیمپ کے کچھ لوگ اُن کے لشکر اور میدان جنگ کو دیکھنے جا رہے ہیں۔ میں تمہیں بتانے آیا تھا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ جا رہا ہوں مرسہ نے بیتابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی اور اُن سے بلوں گی۔

پیلطس نے کہا۔ تو پھر تم تیار ہو جاؤ۔ اتنی دیر تک میں گھوڑے پر زین کتا ہوں۔ امیر ولید کی فتح کی خوشی میں اب مجھے جھوک بھی نہیں رہی۔ مرسہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ تمہیں یہ باتیں کس نے بتائیں۔ پیلطس خیمے کے قریب کھڑے گھوڑوں کی طرف جاتے جاتے رُک گیا اور کہا۔ قرطبہ کی طرف سے جبل اشارت کی طرف جانے والے کچھ تاجر یہاں سے گزر رہے ہیں۔ اُنہوں نے فجر کی نماز ہمارے ساتھ کیمپ میں ہی پڑھی ہے۔ وہ طلیطلہ کی طرف سے آئے ہیں اور اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے جنگ کا نقشہ دیکھا ہے۔ مرسہ خیمے کے اندر بھاگتی ہوئی بولی تم دو گھوڑوں پر زین ڈالو میں ابھی آتی ہوں۔ پیلطس وہاں سے ہٹ کر گھوڑوں پر زین کسے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کیمپ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ دریائے تاجہ کے کنارے طلیطلہ کی طرف جا رہے تھے۔

مرسہ اور پیلطس جب دریائے تاجہ کے پل پر پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا ولید اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کی تیاری کر رہا تھا اور طلیطلہ کے اُن گنت لوگ کیا مرد کیا عورتیں انہیں کھانے پینے کا سامان پیش کر رہے تھے۔ مرسہ کو لشکر کے اندر لے جانے کی بجائے پیلطس نے دونوں گھوڑوں کے ساتھ اسے ایک ٹیلے کے قریب کھڑا کر دیا

درخود وہ لشکر کے اندر چلا گیا۔ ولید اس وقت کچی الماموں سے باتیں کر رہا تھا۔ جونہی پیلطس پر ولید کی نظر پڑی اس نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔ پیلطس! پیلطس! تم یہاں کیسے آئے ہو؟ جواب میں پیلطس ولید کو قتالیہ سے بھاگنے، مازر کی موت، زیدان کے ہاں پناہ اور پھر دریائے تاجہ کی طرف ہجرت کی پوری داستان سنا رہا تھا۔ ولید نے بیتاب ہو کر پوچھا۔ مرسہ کہاں ہے۔ پیلطس نے ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اسے لشکر کے اندر نہیں لایا۔ وہ اس طرف ایک ٹیلے کے پاس کھڑی آپ کا انتظار کر رہی ہے۔ ولید نے کچی الماموں سے معذرت طلب کی اور پیلطس کے ساتھ ہو لیا۔

مرسہ کے قریب جا کر پیلطس رُک گیا اور ولید سے کہا۔ آپ اسے بل لیں میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ میری موجودگی میں شاید وہ کھل کر آپ سے بات نہ کر سکے۔ ولید چپ چاپ مرسہ کی طرف بڑھا۔ مرسہ ولید کو اپنے سامنے دیکھ کر ٹوٹی سے لرز سی گئی۔ ولید اس کے سامنے اکھڑا ہوا۔ جیسا مرسہ کے چہرے بزرگوں کی لگکاری شروع ہو گئی تھی اور اس نے اپنی گردن جھکا لی تھی۔ اس سمئے ولید کوہ یوں لگی جیسے بارش میں دھلی دھلی کوئی کٹی۔ جیسے پرتشش اور دل آویز منظر۔ یہ اس وقت عرب لڑکیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی اور بڑی حسین لگ رہی تھی۔

ولید نے اسے پکارا۔ مرسہ! مرسہ! مرسہ نے اپنی گردن سیدھی کی اور ولید کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنی مٹھاس کی پوری تہ میں ڈوب کر کسی کونپل کے ننھے جیسی آواز میں کہا۔ میں آپ کو فردلندہ، کیلامی اور شانجھ کو شکست دینے پر ہلاک باد دیتی ہوں۔ ولید نے کہا۔ میں اسلام قبول کرنے پر تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ مرسہ نے اُنگوں کی موجوں میں ڈوبی آواز میں کہا۔ آپ اب کہاں جائیں گے؟

ابھی اور اسی وقت کوچ کر رہا ہوں۔ میرا رخ اشبیلیہ کی طرف ہو گا جہاں فردلندہ ایک نئی جنگ کی ابتدا کر چکا ہو گا۔

محبت کی صدائے بازگشت میں ڈوبی مرسہ نے کہا۔ کیا میں آپ کے ساتھ

ولید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے - مریہ! مریہ! میں تمہارا جذبات سے آگاہ ہوں - میں جنگ میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا - سنو! مریہ! میری بیوی مرچکی ہے - اس سے مجھے بے انتہا محبت تھی - شروع میں تمہاری طرح وہ بھی عیسائی تھی - اس سے میرا ایک بیٹا بھی ہے - اس کا نام سعد ہے - اس کی دیکھ بھال عمروں کی بیوی سارہ کرتی ہے - کیا تم - سنو مریہ! مجھے تمہاری ضرورت ہے -

مریہ نے خواہش کی طرح سینکتی آواز میں کہا - میرے آقا! آپ کو نہیں مجھے آپ کی ضرورت ہے - کیمپ سے روانہ ہوتے وقت میں سوچ رہی تھی - نہ جانے آپ میرے ساتھ کیسا سلوک کریں - اب میں محسوس کرتی ہوں قشتالیہ سے دریائے تاجر تک میرا سفر رائیگاں نہیں گیا -

ولید نے پوچھا - اب تم کہاں رہنا پسند کر دو گی - اگر تم کہو تو میں تمہیں حرہ بھجوا دوں - وہاں تم میری حویلی میں رہو - سارہ تمہارا خیال رکھے گی - مریہ نے فوراً کہا - نہیں، میں اکیلی وہاں نہ رہ سکوں گی - اگر آپ ساتھ ہوتے تو وہ بات تھی - حرہ میں تنہا رہ کر آپ کا انتظار میرے لیے ایک غراب ہو گا - میں ابھی زیدان کے ہاں ہی ٹھہروں گی - جب جنگ ختم ہو گی اور مجھے خبر ہو گی کہ آپ حرہ چلے گئے ہیں تو میں بھی پیلاطس کے ساتھ آپ کے پاس چلی آؤں گی - زیدان کے گھروالے مجھ پر بہت مہربان ہیں اور وہ میرا خیال رکھتے ہیں - کاش ایسا ممکن ہوتا کہ آپ کی غیر موجودگی میں سعد کو میں اپنے پاس رکھتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی - مجھے آپ کی بیوی کے مرنے کا دکھ ہے -

ولید خاموش رہا اور کچھ سوچنے لگا - مریہ نے پہلی بار اپنے نازک ریشمی ہاتھ سے ولید کا بازو پکڑ کر ہلاتے ہوئے پوچھا - آپ کہاں کھو گئے ہیں - ولید مریہ کی حریفی انگلیوں کے ٹھنڈے اور خوش کن لمس سے چونکا اور کہا - مریہ! مریہ! کیا تم - مریہ نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا - اگر زیدان کے ہاں میرا قیام آپ پسند نہیں کرتے تو آج اور اسی وقت میں حرہ جانے کو تیار ہوں - میں آپ کی دل شکستی نہیں کر سکتی کاش

میں جنگوں میں آپ کے ساتھ حصہ لے سکتی - قشتالیہ سے فرار کے بعد جو عرصہ آپ کے انتظار میں مجھ پر گزر رہا ہے وہ میری زندگی کا سب سے تلخ دور ہے - قشتالیہ سے جب آپ آخری بار ہم سے جدا ہوئے تھے تو میں آپ سے کچھ نہ کہہ سکی تھی لیکن اب میں بالاطال کہہ سکتی ہوں کہ میں نے آپ سے محبت کی ہے اور اس محبت میں قیامت اب میں آپ کا انتظار کر سکتی ہوں -

ولید نے مریہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا - تم غلط سمجھی ہو مریہ! میں کہنے والا تھا کہ جب جنگ ختم ہو گئی تو میں تمہیں لینے آؤں یا تم - مریہ نے مسکرا کر ہنسے کہا - آپ بے فکر رہیں جب جنگ ختم ہو گئی تو میں آپ سے پہلے حرہ پہنچ کر آپ کا انتظار کروں گی - ولید نے مسکراتے ہوئے کہا - اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں تمہارا انتظار کروں گا - پھر ولید نے اپنے لباس کے اندر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور مریہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا - یہ رکھ لو! اس افراط و تفریط اور پُر آشوب دور میں یہ تمہارے کام آئے گی - مریہ نے بڑے پیار سے کہا - آپ میرے متعلق فکر مند نہ ہوں - میرے پاس تم ہے - ولید نے کہا - رکھ لو! کیا اب تم میری ہر چیز کی حصہ دار نہیں ہو - مریہ خوشی میں مسکرا دی اور نقدی کی تھیلی لے لی -

ولید کچھ اور بھی کہتا چاہتا تھا کہ ولید کے لشکر میں نقارے بجنے لگے جو اس بات کی علامت تھی کہ لشکر کوچ کے لیے تیار ہے - ولید مریہ کو خدا حافظ کہہ کر لشکر میں چلا گیا - پیلاطس مریہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا - تھوڑی دیر بعد ولید کا لشکر کوچ کر رہا تھا - مریہ بھاگ کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئی اور ولید کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی - جب اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سٹیپے میں نکلا ہوں سے اوجھل ہو گیا تو مریہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے - کچھ دیر وہ مایوسی کی حالت میں ٹیلے پر کھڑی رہی پھر اس نے اپنے سر پر کچھ لیے اور ٹیلے سے اتر کر وہ اس طرف جا رہی تھی - جہاں پیلاطس دونوں ڈولوں کی باگیں پکڑے اس کا انتظار کر رہا تھا -

جس طرح منہ زور آندھی کھنے جنگلوں میں اپنا راستہ بنا لیتی ہے۔ فرولندہ نے جیولوں مارا
کو تعاقب کرنے کا حکم دیا لیکن یہ تعاقب بے سود نکلا۔ کیوں کہ شب خون مارنے والے
رات کی تاریکی اور کوہستانوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا آپ بچا گئے تھے۔ عمروں اور پرامرار
جرنیل کا اصل مقصد فرولندہ کی پیش قدمی کی رفتار سست کرنا تھا اور شب کا کھیل
کیل کردہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے تھے۔ فرولندہ محتاط ہو گیا تھا اور اس نے
آگے بڑھنے کی رفتار کم کر دی تھی۔ اس طرح جو سفر فرولندہ نے دو روز میں طے کرنا تھا
وہ تیز رفتاری اور مسلمانوں کے شب خون کے سبب اسے پانچ روز میں طے کرنا
پڑا تھا۔

عمروں اور پرامرار جرنیل فرولندہ سے پہلے ہی واوی آئے میں متعقد کے
پاس پہنچ گئے تھے۔ فرولندہ نے بھی وہاں پہنچ کر اسی جگہ اپنا پڑاؤ کیا جہاں وہ پہلی جنگ
کے دوران فروکش ہوا تھا۔ عمروں، متعقد اور پرامرار جرنیل نے اپنے آپ کو تیار
رکھا لیکن انہوں نے اپنی طرف سے جنگ کرنے کی کوئی چھیڑ خانی نہ کی۔ اس لیے کہ وہ
جلتے تھے جنگ کی ابتدا میں تاخیر ان کے حق میں بہتر ثابت ہو سکتی تھی کیونکہ اس طرح
دلید کو بھی موقع مل سکتا تھا کہ وہ اس جنگ میں حصہ لے سکے۔

دو روز تک فرولندہ کی طرف سے بھی کوئی شرارت نہ ہوئی۔ شاید وہ بھی
اپنے لشکر کو آرام کا موقع دینا چاہتا تھا۔ تیسرے روز صبح سویرے ہی فرولندہ کے
لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے جس کا مطلب تھا آج جنگ ہوگی۔ عمروں نے
اپنے لشکر کی صفیں اس طرح درست کیں کہ انہیں خوب پھیلا دیا تاکہ اس کے لشکر
کا کسی ٹوٹھک چھپ جائے۔ ساتھ ہی اس نے لشکر کو یہ ہدایت بھی کہ دی کہ جنگ
کے وقت ایک دوسرے سے خوب گتھ جائیں۔ خود عمروں قلب میں رہا۔ میرہ
میں متعقد کو ارمینہ میں پرامرار جرنیل کو رکھا تھا۔

جنگ کی ابھی ابتدا نہ ہوئی تھی۔ عمروں اور متعقد اپنے لشکر کے سامنے
مڑے میدان جنگ کا جائزہ لے رہے تھے کہ انفرادی جنگ کی ابتدا کرتے ہوئے

رفت سے ڈھکی کوہستانی چوٹیوں پر منعکس ہوتی ہوئی سورج کی کرنیں دم توڑ
رہی تھیں۔ روشنیوں کے گلے میں تاریکی کے رستے کا پھندا اکسا جا رہا تھا کہ سورج بڑی
تیزی سے نیچے جھکتا ہوا مغرب میں بحیرہ ادنیانوس اور خلیج بسکے کی تہوں میں اتر گیا تھا
فرولندہ نے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے لشکر کو روک دیا اور پڑاؤ کرنے کا حکم دیا
اس بار اس کے لشکر کا پھیلاؤ میلوں پر محیط تھا۔ آن کی آن میں استرمیو دا کے شمال مشرقی
کوہستانوں کے اندر لشکر نے عجیبے نصب کردہ پڑاؤ کر لیا۔ گھوڑوں کو سروی سے بچا
کے لیے بڑے بڑے شامیانوں پر مشتمل اصطبل کھڑے کر دیئے گئے تھے اور لشکر بڑی تیزی
سے اپنے کھانے پینے کا انتظام کرنے لگا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے تھے اور بارش
کا بھی امکان تھا۔

فرولندہ اس کے بھائی لیبی اور جیولوس ماریا کے وہم و گمان میں بھی یہ بات
نہ تھی کہ میدان جنگ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے راستے میں کوئی ان پر شب خون
بھی مار سکتا ہے۔ کھانے کے بعد لشکر جب تھکاوٹ کے باعث گہری نیند سو گیا
تو دائیں طرف سے عمروں اور بائیں طرف سے وہ پرامرار لشکر نمودار ہوا اور فرولندہ
پر شب خون مارا۔ یہ ایک سخت اور کامیاب شب خون تھا کہ عمروں اور پرامرار جرنیل
فرولندہ کے لشکر کے دائیں بائیں کے ایک بڑے حصے کو اس طرح چیر کر نکل گئے تھے۔

فروندہ کے لشکر سے ایک جنگجو باہر نکلا اور میدان کے وسط میں آکر مقابلے کے لیے لاکھڑا
عمروس اور مقتصد کوئی فیصلہ بھی نہ کر پائے تھے کہ آناً فاناً مقتصد کے لشکر سے ایک جوان
نکلا اور اپنے گھوڑے کو میدان میں آگے بڑھا دیا۔ وسط میں جا کر وہ مجاہد گھوڑے سے
اُترا اور فروندہ کے سپاہی سے جنگ کرنے لگا۔ عمروس ان دونوں کی جنگ دیکھنے میں
بُری طرح محو تھا کہ وائیں ہاتھ ایک سوار اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور عمروس کے
قریب آکر گھوڑے سے اُترا وہ ولید کا جاسوس عمر بن ربیعہ تھا۔ عمروس نے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا۔

عمر بن ربیعہ: — عمر نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ یا امیر اسب
ٹھیک ہے۔ امیرنا طور نے فروندہ کے بیٹے افنش اور غریبہ کو اپنے مقصد میں کامیاب
نہیں ہونے دیا۔ گودہ ہمارے دونوں شہروں کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں لیکن امیرنا طور انہیں
فیل کے قریب نہیں آنے دے رہے۔ آپ حرہ اور سودا کی طرف سے بے فکر ہو جائیے
اس کے علاوہ میں آپ کے لیے خوشخبری بھی لایا ہوں۔ آقا ولید نازن جرنیل کیلانی اور
شانجہ کو شکست دے کر آپ کی مدد کو پہنچ گئے ہیں۔ عمروس نے بے تاب ہو کر پوچھا۔
کہاں ہیں آقا! عمر نے کہا اپنے وائیں طرف دیکھئے۔ عمروس نے دیکھا وائیں طرف وادی
آنہ میں دھول اُڑ رہی تھی اور گرد کے ان بادلوں کے اندر سے ولید کا لشکر نمودار ہوا
تھا۔ گھوڑے ہنہناتے اور سرپٹ دوڑتے ہوئے میدان جنگ کا رخ کر رہے تھے۔
ایک دم عمروس چونک پڑا۔ میدان میں لڑنے والے فروندہ کے سپاہی
مسلمان مجاہد کو جنگ میں زیر کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مسلمانوں نے اسے
ایک بُرا شگون سمجھا اور وہ بدول سے ہو گئے تھے۔ فروندہ کا سپاہی ہاتھ لہرا کر
پھر مقابلے کے لیے لکھڑا ہوا تھا۔ اچانک جب اسلامی لشکر کی نگاہ قریب آئے
ولید کے لشکر پر پڑی تو ان کی حالت بدل گئی ان کے چہروں پر دنیا بھر کی رونق اور
خوشیاں کھیل گئی تھیں۔

ولید کا لشکر میسرہ کے پہلو میں آکر رک گیا۔ فروندہ اس لشکر کو فکر کی

نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں لکھارتے فروندہ کے جنگجو سے مقابلہ کرنے کے لیے
عمروس خود میدان میں اُترا تھا لیکن وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا کہ اُس نے دیکھا۔
ولید گھوڑا جھکاتا ہوا اس سے آگے نکل گیا تھا۔ عمروس لوٹ کر پھر اپنی جگہ پر اکھڑا ہوا
تھا۔ ولید نے فروندہ کے سپاہی کے قریب جا کر اپنا لوہے کا نیزہ سنبھال لیا تھا اور اس
فرح دشمن کی طرف بڑھا جیسے کوئی نیزہ باز لکڑی کا کھونٹا چھید لینے کی خاطر آگے بڑھتا
ہے۔ فروندہ کے سپاہی نے بچنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ولید نے اپنا گھوڑا اس کے
پچھے جھکا کر اپنا نیزہ اس کی چھاتی میں پیوست کیا اور پھر اسے اس طرح ہوا میں
اڑچا کیا جیسے جنگی علم فضا میں بند کیا جاتا ہے۔ میدان میں ولید کا گھوڑا اپنی دونوں
اُٹلیں اٹھا کر بُری طرح ہنہناتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسلامی لشکر نے اس زور سے
بمباران کی کہ سارا دن لڑاؤ تھا۔ فروندہ کے سپاہی کی لاش ولید نے پھینک دی اور
اپنے سپاہی کی لاش اٹھا کر وہ لشکر میں واپس آ گیا تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے
ہوئے تھے اور بارش کا امکان بڑھ رہا تھا۔

فروندہ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ قلب
میں وہ خود رہا۔ مہینہ پر اپنے بھائی لیبی کو اور میسرہ پر جیولوس مارا کر رکھا تھا۔ اسلامی
لشکر میں قلب پر عمروس، مہینہ پر پیرہ اسرار جرنیل اور میسرہ پر مقتصد کماندار تھے
عمروس نے ولید کو قلب میں آنے کی پیشکش کی تھی لیکن ولید ایک الگ محاذ کھولنے
کی نیت سے قلب کے سامنے نہ گیا تھا۔ فروندہ نے پہلے مہینہ اور میسرہ کو آگے بڑھایا
اور آناً فاناً فاصلہ رکھ کر وہ قلب کو لے کر بھی آگے بڑھا تھا۔

ولید اپنے لشکر کو لے کر عمروس کے قلب کے پیچھے اس نیت سے جا کھڑا
ہوا تھا کہ اس کے لشکر کا جو حصہ بھی کمزوری دکھائے گا وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے
گا۔ عمروس نے جب دیکھا کہ دشمن کے مہینہ اور میسرہ آگے بڑھ رہے ہیں اور فروندہ
قلب کو پیچھے رکھ رہا ہے۔ اس نے فوراً اپنے لشکر کے دو حصے کر دیے۔ آدھا مہینہ
کے ساتھ اور دوسرے حصے کو وہ خود لے کر میسرہ کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اس طرح

میمنہ اور میسرہ کے درمیان ایک خلا پیدا ہو گیا تھا اور اس خلا کو پُر کرنے کے ولید اپنے لشکر کے ساتھ تیار کھڑا تھا۔

سب سے پہلے دونوں لشکروں کے میمنہ اور میسرہ آپس میں ٹکرائے عروس مقصد اور پراسرار جرنیل نے بڑی جرأت مندی سے دشمن کا حملہ روکا اور جوانی حملے شروع کر دیے۔ عروس اپنے لشکر کے آگے شیر کی طرح دھاڑتا ہوا لڑ رہا تھا اور وہ مقصد کے ساتھ دشمن کے میسرہ میں دور تک جا گھسنا تھا۔ دوسری طرف پراسرار جرنیل نے بھی دشمن کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ فرولندہ ابھی اندازہ ہی لگا رہا تھا کہ کس طرف حملہ آور ہو کہ ولید نے اس پر حملہ کرنے میں پہل کر دی۔ فرولندہ کے سپاہی زور زور سے چلانے لگے۔

”ہوشیار! دشمن قلب پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ گو فرولندہ اپنے قلب کے ساتھ سنبھل چکا تھا لیکن ولید کا حملہ اس قدر گہرا، بے حد مضبوط اور نہایت سفل تھا کہ فرولندہ کو دور تک پیچھے ہٹ جانا پڑا تھا۔ فرولندہ جو مسلمانوں کے لیے بلا بدین کو آیا تھا ولید کے حملے کو نہ روک سکا تھا۔ وادی آنہ گھوڑوں کے قدموں کی دھمک سے کانپ اٹھی تھی۔ تلواریں کھنکھنا رہی تھیں، گھوڑے ہنہارہے تھے۔ وادی آنہ سُرخ ہو رہی تھی اور گھوڑے اپنے سواروں سے محروم ہوتے جا رہے تھے۔ تغیر کے اس کارزار میں مسلمان ایسے جم کر لڑے تھے کہ وہ ایک قدم تک

پسپا نہ ہوئے تھے۔ وہ اپنی تلواروں سے جہاد و عبرت کے درخشاں رنگ بکھیر رہے تھے۔ ولید، عروس، مقصد اور پراسرار جرنیل نے دشمن کے اندر تک گھس کر لڑتے ہوئے اپنے جوانوں کے، خون کو شعلہ سامان، ان کے سوصلوں کو بلند و درخشاں، ان کے بازوؤں کو تقدس کا پاسبان، ان کے لڑنے کے انداز کو دانتان ہائے زریں اور ان کے جذبات کو دکھتی ہوئی آگ میں بدل دیا تھا۔ مسلمانوں کی ندی اور سرکشی کے آگے فرولندہ کے سپاہی ہوا بھرے آبی بلبلیوں کی طرح ختم ہونے لگے تھے۔ فرولندہ نے سنبھل کر ولید پر جوابی حملہ کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ولید کو دھکیل

کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دے۔ کیونکہ ولید کے مقابلے میں اس کا پسپا ہونا۔ اس کے لشکر پر منفی اثرات ڈال سکتا تھا۔ فرولندہ نے انتہائی کوشش کی، اپنی فوری قوت صرف کی لیکن ولید کو وہ پیچھے نہ دھکیل سکا تھا۔

ولید بیکراں آسمان کی پنہائیوں کی طرح فرولندہ پر ایسا چھایا تھا جیسے یونانی دیوالا کی فتح کی دیوی جس کے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ فرولندہ کشت و خون سے کمزور اور سمانوں کے حملوں کے خوف سے ڈرتے ہوئے اپنے لشکر کو ششدر، دیران اور حیران کن انداز میں دیکھ رہا تھا۔ لگتا تھا شکست فردلندہ کے مقدرات کا ایک حصہ نبی جا رہی تھی۔ مسلمان اُس کے لشکر میں دور دراز سے بھی آگے بڑھتے جا رہے تھے اور وہ شعلوں پر رقص کرنے کے انداز میں پھر اس سے پہلی جنگ کا قصہ دہرانے لگے تھے ان کے حملوں میں جس رفتار سے تیزی، اور سرگرمی بڑھتی جا رہی تھی اسی رفتار سے فرولندہ اپنے سامنے اپنے مقدر کی کتابِ نخوت کے بدترین اوراق دیکھ رہا تھا۔

فرولندہ کو پیچھے دھکیلنے کے بعد ولید اچانک کسی برق کے کوندے کی طرح اپنے دائیں ہاتھ مڑا اور فرولندہ کے میسرہ پر حملہ کر دیا جس کی کمانداری فرولندہ کا بھائی لیبسی کر رہا تھا۔ ولید اپنے لشکر کے ساتھ زور مارتا ہوا میسرہ میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ فرولندہ کے لشکر کے اس حصے کو اس نے تقریباً دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اچانک ولید کی نظر لیبسی پر پڑی اور وہ راستہ بناتا ہوا طوفانی انداز میں اس طرف بڑھا جہاں لیبسی لڑ رہا تھا۔

ولید جب اس کے قریب گیا تو لیبسی نے اپنا رخ بدلا چاہا لیکن وہ لاچار اور مجبور ہو گیا تھا کیونکہ اس کے ایک طرف عروس اور دوسری طرف ولید بڑھے چلے آ رہے تھے لیبسی جوابی کارروائی کرنے کا کوئی فیصلہ ہی کر رہا تھا کہ ولید اس کے سر پر پہنچا۔ ولید نے جب اس پر حملہ کیا تو لیبسی بوکھلا گیا۔ تاہم وہ ولید کے پہلے دو وار روکنے میں کامیاب رہا تھا۔ ولید نے جب تیسرا وار کیا تو لیبسی نے بچنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ولید کی تلوار ان کے شانے سے پسلیوں تک کاٹتی چلی گئی تھی۔ لیبسی زمین پر گر کر دم توڑ گیا۔

مسلمان دیکھ رہے تھے کہ فردلندہ کا لشکر آہستہ آہستہ دبتا جا رہا ہے۔ لہذا انہوں نے اپنے حملوں میں اور زور و قوت اور غصیلے زخموں سے بھرا انداز اختیار کر لیا تھا۔ جلد ہی ہی فردلندہ کا لشکر پسپا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ہر سپاہی جنگ سے یوں منہ ورنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس طرح گھنیرے جنگل کے اندر کوئی ریچھ کسی تیندوے کو پکھلے لمبی لمبی گھاس میں اپنا آپ چھپا لینے کی کوشش کرتا ہے۔ مسلمانوں کے خون کا گرمی بڑھتی گئی جب کہ فردلندہ کے لشکر کی حالت تنگ بار کر کے بہت لڑنے والے ہندے جیسی ہو گئی تھی۔

اچانک ولید کے اشارے پر مسلمانوں نے تکبیر بلند کرتے ہوئے ایک ساتھ حملہ کیا۔ فردلندہ کا لشکر یہ اچانک اور کاری ضرب سہہ نہ سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ ولید عمروں پر اسرار جرنیل اور معتضد نے مارے کاٹتے ہوئے دشمن کا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن تعاقب زیادہ دور تک جاری نہ رہ سکا۔ فردلندہ کی قیمت اچھی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور فضا کے اندر پانی کی ایک چادر سی تن گئی۔ لہذا ولید نے فردلندہ کا تعاقب ختم کر کے واپسی کا رخ اختیار کر لیا تھا۔

ولید جب جنگ کے میدان میں آیا تو اس نے دیکھا چاروں طرف پانی ہی پانی ہو رہا تھا۔ لشکر کے سبب زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ غریبہ بھی اپنی ساتھی لڑائی کے ساتھ ان میں شامل تھی وہ مرہم پٹی کرنے کے علاوہ اپنے زخمی سپاہیوں کو بھاگ بھاگ کر پانی بھی پلا رہی تھیں۔ ان سب نے اپنے گلے میں پانی کے مشکیزے اور کر پر مرہم پٹی کا سامان لا رکھا تھا۔ ولید جب گھوڑے سے اترتا تو معتضد نے اپنا گھوڑا اس کے پاس آکر روکا۔ جلدی جلدی برستی بارش میں وہ نیچے اترتا اور آگے بڑھ کر ولید کو گلے لگایا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

ہشام کے بیٹے! میں تمہاری آمد سے مایوس ہو گیا تھا لیکن تم عین ضرورت کے وقت میدان جنگ میں پہنچے ہو۔ فردلندہ کو دوسری شکست دے کر اے عزیز فرزند! تم نے ہسپانیہ کی عزت بڑھائی ہے۔ خدا کے گھروں کی حفاظت اور وطن کی

مسلمان مجاہد اُدچی آوازوں میں شور کرنے لگے تھے۔ فردلندہ کا بھائی لیسی مارا گیا، فردلندہ کا بھائی لیسی مارا گیا، لیسی کے مرنے کی خبر سن کر فردلندہ کا میسرہ بُری طرح متاثر اور منتشر ہو کر رہ گیا۔ میسرہ کا ہر سپاہی اپنی جان بچانے کی خاطر فردلندہ کے قلب اور جیولوس ماریا کے مہینہ کی طرف بھاگ رہا تھا۔

آسمان پر رات ہی سے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور اب ہلکی ہلکی بوند بارش شروع ہو گئی تھی جس کے باعث فضا دھند آلود اور سردی تیز ہو گئی تھی۔ پُر اسرار جرنیل بھی جیولوس ماریا کو پیچھے ہٹیل چکا تھا۔ اس موقع پر فردلندہ جیولوس ماریا کی طرف بڑھا اور یوں فردلندہ کے قلب اور مہینہ نے مل کر مسلمانوں کے مہینہ پر حملہ کر دیا تھا جس کی کمانداری پُر اسرار جرنیل کر رہا تھا۔ لیکن یہ فردلندہ کی غلطی ثابت ہوئی کیونکہ میسرہ کو روندنے کے بعد ولید فردلندہ کی پشت پر اور عمروں پہلو سے جب کہ معتضد پُر اسرار جرنیل کے ساتھ مل کر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اب تین اطراف سے فردلندہ اور جیولوس ماریا کے لشکر کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ یہاں آکر بھی جب ولید کے لشکر نے شور کرنا شروع کر دیا کہ ”فردلندہ کا بھائی مارا گیا ہے“ تو فردلندہ اپنے بھائی کی موت کی خبر سن کر بوکھلا گیا تھا۔ وہ فوراً میسرہ کے اُن دستوں کی طرف پلٹا جو ولید اور عمروں سے شکست کھا کر اس کے لشکر میں آکر مل گئے تھے۔

اسے جب اطلاع ملی کہ لیسی مارا گیا ہے تو اس نے دل چھوڑ دیا۔ وہ ڈھال ہو کر رہ گیا تھا۔ تاہم اس نے محسوس نہ ہونے دیا تھا تاکہ اس کے لشکر کی بددلت نہ ہوں اور پہلے کی طرح وہ کھنکھاتی چھریوں کی مانند ادھر ادھر جیتجا پھرتا ہوا اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

بارش لمحہ بہ لمحہ تیز ہونے لگی تھی۔ ولید جنگ کو جلد از جلد انجام دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ وادی آنہ کے میدانوں کے پھیلاؤ میں، رزم گاہ میں یوں ابھر ڈوب رہا تھا جس طرح کوئی شہاب ثاقب تساروں سے جدا ہو کر زمین کی طرف غوطہ زن ہوتا ہے ایسی ہی تیزی، ایسی ہی جاودانی اور خوبصورتی ولید کے حملوں میں تھی۔

راہوں اور گلیوں کی نگرانی کی ہے۔ فرولندہ کالی رات کی بلائے بدین کر ہمیں اپنے اجداد کے ناکردہ گناہوں کی سزا دینا چاہتا تھا۔ اس کی اس شکست سے اب ہماری بانی بیٹیاں، بہنیں اور بیویاں اپنی مرضی اور رضا و رغبت سے، مسرتوں سے بھرپور داستان سنا سکتی ہیں اور لامحدود مستقبل کے محبت بھرے، آزادی امن اور نئے خوابوں کے گیت گاسکتی ہیں۔

مقتضیٰ نے ذرا رک کر شدید جذبات میں کہا۔ اس میدان میں فرولندہ کو ہم نے جیب پہلی بار شکست دی تھی تو میں نے اُسے ایک اتفاق جانا تھا اور میرے وہی اسے ایک داستانی تاریخ خیال کرتے تھے۔ لیکن اب آپ نے فرولندہ پر واضح کر دیا ہے کہ ہسپانیہ کے اندر مسلمان ایک قوت ہیں۔ اب وہ ہم سے خراج طلب کرنے کے علاوہ ہم سے جابلانہ اور بے لگتی گفتگو تک نہ کر سکے گا۔ چند ماہ قبل تک میں اکثر سوچا کرتا تھا فرولندہ کے سامنے ہمارا انجام کیا ہوگا۔ مجھے شبیلیہ کے آسمان کے تارے روتے اور بے بین کرنے لگتی تھیں۔ اب ہمارے آسمان پر جگمگ کرتے تارے مسکرائیں گے اور شرق سے آنے والی ہوائیں ہمارے لیے تسکین و تفتی کا پیغام لائیں گی۔ اب ہمارے حوصلوں کا ثبات بڑھ گیا ہے۔ اتحاد نے ہمارے فکر کی اندھی اور اندھیری کو ٹھٹھڑوں کو روشن کر دیا۔ ولید نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ایسا صرف اتحاد و اخوت کے جذبے کی بنا پر ہوا ہے۔ اگر ہم منتشر رہتے تو فرولندہ ہمیں خشک پتوں کا ڈھیر جان کر روند چکا ہوتا۔ اتحاد ہی کی خاطر ہمیں تابید قدرت حاصل ہوئی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اگر ہم اپنا انفرادی برا بھلا پس پشت ڈال کر مسلمان قوم کی اجتماعی بہتری کے متعلق فکر مند ہوں تو ہسپانیہ میں آزادی کے قدموں جیسی خوشگوار خوشبو پھیل جائے گی اور مسلمان

بارسلونہ سے جبل طارق اور مرسیہ سے دریائے تاجہ کے ڈیلٹا تک امن پسند فاختاؤں کی طرح ایک دوسرے سے پیار و محبت کا راگ الاپیں گے۔ آزادی اور فتح مندی کے زمرے لگائیں گے۔ آج اور آج کے بعد ہسپانیہ کی شاخیں خوشحالی کی ثمر بارہوں گی۔ چاروں طرف ایک نئی قوت کی بالیدگی اور ایک انوکھی توانائی کی نمود ہوگی لیکن

بھی یاد رکھیے اگر ہم نے اتفاق و اتحاد کو بھول کر قوم کو پھر عرب اور بربریں ہائے کوشش کی تو فرولندہ ایک بار پھر شب کی خستگی اور غلامی کی غلامت بن کر ہمارے سامنے نمودار ہوگا اور ہماری سرسبز خواہشوں کو ویران کر دے گا اور پھر ہم سب کو بی باری اس کے سامنے غفور تقصیر کا طلب گار ہونا پڑے گا۔

مقتضیٰ نے یقین دلانے کے انداز میں کہا۔ آپ بے فکر رہیں۔ ہم نے بی مشکل کے ساتھ فرولندہ کی صورت میں سودائے شب سے نجات حاصل کی۔ اب ہم اپنی خوشیوں اور مسرتوں کے چرچے کو نوحوں اور آزادی کی غلامت کو اپنی زنجیروں میں نہ بدلنے دیں گے۔ ہم عرب اور بربر بل کر ایسا اتحاد رکھیں کہ ہمارے درمیان سے ہوا بھی نہ گزر سکے گی۔

ولید نے کہا۔ آئیے اب اپنے شہیدوں کی تکفین کا انتظام کریں۔ ولید اور نقد دونوں لشکر کی طرف بڑھے۔ عمروں کی نگرانی میں لشکر کے سپاہی پہلے ہی نے زخمی ساتھیوں کو بارش سے اٹھا کر خمیوں میں لے گئے اور جنگ میں کام آئیناؤں انہوں نے ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔ ولید اور مقتضی عمروں کے ساتھ مل کر اپنے ساتھیوں انجیز و تکفین کا بندوبست کرنے لگے تھے۔

ولید سے شکست کھانے کے بعد فرولندہ نے قتالیہ شہر سے باہر پڑاؤ کیا۔ پہلے لانے اپنے تینوں بیٹوں کو ان کے لشکروں سمیت طلب کیا۔ نارمن جرنیل گیلامی کو ٹاس نے بلایا بھیجا۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ اپنی ساری بکھری ہوئی قوت کو ایک جاکر ولید پر حملہ کیا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ ایک بار وہ ولید اور عمروں کو اپنے سامنے جھکا دیکامیاب ہو گیا تو ہسپانیہ کے اندر کوئی بھی مسلم حکمران اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

فرولندہ کے دو بیٹے افونش اور غریبہ پہلے ہی ناطور بن بدر کا ناکام محاصرہ کر رہے تھے۔ اس کا تیسرا بیٹا شاخچہ بھی ولید سے شکست کھا کر اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ اس طرح ان تینوں نے ناطور کا محاصرہ ترک کر کے قتالیہ کا رخ کیا۔ گیلامی نے سر قسط کی حکومت کے شہر برشتیر پر قبضہ کر کے اسے اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔

فروندہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ برہنہ شہر کی حفاظت پر چھوڑا اور دوسرے حصے کے ساتھ وہ بھی قشتالیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

فروندہ کے تینوں بیٹے جب قشتالیہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا ان کا باپ بیمار تھا اور قشتالیہ شہر سے باہر اس نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ اصل میں فروندہ اپنی پے درپے شکست اور بھائی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکا تھا اور بیمار ہو گیا تھا۔ پہلے کی نسبت وہ بہت زیادہ نحیف و کمزور ہو گیا تھا۔

چند روز بعد نارمن جرنیل گیلامی بھی وہاں پہنچ گیا۔ بیمار فروندہ اپنے تینوں بیٹوں۔ جیولوس ماریا اور گیلامی کو اپنے خیمے میں بلایا اور ان سے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق گفتگو کا آغاز کیا۔ فروندہ ایک گدے پر لیٹا ہوا تھا۔ ایک جوان اور خوب صورت لڑکی جو مستی اور شباب کا ایک لہلہاتا پیکر تھی فروندہ کے پاس بیٹھی اسے وقفوں وقفوں کے بعد ایک بلوری اور شفاف صراحی سے انگور کا رس اور شراب پلا رہی تھی۔ افونش شانجہ، غریبہ، جیولوس ماریا اور گیلامی اس کے سامنے ایک دوسرے گدے پر بیٹھ گئے تھے۔ فروندہ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”ہم نے غلطی اور حماقت کی جو مختلف لشکر مسلمانوں کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے۔ اگر ہم ایک متحدہ لشکر کی صورت میں کسی ایک طرف بھی بڑھتے تو ہمسائیہ کے سارے مسلمان مل کر بھی ہمارا مقابلہ نہ کر سکتے۔ اب بھی کچھ نہیں کیا۔ گو چند ایک مقامات پر ہمیں مسلمانوں سے شکست ہوئی لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جس لشکر نے ہمیں شکست دی وہ ہمسائیہ کے مسلمانوں کا متحدہ لشکر تھا۔ یاد رکھو! مسلمان آپس میں عرب اور بربر کی تقسیم بھول کر اتحاد اور اتفاق قائم کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود ہم بھی اگر متحد ہو کر ان پر نازل ہوں تو یقیناً فتح ہماری ہوگی۔

فروندہ چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی اس لالہ رخ سے جام لے کر شراب کا ایک گھونٹ لیا اور جام اسے واپس تھماتے ہوئے کہا۔ میں بیمار ہوں اور جنگ میں حصہ نہ لے سکوں گا۔ میں چند دن آرام کرنے اور علاج کرائے کے لیے

لیون جاؤں گا۔ میری غیر موجودگی میں افونش متحدہ لشکر کا سالار اعظم ہوگا۔ جب کہ جیولوس ماریا اور گیلامی اس کے مشیر کے طور پر کام کریں گے۔ فروندہ کچھ دیر تک سر کیڑ کر خاموش بیٹھا رہا۔ لگتا تھا اس کے ماتھے کی محراب میں درد کی ٹیسیں اٹھ کھڑی ہوئی ہوں چند ثانیوں بعد اس نے کہا۔

دلائل و شواہد اس کا ثبوت ہیں کہ ماضی میں مسلمان ہمیں خراج دینے پر مجبور ہوتے رہے ہیں۔ یہ صرف ولید بن ہشام ہے جس نے مسلمانوں کو متحد کر کے قوت کا توازن بگاڑ دیا ہے۔ لہذا سب سے پہلے اسی کے خلاف لشکر کشی کرو لیکن دیر نہ ہو۔ ورنہ دوسری مسلم حکومتوں سے اس کے پاس کمک پہنچ جائے گی۔ افونش اب تم اٹھو اور میری روانگی کا انتظام کرو۔ میں آج ہی لیون روانہ ہو جاؤں گا اور وہاں جا کر تمہارے لیے کمک بھی روانہ کروں گا۔ اس کے علاوہ ایک لشکر تمہیں قشتالیہ سے بھی مل سکتا ہے افونش اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے جیولوس ماریا۔ گیلامی، غریبہ اور شانجہ بھی باہر چلے گئے تھے۔

ولید کو بھی اس کا جاسوس عمر بن ربیعہ اطلاع کر چکا تھا کہ فروندہ قشتالیہ کے قریب ایک متحدہ لشکر کو ترتیب دے کر فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں لگ گیا ہے لہذا اس نے وادی آندہ سے اپنے شہروں کی طرف کوچ کیا۔ مقتصد اور پراسرار جرنیل بھی اپنے لشکروں کے ساتھ اس کے ہمراہ تھے۔ ولید حرم سے باہر ایک کھلے میدان میں خیمہ زن ہوا۔

اپنے لشکر کا استقبال کرنے اور فروندہ کے خلاف فتح حاصل کرنے کی نوبت میں حرم اور سویدا کے لوگوں کا ایک طوفان تھا جو ولید اور عمروں کو مبارکباد دینے کی خاطر اس میدان کی طرف اُٹ پڑا تھا۔ جس کے اندر لشکر نے پڑاؤ کیا تھا جب لوگوں کا ہجوم کم ہوا تو ولید نے اپنے سپاہیوں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے اپنے گھر جا کر آرام کر سکتے ہیں۔ مقتصد اور پراسرار جرنیل اور ان دونوں کے لشکروں کے لیے بہترین آسائشوں کا انتظام کیا گیا تھا۔

ولید اور عروس بھی اپنی حویلی میں داخل ہوئے۔ ولید اداں تھا اور اس کی حالت دیکھ کر عروس بھی افسردہ ہو گیا تھا۔ دونوں حویلی میں داخل ہو کر سیدہ عمو نے قبر کی طرف چلے گئے۔ احمد اور سارہ نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا اور وہ بھی ان سے نزدیک اکھڑے ہوئے تھے۔ قبر پر فاتحہ کہتے ہوئے ولید کی برداشت کے بند ٹوٹ گئے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور وہ سسک پڑا۔ عروس بچارہ بھی بچوں کی طرح ہچکیوں میں رو دیا تھا۔ ایک دم ولید چونک پڑا اسے اپنے پیچھے کسی کے رونے اور سسکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

ولید نے مڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے سارہ اور احمد کھڑے دونوں رو رہے تھے۔ سارہ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سعد اور حسن کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے اور وہ بُری طرح رو رہی تھی۔ ولید کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بیٹے سعد نے سارہ سے پوچھا۔ تم کیوں روتی ہو غالبہ! حسن نے بھی سارہ کا گھٹنا پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔ نہ رونا! دیکھو اب! آگئے ہیں۔ سارہ نیچے بیٹھ گئی اور دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لپٹا کر زور زور سے رونے لگی تھی۔

ولید اور عروس پیچھے ہٹے پہلے انہوں نے احمد سے مصافحہ کیا۔ پھر ولید دونوں بچوں کو اٹھا کر پیار کرنے لگا۔ ولید نے جب بچوں کو چھوڑا تو عروس انہیں پیار کرنے لگا۔ جب کہ ولید سارہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر اسے تسلی دیتے ہوئے چپ کرانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ عمو نے قبر کے پاس سے ہٹ کر سب حویلی کے اندر چلے گئے تھے۔ ولید شام سے تھوڑی دیر قبل تک حویلی میں رہا۔ پھر وہ کمرے سے نکل کر جب اصطبل کی طرف گیا تو عروس بھی اس کے پیچھے ہو گیا اور پوچھا۔ آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔ ولید نے مدہم آواز میں کہا۔ میں واپس لشکر میں جاؤں گا۔

دونوں خاموشی سے چلتے ہوئے اصطبل میں آگئے تھے۔ ولید جب اپنے گھوڑے پر زین ڈالنے لگا تو عروس نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ آپ آرام کریں۔ اس وقت لشکر میں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ولید نے اپنا ہاتھ پھیرا اتے ہوئے کہا۔ نہیں مجھے لشکر میں جانا

چاہیے۔ شام کے کھانے پر میرا انتظار نہ کرنا۔ میں رات باہر ہی رہوں گا۔ عروس نے اپنے گھوڑے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ ولید نے سخت لہجے میں کہا۔ عروس اتم نہیں رہو گے۔ ولید پہلی بار سخت لہجے میں عروس سے مخاطب ہوا تھا۔ عروس جس نے اپنے آقا کا اتباع اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا، ایک دم رگ گیا اور بڑی بے چارگی سے ولید کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ولید نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی۔ سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر حویلی سے باہر نکل گیا تھا۔

عروس کی گردن جھک گئی تھی۔ ذرا فاصلے پر احمد کھڑا یہ سارا منظر پریشانی اور اضطراب سے دیکھ رہا تھا۔ سعد اور حسن حویلی کے باغ میں بھاگ دوڑ کرتے ہوئے کھیل رہے تھے۔ جب کہ سارہ کھانا تیار کرنے میں مصروف تھی۔ ولید شکر میں آیا۔ تھوڑی دیر تک معتقد کے پاس بیٹھ کر وہ باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے پورے لشکر کا ایک چکر لگایا۔ اتنے میں لشکر کے اندر مغرب کی اذان ہونے لگی اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ نماز کی تیاری کرنے لگا تھا۔

نماز کے بعد ولید اپنے خیمے میں آیا۔ وہ اداں اور بکھرا بکھرا سا تھا۔ خیمے کے مٹنے بنے شامیانے کے اندر اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ پہلے اس کی طرف گیا۔ گھوڑے نے آگے پڑے چارے میں ہاتھ مارا پھر اس کی گردن پھینپاتے لگا تھا اور گھوڑا ہلکے ہلکے مہنہاتے اپنے اپنی محبت اور رفاقت کا اظہار کر رہا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر ولید اپنے خیمے میں آیا در شمع روشن تھی جس کی ہلکی ہلکی، غبار آلود روشنی خیمے کی ہر چیز سے لپٹ رہی تھی ایک چٹائی پر لیٹ گیا اور خیالوں میں کھوسا گیا۔ اسے بار بار عمو نے یاد آ رہی تھی عجیب نے کرب کی لذت میں اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور وہ تصورات کی پرچھائیاں میں نوز کو کلیسا طرش کے اندر طوبہ کے ساتھ ایک راہبہ کی حیثیت سے دیکھ رہا تھا۔

بالات پھیلتے رہے۔ سوچوں کی دھند گہری ہوتی گئی۔ پھر وہ عمو نے کوشا لیسے رہائی آنے کے بعد شفقہ میں اپنی ماں کے پاس لے جا رہا تھا۔ یکا یک اس کی سوچوں کا رخ

بدل گیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی مرحوم ماں کا بے بس اور اداس چہرہ گھوم گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور تکلیف وہ احساس میں اس کے منہ سے نکل گیا۔ ”کاش میں اپنی بے بس اور مجبور ماں کی خدمت کر سکتا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر وہ ایک نئی ترنگ اور عبارت میں ڈوب گیا۔ عمو نے اس کے ساتھ حویلی کے صحن میں گھوڑے کو نہلا رہی تھی اور پھر اسے جنگ کے لیے رخصت کر رہی تھی۔

ایک دم ولید کے خیالات بکھر گئے خیمے کے اندر کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے جب سر اٹھایا تو دیکھا۔ عروس، سارہ اور اس کا باپ ناتن اندر داخل ہوئے تھے۔ ان تینوں کو دیکھ کر ولید نے اپنی آنکھیں ملیں اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

عروس، بچارہ ولید کو یوں اُداس اور خیمے میں اکیللا پڑا دیکھ کر اُداس ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور ولید کے پاس بیٹھ گیا۔ ناتن اور سارہ بھی اسی چٹائی پر بیٹھ گئے۔ ناتن نے ابتدا کی اور ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ آپ حویلی سے یہاں کیوں چلے آئے؟ ولید نے مدہم آواز میں کہا۔ میں کچھ پریشان تھا اس لیے سکون کی خاطر یہاں چلا آیا۔ ناتن نے پھر کہا۔ سکون تو انہوں میں ملتا ہے۔ حویلی میں عروس آپ کا بھائی ہے، سارہ آپ کی بہن ہے اور سعد اور حسن سہنتے کھیلتے دو بچے ہیں۔ یہاں اس خیمے میں تنہا بصری کر کے آپ کیسے سکون حاصل کر سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں عمو نے کی یاد نے آپ کو پریشان کر دیا ہے پر یاد رکھیے آپ جوان اور بہادر ہیں۔ زندگی کے کھیت کھلیا نول سے دور رہ کر کسی آپ پر سکون رہ سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ کے دل کی بستی ویران ہے اور جب ہم خیمے میں داخل ہوئے تو آپ یادوں کی شبنمی دھند میں کھوئے ہوئے تھے۔ میں آپ کی جاگتی آنکھوں میں اب بھی سوچوں کی کہر دیکھ رہا ہوں۔

ولید نے کچھ کہے بغیر پہلے سارہ کی طرف دیکھا۔ اس بچاری کی پلکوں پر شبنم کے موتی لہرا رہے تھے۔ پھر ولید نے عروس کی طرف دیکھا۔ تھوڑی دیر تک وہ ایک دوسرے پر نظریں جمائے دیکھتے رہے۔ پھر عروس نے کہا۔ شہر میں لوگ فتح کا جشن منا رہے ہیں۔ اس موقع پر میرے آٹا اکیلے اس خیمے میں اُداس اور تکلیف کی حالت

میں پڑے رہیں یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔

ناتن نے بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔ اٹھیے حویلی میں چلے میں آج رات ہی اپنی چھوٹی بیٹی کا نکاح آپ سے کرنے کو تیار ہوں۔ ولید نے بکھری بکھری آواز میں کہا۔ میں پہلے ہی ایک لڑکی سے شادی کا وعدہ کر چکا ہوں۔ وہ کون ہے اور کہاں رہتی ہے۔ عروس اُسے جانتا ہے۔ ناتن نے منت کرنے کے انداز میں کہا۔ مجھے اس کا نام پتہ بتائیے۔ میں خود جا کر اُسے لے آؤں گا۔ ولید نے کہا۔ اس کا نام مرسیہ ہے اور وہ خود ہی یہاں آجائے گی۔

ایک دم سارہ کو نہ جانے کیا ہوا وہ آگے بڑھی اور ولید کے پاؤں پکڑ کر کھل کر روتے ہوئے کہا۔ انھی! میں آپ کی بہن ہوں اور ایک بہن اپنے بھائی کے بغیر کیسے زندہ رہ سکے گی۔ اٹھیے گھر چلے۔ سعد اور حسن دونوں بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ پوڑھا احمد آپ کے لیے رو رہا ہوگا۔ لوبا گرم دیکھ کر عروس نے بھی پھسلی ہوئی آواز میں کہا۔

میرے آقا! میں نے آج تک آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ ہر کام میں آپ کی اندھی تقلید کرتا رہا ہوں۔ میں آپ سے حویلی چلنے کی استدعا کرتا ہوں۔ یہ میری آخری خواہش ہے۔ پھر زندگی بھر آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ولید نے ایک بار ذوق معنی نگاہوں سے عروس کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ اٹھا اور ان کے ساتھ ہو لیا۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ عروس، سارہ اور ناتن کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر وہ چاروں خیمے سے نکل کر شہر کا رخ کر رہے تھے۔

○

ولید کے ہاتھوں شکست اور بیسی کی موت فرولندہ پر ایسے سوار ہوئے کہ وہ اپنے دارالحکومت لیون شہر میں جا کر اور زیادہ بیمار ہو گیا۔ اس کی سلطنت کے ماہر طبیبوں نے اس کا علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ملو۔ اب فرولندہ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ شہر کے کلیسا میں گیا۔ اسی کلیسا میں جو اس سینٹ عسیدور کی یاد میں اس

نے خود تعمیر کرایا تھا۔ وہ دیر تک کلیسا میں ولید بن ہشام کے خلاف اپنے بیٹے اولوش کی فتح کے لیے دعائیں مانگتا رہا۔ اس نے منت مانی کہ اگر اس کے بیٹے کو فتح و کامیابی نصیب ہوئی تو وہ لیون شہر کے اندر ایک ایسا کلیسا تعمیر کرے گا جسے شہید یسوع کے نام پر منسوب کرے گا۔

منت ماننے اور دعا مانگنے کے بعد فرولندہ اٹھ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ شام تک اس نے آرام کیا اور رات کے وقت پھر اُسی کلیسا میں چلا گیا۔ کلیسا میں اس وقت تمام قیس اور راہب ولادت مسیح کی یاد میں مصروفِ نماز تھے۔ یہ نماز آدھی رات کو شروع ہوا کرتی تھی۔ فرولندہ بھی اس نماز میں شامل ہوا۔ اس نماز کے بعد بھی فرولندہ صبح تک مسلمانوں کی شکست اور اپنی فتح کی دعائیں مانگتا رہا۔ صبح کے وقت فرولندہ اپنے محل لوٹ گیا۔ اس کے ملازم اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔

جب دن ابھی طرح بھل آیا تو شہر کا اسقف فرولندہ کو پھر گرجا میں لایا اور ایسا اُنہوں نے فرولندہ کی خواہش پر کیا تھا۔ کیونکہ اپنی بیماری سے فرولندہ جان گیا تھا کہ وہ بچ نہ سکے گا۔ لہذا وہ کلیسا کے اندر مرنا چاہتا تھا۔ پلنگ پر ڈال کر اسے کلیسا لایا گیا اور قربان گاہ کے سامنے لٹا دیا گیا۔ دیر تک فرولندہ وہاں لیٹا رہا اور شہر کا اسقف اس کے جسم پر تیل ملتا رہا۔ دوپہر کے قریب کلیسا کے اندر ہی فرولندہ مر گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو ہسپانیہ کے اندر اپنے ایک ظالم اور بدترین دشمن سے نجات مل گئی تھی۔



شام کے قریب پیلاطس ریوڑ کو مانگتا ہوا دریائے تاجہ کے کنارے خیموں کے شہر میں داخل ہوا۔ مرسہ اور عقیقہ خیمے سے باہر کھڑی تھیں اور اُن سے ذرا فاصلے پر زیدان اور خیران دھوپ کے اندر بھیلے ہوئے جال سمیٹ رہے تھے۔ نزدیک آکر پیلاطس نے خوشی میں چلاتے ہوئے کہا۔ مرسہ! مرسہ! آقا ولید فرولندہ کو دوسری بار عبرت ناک شکست دینے کے بعد اپنے شہروں کی طرف واپس چلے گئے ہیں۔

مرسہ نے خوشی میں ہرنی کی طرح پیلاطس کی طرف پھلانگتے ہوئے پوچھا۔

تمہیں کہاں سے خبر ہوئی۔ پیلاطس نے کہا۔ آج طلیطلہ کے نواح کے کچھ رضا کار آقا ولید کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے شمال کی طرف جا رہے تھے انہوں نے مجھے یجنرسانی مرسہ نے کہا۔ میں بھی تمہیں خوش خبری سناؤں۔ دو دن بعد یہ سب لوگ اپنی بستیوں کی طرف کوچ کریں گے۔ اسی طرح جس روز یہ اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوں گے ہم آقا ولید کی طرف کوچ کر جائیں گے۔

پیلاطس نے تائید کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا فیصلہ درست ہے اور مجھے اس سے اتفاق ہے۔ زیدان اور خیران ان دونوں کی گفتگو پر ہنس رہے تھے۔ پھر مرسہ اور پیلاطس اپنی جگہ سے ہٹے اور عقیقہ کے ساتھ بل کر ریوڑ کی بکریوں کو پکڑ کر باہر لے گئے تھے۔





ولید کو عمرو بن ربیعہ سے خبر ہو گئی تھی کہ فرولندہ مر گیا ہے۔ افونش قشالیہ سے باہر ایک متحدہ لشکر کے ساتھ جنگی تیاریوں میں مصروف ہے اور نارمن جرینیل گیلانی بھی بریشتہ سے نکل کر افونش کے پاس قشالیہ آ گیا تھا۔ ولید نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اس نے فوراً مقتصد کو اس کے لشکر کے ساتھ بریشتہ کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ سرقطہ کے احمد مقتدر اور طلیطلہ کے سبیلی المامون کے ساتھ مل کر بریشتہ شہر کو نارمنوں سے چھڑالے۔ پہلے ولید نے خود اس مہم پر جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن مقتصد نے یہ کہہ کر روک دیا کہ افونش جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے۔ لہذا اس کا وہاں قیام ضروری ہے۔ ولید نے المامون اور مقتدر کی طرف پیغام بھیجوا دیئے تھے کہ وہ مقتصد کے ساتھ مل کر بریشتہ پر حملہ کر دیں۔

مقتصد کو بوڑھا ہو گیا تھا۔ بال سفید ہو گئے تھے۔ لیکن مسلمانوں کے اتحاد اور فرولندہ کی حالیہ دوشکستوں نے اسے جوان بنا دیا تھا۔ وہ کسی تند اور سرکش کے سے طوفانی انداز میں بریشتہ کی طرف بڑھا۔ ولید کی طرف سے اطلاع پاتے ہی المامون اور مقتدر شہر کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تھے۔ مقتصد نے وہاں پہنچتے ہی طوفان برپا کر دیا۔ اس نے دیکھا فصیل کے برجوں پر بیٹھے ہوئے نارمن سپاہی حملہ آور مسلمانوں کو نزدیک زانے دے رہے تھے۔ مقتصد ڈھالوں کی ادٹ میں شہر پناہ کے پاس گیا اور شہر کے مسلمان باشندوں کو مخاطب کر کے کہا۔

اے اہل بریشتہ! میں اشبیلیہ کا حکمران مقتصد ہوں اور میں ولید بن ہشام کے پاس سے تمہاری مدد کو آیا ہوں۔ نارمنوں کے خلاف بغاوت کر دو۔ یاد رکھو فرولندہ ولید بن ہشام سے لگاتار دو بار شکست کھا کر مرجحہا ہے۔ اس کا بھائی لیبسی اور جرینیل پولیس بھی جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ نارمنوں کے خلاف بغاوت کر دو۔ میرے اللہ کو منظور ہو تو بریشتہ کے اندر یہ ان کا آخری دن ہو گا۔

شہر کے لوگوں پر مقتصد کے الفاظ کا خاطر خواہ اثر ہوا اور شہر کے اندر ایک عام بغاوت پھیل گئی اور لوگ شہر کے دروازوں کی طرف دوڑ پڑے۔ نارمنوں کو باغی عوام پر قابو پانے کے لیے شہر پناہ سے نیچے اترا پڑا۔ مقتصد کو موقع مل گیا۔ اس نے موٹی موٹی بلیوں کی مدد سے فوراً فصیل کا مغربی دروازہ توڑ ڈالا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے المامون اور مقتدر بھی اپنے لشکروں کے ساتھ شہر میں گھس گئے تھے۔ بریشتہ کے کلی کوچوں، بازاروں اور گھروں کے اندر نارمنوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ مقتصد نے ایک ایک نارمن کو چن چن کر قتل کر دیا تھا۔ جب شہر دشمن سے خالی ہو گیا تو مقتصد نے اس کا نظم و نسق مقتدر کے حوالے کیا خود وہ جس برق رفتاری سے بریشتہ کی طرف آیا تھا اسی برق رفتاری سے ولید کی طرف واپس جا رہا تھا۔



اپنے باپ کی مرگ پر افونش، غریبہ اور شانجہ لیون چلے گئے تھے وہاں انہوں نے اپنے باپ کی تکفین میں حصہ لیا اور دوبارہ اپنے لشکر میں واپس قشالیہ آ گئے تھے۔ افونش بحیثیت لشکر کے سالار اعظم کے جنگ کی تیاریاں پہلے ہی مکمل کر چکا تھا۔ اپنے باپ کی موت نے اس کے غصے اور انتقام کو اور بھڑکا دیا اور اس نے لشکر کو صرہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ اپنے پاس دوسرا جیولوس ماریا، تیسرا گیلانی، چوتھا غریبہ اور پانچواں شانجہ کی کمانداری میں رکھا تھا۔

ولید کو بھی ان کے کوچ کا علم ہو گیا تھا۔ وہ صرہ کی فصیل کے ساتھ ہی پڑاؤ

کیے رہا۔ اگر افونش یہاں آکر اس پر حملہ آور ہوتا تھا تو اس کے لیے فائدہ مند تھا کیونکہ اس کی پشت پر اس کے شہر تھے جہاں سے اسے ضرورت کی ہر چیز میسر ہو سکتی تھی۔ ولید نے بھی اپنے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک اپنے پاس۔ دوسرے عمروں تیسرا ناطور بن بدر، چوتھا پراسرار جریریل اور پانچواں معتضد کی سرکردگی میں دیا تھا۔ اس کے علاوہ یحییٰ الماسوں، احمد مقتدر اور بحری جریریل مسلم بن تمام سے بھی رابطہ قائم ہو چکا تھا اور انہوں نے جنگ سے قبل ہی حفیہ راستہ کے ذریعہ رسد کے ڈھیر کئے اور ملک پہنچانی شروع کر دی تھی۔ لگتا تھا ہسپانیہ کے اندر دو ممتاز قوموں میں یہ ایک فیصلہ کن جنگ سمجھی جا رہی تھی۔ افونش بڑی تیزی سے حرہ کی طرف بڑھ رہا تھا اور ولید اپنی تیاریاں مکمل کر کے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

افونش نے اپنے لشکر کے ساتھ تین فرلانگ کے قریب فاصلہ رکھ کر ولید کے سامنے پڑاؤ کیا۔ حرہ اور سویڈا کے لوگ شہر کی فصیل پر چڑھ کر اپنے اور دشمن کے لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ دو روز تک دونوں طرف خاموشی رہی۔ کسی نے بھی جنگ کی پہل کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ شاید افونش اپنے لشکر کو آرام دے کر جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا تھا اور ولید بھی ایک نیک دل دشمن کی طرح اسے آرام اور تیاری کا موقع دے رہا تھا۔ تیسرے روز دونوں طرف جنگی طبل، نقارے اور دفیں بجنے لگیں۔ دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرنے لگے۔ حرہ اور سویڈا کی دونوں بڑی فوجوں پر بھی چوٹ پڑ گئی تھی جو اس امر کا اشارہ تھا کہ جنگ شروع ہونے والی ہے۔ دونوں شہروں کے مرد عورتیں فصیلوں پر چڑھ گئے اور انہوں نے اپنے پاس دیکھتے انگاروں اور کھولتے پانی کا انتظام کر رکھا تھا۔ دونوں شہروں کی نگرانی اور دیکھ بھال قبائل کے سردار اور مجلس شوریٰ مل کر کر رہے تھے۔

افونش کے لشکر کی تعداد اب اس قدر زیادہ تھی کہ لشکر کو تین روایتی حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد مزید ہر حصے کو پھر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ افونش جیولوس ماریا اور گیلامی کی سرکردگی میں لشکر کا صرف تیسرا حصہ آگے بڑھا تھا۔ کوئی انفرادی

جنگ نہ ہوئی تھی اور افونش نے عام حملے کا حکم دے دیا تھا۔ ولید اپنے قلب میں تھا۔ میسرہ پر عمروں اور نمینہ پر ناطور بن بدر تھا۔ معتضد اور پراسرار لشکر کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ لشکر کے جس حصے کو دبتا ہوا محسوس کریں فوراً اس کی مدد کو پہنچیں۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا نہ افونش ولید کو پیچھے دھکیل سکا تھا اور نہ ولید ہی افونش پر اپنی برتری ظاہر کر سکا تھا۔

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی۔ افونش نے اپنے لشکر میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے پورے کے پورے لشکر کو جنگ میں جھونک دیا تھا۔ کچھ دیر تک جنگ کی رفتار سست رہی۔ دوپہر کے بعد جنگ اس وقت اپنی جنوبی حالت کو جا پہنچی جب ولید اپنے لشکر کے ساتھ جنگ کرتا ہوا دشمن کے اندر تک جا گھسنا تھا۔ شاید وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ آج جنگ کا آخری دن ثابت ہو۔ وہ آہستہ آہستہ جنگ کرتا ہوا اس طرف بڑھ رہا تھا جہاں گیلامی اپنے نارمن لشکر کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ دوسری طرف عمروں نے جیولوس ماریا کو اپنا حدف بنا کر اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ نارمنوں کا حصار کاٹ کر ولید اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ان کے اندر جا گھسنا تھا۔ ولید کو اپنے سامنے دیکھ کر گیلامی نے پہلو بچا کر پیچھے ہٹ جانا چاہا تھا لیکن موت جب آتی ہے تو ٹلتی نہیں۔ ولید اس کے سر پر جا پہنچا تھا اور گیلامی پر اپنے مہلک وار کرنا شروع کر دیئے تھے۔ گیلامی بھی گویا ایک خونخوار اور آزمودہ جنگ تھا پر ولید کے سامنے وہ زیادہ دیر تک ٹھہرنے سکا اور ولید نے اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ گیلامی کے قتل ہونے پر نارمن بدول ہونے کے بجائے منتشر کی ہوئی بھڑوں کی طرح اور بھڑک اٹھے اور ولید کو اس کے لشکر سمیت چاروں طرف سے گھیر کر خونخواری سے جنگ کرنے لگے تھے۔

عمروں بھی دیکھ چکا تھا کہ ولید گھر گیا ہے لہذا اس نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر لی تھی اس کا مدعا تھا کہ جیولوس ماریا کو ختم کر دیا جائے اس طرح جنگ کا نقشہ شاید بدل جائے۔ دوسری طرف جیولوس ماریا خود بھی عمروں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شاید وہ بھی ارادہ کر چکا تھا کہ عروس کو ختم کر کے جنگ کو اختتامی لمحات میں گھسیٹ دیا جائے۔ جلد ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ جیولوس ماریا کی بھول تھی کہ وہ عروس کو ختم کر دے گا۔ کیونکہ وہ عروس کا پہلا وار ہی نہ روک سکا تھا اور عروس نے اس کے جسم کو سینے کے نیچے سے دو حصوں میں کاٹ دیا تھا۔

جیولوس ماریا کے مرنے پر اس کے ارد گرد لڑنے والے بد دل سے ہوکڑ پھپھے ہٹ گئے تھے۔ عروس کو موقع مل گیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ اس طرف بڑھا۔ جہاں آن گنت نارمن اور شانجہ کے ماتحت لڑنے والے فرانسیسی ولید کو گھیر کر جنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں میں ٹھان لی تھی کہ اگر ولید کو ختم کر دیا جائے تو جنگ کا فیصلہ فوراً اس کے حق میں ہو سکتا ہے۔ افونش، غریبہ اور شانجہ کو ابھی تک خبر نہ ہوئی تھی کہ ان کے دو بہترین جرنیل گیلامی اور جیولوس ماریا ولید اور عروس کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔

عروس، ولید کو بچانے کی خاطر نارمنوں کا حصار توڑ کر ان کے اندر جا گھسا تھا۔ ولید کے لشکر کا زیادہ حصہ ادھر ادھر بکھر کر جنگ کر رہا تھا۔ جب کہ ولید کے ساتھ مٹھی بھر سپاہی تھے جن کے ساتھ وہ نارمنوں اور فرانسیسیوں کے تنگ گھیرے ہیں اپنے دفاع کی جنگ کر رہا تھا۔ عروس کے وہاں آ جانے سے حالت کچھ سدھر گئی تھی۔ ولید کے سپاہی جو بکھر گئے تھے اب ایک جگہ جمع ہو کر دشمن کو پیچھے دھکیلنے لگے تھے۔ ایک دم حالات نے پھر بدل کھایا۔ افونش اور غریبہ بھی اس طرف حملہ کر دیا جہاں شانجہ نارمنوں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ولید کو گھیرے میں لیے ہوئے تھا۔ ایک بار پھر طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ افونش، غریبہ اور شانجہ تینوں بھائیوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ولید اور عروس یہاں سے بچ کر نہ جائیں۔ پراسرار جرنیل اور معتقد بھی اس طرف اُٹ پڑے تھے۔

اچانک کئی نارمن جو ولید کے سپاہیوں سے بچ کر نکل آئے تھے اور زخموں سے چور ہونے کے علاوہ لہو لہو ہو رہے تھے ولید پر ٹوٹ پڑے۔ شاید وہ گیلامی کی

موت کا انتقام ولید سے لینا چاہتے تھے۔ گو ولید کے سپاہیوں نے انہیں بُری طرح زخمی کر دیا تھا اور وہ اب بھی ان کے تعاقب میں اُٹے چلے آ رہے تھے لیکن انہوں نے آتے ہی ولید پر چاروں طرف سے حملوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ اگر عروس بروقت آگے بڑھ کر ولید کی مدد نہ کرتا تو انہوں نے یقیناً ولید کو ختم کر دیا ہوتا۔ عروس جب نارمنوں اور ولید کے درمیان حائل ہو گیا تو وہ نارمن جو خود زخموں سے چور تھے اور مرنے والے تھے۔ عروس پر ٹوٹ پڑے۔ ولید پہلے سے جنگ کرنے والے نارمنوں سے برسرِ پیکار تھا وہ ان نئے آنے والوں پر بھرپور توجہ نہ دے سکا تھا۔ گو وہ انہیں دیکھ چکا تھا لیکن جنگ میں ایسا ابھارا اور پھنسا ہوا تھا کہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکا تھا۔ اب جو اس نے عروس کو پھنسنے ہوئے دیکھا تو اس نے زوردار حملہ کر کے اپنے ساتھ لڑنے والوں کو پیچھے ہٹایا اور عروس کی مدد کو بڑھا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے کئی نارمن عروس پر تلوا رہے برساکے تھے اور عروس اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔ وہی نارمن اب ولید پر بھی حملہ آور ہونا چاہتے تھے کہ جو مسلمان سپاہی ان کا تعاقب کرتے آ رہے تھے ان کے سر پر اپنے اور انہوں نے پلک جھپکنے میں ان سب کا صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔

اتنی دیر تک پراسرار جرنیل اور معتقد نے اپنے لشکر وں کے ساتھ بھڑکے حملے شروع کر دیے تھے اور ان کا رخ بھی افونش، غریبہ اور شانجہ کی طرف تھا جو ولید کی طرف اُٹ رہے تھے۔ ولید اور عروس کے ماتحت لڑنے والے لشکروں نے بھی اپنی ترکتاز میں سرگرمی پیدا کر لی تھی اس کے علاوہ نا طور اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے بائیں پہلو کو کاٹتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ عروس ابھی تک زندہ تھا اور زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے اطراف میں ان مسلمان سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں جنہوں نے اس کے ارد گرد نارمنوں کے ساتھ زندگی اور موت کی جنگ کی تھی۔ عروس کو زخمی حالت میں گرتے دیکھ کر ولید غصے کی حالت میں بھڑک گیا تھا۔ اس نے اپنے اس لشکر کو پھر مجتمع کیا جو ایک موقع پر جب کہ وہ گیلامی

کے خلاف حرکت میں آیا تھا کچھ گیا تھا۔ عمروں کا لشکر بھی اب ولید کی کمانداری میں جنگ کرنے لگا تھا۔ بائیں طرف سے پُراسرار جرنیل اور معتقد نے۔ دائیں طرف سے ناطور بن بدر نے اور درمیانی حصے سے خود ولید نے اس جفا کشی اور سرگرمی سے حملے شروع کیے تھے کہ افونش، غریبہ اور شاخہ جو اندھا دھند بڑھتے چلے آ رہے تھے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ گیلامی اور جیولوس ماریا کی موت نے افونش کے لشکر پر بڑا اثر کیا لہذا ایک بار پیچھے ہٹنے کے بعد اس نے دوبارہ پیش قدمی نہ کی۔ ولید نے بھی اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا کر روک دیا تھا۔ وہ خود بھی عمروں کی طرف سے پریشان اور فکر مند تھا۔

دوسرے روز دونوں لشکروں کا غیر معمولی نقصان ہوا تھا اور خلاف معمول شام کے بجائے سہ پہر سے ذرا بعد ہی جنگ روک دی گئی تھی۔ دونوں لشکر پیچھے ہٹ کر کچھ دیر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ شاید پھر جنگ کی ابتداء ہو جائے لیکن جلد ہی ایک دوسرے مطمئن ہونے کے بعد وہ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال میں لگ گئے تھے۔ ولید جب اپنے لشکر کے ساتھ اپنے زخمیوں کے اندر آیا تو اس نے دیکھا ایک جگہ وہ سب عورتیں جمع تھیں جو غریبہ کی سرکردگی میں زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ جنگ میں سپاہیوں کو پانی پلانے کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں ولید جب قریب آیا تو عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔ ولید اپنے گھوڑے سے اتر کر جب آگے بڑھا تو اس نے دیکھا خون آلود زمین پر حسین غریبہ لہو لہان پڑی تھی۔ اس کی عبا پٹی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر ابدی سکون کی مسکراہٹ تھی۔ اس کے قریب ہی اس کا مشکیزہ پڑا ہوا تھا اس میں سوراخ ہو چکے تھے اور پانی پتھریلی زمین پر ایک ننھے دھارے کی صورت میں دھرتک بہہ گیا تھا۔ ولید گھٹنوں کے بل وہاں بیٹھ گیا اور غریبہ کا بازو اپنے ہاتھ میں لے کر جب اس کی نبض کا احساس کیا تو اس کی گردن جھک گئی۔ غریبہ دم توڑ چکی تھی۔ ایک لٹے ہوئے مسافر کی طرح ولید اٹھ کھڑا ہوا اور اس طرف بڑھا۔ جہاں پُراسرار لشکر کا سالار زمین پر پڑے ہوئے عمروں پر جھکا ہوا تھا۔ ایک طرف

سے ناطور بن بدر بھی اسی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمروں زمین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ پُراسرار سالار نے جب دیکھا کہ ولید اور ناطور اس کی طرف آ رہے ہیں تو وہ عمروں کے پاس سے ہٹ کر دائیں طرف اپنے لشکر کی طرف جانے لگا تھا۔ جس تیزی سے ولید اور ناطور عمروں کی طرف بڑھ رہے تھے اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے پُراسرار سالار دُور ہوتا جا رہا تھا۔ شاید وہ ابھی تک ولید اور ناطور کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا۔

ولید قریب آ کر گھوڑے سے اُترا۔ اتنی دیر تک ناطور بھی وہاں پہنچ گیا۔ تھا۔ ولید نیچے اتر کر گھٹنوں کے بل عمروں کے پاس بیٹھ گیا اور اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر یک دم اس کے ہونٹ خشک ہو گئے اور رنگ پالا ہو گیا۔ عمروں مرجکا تھا۔ ولید نے ناطور کی طرف دیکھا اور مردہ سی آواز میں کہا۔ ناطور! ناطور! عمروں ختم ہو چکا ہے۔ ناطور کی گردن جھک گئی اور اس کی پلکیں جھپک گئی تھیں۔ ولید عمروں پر جھکا اور اس کی خون آلود پیشانی چومتے ہوئے اس نے ماتم کرتے الفاظ اور روتے لہجے میں کہا۔

میرے دوست! میرے بھائی! تیرے بعد میری مسکراہٹیں چھن جائیں گی اور مجھے گھمبیر تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب کہ رات کی سیاہی سے سورج بھی ڈرتا ہے۔ تو ایک غیور اور بادشاہ بھائی اور نادر الوجود و کیا ب جرنیل تھا تیرے بعد میری آنکھیں خون روئیں گی اور میں کیسے غم اور مایوسی سے پیچھا چھڑا سکوں گا۔ آہ عمروں! تیرے بغیر میری زندگی کانٹوں میں الجھ کر گزرے گی۔ ولید کی آواز اس کے گلے میں پھنس کر رہ گئی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ ولید کی حالت دیکھ کر ناطور کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ولید سنبھلا اور مردہ آواز میں کہا۔ ناطور! ناطور! جنگ میں کام آنے والوں کے اہل خانہ کو پیغام بھجوادو کہ وہ آکر انہیں دیکھ

دوسرے روز پھر دونوں لشکر جنگ کے لیے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ آج لشکر کی صفیں ناطور بن بدر درست کر رہا تھا۔ ولید کہیں دکھائی نہ دے رہا تھا۔ سارے لشکر پریشان تھے کہ آنسو ولید بن ہشام کہاں چلے گئے۔ اچانک جیموں کے اندر سے ولید اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا نکلا اور بڑی تیزی سے اپنے لشکر کی طرف بڑھا۔ پورا لشکر اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ اس نے اپنے جنگی لباس کے اوپر سفید کفن پہن رکھا تھا۔ جو اس بات کی دلالت کرتا تھا کہ آج کی جنگ فیصلہ کن جنگ ہوگی۔ ولید کو کفن میں دیکھ کر کچھ سپاہیوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جب کہ باقی لشکر عجیب سے جوش اور جذبے میں اللہ اکبر کی صدا میں بلند کرنے لگا تھا۔ ولید کو کفن میں دیکھ کر ایک انوکھا جذبہ اور ایک نیا وجد تھا جو پورے لشکر پر طاری ہو گیا تھا اور ہر سپاہی دشمن سے جنگ کے لیے بیتاب ہو کر رہ گیا تھا۔ ولید لشکر کے آگے آیا اور بڑے انہماک سے اپنی صفوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے لشکر کے کچھ حصوں میں رد و بدل بھی کر دیا تھا۔

پراسرار جرنیل کی کمانداری میں لشکر کا ایک اور حصہ فے کرا سے مینہ کا کماندار بنایا گیا تھا۔ بيسرہ ناطور بن بدر کے پاس تھا جب کہ قلب پر خود ولید تھا۔ دونوں لشکر جب جنگ کے لیے تیار ہو گئے تو دشمن کی طرف سے ایک جوان انفرادی جنگ کے لیے میدان میں اُترا۔ ولید اس وقت جنگ کے سارے قواعد کو بھول کر انفرادی جنگ کو نظر انداز کر گیا۔ وہ اپنے سپاہیوں کے اس جوش اور جذبے کو مبالغہ نہ ہونے دینا چاہتا تھا جو اس کے کفن پہننے سے ان پر طاری ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے ایک دم عام حملے کا حکم دے دیا۔ پھر سے ہوئے مسلمان مجاہد افونش، شانجہ اور غسیہ تینوں بھائیوں کے لشکروں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ دشمن کی تعداد گو کمی نہ تھی مگر پھر بھی مسلمان کچھ اس طرح جنگ کر رہے تھے کہ دشمن کے کئی کئی سپاہیوں پر بھاری ثابت ہو رہے تھے۔ دہر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی۔ حرا اور سویدا شہر کے کیا مرد کیا عورتیں، دونوں شہروں کی فصیلوں پر چڑھ کر جنگ کا نظارہ کر

رہے تھے۔

دوپہر سے تھوڑی دیر بعد تک مسلمان مجاہدین نے دشمن کا لشکر آدھے سے زیادہ کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ جب کہ اُن کا اپنا بہت کم نقصان ہوا تھا اور ان کا جنگی جند ان بھی تک ایسا ہی تھا جس کا اظہار اُنہوں نے جنگ کی ابتداء میں کیا تھا۔ سہ پہر کے قریب افونش، شانجہ اور غسیہ کے ساتھ لڑنے والوں کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی۔ ولید جانتا تھا اس موقع پر اگر ایک زوردار حملہ کیا جائے تو دشمن کے باؤل اکھڑے جاسکتے ہیں اور مغرب میں میلوں دور تک اسے کہیں بھی جم کر لڑنے کا موقع نہ مل سکے گا۔ لہذا اُس نے اپنے لشکر کو لاکارا اور خودہ جنگ کرنا ہوا دشمن کے اندر جا گھسا تھا۔ ناطور اور پراسرار جرنیل بھی دشمن کے اندر گھس گئے تھے۔ اب ایک طرح سے افونش، شانجہ اور غسیہ کے لشکروں کا تین اطراف سے قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر جب کہ ولید دشمن کے اندر ایک وجدان کے عالم میں جنگ کر رہا تھا۔ دشمن کے کسی سپاہی نے لگاتار دو نیزے پوری قوت سے یکے بعد دیگرے دے مارے جو ولید کی زہ پھاڑ کر اس کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے۔

ولید ایک بار چکر کر رہ گیا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس موقع پر اگر وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا یا اس نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو اس کی فتح شکست میں بدل جائے گی۔ لہذا اس نے خود اپنے جسم سے نیزے کھینچ کر پھینک دیئے اور اپنے سپاہیوں کو محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ وہ خطرناک حد تک زخمی ہو چکا ہے۔ وہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے پہلے کی طرح جنگ کرتا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد افونش، شانجہ اور غسیہ کے ساتھ ان کے لشکر کا ہر فرد سوالِ حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اپنی یہ بے بسی اور لشکر کی کم مالیکی دیکھ کر انہوں نے بھائی اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر بھاگ گھڑے ہوئے۔ ولید نے زخمی ہوئے کے باوجود پوری قوت اور زور سے دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ حرا اور سویدا کے لوگ شہروں کی فصیلوں سے اُتر کر فتح کا جشن مناتے گئے

سارہ بھی بھاگتی ہوئی باہر آگئی تھی۔ احمد اور سارہ کو کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ سعد اور حسن بھی پریشان کھڑے تھے۔ ناطور نے خود ہی ان کی تسلی کے لیے کہا۔ آپ لوں فکر مند نہ ہوں۔ آقا جنگ میں زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے ہیں۔ ناطور گھوڑے سے اترا اور بے ہوش ولید کو اتار کر حویلی کے اندر لے گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے لشکر کے تین ماہر طبیب بھی حویلی کے اندر چلے گئے تھے۔ سارہ نے بھاگ کر ایک مسہری پر بستر درست کیا۔ ولید کو وہاں لٹا دیا گیا اور طبیب اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کرنے لگے تھے۔ ناطور، احمد، سارہ، سعد اور حسن مسہری کے قریب پریشان حال کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد تمام قبائل کے سردار بھی وہاں آ گئے اور اسی کمرے میں بیٹھ کر ولید کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنے لگے تھے۔ حویلی کے باہر ان گنت لوگ ولید کی خیریت دریافت کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ ہر کوئی اپنی مہیگی پلکوں کے ساتھ ولید کی سلامتی اور صحت کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ولید نے آنکھیں کھولیں۔ اس پر نقاہت طاری تھی اور آنکھیں بو بھل ہو رہی تھیں۔ تینوں طبیب ولید کی حالت پر غمزہ اور پریشان کھڑے تھے۔ بنو کلب کا سردار اٹھا اور ولید کو مخاطب کر کے کہا۔ یا امیر! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ اب کیسے ہیں۔ ولید نے صرف گردن ہلا دی اور کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ولید نے مدھم آواز میں کہا۔ ناطور! ناطور! سعد اور حسن کو بلاؤ۔ میری اور عمروں کی تلوار بھی لے کر آؤ۔ سارہ فوراً اندر گئی اور عمروں کی تلوار لے آئی۔ ولید کی تلوار پہلے ہی ناطور کے پاس تھی۔ ولید کے اشارے پر ناطور نے دونوں تلواریں سہری پر رکھ دیں اس کے علاوہ اس نے سعد اور حسن کو ولید کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ولید چند لمحوں تک دونوں بچوں کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ یوں لگتا تھا وہ ان دونوں سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس کی نسیم سی آواز بلند ہوئی اور دونوں بچوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔

”میرے فرزندو! میری اجل میرے سامنے کھڑی ہے۔ دیکھو میں

تھے۔ ولید نے دس میل تک دشمن کا تعاقب کیا اس کے بعد زخموں میں تکلیف کے باعث اس کی ہمت جواب دے گئی کیونکہ جسم سے کافی خون بہہ گیا تھا اور وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ ولید کے گرتے ہی ناطور نے تعاقب ترک کر دیا اور لشکر کو رک جانے کا حکم دے دیا۔ فولش، شانجو اور غریبہ کے ساتھ اب گنتی کے چند ایسے سپاہی رہ گئے تھے جنہیں باسانی گنا جاسکتا تھا۔ اپنے لشکر کی مکمل تباہی اور عبرت خیز شکست کے بعد وہ قشتالیہ اور پھر وہاں سے لیون کی طرف بھاگ گئے تھے۔ یہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی جس کی وجہ سے اندلس کے اندر فرانس اور دوسرے عیسائی ممالک کی مدد سے قائم ہونے والی نصرانی حکومت کا اگر مکمل طور پر خاتمہ نہ ہوا تھا تو وہ اس قدر کمزور ہو گئی تھی کہ آئندہ چند برسوں تک وہ مسلمانوں کے لیے کسی نقصان اور خطرے کا باعث نہ بن سکتی تھی۔

ناطور اور لشکر کے طبیب ولید کو سنبھالنے لگے تھے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ طبیبوں نے اس کا کفن اور جنگی لباس اتار کر اس کے زخموں پر مرہم لپی کر دی تھی پھر ناطور نے بے ہوش ولید کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھالیا تھا اور لشکر کو واپسی کا حکم دے دیا تھا۔ پورا لشکر ولید کے زخمی ہونے پر غمزہ اور پریشان تھا جب لشکر حرہ شہر میں داخل ہوا تو شہر کے گلی کوچوں، بازاروں اور محلوں کے اندر لوگ فتح کا جشمن مارتے تھے لیکن جو بھی شہر میں ولید کے زخمی ہونے کی خبر پھیلی۔ لوگوں نے جشمن کی ہر تقریب بند کر دی اور ولید کی سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔ ناطور، ولید کو لے کر حویلی میں داخل ہوا۔ احمد کو شاید ابھی تک ولید کے زخمی ہونے کی خبر نہ ہوئی تھی اسی لیے وہ حویلی کے صحن میں سعد اور حسن کو تلوار بازی کی مشق کرا رہا تھا۔ سعد اور حسن اب خوب سیانے ہو گئے تھے اور انہوں نے جنگی تربیت حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔

احمد نے جب ناطور کو دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر ولید کو بٹھائے ہوئے ہے تو اس نے تلوار پھینک دی اور ناطور کے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ اتنی دیر تک

تم دونوں سے جدا ہو رہا ہوں۔ اندلس کے اندر میں اپنی استطاعت کے مطابق دشمن کا مقابلہ کرتا رہا ہوں اور اب میں نے ان کی طاقت کو ایک بار ختم کر کے رکھ دیا ہے لیکن میرے فرزندو! آنے والے برسوں میں وہ پھر تیاری کریں گے اور اپنی مدد کے لیے فرانس سے اندھا دھند رضا کار منگوائیں گے۔ اس غرض کے ساتھ کہ وہ اندلس کو مسلمانوں سے چھین لیں۔ اگر میرا رب کبھی تم دونوں کو قدرت دے تو ایسے دشمنوں کی راہ روک دینا کہ وہ میری قوم پر بوجھ نہ بنیں۔“

”سنو میرے فرزندو! ان برسوں کا بوجھ میرے کندھوں پر تھا۔ آنے والے برسوں کا بوجھ تمہارے کندھوں پر ہوگا۔ اللہ کرے آنے والے برس میری ملت کے لیے نشاۃ ثانیہ، آزادی، نجات اور حیرانغول معجزات کے برس ثابت ہوں۔ اے فرزندو! اندلس کے دشمنوں کے سامنے آگ اور تلوار کا طوفان بن کر جم جانا۔ اسی میں تم دونوں کی فضیلت ہوگی۔ سنو میرے نبھے وارثو! ایک مجاہد اور جنگجو کی زندگی میں ایک آفت کے بعد دوسری آفت، ایک الم کے بعد دوسرا الم، ایک غلاب کے بعد دوسرا غلاب اور ایک سراب کے بعد دوسرا سراب آتا ہے۔ ان میں کامران اور فوز مند وہی ہوتا ہے جس کے ذہن کی فکر اور عمل کا آپس میں اتحاد اور تعاون ہو۔ پھر ولید نے دونوں تلواریں اٹھا کر سعد اور حسن کو تھماتے ہوئے کہا۔ میں تمہیں درختے میں یہ تلواریں دیتا ہوں انہیں آزادی کی شعل جان کر بلند رکھنا۔“ سعد اور حسن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دونوں بچار ولید کی باتوں پر ہچکیاں لے لے کر روتے جا رہے تھے۔

ولید نے پھر کہا۔ ”میرے بیٹو! میرے باپ نے مرتے وقت ایسی ہی نصیحت مجھے کی تھی۔ وہی ہی نصیحت میں تمہیں کر کے اپنا فرض

ادا کر چکا ہوں۔ سنو! —

ولید کہتے کہتے رک گیا کیونکہ باہر دروازے پر کھٹکا ہوا تھا۔ احمد فوراً باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اور ولید سے کہا۔ میرے آقا! باہر شہیدان کا حکمان معتمد، پراسرار لشکر کا جرنیل اور لشکر کا قاری ابو زید کھڑے ہیں۔ اور اند آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ ولید نے فوراً کہہ دیا۔ ان تینوں کو اند آنے دو۔ احمد باہر نکل گیا۔ جب وہ لوٹا تو اس کے ساتھ معتمد، پراسرار لشکر کا سالار اور لشکر کا قاری ابو زید تھے۔

ولید نے ایک سرسری نگاہ معتمد اور ابو زید پر ڈالی اس کے بعد اس کی نگاہیں پراسرار لشکر کے سالار پر جم کر رہ گئی تھیں۔ اس سالار کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ ولید کے بجائے نیچے دیکھ رہا تھا۔ اتنی دیر تک ولید کی سمجھت اور نراسی آواز کرے میں گونج گئی۔

”سنو! میں اپنے آخری دموں پر ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے متعلق کچھ نہ کہو گے۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ اور پراسرار رہنے میں تمہاری کیا منفعت ہے۔ اس پراسرار جرنیل نے غمزہ اور گلوگیر آواز میں کہا۔ میرے آقا! میں آپ کا پرانا خادم اور غلام ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے چہرے سے نقاب اور سر سے خود ہٹا دیا تھا۔ ولید اسے دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ وہ جابر تھا۔ جابر بن وہب جس نے جوزفین اور جلعاد کی تحریک پر ولید اور عمروں کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

ولید کافی دیر تک اسے تعجب و حیرت سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی اور اپنی آواز کو قدرے بلند کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔ جابر تم؟ تم نے تو بغاوت کر دی تھی۔ پھر یہ کردار تم نے کیونکر ادا کیا۔ جابر بن وہب کی گردن جھک گئی اور روتی ہوئی آواز میں اس نے کہا۔ میرے آقا! وہ میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی۔ اصل میں جوزفین جس سے میں نے شادی کی تھی،

سے اپنی ملت اور مذہب کے لیے جنگ کرتے ہوئے فخر و سعادت سمجھوں گا۔
جابر ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ ولید کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ طبیب نے
پریشانی میں آگے بڑھ کر ولید کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ پھر اس نے نا طور بن بدر کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔ آقا ختم ہو چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۵
سب عرب سردار اٹھ کر مقتصد کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے اور ہر کسی
کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ سعد اور حسن رو پڑے تھے اور ساتھ والے کمرے کے
اندر سے سارے کیچیاں سنائی دینے لگی تھیں۔ ابو زید نے روتے ہوئے کہا۔

اے میرے آقا! تیرے سینے میں کس طرح دشمن کے تیر کھب گئے۔ اے
میرے دوستو! آؤ زور زور سے اپنے آقا کو پکار کر اسے بتائیں کہ تو ہر دل
میں دھڑکتا تھا۔ تیرا چہرہ ہمارے لیے خون جیسا درخشاں اور انوار کا ایک
بینار تھا۔ تو گھور اندھیروں کے اندر ہمارے لیے چمکتا ہوا ایک جگنو تھا۔ گو
تو شہید وطن ہے اور تیرے لیے موت نہیں ہے پھر بھی اے میرے
آقا! تیرے بعد ہم ہی نہیں کھجوروں کے درخت بھی روئیں گے اور
دشمن ہماری مضطربانہ حرکتوں پر تہقہے لگائیں گے۔

تو شجاعت کا ایسا گوبر اور دانائی کا ایسا راز تھا جس کی یافت ناممکن ہے۔
اندلس کی زمین اوداسماں میں کون تجھے بھول سکے گا۔ تو ہمارے لیے آسمان
کا پیغام بن کر کوہِ تانوں سے اُترا تھا اور ہمارے دلوں میں ازل سے
ابنِ نک تیری محبت لکھی جا چکی تھی۔ تیرے بعد لومڑیاں شیر پر غرائیں
گی اور زندگی کے سمندر میں ہماری حالت اس گوبر جیسی ہو گی جو گندے
کیچڑ میں دب گیا ہو۔ پتوں کے اس ڈھیر جیسی ہو گی جسے آگ دکھانے
کا وقت آ گیا ہو۔ آہ! میرے آقا! تو کیوں اس قدر جلدی اپنے سارے
رفیقوں سے پچھڑ کر زندگی کی گزرگاموں سے دور اور اُفق کے اس پار
کھو گیا ہے۔ آہ یہ کیسا غضب، کیسی وحشت ہے۔
اب کون نئے منتظر ساحلوں کی طرف ہماری راہنمائی کرے گا اے دن!

اور جلعاد جو اس کا باپ بنا ہوا تھا۔ ان دونوں کی تحریک اور بہکاوے پر میں آپ کے
خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ دونوں باپ بیٹی نہ تھے بلکہ فرزندہ کے جاسوس تھے۔
یہاں سے نکلنے کے بعد ایک روز میں نے ان دونوں کی غفیہ گفتگو سن لی تھی۔ وہ مجھے
قتل کر کے آپ کے خلاف کسی اور سازش کی ابتدا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان
دونوں کو قتل کر دیا اور اپنی غلطی اور کوتاہی کا خمیازہ ادا کرنے کے لیے میں عرب قبائل
میں گیا اور ان سے رضا کار حاصل کر کے میں آپ کی مدد پر کمر بستہ ہو گیا۔ آہستہ آہستہ
میں اپنے ساتھیوں کی تعداد بڑھاتا رہا۔ اس کے بعد جو حالات پیش آئے وہ آپ
جانتے ہی ہیں۔

ولید چند ثانیوں تک خاموش رہا۔ پھر اس کی مدھم آواز کمرے میں سنائی دی۔
جابر! جابر! تم نے اپنی کوتاہیوں کا خمیازہ ہی ادا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے حق سے کہیں زیادہ
حب الوطنی، فرض شناسی، مذہب پرستی اور اپنی ملت سے محبت کا ثبوت دیا ہے۔ ولید
کچھ دیر پھر خاموش رہا۔ آخر دوبارہ اس نے کمرے میں بیٹھے ہوئے۔ قبائل کے سرداروں
کو مخاطب کر کے کہا۔ میری روح، میری سانس اور میرے خون کی گردش۔ چند لمحوں
کی مہمان ہے۔ اگر میں اس موقع پر جابر بن دہب کو اپنی جگہ سالارِ اعلیٰ مقرر کروں
تو تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں۔

سب سرداروں نے اپنی گردنیں جھکا لیں۔ پھر ان میں سے ایک نے
بڑی ارادتمندی سے کہا۔ اے ہمارے آقا! آپ کو پورا اختیار ہے جسے چاہے سالار
بنائیں ہم میں سے کوئی بھی اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اس لیے کہ جابر بن
دہب نے۔

جابر درمیان میں بول پڑا اور ولید سے کہا۔ میرے آقا! میں اس قابل
نہیں کہ آپ کی جگہ سالار بنایا جاؤں۔ میں اس منصب سے نا طور بن بدر کے حق
میں دست بردار ہوتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے نا طور بن بدر کے حکم کا اتباع نہ
کرتے ہوئے بغاوت کی تھی۔ اب میں اسی کے تحت ایک گناہ سپاہی کی حیثیت

اے دان کے سورج اپنے روشن ہونٹوں سے بتا۔ کون ہماری خیالی تجرید کو عمل کا جامہ پہنائے گا۔ کون ملت کے دشمنوں کو سربریدہ کر کے بادیت کی راہوں پر ہماری راہبری کرے گا۔ میرا رب کرے اس سرزمین میں پھر آپ جیسا کوئی مجاہد اٹھے جو لوہے کے دھبے دھو ڈالے۔ ہماری بے بسی کا خاتمہ کر دے اور اس سرزمین کو پھر خون سے سینچنا شروع کرے۔

ابوزید خاموش ہو گیا۔ پھر وہ نیچے بیٹھا اور حسن پلنگ پر ولید کی لاش پڑی ہوئی تھی اس پر سر رکھ کر وہ بچوں کی طرح رونے لگا تھا۔ مقصد اور دوسرے سردار بھی فرش پر بیٹھ کر آہ و زاری کرنے لگے تھے۔ سعد اور حسن سسک رہے تھے اور ساتھ والے کمرے سے سارہ کی پچلیاں ہر لمحہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ ولید کے مرنے کی خبر جب عام ہوئی تو حصرہ اور سویدیاں گرام سانچ گیا تھا اور لوگ اپنے گھروں میں نکل کر بازاروں، گلی، کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہو کر آہ و زاری کرنے لگے تھے۔ اسی روز شام سے کچھ دیر پہلے ولید کو حصرہ کے قبرستان میں عمروں کے پہلو میں دفن کر دیا گیا تھا۔



دوسرے روز عصر کی نماز کے بعد سارہ، سعد اور حسن کے بازو پکڑے شہر سے نکلی۔ اس کا رخ اس پہاڑی کی طرف تھا جس کے دامن میں وہ قبرستان تھا جس کے اندر ولید اور عمروں دفن تھے۔ پہاڑی کے اوپر اور دامن میں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی گلاب کی جھاڑیاں تھیں جو پھولوں سے لدی ہوئی تھیں۔ قبرستان سے گذر کر سارہ و دونوں بچوں کے ساتھ پہاڑی پر چڑھ گئی اور پھول توڑ توڑ کر ایک جگہ ڈھیر کرنے لگی۔ سعد اور حسن بھی پھول توڑنے میں اس کی مدد کر رہے تھے۔

سورج غروب ہونے کے لیے جب مغرب کی طرف اپنے گھٹنے ٹیک رہا تھا ان تینوں نے ہل کر پھولوں کا ایک ڈھیر لگایا تھا پھر سارہ نے پھول ایک پکڑے ہیں ہانڈ لیے۔ سعد اور حسن کو اس نے ساتھ لیا اور قبرستان کی طرف چل دی۔ ولید اور عمروں کی قبروں پر آکر پھول اس نے دو برابر حصوں میں بانٹے اور دونوں قبروں پر بکھیر دیے۔

سعد اور حسن کے ساتھ سارہ وہاں سے ہٹنے ہی لگی تھی کہ اپنی جگہ پر وہ جم کر رہ گئی۔ قبرستان سے گذر کر جو راستہ شہر کی طرف جاتا تھا۔ اس پر دو سوار نمودار ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا مرد تھا اور دوسری ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ پیلاطس اور مرسیہ تھے۔ قبرستان سے گذر کر شہر کی طرف جاتے ہوئے ایک بوڑھے عرب کے پاس انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا اور سارہ نے دیکھا مرسیہ اس بوڑھے عرب سے کچھ پوچھ رہی تھی جب کہ جواب میں اس بوڑھے عرب نے اس قبر کی طرف اشارہ کر دیا جو ولید کی تھی۔

سارہ بت کی طرح اپنی جگہ پر کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا مرسیہ نے اپنے گھوڑے کی باگیں پیلاطس کو تھما دی تھیں اور خود وہ اس طرف بڑھی تھی جہاں سارہ، سعد اور حسن کھڑے تھے۔ مرسیہ جب قریب آئی تو سارہ کو احساس ہوا کہ وہ بچکیوں اور سسکیوں میں روتی ہوئی ولید کی قبر کی طرف آرہی تھی۔ سارہ پریشان ہو گئی۔ وہ یہ جاننے کو بیتاب تھی کہ آنے والے وہ دونوں سوار کون ہیں اس لیے کہ وہ پیلاطس اور مرسیہ کو پہچان نہ سکی تھی۔

مرسیہ روتی، بین کرتی ہوئی آئی۔ قبر پر آکر وہ گر گئی۔ سارہ اسے تعجب اور پریشانی سے دیکھے جا رہی تھی۔ پھر اچانک مرسیہ پھٹ پڑی اور ولید کی قبر کے پتھر پر ڈھیر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔

میرے آقا! آپ نے تو دریائے تاجر کے پل کے پاس کھڑے ہو کر میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ آپ میرا انتظار کریں گے۔ پھر آپ اکیلے ہمیشہ کے لیے کیوں کوچ کر گئے ہیں۔ میرے آقا! آپ تو پہاڑوں جیسا انتقام اور چٹانوں پر عکس زریں تھے۔ آپ کا لوہا تو لوہے کا کاٹا تھا پھر دشمن کے نیزے آپ کو کیسے چھید گئے۔ میرے آقا! مرسیہ آپ کے بغیر زندہ نہ رہ سکے گی۔ میں کہاں کہاں آپ کو تلاش کروں گی۔ میری زندگی اور میری خوشیاں اس طرح مجھ سے روٹھ جائیں گی جیسے خشک پتا درخت سے خفا ہو کر آدھیوں اور طوفانوں میں کھو جاتا ہے۔ کون میری حق تلفیوں کا کفارہ ادا کرے گا۔ کون محبت کے آن مٹ نقوش پر مرہم رکھے گا اور کون الفت بھری روحوں کے سفر میں

میرا سانس تھی اور رفتی ہوگا۔

مرسیہ خاموش ہو گئی۔ سارہ نے دیکھا اس کی آنکھوں سے ہلے جیسے آنسو قبر کے پتھر پر ڈھیر پڑ رہے تھے۔ اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے دھند کے پردے میں طوفانی فضاؤں کے اندر کوئی بھولا ہوا بچہ اپنی آشیہ کو تلاش کرتا پھر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر ایسی ہولناکی تھی جیسے رات دن سے اور دن رات سے بچھڑتے ہوئے شفقت کی صورت میں خون کے آنسو روتے ہیں۔ سارہ آگے بڑھی اور مرسیہ کو اس کے دونوں شانوں سے پکڑ کر پیار سے اُسے پکارا۔

مرسیہ! مرسیہ! میں عمروں کی بیوہ سارہ ہوں۔ اُٹھو میرے ساتھ چلو۔ آقا نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں تمہیں حویلی میں اپنے ساتھ رکھوں۔ مرسیہ اُٹھی اور سارہ سے لپٹ کر چھوٹ چھوٹ کر رودی۔ سارہ نے سعد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مرسیہ! مرسیہ! یہ ولید بھائی کا بیٹا سعد ہے۔ اب یہ تمہارا بیٹا ہے۔ سارہ سے علیحدہ ہو کر مرسیہ نے سعد کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اسے پیار کرنے لگی۔ سارہ نے مرسیہ کی طرف اشارہ کر کے سعد سے کہا۔ یہ تمہاری اُم ہیں بیٹے!

سعد بچارہ بُری طرح مرسیہ سے لپٹ گیا تھا۔ سارہ نے مرسیہ کا بازو ختمام لیا اور سعد، حسن کے ساتھ وہ شہر کی طرف بڑھنے لگی تھیں۔ پیلاطس دونوں گھوڑوں کی باگیں تھامے ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھا۔ سورج اب دُور مغرب میں خلیج بکے کی فناہ گاہوں میں غروب ہو گیا تھا اور لمحہ بہ لمحہ فضاؤں کے اندر تاریکی گہری اور بھانک ہوتی جا رہی تھی۔



ختم شد

